طواف وداع کے حکم میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۳۱۱۵ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کیے بغیر نہ جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف وداع واجب ہے اور اس کے ترک سے دم لازم آتا ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد کا یہی مسلک ہے اور امام مالک اور داؤد بن علی ظاہری یہ کہتے ہیں کہ طواف وداع سنت ہے، اس کے ترک پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۱۷ میں ہے کہ لوگوں کو آخر میں طواف وداع کا حکم دیا گیا ہے! البتہ حائضہ عورت کو طواف وداع کیے بغیر جانے کی رخصت دی گئی ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حائضہ عورت سے طواف وداع کا وجوب ساقط ہے اور اگر وہ طواف وداع نہ کرے تو اس پر دم لازم نہیں آتا، امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا یہی مسلک ہے۔[1]

بَابُ اِسْتِحْبَابِ دُخُوْلِ الْكَعْبَةِ لِلْحَاجِّ وَغَيْرِهٖ وَالصَّلٰوةِ فِيْهَا

حجاج وغیرہم کے لیے کعبہ میں داخل ہونے اور اس میں نماز پڑھنے کا استحباب

۳۱۲۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَاُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَاَغْلَقَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ مَكَثَ فِيْهَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَسَاَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدَيْنِ عَنْ يَّسَارِهٖ وَعَمُوْدًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَثَلَاثَةَ اَعْمِدَةٍ وَّرَاءَهٗ وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، اور حضرت اسامہ، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہم بھی داخل ہوئے پھر آپ پر کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا پھر آپ اس میں ٹھہرے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کیا کیا تھا؟ حضرت بلال نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ستونوں کو بائیں، ایک کو دائیں طرف اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے کیا، پھر آپ نے نماز پڑھی، بیت اللہ کے اس وقت چھ ستون تھے۔

۳۱۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَنَزَلَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ وَأَرْسَلَ إِلَى عُثْمَانَ ابْنِ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَاءَ بِالْمِفْتَحِ فَفَتَحَ الْبَابَ ثُمَّ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأُمِرَ بِالْبَابِ فَأُغْلِقَ فَلَبِثُوا فِيهِ مَلِيًّا ثُمَّ فَتَحَ الْبَابَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَادَرْتُ النَّاسَ فَلَقِيتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجًا وَبِلَالٌ عَلَى إِثْرِهِ فَقُلْتُ لِبِلَالٍ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَيْنَ قَالَ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ قَالَ وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور صحن کعبہ میں اترے، آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھوں نے کنجی لاکر پیش کی اور دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت بلال حضرت اسامہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم بھی گئے۔ آپ کے حکم سے دروازہ بند کر دیا گیا، آپ اور یہ صحابہ اس میں کافی دیر ٹھہرے، اس کے بعد دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں جھپٹ کر سب لوگوں سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر ملا، حضرت بلال آپ کے پیچھے تھے۔ میں نے حضرت بلال سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی! انھوں نے کہا ہاں! میں نے پوچھا کس جگہ؟ انھوں نے کہا: اپنے سامنے کے دو ستونوں کے درمیان۔ حضرت ابن عمر نے کہا میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی۔

۳۱۲۸۔ حَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ عَلَى نَاقَةٍ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ حَتَّى أَنَاخَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ ثُمَّ دَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَقَالَ ائْتِنِي بِالْمِفْتَاحِ فَذَهَبَ إِلَى أُمِّهِ فَأَبَتْ أَنْ تُعْطِيَهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَتُعْطِيَنَّهُ أَوْ لَيَخْرُجَنَّ هٰذَا السَّيْفُ مِنْ صُلْبِي قَالَ فَأَعْطَتْهُ إِيَّاهُ فَجَاءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فَفَتَحَ الْبَابَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ بن زید کی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ آپ نے اونٹنی کو صحن کعبہ میں بٹھایا۔ پھر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا مجھے کنجی لاکر دو، انھوں نے جا کر اپنی ماں سے کنجی مانگی اس نے کنجی دینے سے انکار کر دیا حضرت عثمان نے کہا کنجی دے دو ورنہ میں اپنی تلوار میان سے نکال لوں گا، پھر ان کی ماں نے انھیں کنجی دی اور انھوں نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کنجی دی۔ آپ نے دروازہ کھولا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ.

٣١٢٩ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَمَعَهُ أُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَأَجَافُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ طَوِيلًا ثُمَّ فُتِحَ فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَلَقِيتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے آپ کے ساتھ حضرت اسامہ، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی گئے، پھر دروازہ بند کر دیا گیا اور کافی دیر کے بعد دروازہ کھلا، سب سے پہلے میں اندر داخل ہوا، میری بلال سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ حضرت بلال نے کہا دو پہلے ستونوں کے درمیان! اور میں بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی؟۔

٣١٣٠ - وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْكَعْبَةِ وَقَدْ دَخَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَأَجَافَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ الْبَابَ قَالَ فَمَكَثُوا فِيهِ مَلِيًّا ثُمَّ فُتِحَ الْبَابُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَقِيتُ الدَّرَجَةَ فَدَخَلْتُ الْبَيْتَ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَهُنَا قَالَ وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُمْ كَمْ صَلَّى.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں کعبہ کے پاس پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کعبہ میں داخل ہو چکے تھے اور حضرت عثمان بن طلحہ نے دروازہ بند کر دیا تھا، کافی دیر تک یہ حضرات اندر رہے پھر دروازہ کھولا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور میں سیڑھی سے اندر گیا۔ اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟ کہا اس جگہ، اور میں ان سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

٣١٣١ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ

سالم اپنے والد (حضرت ابن عمر) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ فِي أَوَّلِ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

اور حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بھی گئے، اور دروازہ بند کر دیا، جب انھوں نے دروازہ کھولا تو میں سب سے پہلے داخل ہوا، میری حضرت بلال سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔

۳۱۳۲ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَلَمْ يَدْخُلْهَا مَعَهُمْ ثُمَّ أُغْلِقَتْ عَلَيْهِمْ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَأَخْبَرَنِي بِلَالٌ أَوْ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے اور حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی گئے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ وہ ساتھ نہیں جا سکے پھر دروازہ بند کر دیا گیا، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت بلال یا حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔

۳۱۳۳ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ بَكْرٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بُكَيْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَسَمِعْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّمَا أُمِرْتُمْ بِالطَّوَافِ وَلَمْ تُؤْمَرُوا بِدُخُولِهِ قَالَ لَمْ يَكُنْ يَنْهَى عَنْ دُخُولِهِ وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ الْبَيْتَ دَعَا فِي

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کیا تم نے حضرت ابن عباس سے یہ سنا ہے کہ تمہیں کعبہ میں طواف کا حکم دیا گیا ہے، کعبہ میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا۔ عطاء نے کہا حضرت ابن عباس کعبہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے، البتہ وہ یہ کہتے ہیں، کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے تمام کونوں میں دعا مانگی اور نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ باہر تشریف لائے اور باہر آ کر بیت اللہ کے سامنے

نَوَاحِيَهٖ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ حَتّٰى خَرَجَ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ فِيْ قُبُلِ الْبَيْتِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ قُلْتُ لَهٗ مَا نَوَاحِيْهَا اَفِيْ زَوَايَاهَا قَالَ بَلْ فِيْ كُلِّ قِبْلَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ۔

دو رکعت نماز پڑھی، اور فرمایا یہ قبلہ ہے۔ میں نے پوچھا: بیت اللہ کے کناروں اور اس کے گوشوں کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا کہ بیت اللہ کی ہر جانب قبلہ ہے۔

۳۱۳۴ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَفِيْهَا سِتُّ سَوَارٍ فَقَامَ عِنْدَ كُلِّ سَارِيَةٍ فَدَعَا وَلَمْ يُصَلِّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، اس میں چھ ستون تھے، آپ نے ہر ستون کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی اور نماز نہیں پڑھی۔

۳۱۳۵ - حَدَّثَنِيْ سُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فِيْ عُمْرَتِهٖ قَالَ لَا۔

اسماعیل بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ صحابی رسول سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمرہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا نہیں!

کعبہ میں نماز پڑھنے کے متعلق حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایات میں تطبیق۔

اس باب میں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات ہیں ان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے اور حضرت ابن عباس کی روایات میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا یہ قول مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی، اس مسئلہ میں تمام محدثین نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت کو اختیار کیا ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کی خبر کے متعلق ایک راوی کسی چیز کا اثبات کرے اور دوسرا نفی کرے تو اثبات کی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ دونوں اپنے اپنے علم کے اعتبار سے بیان کر رہے ہیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز ایک کے علم میں نہ آئی ہو اور دوسرے کے علم میں وہ چیز آگئی ہو، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ حضرت اسامہ کے نفی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کعبہ میں داخل ہوئے تو دروازہ بند کر دیا اور سب دعا میں مشغول ہو گئے، حضرت اسامہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعا کر رہے تھے پھر حضرت اسامہ بھی کسی کونے میں دعا کرنے لگے۔ حضرت اسامہ حضور سے دور تھے اور حضرت بلال آپ کے قریب تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جس کو حضرت بلال نے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا اور حضرت اسامہ دوری کی وجہ سے نہ دیکھ سکے، علاوہ ازیں وہ دعا میں مشغول تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیف نماز پڑھی تھی، اس لیے حضرت اسامہ رضی

اللہ عنہ نے اپنے گمان کے اعتبار سے نفی کی اور حضرت بلال کے نزدیک چونکہ آپ کا کعبہ میں نماز پڑھنا محقق تھا کیوں کہ انھوں نے اس کا مشاہدہ کیا تھا اس لیے انھوں نے اثبات کی روایت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت اسامہ کعبہ میں لگی ہوئی تصویروں کو مٹانے کے لیے پانی لا رہے تھے اس لیے ان کو پتا نہیں چلا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں۔

کعبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جبکہ وہ کعبہ کی کسی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ کعبہ میں نماز پڑھنا صحیح ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ کعبہ میں نفل نماز صحیح ہے، فرض، واجب اور صبح کی دو رکعات سنت موکدہ صحیح نہیں ہیں، اور نہ طواف کی دو رکعات صحیح ہیں۔ بعض غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ کعبہ میں کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی نہ فرض اور نہ نفل، جمہور کی دلیل حضرت بلال کی روایت ہے اور جب نفل نماز صحیح ہے تو فرض بھی صحیح ہوگی، کیوں کہ سواری میں تو فرض اور نفل کے جواز اور عدم جواز میں فرق ہے لیکن زمین پر نماز پڑھنے میں فرض اور نفل کے جواز اور عدم جواز میں کوئی فرق نہیں ہے۔[1]

علامہ عینی نے بیہقی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کعبہ میں داخل ہوا وہ اپنے گناہوں سے بخشا ہوا نکلے گا۔[2]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نہیں داخل ہوئے، یہ سات ہجری عمرہ قضاء کا واقعہ ہے اس وقت کفر کا غلبہ تھا اور کعبہ کے اندر سے بت نہیں ہٹائے گئے تھے۔ فتح مکہ کے سال جب کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا تب آپ نے اندر جا کر نماز پڑھی، بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت اسامہ نے جو کہا ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اس سے مراد یہی موقع ہے۔

بَابُ نَقْضِ الْكَعْبَةِ وَبِنَاءِهَا ۳۰۹

۳۱۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ وَلَجَعَلْتُهَا عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّ

کعبہ کی عمارت توڑ کر از سر نو بنانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری قوم نے کفر کو نیا نیا نہ چھوڑا ہوتا تو میں بیت اللہ کی عمارت توڑ کر اس کو قواعد ابراہیم پر تیار کرتا، کیونکہ قریش نے جب اس کو بنایا تو اس کو چھوٹا کر دیا اور میں اس کے پیچھے بھی دروازہ بناتا۔

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

قُرَيْشًا حِينَ بَنَتِ الْبَيْتَ اسْتَقْصَرَتْ وَ لَجَعَلْتُ لَهَا خَلْفًا.

٣١٣٧ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

٣١٣٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ حِينَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری قوم نے بیت اللہ بناتے وقت اس کو قواعد ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹا بنا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! آپ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنیادوں پر کیوں نہیں لوٹا دیتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا! حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ضرور یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی! کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جو دو کونے حجرے سے متصل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعظیم کرنی ہی چھوڑ دی ہے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر پورا پورا بنا ہوا نہیں ہے۔

٣١٣٩ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ يُحَدِّثُ عَبْدَ اللَّهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نے جاہلیت یا کفر کو نیا نیا چھوڑا ہوا نہ ہوتا تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا اور میں اس کا دروازہ زمین کے ساتھ بناتا اور حطیم کو کعبہ سے ملا دیتا۔

بْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُوْا عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ أَوْ قَالَ بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ وَلَأَدْخَلْتُ فِيْهَا مِنَ الْحِجْرِ۔

۳۱۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنِي ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ سَعِيْدٍ يَعْنِي ابْنَ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِيْ خَالَتِيْ يَعْنِيْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُوْ عَهْدٍ بِشِرْكٍ لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ فَأَلْزَقْتُهَا بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا وَزِدْتُ فِيْهَا سِتَّةَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ فَإِنَّ قُرَيْشًا اقْتَصَرَتْهَا حَيْثُ بَنَتِ الْكَعْبَةَ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حضرت عائشہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تمہاری قوم نے نیا نیا شرک نہ چھوڑا ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کر کے اسے زمین سے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک دروازہ مشرقی جانب، اور دوسرا دروازہ مغربی جانب اور حطیم میں سے چھ ہاتھ کی جگہ کعبہ میں اور شامل کر دیتا کیونکہ قریش نے جب کعبہ کو بنایا تھا تو اس کو چھوٹا کر دیا تھا۔

۳۱۴۱۔ وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ لَمَّا احْتَرَقَ الْبَيْتُ زَمَنَ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ حِيْنَ غَزَاهُ أَهْلُ الشَّامِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ تَرَكَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَتّٰى قَدِمَ النَّاسُ الْمَوْسِمَ يُرِيْدُ أَنْ يُجَرِّئَهُمْ أَوْ يُحَرِّبَهُمْ عَلٰى أَهْلِ الشَّامِ فَلَمَّا صَدَرَ النَّاسُ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَشِيْرُوْا عَلَيَّ فِي الْكَعْبَةِ أَنْقُضُهَا ثُمَّ أَبْنِيْ بِنَاءَهَا أَوْ أُصْلِحُ مَا وَهٰى مِنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنِّيْ قَدْ فُرِقَ لِيْ رَأْيٌ فِيْهَا أَرٰى أَنْ

عطاء کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں جب اہل شام نے مکہ میں آکر جنگ کی اور بیت اللہ جل گیا اور اس کا جو حال ہونا تھا وہ ہو گیا تو حضرت ابن زبیر نے کعبہ کو اسی طرح رہنے دیا حتیٰ کہ حج کے موسم میں تمام مسلمان جمع ہو گئے، حضرت ابن الزبیر کا ارادہ تھا کہ لوگوں کو اہل شام کے خلاف برانگیختہ کریں یا ان کے خلاف اشتعال دلائیں۔ جب لوگ لوٹنے لگے تو حضرت ابن الزبیر نے فرمایا: اے لوگو! مجھے کعبہ کے بارے میں مشورہ دو! میں کعبہ کو توڑ کر از سر نو بناؤں یا اس میں جو حصہ خراب ہو گیا ہے صرف اس کو درست کر دوں؟ حضرت ابن عباس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ کعبہ کا جو حصہ خراب ہو گیا ہے

تُصْلِحَ مَا وَهِيَ مِنْهَا وَتَدَعَ بَيْتًا اَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَاَحْجَارًا اَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهَا وَبُعِثَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لَوْ كَانَ اَحَدُكُمُ احْتَرَقَ بَيْتُهُ مَا رَضِيَ حَتّٰى يُجِدَّهُ فَكَيْفَ بَيْتُ رَبِّكُمْ اِنِّي مُسْتَخِيرٌ رَبِّي ثَلَاثًا ثُمَّ عَازِمٌ عَلٰى اَمْرِي فَلَمَّا مَضَى الثَّلَاثُ اَجْمَعَ رَأْيَهُ عَلٰى اَنْ يَنْقُضَهَا فَتَحَامَاهُ النَّاسُ اَنْ يَنْزِلَ بِاَوَّلِ النَّاسِ يَصْعَدُ فِيهِ اَمْرٌ مِّنَ السَّمَآءِ حَتّٰى صَعِدَهُ رَجُلٌ فَاَلْقٰى مِنْهُ حِجَارَةً فَلَمَّا لَمْ يَرَهُ النَّاسُ اَصَابَهُ شَيْءٌ تَتَابَعُوا فَنَقَضُوهُ حَتّٰى بَلَغُوا بِهِ الْاَرْضَ فَجَعَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اَعْمِدَةً فَسَتَّرَ عَلَيْهَا السُّتُورَ حَتّٰى ارْتَفَعَ بِنَاؤُهُ وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِنِّي سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُولُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنَّ النَّاسَ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ وَّلَيْسَ عِنْدِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يُقَوِّينِي عَلٰى بِنَائِهِ لَكُنْتُ اَدْخَلْتُ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ خَمْسَ اَذْرُعٍ وَّلَجَعَلْتُ لَهَا بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ مِنْهُ وَبَابًا يَخْرُجُونَ مِنْهُ قَالَ فَاَنَا الْيَوْمَ اَجِدُ مَا اُنْفِقُ وَلَسْتُ اَخَافُ النَّاسَ قَالَ فَزَادَ فِيهِ خَمْسَ اَذْرُعٍ مِّنَ الْحِجْرِ حَتّٰى بَدَأَ اُسًّا نَظَرَ النَّاسُ اِلَيْهِ فَبَنٰى عَلَيْهِ الْبِنَاءَ وَكَانَ طُولُ الْكَعْبَةِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فَلَمَّا زَادَ فِيهِ اسْتَقْصَرَهُ فَزَادَ فِي طُولِهِ عَشَرَ اَذْرُعٍ وَّجَعَلَ لَهُ بَابَيْنِ اَحَدُهُمَا يُدْخَلُ مِنْهُ وَالْاٰخَرُ يُخْرَجُ مِنْهُ فَلَمَّا قُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَتَبَ الْحَجَّاجُ

اس کی مرمت کر دو اور اس کو اسی طرح رہنے دو جیسا کہ یہ ابتداءِ اسلام میں تھا اور انہی پتھروں کو رہنے دو جن پر لوگ مشرف باسلام ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی، حضرت ابن الزبیر نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص کا گھر جل جائے تو وہ اس کو از سر نو بنائے بغیر چین سے نہیں بیٹھتا، تو اللہ تعالیٰ کے گھر کو دوبارہ کیوں نہیں بنایا جائے گا! اور میں تین بار استخارہ کرنے کے بعد اس کو دوبارہ بنانے کا عزم کروں گا جب حضرت ابن الزبیر نے تین بار استخارہ کر لیا تو انہوں نے اس کو توڑنے کا ارادہ کر لیا لوگوں کو ڈر لگا کہ جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ کو توڑنے کے لیے چڑھے گا کہیں اس پر کوئی آسمانی بلا نہ نازل ہو جائے حتیٰ کہ ایک شخص چڑھا اور اس نے اس میں سے ایک پتھر گرا دیا. جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی بلا نازل نہیں ہوئی تو سب نے مل کر اس کو توڑ ڈالا اور زمین کے برابر کر دیا. حضرت ابن الزبیر نے چند ستون کھڑے کر کے ان پر پردے ڈال دیے یہاں تک کہ اس کی دیواریں بلند ہو گئیں. اور حضرت ابن الزبیر نے یہ کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت سنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ اگر لوگوں نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوا ہوتا اور نہ ہی میرے پاس اتنا خرچ ہے کہ اس کو بنا سکوں تو میں حطیم میں سے پانچ ہاتھ کعبہ میں داخل کر دیتا، اور ایک دروازہ اس میں ایسا بنا دیتا جس سے لوگ اندر جائیں اور دوسرا دروازہ ایسا بنا دیتا جس سے لوگ باہر جائیں" حضرت ابن الزبیر نے فرمایا آج ہمارے پاس خرچ بھی ہے اور ہمیں لوگوں کا خوف بھی نہیں ہے راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر نے حطیم کی پانچ ہاتھ زمین کعبہ میں شامل کر دی حتیٰ کہ اس جگہ بنائے ابراہیمی کی بنیاد نکل آئی اور لوگوں نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا،

إلى عبد الملك بن مروان يخبره بذلك ويخبره أن ابن الزبير رضي الله تعالى عنهما قد وضع البناء على أس نظر إليه العدول من أهل مكة فكتب إليه عبد الملك إنا لسنا من تلطيخ ابن الزبير رضي الله تعالى عنهما في شيء أما ما زاد في طوله فأقره وأما ما زاد فيه من الحجر فرده إلى بنائه وسد الباب الذي فتحه فنقضه وأعاده إلى بنائه.

حضرت ابن الزبیر نے اسی بنیاد پر دیوار اٹھانا شروع کر دی، اسی طرح بیت اللہ کا طول اٹھارہ ہاتھ کا ہو گیا، جب اس میں زیادتی کی تو اس کا طول کم معلوم ہونے لگا پھر اس کے طول میں دس ہاتھ کی زیادتی کی، اور اس کے دو دروازے بنائے کہ ایک سے اندر جائیں اور دوسرے سے باہر جائیں، جب ابن الزبیر شہید کر دیے گئے تو حجاج نے عبدالملک بن مروان کو اس کی اطلاع دی اور لکھا کہ حضرت ابن الزبیر نے بیت اللہ کی جو تعمیر کی ہے وہ ان بنیادوں کے مطابق ہے جنھیں مکہ کے معتبر لوگوں نے دیکھا ہے، عبدالملک نے جواب میں حجاج کو یہ لکھا کہ حضرت ابن الزبیر کے تغیر و تبدل سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے انھوں نے طول میں جو زیادتی کی ہے اور حطیم کا جو حصہ انھوں نے کعبہ میں شامل کر دیا ہے اس کو نکال دو اور اس کو پہلی طرح بنا دو، اور جو دروازہ انھوں نے کھولا ہے، اس کو بھی بند کر دو، تب حجاج نے کعبہ کو شہید کر کے پھر پہلی طرح بنا دیا۔

٣١٤٢ - حدثني محمد بن حاتم حدثنا محمد بن بكر أخبرنا ابن جريج قال سمعت عبد الله بن عبيد بن عمير والوليد بن عطاء يحدثان عن الحارث بن عبد الله بن أبي ربيعة قال عبد الله بن عبيد وفد الحارث بن عبد الله على عبد الملك بن مروان في خلافته فقال عبد الملك ما أظن أبا خبيب يعني ابن الزبير رضي الله تعالى عنهما سمع من عائشة رضي الله تعالى عنها ما كان يزعم أنه سمعه منها قال الحارث بلى أنا سمعته منها قال سمعتها تقول ماذا قال قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن قومك استقصروا من بنيان البيت ولولا حداثة عهدهم

عبداللہ بن عبید بیان کرتے ہیں کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ، عبدالملک بن مروان کے پاس اس کے زمانہ خلافت میں وفد لے کر گئے، عبدالملک نے اس سے کہا کہ ابو خبیب (یعنی حضرت ابن الزبیر) حضرت عائشہ سے بغیر سنے روایت کرتے ہیں۔ حارث نے کہا نہیں، میں نے خود حضرت عائشہ سے یہ حدیث سنی ہے عبدالملک نے کہا تم نے جو سنا ہے بیان کرو، حارث نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کو چھوٹا کر دیا ہے، اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا، تو جتنا انھوں نے اس میں سے چھوڑ دیا ہے میں اس کو دوبارہ بنا دیتا، پس اگر میرے بعد تمہاری قوم اسے دوبارہ بنانے کا ارادہ کرے تو آؤ میں تمہیں

بِالشِّرْكِ أَعَدْتُ مَا تَرَكُوا مِنْهُ فَإِنْ بَدَا
لِقَوْمِكِ مِنْ بَعْدِي أَنْ يَبْنُوهُ فَهَلُمِّي لِأُرِيَكِ
مَا تَرَكُوا مِنْهُ فَأَرَاهَا قَرِيبًا مِنْ سَبْعِ أَذْرُعٍ
هٰذَا حَدِيثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ وَزَادَ عَلَيْهِ
الْوَلِيدُ بْنُ عَطَاءٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَجَعَلْتُ
لَهَا بَابَيْنِ مَوْضُوعَيْنِ فِي الْأَرْضِ شَرْقِيًّا
وَغَرْبِيًّا وَهَلْ تَدْرِينَ لِمَ كَانَ قَوْمُكِ
رَفَعُوا بَابَهَا قَالَتْ قُلْتُ لَا قَالَ تَعَزُّزًا
أَنْ لَا يَدْخُلَهَا إِلَّا مَنْ أَرَادُوا فَكَانَ
الرَّجُلُ إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَهَا يَدَعُونَهُ
يَرْتَقِي حَتّٰى إِذَا كَانَ أَنْ يَدْخُلَ دَفَعُوهُ
فَسَقَطَ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ لِلْحَارِثِ رَضِيَ
اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنْتَ سَمِعْتَهَا تَقُولُ هٰذَا
قَالَ نَعَمْ قَالَ فَنَكَتَ سَاعَةً بِعَصَاهُ ثُمَّ
قَالَ وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُ وَتَحَمَّلَ۔

دکھاؤں کہ انھوں نے اس تعمیر میں سے کیا چھوڑ دیا
ہے، پھر آپ نے حضرت عائشہ کو وہ جگہ دکھائی جو
تقریبًا سات ہاتھ تھی، یہ عبداللہ بن عبید کی روایت
ہے اور ولید بن عطاء نے یہ زائد بیان کیا ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں دو دروازے زمین
کے ساتھ بنا دیتا ایک مشرق کی جانب اور دوسرا مغرب
کی، آپ نے فرمایا: کیا تمہیں پتا ہے کہ تمہاری قوم نے
اس کا دروازہ کیوں اونچا کر دیا تھا؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں
میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا: چودھراہٹ کے لیے، تاکہ
جن لوگوں کو چاہیں وہی کعبہ میں داخل ہو سکیں، جب کوئی شخص کعبہ میں
داخل ہونا چاہتا تو وہ اسے بلاتے اور جب وہ داخل ہونے
کے قریب پہنچتا تو اس کو دھکا دے دیتے جس سے
وہ گر پڑتا، عبدالملک نے حارث سے کہا کیا تم نے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث خود سنی ہے
انھوں نے کہا ہاں، عبدالملک تھوڑی دیر اپنی لکڑی سے
زمین کو کریدتا رہا اور بولا کاش میں نے اس تعمیر کو
اسی حال پر چھوڑ دیا ہوتا۔

۳۱۴۳ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ
جَبَلَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ
بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا
عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ
ابْنِ بَكْرٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت ہے۔

۳۱۴۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ
بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ عَنْ أَبِي قَزَعَةَ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ
بْنَ مَرْوَانَ بَيْنَمَا هُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ إِذْ قَالَ
قَاتَلَ اللّٰهُ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ
حَيْثُ يَكْذِبُ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ يَقُولُ سَمِعْتُهَا
تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابو قزعہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بیت اللہ
کا طواف کر رہا تھا کہنے لگا اللہ تعالیٰ (حضرت) ابن الزبیر
(رضی اللہ عنہما) کو ہلاک کرے وہ ام المؤمنین پر جھوٹ
باندھتا تھا (العیاذ باللہ) اور کہتا تھا کہ میں نے ان سے
سنا ہے وہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا
ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس میں حطیم کو شامل کر دیتا، کیونکہ

يَا عَائِشَةُ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ حَتَّى أَزِيدَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ فَإِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرُوا فِي الْبِنَاءِ فَقَالَ الْحَارِثُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا تَقُلْ هَذَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَأَنَا سَمِعْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا تُحَدِّثُ هَذَا قَالَ لَوْ كُنْتُ سَمِعْتُهُ قَبْلَ أَنْ أَهْدِمَهُ لَتَرَكْتُهُ عَلَى مَا بَنَى ابْنُ الزُّبَيْرِ۔

تمہاری قوم نے بیت اللہ کی تعمیر کو چھوٹا کر دیا ہے، حارث بن عبد اللہ بن ربیعہ نے کہا اے امیر المومنین ایسا مت کہو کیونکہ میں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث خود سنی ہے۔ عبد الملک نے کہا اگر یہ بات میں کعبہ کو شہید کرنے سے پہلے سن لیتا تو ابن الزبیر ہی کی تعمیر کو قائم رکھتا۔

۳۱۴۵ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَلِمَ لَمْ يُدْخِلُوهُ الْبَيْتَ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا قَالَ فَعَلَ ذَلِكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ لَنَظَرْتُ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْزِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حطیم کی دیوار بیت اللہ میں شامل ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے دریافت کیا اس کو انھوں نے بیت اللہ میں کیوں نہیں داخل کیا؟ آپ نے فرمایا تمہاری قوم کے پاس خرچ کم ہو گیا تھا! میں نے پوچھا پھر اس کا دروازہ اونچا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا انھوں نے یہ اس لیے کیا تھا تاکہ جس کو چاہیں (کعبہ میں) داخل کریں اور جس کو چاہیں (کعبہ میں) داخل ہونے سے روک دیں۔ اور اگر تمہاری قوم نے تازہ تازہ کفر نہ چھوڑا ہوتا، اور مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ ان کو یہ ناگوار لگے گا تو میں حطیم کی دیواروں کو کعبہ میں داخل کر دیتا اور اس کے دروازے کو زمین سے ملا دیتا۔

۳۱۴۶ - حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحِجْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَقَالَ فِيهِ مَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا لَا يُصْعَدُ إِلَيْهِ إِلَّا بِسُلَّمٍ وَقَالَ مَخَافَةَ أَنْ تَنْفِرَ قُلُوبُهُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حطیم کے بارے میں دریافت کیا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، باقی اس میں یہ ہے کہ بیت اللہ کا دروازہ اس قدر اونچا کیوں ہے کہ اس پر بغیر سیڑھی کے نہیں چڑھ سکتے اور حضرت عائشہ کے جواب میں ہے میں ان کے دلوں کے متنفر ہونے سے ڈرتا ہوں۔

فائدہ کے مقابلہ میں نقصان سے بچنا زیادہ اہم ہے

حدیث نمبر ۳۱۳۶ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری قوم نے تازہ تازہ کفر کو چھوڑا ہوا نہ ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس کو قواعد ابراہیم پر تیار کرتا، کیونکہ قریش نے جب اس کو بنایا تھا تو اس کو چھوٹا کر دیا تھا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب فائدہ کے حصول اور نقصان سے بچنے میں تعارض ہو اور دونوں کو جمع کرنا مشکل ہو تو اہم چیز نقصان سے بچنا ہے اور اس کے مقابلہ میں متوقع فائدہ کو چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ کعبہ کے توڑنے میں اور اس کو بناء ابراہیمی کے مطابق بنانے میں فائدہ اور مصلحت ہے لیکن اس متوقع فائدہ کے مقابلہ میں نقصان اور خرابی کا خطرہ زیادہ تھا اور وہ یہ تھا کہ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ وہ لوگ کعبہ کی تعظیم کا اعتقاد رکھتے تھے اور اس میں تغیر و تبدل کرنا ان کے نزدیک بہت سنگین جرم تھا، اس لیے آپ نے ان کے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا پسند نہیں کیا اور بنائے ابراہیمی کے مطابق کعبہ تعمیر کرنے کے خیال کو ترک کر دیا نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام کو عوام کے مصالح اور فوائد کا خیال کرنا چاہیے اور جس چیز سے ان کے دین اور دنیا میں ضرر کا خوف ہو اس کو ترک کر دینا چاہیے البتہ زکوٰۃ کے حصول، حدود جاری کرنے اور دیگر احکام شرعیہ نافذ کرنے میں کوئی رو رعایت نہیں کرنی چاہیے اور حکام کو کسی ایسے اقدام سے باز رہنا چاہیے جس سے عوام میں تنفر، توحش اور جذباتی اُبال پیدا ہو اور شعائر دینیہ کی تعظیم و تکریم کے منافی کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ نجدی حکام نے حرمین شریفین میں اہل بیت اور صحابہ کرام کے مآثر اور مقابر کی جس طرح بے حرمتی کی اور مزار گرائے اس کی وجہ سے آج تک امت مسلمہ نجدیوں پر ملامت کرتی ہے۔ ہم نے ان تمام مظالم کو تفصیل اور تحقیق کے ساتھ "تاریخ نجد و حجاز" میں بیان کیا ہے۔ پاکستان اور بھارت میں اس کتاب کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

تعمیر کعبہ کی تفصیل وار تاریخ

علامہ قسطلانی کے حوالے سے شیخ سلیمان جمل لکھتے ہیں کعبہ کی دس بار تعمیر کی گئی ہے، پہلی بار کعبہ کو ملائکہ نے بنایا، روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمان میں ایک بیت بنائیں اور ہر زمین میں ایک بیت بنائیں مجاہد نے کہا ہے کہ یہ چودہ بیت ہیں، اور یہ بھی روایت ہے کہ جب ملائکہ نے کعبہ کی بنیاد رکھی تو زمین کو اس کی منتہاء تک پھاڑا اور اس کی بنیاد میں اونٹ جتنے بڑے بڑے پتھر ڈالے اور انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے بناء کی تھی۔ دوسری بار حضرت آدم نے کعبہ کی تعمیر کی، روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ انسانوں کے لیے پہلا خدا کا گھر بنایا گیا ہے۔ تیسری بار حضرت آدم کے بیٹے شیث نے مٹی اور پتھروں سے کعبہ بنایا پھر حضرت نوح علیہ السلام تک یہ تعمیر قائم رہی اور پھر طوفان نوح میں یہ غرق ہو گیا۔ چوتھی بار اس کو حضرت ابراہیم نے بنایا جن کو حضرت جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعمیر کعبہ کا حکم پہنچایا تھا، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اس سے افضل اور کوئی عمارت نہیں ہے کیونکہ بنانے کا حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے حکم لانے والے اور انجنیئر حضرت جبرائیل ہیں، تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیم ہیں اور مددگار حضرت اسماعیل ہیں، پانچویں بار کعبہ کو عمالقہ نے بنایا، چھٹی بار جرہم نے اور ان میں سے بنانے والا حارث بن مضاض اصغر تھا۔ ساتویں بار اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے "جد" قصی نے بنایا، آٹھویں بار اس کو قریش نے بنایا۔ اس تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی، نویں بار اس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چونسٹھ ہجری کے اوائل میں بنایا جب یزید بن معاویہ کی فوجوں نے حضرت ابن زبیر سے جنگ کے لیے مکہ پر حملہ کیا اور

منجنیق کے پتھر کعبہ پر لگے، حضرت ابن الزبیر نے استخارے اور صحابہ سے مشورے کے بعد کعبہ کو منہدم کر دیا اور از سر نو قواعد ابراہیم پر اس کی تعمیر کی، قریش نے تعمیر کے وقت حطیم کا جو حصہ کعبہ سے خارج کر دیا تھا حضرت ابن الزبیر نے اس کو پھر داخل کر دیا، اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے ملے ہوئے تھے، حضرت ابن الزبیر نے نصف جمادی الاخری میں پہلی تعمیر کو منہدم کیا، اور رجب پینسٹھ ہجری میں اس کو دوبارہ تعمیر کیا تعمیر مکمل ہونے کے بعد ایک سو اونٹ ذبح کیے اور کعبہ پر غلاف چڑھائے، دوسری بار (عبدالملک بن مروان کے حکم سے) اس کو حجاج بن یوسف نے بنایا۔ حجاج نے حضرت ابن الزبیر کی بناء کو توڑ دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر تعمیر کی اور آج تک کعبہ اسی بناء پر قائم ہے[۵]۔ ۷۴ ہجری میں یہ تعمیر کی گئی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اب اس بناء کو متغیر نہیں کرنا چاہیے، ہارون رشید نے امام مالک بن انس سے پوچھا کہ اس بناء کو منہدم کر کے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بناء پر بنا دیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں، امام مالک نے فرمایا اے امیر المومنین میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ایسا نہ کریں، پھر لوگ بیت اللہ کو کھلونا بنا لیں گے اور ہر شخص اس کو توڑ کر اپنی مرضی کی تعمیر کرے گا اور لوگوں کے دلوں سے بیت اللہ کی عظمت کم ہو جائے گی اور اس کی ہیبت نہیں رہے گی[۶]۔

یزید کے دورِ حکومت میں خانہ کعبہ کو جلانے کا پس منظر و پیش منظر

حدیث نمبر ۳۱۴۱ میں ہے عطاء کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں شامی فوجوں نے مکہ پر حملہ کیا جس سے بیت اللہ جل گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) پھر حضرت ابن الزبیر نے اس کو منہدم کر کے بناء ابراہیم پر اس کی تعمیر کی، علامہ وشتانی مالکی اس واقعہ کا تاریخی پس منظر اور پیش منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بیاسی اور دیگر مورخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا، اور لوگوں سے اس کی بیعت لے لی تھی، حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس وقت بیعت نہیں کی، حضرت معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید کی بیعت لی گئی تو ان تینوں حضرات سے بیعت لینا بہت اہم تھا، یزید نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ حسین ابن عمر اور ابن الزبیر کو گرفتار کر لو اور ان سے فوراً بیعت لو اور اس حکم میں کوئی رخصت نہیں ہے۔ مدینہ کے حاکم نے حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر کو بلایا، انھوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا، پھر حضرت ابن الزبیر اسی رات مکہ چلے گئے گورنر نے ان کی تلاش کرائی لیکن ان کا پتا نہ چلا، کیونکہ حضرت ابن الزبیر نے سفر میں عام اور معروف راستہ نہیں اختیار کیا تھا اس نے حضرت حسین کو بلوایا لیکن حضرت حسین بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رات کو مکہ روانہ ہو گئے تھے حضرت حسین جب مکہ میں اطمینان سے رہنے لگے تو اہل کوفہ نے انھیں بیعت کے سلسلہ میں پیغامات بھجوانا شروع کر دیے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے، ان لوگوں نے بے وفائی کی اور یزید کی طرف سے مقرر شدہ حاکم عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین کے سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کو

۵۔ شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالہیہ ج ۱ص ۱۱۲ - ۱۱۵، مطبوعہ المطبعۃ البہیہ مصر، ۱۳۰۳ھ

۶۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ص ۴۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

یزید کے پاس روانہ کر دیا حضرت حسین کی شہادت کے بعد حضرت ابن الزبیر کے لیے حجاز خالی رہ گیا، انھوں نے مکہ میں قیام کیا اور اہل مکہ کو حضرت حسین کی شہادت کی سنگینی کا احساس دلایا اور اہل عراق کی مذمت کی اور کہا کہ یہ لوگ عہد شکن، بدکار اور شر پسند ہیں، اور ان سب سے بڑے اہل کوفہ ہیں، انھوں نے بیعت کے لیے حضرت حسین کو کوفہ بلایا اور ان سے عہد شکنی کی، پھر اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور مدینہ کے گورنر اور اس کے ساتھ جتنے بنو امیہ کے لوگ تھے ان سب کو مدینہ سے نکال دیا۔ بنو امیہ نے یزید کو اس معاملہ سے باخبر کیا، یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو بلا کر ان لوگوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اس نے معذرت کر لی اور کہا اے امیر المومنین میں نے آپ کے لیے شہر فتح کیے اور انتظامی معاملات درست کیے لیکن قریش کا خون بہانے سے مجھے معاف رکھیے، یزید نے پھر ضحاک بن قیس فہری کو بلایا اس نے پوچھا اے امیر المومنین کیا بات ہے؟ یزید نے اس کو واقعہ سے آگاہ کیا، وہ پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا اے امیر المومنین یہ لوگ (اہل مدینہ) آپ کی قوم اور آپ کے قبیلہ سے ہیں اور مدینہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر اور حضور کا حرم ہے، میرا خیال ہے کہ آپ انھیں معاف کر دیجئے۔ یزید نے کہا نکل جاؤ! پھر اس نے مسلم بن عقبہ مری کو بلوایا وہ بکھرے ہوئے بالوں والا کانا شخص تھا اور اس کے پیروں میں لنگڑاہٹ تھی اس نے آکر سلام کیا اور پوچھا: اے امیر المومنین! کس معاملہ میں مشورہ لینا ہے؟ یزید نے اس کو ماجرا بتایا اس نے کہا آپ نے پہلے میں نہیں اور تمہارے والد کو ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دیتا رہا اور تم نے میری بات نہیں مانی۔ یزید نے کہا اس وقت عتاب کو رہنے دو اور مشورہ پیش کرو! اس نے کہا ان لوگوں کی طرف ایک ایسا لشکر جرار روانہ کرو جس کی ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو، یزید نے کہا، اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا جاتا۔ مسلم بن عقبہ مری نے کہا اگر آپ کشتی کرائیں تو میں ان سے کمزور ہوں اور اگر آپ رائے اور تدبیر کی بات کریں تو میں ان سے قوی ہوں۔ یزید نے کہا پھر چلنے کی تیاری کرو، پھر یزید نے ایک سو دینار اور اس کے علاوہ عطیات کے وعدوں پر بارہ ہزار نفوس کا لشکر تیار کیا جن میں کوئی شخص پچاس سال سے زیادہ عمر کا نہیں تھا مسلم بن عقبہ تیار ہو کر یزید سے ملنے آیا۔ یزید نے اس کو رخصت کیا اور کہا اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو، اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو حصین بن نمیر السکونی کو امیر بنا دینا، اور جب تم مدینہ پہنچو تو اہل مدینہ کو تین دن تک ڈرانا دھمکانا اگر وہ اپنے موقف سے رجوع کر لیں تو پھر اس لشکر کو لے کر ابن الزبیر کی طرف روانہ ہونا اور اگر اہل مدینہ رجوع نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کرنا اور جب تم ان پر فتح پالو تو اہل مدینہ کا طعام، اسلحہ اور مال تین دن تک تم لوگوں پر مباح ہے (یعنی لوٹ مار کر سکتے ہو)۔ جب اہل شام کا یہ لشکر مدینہ پہنچا تو پہلے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کو یزید کی بیعت اور اسی کی اطاعت کی دعوت دی اور کہا اے اہل مدینہ میں تمہارے قتل کو اور تمہارے حرم کو پامال کرنا پسند نہیں کرتا، میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے رجوع کر لیا تو میں قبول کر لوں گا اور اس ملحد (حضرت ابن الزبیر) کی طرف مکہ روانہ ہو جاؤں گا اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم معذور ہیں۔ اہل مدینہ نے کہا اے اللہ کے دشمنو! ہم کو تمہارے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے اور اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے اور تم کو بیت اللہ کی حرمات پامال کرنے کا موقع نہیں دیں گے، جب تین دن گزر گئے تو مسلم بن عقبہ نے پھر ندا کی اور کہا اب مدت گزر گئی ہے، اب تمہارا کیا ارادہ ہے، ہم سے جنگ کرو گے یا صلح کرو گے؟ اہل مدینہ نے کہا ہم جنگ کریں گے اس کے بعد حرہ میں

جنگ برپا ہوئی جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور یہی واقعہ حرہ ہے جو بہت مشہور ہے، مسلم بن عقبہ نے اپنی فوجوں پر تین دن مدینہ کو مباح رکھا (لوٹ مار کی اجازت دی) پھر اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے یزید کی اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے ان کو بیچ دے، چاہے آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے، اہل مدینہ کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ میں سے بنو حارثہ، مسلم بن عقبہ کے ساتھ مل گئے اور انھوں نے اپنی قوم کو اہل مدینہ کے خلاف جنگ میں جھونک دیا جس کے نتیجہ میں شکست ہو گئی، یزیدی فوجوں نے قریش اور انصار کے سات سو نفوس کو قتل کر دیا اور دس ہزار عورتوں، بچوں اور غلاموں کو سے گئے۔ مدینہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آلیا، اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا، حصین نے مکہ پہنچ کر اہل مکہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مر گیا، حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی، حضرت ابن الزبیر نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لیے جنگ کر رہے ہو؟ انھوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی، پھر جب انھیں اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے، اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی، یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے، چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان بن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی، دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی، ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن الزبیر کی بیعت کر لی گئی تھی اور اُردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر کو خلیفہ مان لیا تھا۔ حتیٰ کہ حجاج نے مکہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) حافظ ابن عمرو نے لکھا ہے کہ حضرت ابن الزبیر مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے[۱] حضرت ابن الزبیر سترہ جمادی الاولیٰ بہتر ہجری میں شہید کیے گئے۔ (البدایہ والنہایہ) آپ کی خلافت آٹھ سال رہی۔

بیعت یزید کے سلسلے میں حضرت حسین کا موقف

علامہ وشتانی کی بیان کردہ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام کی اکثریت نے یزید کی بیعت کر لی تھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت نہیں کی تھی، یہ تمام حضرات نفوس قدسیہ تھے اور ان میں سے کسی فریق میں بھی ہوائے نفس کا شائبہ نہ تھا، دونوں فریقوں نے اس مسئلہ میں نیک نیتی سے اجتہاد کیا۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث تھیں۔

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استعمل رجلا من

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی

---

[۱] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۲۶ - ۴۲۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

عصابة وفی تلك العصابة من هو ارضی لله منه فقد خان الله ورسوله وجماعة المسلمین وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔ [1]

کو کسی جماعت کا امیر بنایا حالانکہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ تھا تو بنانے والے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من استعمل عاملا من المسلمین وهو یعلم ان فیهم اولی بذلك منه واعلم بکتاب الله وسنة نبیه فقد خان الله ورسوله وجمیع المسلمین۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے، اس بنانے والے نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اچھی طرح جانتے تھے کہ یزید فاسق و فاجر ہے اور قرآن مجید اور احادیث رسول کی تفصیلات اور احکام شرعیہ کی تشریحات سے نابلد ہے اور انہیں معلوم تھا کہ امت مسلمہ میں علم و عمل میں اس سے بدرجہا بہتر افراد موجود ہیں اس لیے وہ یزید کی بیعت کو ان احادیث کے بھی خلاف سمجھتے تھے اور قرآن مجید کی اس آیت کے بھی خلاف گردانتے تھے: ان الله یأمرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اهلها۔ "اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو جو ان امانتوں کا اہل ہو"۔ اور ملک اور قوم کے معاملات اصحاب رائے کے پاس مسلمانوں کی امانت ہیں اور اگر اصحاب رائے کسی ایسے شخص کو مسلمانوں کا امیر مان لیں جو خوف خدا سے خالی ہو اور علم و عمل سے تہی دامن ہو تو دوسرے لفظوں میں انہوں نے ملک و قوم کی امانت ایک نااہل شخص کے سپرد کر دی، اور یہی وہ خیانت ہے جس کے ڈر سے حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت نہیں کی اور بعد میں جب یزید نے قاتلین معرکہ کربلا کو کوئی سزا نہیں دی' مدینہ منورہ میں تین دن تک قتل و غارت گری کرنے کا حکم دیا، مکہ مکرمہ پر حملہ کرایا اور خانہ کعبہ کو جلوایا تو ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کی امارت کے لیے یزید واقعی نااہل تھا، اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی فکر صائب نے اس کی بیعت نہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ صحیح فیصلہ تھا۔

یزید کے فسق و فجور، اس کی جہالت اور بداعمالیوں کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی اطاعت نہیں کی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس موقف پر ہم کچھ اور احادیث پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی اطاعت نہ کرنا ان احادیث کی بناء پر تھا معاذ اللہ کسی ہوائے نفسانی کی وجہ سے نہیں تھا:

عن انس بن مالك ان معاذ بن جبل قال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۹۲-۹۳، دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمہ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۹۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ

یارسول اللہ ارایت ان کان علینا امراء لا یستنون بسنتک ولا یأخذون بامرک فیما تامرنا فی امرھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ لمن لم یطع اللہ رواہ احمد وابو یعلی وفیہ عمرو بن زینب ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ [۱]

کہ حضرت معاذ بن جبل نے کہا یارسول اللہ! اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہوں جو آپ کی سنت پر عمل نہ کریں اور آپ کے احکام پر نہ چلیں تو آپ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں! حافظ الہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے اس کی سند میں عمرو بن زینب ہے جس کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو مسند احمد کے حوالے سے ذکر کیا ہے [۲]

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون امراء من بعدی یامرونکم بما تعرفون ویعملون ما تنکرون فلیس اولئک بائمۃ رواہ الطبرانی وفیہ الاعشی بن عبد الرحمان ولم اعرفہ، وبقیۃ رجالہ ثقات۔ [۳]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو تم کو نیک کاموں کا حکم دیں گے اور خود برے کام کریں گے وہ لوگ تمہارے امام نہیں ہیں۔ حافظ الہیثمی کہتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اعشی بن عبد الرحمان ہے جس کو میں نہیں جانتا اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے [۴]

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون امراء بعدی یعرفون وینکرون فمن نابذھم نجا ومن اعتزلھم سلم ومن خالطھم ھلک رواہ الطبرانی وفیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو نیک کام بھی کریں گے اور برے بھی جو ان سے بیعت توڑ دے گا وہ نجات پائے گا جو ان سے علیحدہ رہے گا وہ سلامت رہے گا اور جو ان سے میل جول رکھے

---

[۱] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ۔

[۲] علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

[۳] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[۴] علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

ھیاج بن بسطام وھو ضعیف۔ [1]

گا وہ ہلاک ہو جائے گا اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں ھیاج بن بسطام ایک ضعیف راوی ہے۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا ان الکتاب والسلطان سیفترقان فلا تفارقوا الکتاب، الا انہ سیکون علیکم امراء یقضون لانفسھم مالا یقضون لکم فاذا عصیتموھم قتلوکم وان اطعتموھم اضلوکم قالوا یا رسول اللہ کیف نصنع قال کما صنع اصحاب عیسی بن مریم نشروا بالمناشیر وحملوا علی الخشب موت فی طاعۃ اللہ خیر من حیاۃ فی معصیۃ اللہ رواہ الطبرانی ویزید بن مرثد لم یسمع من معاذ والوضین بن عطاء وثقہ ابن حبان وغیرہ، وبقیۃ رجالہ ثقات۔ [3]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! عنقریب حاکم اور کتاب اللہ الگ الگ ہو جائیں گے، تم کتاب اللہ سے علیحدہ نہ ہونا، سنو! عنقریب تم پر ایسے حاکم مسلط ہوں گے کہ وہ اپنے لیے جو فیصلے کریں گے وہ تمہارے لیے نہیں کریں گے، تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم کو قتل کر دیں گے، اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو گمراہ کر دیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس وقت کیا کریں؟ فرمایا تم وہ کرنا جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے صحابہ نے کیا تھا، انھیں آروں سے چیر دیا گیا اور سولی پر چڑھا دیا گیا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مر جانا، اللہ تعالیٰ کی معصیت میں زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، یزید بن مرثد کا معاذ سے سماع ثابت نہیں ہے اور وضین بن عطاء کی امام ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

یہ وہ احادیث ہیں جن کے پیش نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اہل کوفہ نے جب آپ کو بیعت کے لیے دعوت دی، اور آپ نے مسلم بن عقیل کو دریافت حال کے لیے کوفہ بھیجا اور ان کی یقین دہانی کے بعد آپ نے اہل کوفہ کی دعوت قبول کر لی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے نزدیک یزید کی حکومت صحیح نہیں تھی اور جب آپ کو خلافت علی منہاج النبوۃ قائم کرنے کا ایک موقع ملا تو آپ کے نزدیک یہ ضروری تھا کہ آپ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے اور جو لوگ آپ سے ایک صالح حکومت قائم کرنے کی درخواست کر رہے تھے ان کی اس درخواست کو منظور فرماتے، اس وجہ سے آپ کوفہ روانہ ہو گئے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں ابن زیاد سے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ۔

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ۔

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۸-۲۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں، یا مجھے واپس جانے دو، یا مجھے سرحد اسلام پر جہاد کرنے دو۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ عقبہ بن سمعان نے کہا کہ مکہ سے لے کر شہادت تک میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، قسم بخدا حضرت حسین نے اس عرصہ میں جو کچھ بھی کہا وہ میں نے سنا ہے، انھوں نے یہ بالکل نہیں کہا کہ مجھے یزید کے پاس لے جاؤ تاکہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں اور نہ یہ کہا ہے کہ مجھے اسلام کی کسی سرحد پر جانے دو۔ البتہ انھوں نے یزیدی لشکر سے دو مطالبے کیے تھے ایک یہ کہ انھیں واپس جانے دیں اور دوسرا یہ کہ انھیں زمین میں پھر کر دیکھنے دیں کہ لوگوں کا معاملہ (حکومت) کس طرف لوٹتا ہے۔[1]

علامہ ابن اثیر جذری نے بھی عقبہ بن سمعان کی یہ روایت بیان کی ہے۔[2]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا یزید کی بیعت نہ کرنا اور اہل کوفہ کی دعوت پر بیعت لینے کے لیے جانا، کسی نفسانیت یا طلب اقتدار کی خاطر نہیں تھا بلکہ محض اس وجہ سے تھا کہ وہ شرح صدر سے یہ سمجھتے تھے کہ یزید کی بیعت کرنا درحقیقت اس کے غیر شرعی کاموں کی تائید اور اس کی معاونت کرنا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی خطبہ نقل کیا ہے جو انھوں نے حر بن یزید تیمی اور اس کے لشکر کے سامنے دیا تھا۔ اس خطبہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے وہ حقائق بیان کیے ہیں جن کی بناء پر آپ نے یہ قدم اٹھایا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حمد اور صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: "جس شخص نے دیکھا کہ ظالم حکمران، اللہ کے حرام کو حلال کر رہا ہے، اور اللہ کے عہد کو توڑ رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کر رہا ہے اور اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کر رہا ہے، پھر وہ شخص اپنے قول اور فعل سے اس حکمران کو بدلنے کی کوشش نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس شخص کو اس کے ٹھکانے میں داخل کر دے۔" سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کا التزام کر لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے، ان لوگوں نے فساد برپا کیا ہے اور حدود کو معطل کر دیا ہے اور محاصل (فے) کو اپنی ملکیت بنا لیا ہے اور اللہ کے حلال کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال کر لیا ہے اور میں دوسروں کی بہ نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا زیادہ مستحق ہوں۔ جبکہ میرے پاس بیعت کے لیے تمہارے بکثرت خطوط اور نمائندے آچکے ہیں کہ تم مجھے تکلیف دو گے نہ شرمندہ ہونے دو گے اگر تم اپنے اس اقرار اور بیعت پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے میں حسین بن علی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرے اہل تمہارے اہل کے ساتھ ہیں۔ اور تمہارے لیے میری ذات میں نمونہ ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنے اقرار سے پھر گئے اور میری بیعت کو توڑ دیا تو یہ تمہاری کوئی معنی بے وفائی نہیں ہے، ایسی بے وفائی تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی، اور میرے عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو، تمہارا حصہ اور نصیب خطا ہے اور جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ در اصل اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بے پرواہ کر دے گا، ___ والسلام![3]

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۴ھ۔

[2] علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جذری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۲۸۲ - ۲۸۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار القلم بیروت۔

علامہ ابن اثیر نے بھی اس خطبہ کا تفصیلاً ذکر کیا ہے [۱]۔

بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے علاوہ باقی تمام صحابہ نے یزید کی بیعت کر لی تھی، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کی بیعت لے لی تھی کیونکہ حضرت امیر معاویہ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور گذشتہ جنگوں اور خون خرابے سے اچھی طرح یہ جان چکے تھے کہ اگر خلافت اور امارت کو یونہی مسلمانوں کی صواب دید پر چھوڑ دیا یا انتخاب خلیفہ کے لیے کوئی مجلس شوریٰ مقرر کر دی تو یہ لوگ کبھی بھی ایک شخص پر متفق نہیں ہوں گے، بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدعی ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے جس سے اختلاف اور خونریزی ہوگی، اور اگر خلافت بنو ہاشم کی طرف منتقل کر دی تو بنو امیہ جو اس وقت بہت بڑی طاقت بن چکے ہیں، اس کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے، ان حالات کی بناء پر انھوں نے یزید کو جانشینی کے لیے منتخب کر لیا۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس وقت یزید میں صرف گانا سننے کا عیب تھا، اور گانا سننے میں صحابہ کا بھی اختلاف تھا اور حضرت معاویہ ایسے عظیم الشان صحابی اس سے بری ہیں کہ وہ یزید کی بدعنوانیوں کو دیکھتے ہوئے اس کو ولی عہد مقرر کر دیتے [۲]۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جب یزید فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو صحابہ کرام کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہو گئیں، بعض نے اس سے بیعت توڑ کر جنگ کا ارادہ کیا، جیسا کہ حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور ان کے متبعین کی رائے تھی، اور بعض یہ سوچ کر جنگ کے ارادے سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ اور فساد ہوگا۔ اور بکثرت خونریزی ہوگی۔ علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ آسان بھی نہ تھا کیونکہ اس وقت یزید برسر اقتدار تھا اور اس کی حمایت میں بنو امیہ ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ علاوہ ازیں قریش کے ارباب حل و عقد بھی اس کی حمایت پر تیار تھے، مضر کا سارا قبیلہ جو سب سے زیادہ طاقتور تھا یزید کے ساتھ تھا، اس لیے یہ لوگ بیعت توڑنے اور یزید کے خلاف خروج کرنے سے رکے رہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کی یا پھر اس سے نجات کی دعائیں مانگتے رہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کی یہی رائے تھی۔ دونوں جماعتیں مجتہد تھیں۔ دونوں میں سے کسی کی رائے کو برا نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی اور تلاش حق کے لیے کوشاں تھے اور ان مقاصد کے لیے ان کی مساعی لوگوں میں مشہور اور معروف تھیں [۳]۔

نیز علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: دیگر صحابہ کرام جو حجاز میں تھے اور جو صحابہ شام اور عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے تمام متبعین سب اس بات پر متفق تھے کہ ہر چند کہ یزید فاسق ہے لیکن اس سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جنگ سے فتنہ اور خون ریزی ہوگی، انھوں نے اس مسئلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موافقت کی نہ ان کی رائے کی مذمت کی کیونکہ حضرت حسین نہ صرف یہ کہ مجتہد تھے بلکہ مجتہدین کے امام اور نمونہ تھے، اور یہ خیال کر کے کہیں گمراہ نہ

---

[۱] علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۰ھ

[۲] علامہ عبد الرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت۔

[۳] 〃 〃 〃 ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲،

ہو جاتا کہ چونکہ صحابہ نے حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا اس لیے وہ بھی گنہگار ہیں کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کربلا میں انہیں صحابہ کو بطور شہادت پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری فضیلت اور استحقاق خلافت کے بارے میں جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعید اور زید بن ارقم وغیرہ سے پوچھو اور آپ نے اپنا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے ان حضرات پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی، نہ آپ نے ان سے مدد کی درخواست کی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کا اجتہاد انہیں میرا ساتھ نہ دینے پر مجبور کر رہا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر رہا تھا، جیسے حنفی مذہب میں نبیذ پینا جائز ہے اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اب اگر کوئی حنفی شخص نبیذ پی لے تو اس پر کوئی شافعی یا مالکی قاضی حد نہیں جاری کر سکتا۔[1]

یزید ہر چند کہ خلافت کا اہل نہ تھا، فاسق و فاجر اور معصیت پر دلیر تھا تاہم اس سے کوئی کفر سرزد نہیں ہوا تھا جس کی بناء پر اس کی بیعت کو توڑنا واجب ہوتا اور اس سے جنگ کرنا تمام مسلمانوں پر لازم ہوتا۔ رہا یہ کہ جن علماء نے یزید کی تکفیر کی ہے وہ واقعہ حرہ کی بناء پر کی ہے جو تریسٹھ ہجری میں ہوا جس میں بیشتر صحابہ قتل کر دیے گئے اور جو باقی بچے وہ خوف سے روپوش ہو گئے اور اس کے ڈھائی ماہ بعد یزید مر گیا (اور بعض نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی بناء پر تکفیر کی ہے) اس لیے جمہور صحابہ یزید کی بیعت پر قائم رہے اور انھوں نے یزید کے خلاف خروج میں عملی حصہ نہیں لیا۔ اب ہم قارئین کے سامنے وہ احادیث پیش کر رہے ہیں جو جمہور صحابہ کرام کے پیش نظر تھیں۔

عن عبادة بن الصامت قال دعانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعنا فكان فيما اخذ علينا ان بايعنا على السمع والطاعة فى منشطنا ومكرهنا وعسرنا ويسرنا واثرة علينا ولا ننازع الامر اهله قال الا ان تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان۔[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم سے بیعت لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جو عہد لیے ان میں سے یہ بھی تھا کہ ہم احکام سنیں اور اطاعت کریں، خواہ خوشی ہو یا ناخوشی، سختی ہو یا آسانی اور خواہ ہماری حق تلفی ہو۔ ہم بیعت پر قائم رہیں اور حاکم وقت کے خلاف خروج نہ کریں فرمایا الا یہ کہ تم حاکم میں کھلم کھلا کفر دیکھو، جس کفر پر تمہارے نزدیک خدا کی طرف سے کوئی قوی دلیل ہو۔

عن ام سلمة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ستكون امراء فتعرفون وتنكرون فمن عرف برئ ومن انكر سلم ولكن

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے جن سے تم اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے بھی۔ جس نے برائی کو پہچان لیا وہ بری ہو گیا اور جس نے

[1] علامہ عبدالرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲، مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت۔
[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

من رضی و تابع قالوا افلا نقاتلهم قال لا ما صلوا ۔ [1]

برے کاموں کو برا جانا وہ بھی بری ہوگیا البتہ اس سے مواخذہ ہوگا جس نے برائی کا ساتھ دیا اور اس سے خوش ہوا صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں!

عن عرفجة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ ستکون ہنات وہنات فمن اراد ان یفرق امر ہذہ الامة وہی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان ۔ [2]

حضرت عرفجہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنہ اور فساد ہوگا پس جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالے درآں حالیکہ وہ متحد ہو اس کو تلوار سے قتل کر دو، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من خلع یدا من طاعة لقی اللہ یوم القیمة لا حجة لہ و من مات لیس فی عنقہ بیعة مات میتة جاہلیة [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیعت توڑی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہوگی، اور جو شخص بغیر بیعت کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

مذکور الصدر احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ جب تک سلطان یا حاکم سے العیاذ باللہ کھلم کھلا کفر نہ صادر ہو اس وقت تک اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے اور جب تک وہ نماز پڑھتا رہے یا نظام صلوٰۃ پر قائم رہے اس وقت تک اس کے خلاف جنگ جائز نہیں ہے اور یزید ہر چند کہ فاسق و فاجر تھا اور دینی اور ملی خدمات سے تہی دامن تھا نہ ملک اور قوم کے لیے اس کی کوئی علمی اور عملی خدمات تھیں، غرضیکہ اس منصب کے لیے وہ ہر اعتبار سے نااہل اور ناموزوں تھا لیکن اس وقت تک اس کا کوئی ایسا فعل سامنے نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے اس کی تکفیر کی جاتی، تریسٹھ ہجری میں جب اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی تھی تو بیعت توڑنے والوں نے جو وجوہات بیان کی تھیں وہ یہ تھیں کہ وہ نمازوں کا تارک ہے اور شراب پیتا ہے جس کا ذکر نہایت تفصیل سے علامہ ابن اثیر جذری نے کامل فی التاریخ میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں کیا ہے، غرضیکہ واقعہ حرہ سے پہلے تاریخ میں یزید کے فسق و فجور کا ذکر تو ہے لیکن یہ ذکر کہیں نہیں ہے کہ کسی صحابی یا اہل علم تابعی نے اس کو کافر قرار دیا ہو، اور واقعہ حرہ کے ڈھائی ماہ بعد وہ خبیث مر گیا تھا اور کبار صحابہ اور اہل علم تابعین میں سے اکثر واقعہ حرہ میں شہید کر دیے گئے تھے اور بعض غاروں میں روپوش ہو گئے تھے۔

بہر حال ان احادیث اور ان تاریخی حقائق کے پیش نظر صحابہ کرام نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

صحابہ کرام کا یہ نظریہ ایک ملی مسئلہ میں غور و فکر، اجتہاد اور حسن نیت کی بناء پر تھا، العیاذ باللہ کسی جاہ طلبی، دنیاوی

[1] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الاولی، ۱۳۷۵ھ
[2] ۔ " " ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸
[3] ۔ " " ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸

منفعت یا عارضی سہولت کے حصول کی بنا پر نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر نے جو یزید کی بیعت نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا وہ بھی کسی نفسانیت پر مبنی نہیں تھا نہ حصول اقتدار کی خواہش پر مبنی تھا اور جس بے سروسامانی کی حالت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے تھے اسے دیکھ کر کوئی ذی عقل شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اقتدار پر قابض ہونے کے لیے جا رہے تھے نہیں بلکہ وہ صرف ایک حجت شرعی کو پورا کرنے جا رہے تھے، یہ دونوں فریق مخلص اور بے لوث تھے، دونوں کے پیش نظر للّٰہیت، خدا خوفی اور امت کا وسیع مفاد تھا۔ دونوں کے سامنے احادیث تھیں اور ان میں سے ہر فریق اپنے اجتہاد کے مطابق دین کا منشاء پورا کر رہا تھا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک کا عمل رخصت پر مبنی تھا اور دوسرے کا عزیمت پر، ورنہ اخلاص، نیک نیتی اور موقف کی سچائی کے لحاظ سے دونوں فریقوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

واقعہ حرہ کی تفصیلات حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ترسیٹھ ہجری میں حرہ کی جنگ کا واقعہ ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی اور قریش پر عبداللہ بن مطیع کو اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ بن عامر کو امیر مقرر کر دیا تھا۔ سال کے شروع میں یہ لوگ منبر کے پاس جمع ہوئے، اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت توڑنا شروع کر دی کوئی شخص کہتا کہ جس طرح میں اپنی پگڑی اتار رہا ہوں، اس طرح میں یزید کی بیعت اتار رہا ہوں اور یہ کہہ کر اپنی پگڑی پھینک دیتا اور کوئی کہتا کہ جس طرح میں اپنی جوتی اتار رہا ہوں اس طرح یزید کی بیعت اتار رہا ہوں، حتیٰ کہ وہاں پر پگڑیوں اور جوتیوں کا ڈھیر جمع ہو گیا، پھر انھوں نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکالنے پر اتفاق کیا جو یزید کا عم زاد اور مدینہ کا گورنر تھا اسی طرح باقی بنو امیہ کو بھی مدینہ سے نکالنے پر یہ لوگ متفق ہو گئے۔ بنو امیہ مروان بن الحکم کے گھر جمع ہو گئے اور اہل مدینہ نے ان کا محاصرہ کر لیا اس معاملہ میں علی بن الحسین (زین العابدین) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے علیحدہ رہے، ان لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی تھی نہ حضرت ابن عمر کے گھر میں سے کسی شخص نے بیعت توڑی، حضرت ابن عمر نے اپنے گھر والوں سے فرمایا تھا تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے جس شخص نے بھی یزید کی بیعت توڑی میرا اس سے تعلق منقطع ہو جائے گا، اور انھوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لوگوں نے ابن مطیع اور ابن حنظلہ سے تا دم مرگ بیعت کی ہے اور کہا ہم یہ بیعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔ اسی طرح بنو عبدالمطلب میں سے کسی شخص نے یزید کی بیعت نہیں توڑی، محمد بن حنفیہ سے اس سلسلہ میں کہا گیا تو انھوں نے بیعت توڑنے سے شدید انکار کیا، بیعت توڑنے والوں نے یزید پر شراب نوشی اور نماز نہ پڑھنے کی جو تہمت لگائی تھی انھوں نے اس سے یزید کی برأت بیان کی اور بہت بحث کی، بنو امیہ نے اپنے محاصرہ، توہین اور بھوک اور پیاس کا حال یزید کو لکھ کر بھیجا، یزید کو نقرس کی بیماری تھی جس وقت یہ خط پہنچا وہ اسی وقت تخت پر بیٹھا اپنے پیر دھلوا رہا تھا۔ یہ خط پڑھ کر وہ سخت طیش میں آیا اس نے عمرو بن سعید بن عاص سے مشورہ کیا اور ان سے کہا کہ ایک لشکر لے کر جائیں اور اہل مدینہ پر حملہ کریں۔ لیکن انھوں نے انکار کیا اور کہا آپ کی حکومت مضبوط ہے اور خواہ مخواہ قریش کا خون بہانے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا، یزید نے پھر قاصد کو بھیج کر مسلم بن عقبہ کو بلایا وہ بوڑھا اور کمزور شخص تھا لیکن اس نے اس کام کی حامی بھر لی، یزید نے اس کو دس ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادہ سپاہیوں کا امیر بنایا، اور ہر سپاہی کو سو دینار دیئے نعمان بن بشیر نے اہل مدینہ کی سفارش کی لیکن یزید نے کہا میں ان سے بار بار درگزر چکا ہوں اور اب میں ان سے ضرور

جنگ کروں گا۔ نعمان نے کہا میں تمہیں تمہاری قوم (قریش) اور انصار رسول اللہ کی امان کے لیے اللہ کی قسم دیتا ہوں، عبداللہ بن جعفر نے یزید سے کہا یہ بتلائیے اگر وہ آپ کی اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو آپ قبول کر لیں گے؟ یزید نے کہا اگر وہ ایسا کر لیں تو پھر ان سے کوئی جنگ نہیں ہے، پھر یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا تین دن تک ان کو مہلت دینا اگر وہ اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو قبول کر لینا، اور اگر وہ اطاعت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان پر حملہ کرنا اور جب ان پر غالب آجاؤ تو تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ کو مباح کر دینا (یعنی لوٹ مار کی اجازت دینا) اس کے بعد لوگوں پر ظلم نہ کرنا۔ اور علی بن حسین (زین العابدین) کا خیال رکھنا اس کے ساتھ خیر خواہی کرنا، ان کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھانا کیونکہ وہ اس بغاوت میں شریک نہیں تھے اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ سے فارغ ہو کر (حضرت) ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہو جانا۔[1]

اہل مدینہ پر غالب آنے کے بعد مسلم بن عقبہ (متقدمین اس کو مسرف بن عقبہ کہتے تھے) نے یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر شہر کو مباح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس جاہل بوڑھے کو خراب کرے اور اس کو جزاء خیر نہ دے اس نے مدینہ کے اشراف اور قراء کو قتل کر دیا اور بے شمار اموال لوٹ لیا۔ بہت سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت بہت زیادہ شر اور فساد برپا ہوا۔

مدائنی نے کہا کہ مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ کو مباح کر دیا انھیں جو شخص بھی ملتا اس کو قتل کر دیتے اور اس کا مال لوٹ لیتے، سعدی بنت عوف مریہ نے مسلم بن عقبہ سے کہا میں تمہاری چچازاد ہوں اپنی فوجوں سے کہو کہ میرے اونٹوں کو نہ لوٹیں۔ مسلم بن عقبہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سب سے پہلے اس کے اونٹوں کو لوٹو۔ ایک عورت نے کہا میں تمہاری باندی ہوں اور میرا بیٹا تمہارا قیدی ہے، مسلم بن عقبہ نے فوراً اس کی گردن اڑا دی۔ یزیدی فوجوں نے اہل مدینہ کی عورتوں کی عصمت دری کی، حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں بغیر زوج کے حاملہ ہو گئیں، ہشام بن حسان نے کہا ہے کہ واقعہ حرہ کے بعد مدینہ کی ایک ہزار عورتوں کے ہاں بغیر خاوند کے بچے پیدا ہوئے، اکابر صحابہ میں سے ایک جماعت اس وقت روپوش ہو گئی تھی، ان میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت ابو سعید خدری ایک غار میں تھے، ایک شامی سپاہی ان سے ملا اور انھیں قتل کرنے کے لیے تلوار نکالی انھوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: انی ارید ان تبوء باثمی و اثمك فتكون من اصحٰب النار و ذلك جزاء الظلمين۔ "میرا ارادہ ہے کہ تو میرے اور اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے اور جہنمی ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔" اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ابو سعید خدری! کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ کہا ہاں، پھر اس نے ان کو چھوڑ دیا۔[2]

مدائنی نے کہا مسلم بن عقبہ کے پاس سعید بن مسیب کو لایا گیا، مسلم نے ان سے کہا کہ بیعت کرو، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم بن عقبہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دیا کسی نے

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹-۲۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ،
[2] " " ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱-۲۲۰ "

کہا کہ یہ مجنون (دیوانے) ہیں تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ مدائنی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے سوال کیا کہ یوم حرہ میں کتنے لوگ شہید ہوئے؟ کہا مہاجرین اور انصار میں سے سات سو ایسے نفوس شہید ہو گئے، جنھیں میں جانتا تھا اور دس ہزار ایسے نفوس شہید ہو گئے جنھیں میں نہیں جانتا تھا۔ مدائنی نے کہا کہ واقعہ حرہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقع ہوا اور تین دن تک یہ لوگ مدینہ میں لوٹ مار کرتے رہے۔[1]

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ آخر مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا، اور لوگوں سے کہا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب یزید کے غلام ہو وہ تمہاری جان و مال اور اہل و عیال کا مالک ہے جس طرح چاہے ان سے پیش آئے۔[2]

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ ہوا جس میں مہاجرین اور انصار کی اولاد میں سے تین سو سے زیادہ نفوس شہید کر دیے گئے اور صحابہ میں سے حضرت معقل بن سنان، حضرت عبد اللہ بن حنظلہ اور حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہم شہید کر دیے گئے۔[3]

علامہ سمہودی لکھتے ہیں علامہ قرطبی نے بیان کیا کہ مدینہ کے قتل عام میں ایک ہزار سات سو، مہاجرین اور انصار صحابہ اور خیار تابعین شہید کیے گئے اور عام لوگوں میں سے بچوں اور عورتوں کے سوا دس ہزار مسلمان شہید کیے گئے، سات سو قرآن مجید کے قاری شہید کیے گئے اور ستانوے قریش شہید کر دیے گئے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے جو قبر انور اور منبر شریف کے درمیان پیشاب اور لید کرتے رہے۔ مسلم بن عقبہ نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اس پر بیعت کریں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے، یزید بن عبد اللہ بن زمعہ نے کہا کہ میں قرآن اور سنت کے حکم پر بیعت کرتا ہوں تو اس نے ان کو بندھوا کر ان کی گردن مار دی۔[4]

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں جب بھی نماز کا وقت آتا تھا قبر انور سے اذان کی آواز آتی تھی اور پھر اقامت کہی جاتی میں آگے بڑھ کر نماز پڑھتا اور میرے سوا اس وقت مسجد نبوی میں اور کوئی نہیں تھا۔[5]

یہ واقعہ علامہ حلبی نے بھی بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حرہ کی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں میرے سوا اور کوئی نہیں تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا میں قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔[6]

نیز سعید بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ ایام حرہ میں تین دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان نہیں دی گئی،

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ،

[2] علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۷ ص ۱۳، مطبوعہ دار القلم بیروت۔

[3] علامہ عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۰ھ

[4] علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۱ھ

[5] 〃 〃 〃 ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۳۴

[6] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۴ھ

نہ جماعت ہوئی، سعید بن مسیب جب بھی مسجد نبوی میں جاتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان کی آواز سنتے جس سے انھیں نماز کا وقت معلوم ہوتا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں بھی ہے [۱]

مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھا

محمود احمد عباسی نے لکھا ہے کہ مسلم بن عقبہ ایک معمر صحابی تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، حافظ ابن حجر نے مسلم بن عقبہ کا ذکر اصابہ کی قسم ثالث میں کیا ہے اور قسم ثالث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے، ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ممکن تھا لیکن ان کا سماع ثابت نہیں ہوا۔ حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر اور علامہ ابن اثیر جزری وغیرہ نے مسلم بن عقبہ کا ذکر صحابہ کی فہرس میں نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ بن رباح بن اسعد مری، یزید بن معاویہ کی طرف سے اس کے لشکر کا امیر تھا جس نے مدینہ پر ایام حرہ میں حملہ کیا، ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا اور یہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھا، محمد بن سعد نے طبقات میں واقدی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ جب یزید بن معاویہ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل مدینہ نے مدینہ کے گورنر کو نکال دیا ہے اور یزید کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے اہل مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر مسلم بن عقبہ کو بنایا جس کی عمر اس وقت نوے سال سے زیادہ تھی، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ عہد نبوی میں ادھیڑ عمر کا ہوگا، مسلم نے اہل مدینہ کے ساتھ بہت بدتمیزی کے ساتھ بات کی اور تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ مباح کیا اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا، اس وجہ سے اس کا نام مسرف رکھا گیا۔ [۲]

مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ میں ایک شخص سے کہا کہ اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی اطاعت اور معصیت میں یزید کے غلام ہو، اس نے انکار کیا اور کہا میں صرف اللہ کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں، مسلم بن عقبہ نے اس کو قتل کرا دیا اس کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے اسے قدرت دی تو وہ مسلم بن عقبہ کو جلا دے گی خواہ زندہ ہو یا مردہ۔ مدینہ سے واپس ہونے کے بعد مسلم کی بیماری بڑھ گئی اور وہ مر گیا، اس قرشی نوجوان کی ماں مسلم کی قبر پر گئی اس کی قبر کھدوائی اور کہا سر کی جانب سے اس کی لاش نکالو، سر کی جانب سے لوگوں نے دیکھا کہ ایک اژدہا اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کی ہڈی کو چوس رہا ہے لوگ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے، اور کہا اے ماں اس کو چھوڑ دیں اس نے اپنی برائی کا مزہ چکھ لیا، اس عورت نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گی، پھر کہا پیروں کی جانب سے اس کی لاش نکالو، انھوں نے پیروں کی جانب سے قبر کھودی تو دیکھا کہ اس اژدہے کی دم نے اس کے پیروں کو جکڑا ہوا ہے، وہ عورت ایک طرف ہٹی اور اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کی اے اللہ تو جانتا ہے میں آج تک مسلم بن عقبہ پر غضب ناک ہوں مجھے اس پر قدرت دے، پھر اس نے اژدہے کی دم پر لکڑی ماری، اژدہا ہٹ گیا اس کو قبر سے نکالا گیا اور جلا دیا گیا۔ [۳]

---

[۱] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۵۴۵، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[۲] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۹۵۔۴۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

[۳] علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفا ج ۱ ص ۱۳۴۔۱۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۱ھ۔

واقعہ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث

واقعہ حرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
یزید نے مسلم بن عقبہ کے لیے جو تین دن کے لیے مدینہ مباح کر دیا تھا یہ اس کا بہت بڑا گناہ تھا جب اس کے نتیجہ میں بہت سے صحابہ اور ان کی اولاد شہید کی گئی تو یہ گناہ اور بھی بڑھ گیا حالانکہ اس سے پہلے وہ عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرا چکا تھا۔ اور ان تین دنوں میں مدینہ نبویہ میں جو عظیم فساد ہوا اس کی حد اور حساب سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا اس نے مسلم بن عقبہ کی کمان میں لشکر بھیج کر اپنی مملکت کے دوام اور استحکام کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا الٹ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قضا اس کی خواہش کے درمیان واقع ہوئی اور جابروں کے جبر اور متکبرین کے تکبر توڑنے والے عزیز مقتدر نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔[1]

احادیث صحیحہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ایذاء پہنچانے پر سخت عذاب کی وعید سنائی ہے اور ایذاء پہنچانے والے پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کی ہے۔

عن سعد قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء۔[2]

حضرت سعد کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر و فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ ان امیرا من امراء الفتنۃ قدم المدینۃ وکان قد ذھب بصر جابر فقیل لجابر لو تنحیت عنہ فخرج یمشی بین ابنیہ فنکب فقال تعس من اخاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابناہ او احدھما یا ابت وکیف اخاف رسول

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ فتنہ کے امراء میں سے ایک امیر مدینہ آیا، اس وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بینائی جا چکی تھی، حضرت جابر سے کہا گیا آپ اس سے ایک طرف ہو جائیں حضرت جابر اپنے دو بیٹوں کے درمیان جا رہے تھے راستہ میں ان کو ٹھوکر لگی تو کہنے لگے اس شخص کے لیے بربادی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈراتا ہے

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ،
[2] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ،
[3] امام ابو الحسین قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۵ " " " ۱۳۷۵ھ،

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قد مات قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اخاف اهل المدینة فقد اخاف ما بین جنبی رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح[1]

ان کے بیٹوں نے یا کسی ایک بیٹے نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص کیسے خوفزدہ کر سکتا ہے؟ حالانکہ آپ فوت ہو چکے ہیں! حضرت جابر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اہل مدینہ کو دھمکایا اس نے اس چیز کو خوف زدہ کیا جو میرے پہلو کے درمیان ہے، اس کو امام احمد نے روایت کیا اور اس حدیث کی سند میں حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن عبادة بن الصامت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اللھم من ظلم اهل المدینة و اخافھم فاخفہ و علیہ لعنة اللہ و الملائكة والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف و لا عدل رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورجالہ رجال الصحیح۔[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! جو شخص اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو خوفزدہ کرے تو اس کو خوفزدہ کر، اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس کا فرض قبول ہوگا اور نہ نفل، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور کبیر میں روایت کیا اور اس کی سند میں حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو نسائی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، اسی طرح شیخ مزی نے اس کو اطراف میں ذکر کیا ہے لیکن یہ نسائی میں نہیں ہے، علامہ ہیثمی نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کبیر میں ہو۔

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اذی اهل المدینة اذاہ اللہ و علیہ لعنة اللہ والملائكة والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیہ العباس بن الفضل الانصاری وھو ضعیف۔[3]

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اہل مدینہ کو ایذا دی، اس کو اللہ تعالیٰ ایذا دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں عباس بن فضل انصاری ایک ضعیف راوی ہے۔

عن سعد قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اکف من ھمھم

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ جو اہل مدینہ پر

---

[1] - حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ

[2] - " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۶ " "

[3] - " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۷ " "

بباس یعنی اهل المدینة ولا یرید ها احد بسوء الا اذابه الله کما یذوب الملح فی الماء۔ [1]

اچانک کوئی بلا لائے، اس سے بدلہ لے اور فرمایا جو شخص بھی اہل مدینہ کو کوئی تکلیف پہنچانے کا قصد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے بعض علماء نے یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے کا استدلال کیا ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی یزید پر لعنت کی روایت ہے، خلال، ابوبکر عبد العزیز، قاضی ابویعلیٰ اور قاضی ابوالحسین کا یہی نظریہ ہے، علامہ ابوالفرج ابن الجوزی نے یزید پر لعنت کے جواز میں ایک رسالہ لکھا ہے اور بعض علماء نے اس سے منع کیا ہے اور اس سلسلہ میں بھی تصانیف ہیں، مبادا یہ لعنت، یزید کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی پر لعنت کا ذریعہ ہو جائے، انھوں نے کہا کہ یزید سے جس قدر برے کام صادر ہوئے اس میں اس نے تاویل کی اور خطا کی، انھوں نے کہا اس سب کے باوجود وہ امام فاسق تھا، اور علماء کا صحیح قول یہ ہے کہ فسق سے امام معزول نہیں ہوتا، بلکہ اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس خروج کی وجہ سے مسلمانوں کا قتل، لوٹ مار اور عورتوں کی عصمت دری ایسے مفاسد واقع ہوتے ہیں۔

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب یزید کے پاس واقعہ حرہ کی خبر پہنچی اور اسے مسلم بن عقبہ اور اس کے لشکر کی فتح کا علم ہوا تو وہ اس پر بہت خوش ہوا، کیونکہ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ وہ امام ہے اور اہل مدینہ نے اس کی اطاعت سے خروج (بغاوت) کیا ہے۔ اور اس کے غیر کو اپنا امیر بنا لیا ہے، اس لیے ان کے خلاف جنگ کرنا اس کے لیے جائز ہے جب تک کہ وہ رجوع نہ کرلیں اور جماعت کے ساتھ نہ ہو جائیں جیسا کہ اس نے نعمان بن بشیر اور مسلم بن عقبہ کے ذریعہ پہلے ان کو تنبیہ کی تھی اور حدیث صحیح میں ہے: من جاءکم وامرکم جمیع یرید ان یفرق بینکم فاقتلوہ کائنا من کان جب تم ایک جماعت ہو اور کوئی شخص آکر تم میں تفرقہ ڈالے تو اس کو قتل کر دو، خواہ وہ کوئی شخص ہو۔ [2]

مصنف کا موقف

میں (غلام رسول سعیدی غفرلہ) یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث برحق ہے اور اہل مدینہ میں سے جن لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے بیعت کو توڑا، اس کا غدر ہونا بھی تسلیم ہے اور تنبیہ کے باوجود جن لوگوں نے اطاعت کو نہیں مانا ان سے جنگ کا بھی ایک محل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اہل مدینہ پر فتح پانے کے بعد یزید نے جو اپنی فوجوں پر تین دن کے لیے مدینہ مباح کر دیا تھا اور تین دن تک اہل مدینہ کو قتل کرنے، ان کا مال لوٹنے اور ان کی عورتوں کی عصمت دری کی عام اجازت دے دی تھی اس کا کیا جواز ہے؟ یہ ایسا سلوک ہے جو کسی کافر ملک کے کافروں سے بھی روا رکھنے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے جس کی اجازت یزید نے اپنی فوجوں کو حرم رسول کے لیے دیدی تھی۔ یزید نے تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر جو مدینہ کو مباح کیا تھا اگر

---

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

[2] حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۴-۲۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

اس اباحت سے مراد اباحت شرعیہ ہے تو یزید کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر یہ غیر شرعی اباحت ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ یہ اہل مدینہ کو ایذا پہنچانے انھیں ڈرانے اور دھمکانے اور اہل مدینہ کے جان و مال اور عزت و آبرو کو برباد کرنے کی اجازت ہے اور بکثرت صحیح اور صریح احادیث کے مطابق ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے تاہم اس کا یہ فعل کفر نہیں ہے اور اس پر شخصی لعن جائز نہیں ہے البتہ صفات کے اعتبار سے لعنت جائز ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو دھمکایا اور ان کو ایذا دی اس پر لعنت ہو۔

یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ محرم چونسٹھ ہجری کے اوائل میں مسلم بن عقبہ، حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لیے مکہ روانہ ہوا، اور اس نے روح بن زنباع کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ جب یہ ثنیۃ حرشا میں پہنچا تو اس نے لشکر کے سواروں کو جمع کیا اور کہا امیر المومنین نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ مجھے موت آئے تو میں حصین بن نمیر السکونی کو امیر مقرر کر دوں اور قسم خدا کی اگر یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں ایسا کبھی نہ کرتا، پھر اس نے حصین بن نمیر کو بلا کر کہا: اے پالان کے بیٹے، گدھے میری نصیحت کو غور سے سنو! جب تم مکہ پہنچ جاؤ تو ابن الزبیر سے لڑنے میں تین دن سے زیادہ توقف نہ کرنا، پھر کہا: اے اللہ! میں نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اہل مدینہ کو قتل کرنے سے زیادہ کوئی نیک کام نہیں کیا اور میرے نزدیک اس کی آخرت میں زیادہ جزا ملے گی، اور اگر میں پھر بھی جہنم میں داخل ہو گیا تو میں بڑا بدنصیب ہوں! پھر وہ مر گیا اور مشلل میں دفن کیا گیا اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے۔[1]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ کے بعد اسی سال چودہ ربیع الاول کو یزید فوت ہو گیا اور دونوں نے اپنی فتح سے جو امیدیں قائم کی تھیں ان میں ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے ملک چھین لیا۔

۱۶ محرم ۶۴ ہجری کو حصین بن نمیر اپنے لشکر کو لے کر مکہ روانہ ہوا، حصین بن نمیر مکہ کے باہر ٹھہر گیا اور حضرت ابن الزبیر اہل مکہ کے ساتھ جنگ کے لیے آئے اور بہت سخت جنگ ہوئی، اہل شام نے اہل مکہ پر بہت سخت حملہ کیا جس سے اہل مکہ گھبرا گئے اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کا خچر لڑکھڑا گیا پھر حضرت مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمن بن عوف اور ایک جماعت نے پینترا بدل کر جنگ کی اور وہ سب شہید ہو گئے، حضرت ابن الزبیر رات بھر پامردی سے لڑتے رہے پھر محرم اور صفر میں مکمل لڑائی ہوتی رہی اور تین ربیع الاول چونسٹھ ہجری کو یزیدی لشکر نے ہفتہ کے دن کعبہ کو نشانہ بنانے کے لیے مجانیق کو نصب کیا حتیٰ کہ انھوں نے کعبہ پر آگ پھینکی جس سے ہفتہ کے دن بیت اللہ کی دیوار جل گئی۔[2] انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اہل شام بقیہ ماہ محرم اور کل ماہ صفر تک حضرت ابن زبیر سے جنگ کرتے رہے۔ ۳ ربیع الاول ۶۴ھ کو بروز شنبہ اہل شام نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور آگ لگا دی اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔ "منجنیق ایک مست اونٹ ہے جس سے ہم کعبہ پر نشانہ لگا رہے ہیں" عمرو بن حوط

---

[1] حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۵ - ۲۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ
[2] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۵

سفر دیری یہ شعر پڑھتا تھا "ام فروہ کا کارنامہ دیکھو، وہ صفا اور مروہ کے درمیان لوگوں کو نشانہ بنا رہی ہے۔" ام فروہ اس نے منجنیق کا نام رکھا تھا، مسلم بن مسلم کے دفن ہونے کے بعد ابن نمیر تیئسویں محرم کو مکہ روانہ ہوا تھا اور چھبیس محرم کو مکہ پہنچا، چونسٹھ دن تک حضرت ابن الزبیر کا محاصرہ کیا اور ۱۴ ربیع الاول کو یزید کے مرنے کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا۔[1]

یزیدی فوجوں کے خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر

یزیدی فوجوں کا خانہ کعبہ پر پتھر برسانا اور خانہ کعبہ میں آگ لگانا ایک سنگین جرم ہے، اگر خانہ کعبہ کی توہین کے ارادہ سے یا خانہ کعبہ کو حقیر اور معمولی سمجھ کر ایسا کیا گیا تو یہ سب کافر ہو گئے، اور اس کا حکم دینے والا اور اس پر راضی ہونے والے اور اس کام کے مرتکب بلاشبہ کافر ہیں اور اگر ان کا مقصد خانہ کعبہ پر پتھر برسانا نہیں تھا، مقصد حضرت ابن الزبیر کو قتل کرنا تھا اور نشانہ انہیں بنایا تھا لیکن پتھر خانہ کعبہ کو لگ گئے تو یہ فعل ہر چند کہ کفر نہیں تاہم ایک سنگین جرم ہے، خانہ کعبہ عظیم ترین شعار اسلام ہے، جس کی عزت اور حرمت کے لیے لاکھوں مسلمان گردن کٹانے کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔ یزیدی فوجوں نے جس طرح بے خوفی اور بے دردی سے کعبہ پر منجنیق سے سنگ باری کی ہے وہ کسی طور مسلمانوں کا کام نہیں لگتا اور اگر یزید نے یہ حکم دیا تھا کہ اگر حضرت ابن الزبیر کعبہ میں پناہ لیں تو کعبہ کو بھی سنگسار کر دینا یا جلا دینا تو ہمیں یزید کے کفر کے بارے میں کوئی تردد نہیں ہے!

حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث

یزید کے جرائم میں سے ایک اور سنگین جرم حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین سے قصاص نہ لینا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں روایات متضاد اور متعارض ہیں کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قتل کا حکم دیا تھا یا نہیں؟ اور ان کے قتل کی خبر سن کر وہ خوش ہوا یا نہیں لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین کو کسی قسم کی کوئی سزا نہیں دی اور اس وقت ایسے حالات نہیں تھے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حالات درپیش تھے جس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں لے سکتے تھے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتل مخفی اور مشتبہ تھے کسی نے قتل عثمان کا اقرار کیا تھا نہ اس پر گواہ قائم ہوئے تھے نہ کسی خاص شخص کے خلاف کسی کا دعویٰ تھا، اس کے برعکس حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین ڈھکے چھپے نہ تھے وہ برسر عام حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو قتل کرنے کا اعلان کرتے تھے اس کے باوجود یزید نے انہیں کوئی سزا نہیں دی اور یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے، ہم اس سلسلے میں پہلے اختصار کے ساتھ تاریخی روایات پیش کریں گے اور پھر اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کی آراء کا ذکر کریں گے۔

شہادتِ حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں ابن زیاد کے حکم سے جماعت کھڑی ہوئی اس نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے فتح عطا فرمائی اور جس حسین نے ان سے ملک چھیننا چاہا تھا اور مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنا چاہا تھا اس کو قتل کر دیا، عبداللہ

---

[1] علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۷، ص ۱۵-۱۴، مطبوعہ دار القلم بیروت۔

بن عفیف ازدی نے کھڑے ہو کر کہا افسوس اے ابن زیاد! تم انبیاء کی اولاد کو قتل کرتے ہو اور صدیقین کی طرح گفتگو کرتے ہو!
ابن زیاد نے انھیں قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے کا حکم دیا، پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو
کوفہ کی گلیوں میں پھرایا جائے پھر اس کے بعد اس نے آپ کے سر کو یزید بن معاویہ کے پاس کوفہ بھیج دیا۔

حمیر بیان کرتے ہیں کہ بخدا میں اس وقت دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس تھا جب زحر بن قیس نے
یزید سے آکر کہا اے امیر المؤمنین آپ کو اللہ تعالیٰ کی فتح اور نصرت مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے حسین بن علی بن ابی طالب
اور ان کے اہل بیت میں سے اٹھارہ آدمی ہمارے پاس بھیج دیے ہیں اور ساٹھ آدمی ان کی جماعت کے ہیں
ہم نے ان کے سامنے عبید اللہ بن زیاد کی اطاعت یا قتال دو چیزیں رکھی تھیں انھوں نے اطاعت کے مقابلہ
میں قتال کو اختیار کیا اور ایک شدید جنگ کے بعد ہم نے ان کے سر اتار لیے اور آپ کے سامنے ان کی لاشیں
حاضر ہیں! یہ سن کر یزید کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس نے کہا میں حسین کے قتل کے بغیر بھی تم سے
راضی تھا، اللہ تعالیٰ ابن سمیہ (عبید اللہ بن زیاد) پر لعنت کرے، بخدا اگر میں اس جگہ ہوتا تو حسین کو معاف کر دیتا۔
اللہ تعالیٰ حسین پر رحمت فرمائے اور جو شخص حضرت حسین کا سر لے کر آیا تھا اس کو یزید نے کچھ نہیں دیا اور جب
یزید کے سامنے حضرت حسین کا سر رکھا گیا تو اس نے کہا بخدا اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو تم کو کبھی قتل نہ کرتا۔[1]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ جعفر سے روایت کیا ہے، جب یزید کے
سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر رکھا گیا تو وہ ان کے سر پر چھڑی لگا رہا تھا، ابو برزہ نے کہا اپنی چھڑی ہٹاؤ میں
نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سر کو چومتے تھے۔[2]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب یزید نے علی بن الحسین (زین العابدین) کو رخصت کیا تو کہا اللہ تعالیٰ ابن سمیہ
کو برباد کرے! اگر میں تمہارے باپ کے مقابلہ میں ہوتا تو وہ مجھ سے جو چیز بھی مانگتے میں انھیں دے دیتا اور
اپنی پوری طاقت سے انھیں بچانے کی کوشش کرتا خواہ مجھے اپنے بچوں کی قربانی دینی پڑتی لیکن اللہ تعالیٰ نے
جو چاہا وہ مقدر کر دیا، پھر علی بن حسین (زین العابدین) کو مال کثیر دے کر رخصت کیا اور لے جانے والے کو ان کے
ساتھ خیر خواہی کی وصیت کی، اور کہا جب کبھی آپ کو کوئی کام ہو تو مجھے لکھیں۔[3]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ شیعہ اور رافضہ نے مقتل حسین کے بارے میں بہت زیادہ روایات گھڑ لی ہیں۔
ہم نے جو روایات ذکر کی ہیں وہ کافی ہیں اور بعض کمزور روایات بھی ہم نے ذکر کر دی ہیں، اور اگر ابن جریر اور دیگر
حفاظ نے وہ روایات نہ ذکر کی ہوتیں تو ہم بھی نہ ذکر کرتے، اس سلسلہ میں اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی ہیں
اور وہ شیعی تھا اور وہ ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن وہ تاریخ گو اور حافظ ہے اور جو روایات اس کے
پاس ہیں وہ دوسروں کے پاس نہیں ہیں اس وجہ سے اکثر مصنفین اس کی طرف لپکتے ہیں۔

---

[1]۔ حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۴ھ،
[2]۔ 〃 〃 البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۲ 〃 〃 〃
[3]۔ 〃 〃 البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۵ 〃 〃 〃

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین نے یہ تاویل کی تھی کہ حضرت حسین مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے اور جو لوگ بیعت کر چکے تھے ان کی بیعت کو تڑوانے کے لیے آئے تھے اور احادیث میں اس کو بہت سختی سے منع کیا ہے اور اس پر سخت وعید بیان کی گئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں وہ احادیث مذکور ہیں تاہم جن لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا انھیں ان کو قتل کرنا نہیں چاہیے تھا بلکہ ان پر واجب تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو باتیں پیش کی تھیں ان میں سے کسی ایک بات کو مان لیتے (مجھے واپس جانے دو، یزید کے پاس لے چلو، یا سرحد اسلام پر جہاد کے لیے جانے دو) لیکن ان لوگوں کی رائے صحیح نہیں ہے، اور سلفاً خلفاً تمام علماء نے قتل حسین کو ظلم قرار دیا ہے ماسوا کوفہ کی ایک قلیل جماعت کے اللہ تعالیٰ اس کو برباد کر دے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت حسین اور ان کے رفقاء کے قتل سے یزید خوش ہوا نہ ناخوش ہوا، اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر حضرت حسین کے قتل سے پہلے اسے اختیار ہوتا تو ان کو معاف کر دیتا جس طرح اس کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی اور جیسا کہ خود اس نے بھی تصریح کی ہے اور اس نے ابن زیاد کے فعل پر لعنت کی اور اس کو برا بھلا کہا لیکن اس نے ابن زیاد کو معزول کیا نہ کوئی سزا دی نہ کسی کو بھیج کر اس کی مذمت کی [1]

یزید پر لعنت کے سلسلے میں امام غزالی کی رائے: امام غزالی لکھتے ہیں: کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ کیونکہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے یا قتل کا حکم دیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے، کیونکہ بغیر تحقیق کے مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا بھی صحیح نہیں ہے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو قتل کیا اور ابو لؤلؤ نے حضرت عمر کو قتل کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے، پس کسی مسلمان پر بغیر تحقیق کے فسق یا کفر کی تہمت لگانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے اور وہ شخص ایسا نہ ہو تو یہ تہمت لگانے والے پر لوٹ جائے گی۔ [2]

علامہ زبیدی کی رائے: علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی کا بھی یہی فتویٰ ہے اور یہی چیز قواعد مذہب کے مطابق ہے اس لیے یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ خبیث فاسق تھا، ابن صلاح کے کلام سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے تھا اور کافر نہیں تھا، کیونکہ جو اسباب کفر کے موجب ہوتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوئے اور اصل اسلام ہے حتیٰ کہ کسی یقینی دلیل سے اس کا اسلام سے خروج ثابت ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبلہ کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور گناہوں اور بدکاریوں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ اس سے روایت کی جائے اور نہ اس کی کوئی معتمد روایت ہے اور میں نے اس کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید بن معاویہ نخعی کوفی عابد میں تمیز ہو جائے، اور بعض علماء نے اس کے

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۳ - ۲۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۴ھ،

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش الزبیدی ج ۷، ص ۴۹۰، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

فسق کے علاوہ اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کو بہت ایذاء پہنچائی، اور واقعہ حرہ میں مدینہ کو مباح کر دیا، اور یہ بھی حکایت ہے کہ جب اس نے حضرت حسین سے بیعت طلب کی اور انھوں نے انکار کر دیا تو اس نے ان کے قتل کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا اور قرآن شریف سے فال نکالی تو پہلی سطر میں یہ نکلا: و خاب من کل جبار عنید "اور ہر عناد رکھنے والا متکبر ناکام ہو گیا" تو اس نے قرآن مجید پھاڑ دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عبیداللہ نے اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھیجا اور ساتھ ہی علی بن حسین اور ان کی دو بہنیں سکینہ اور فاطمہ بھی تھیں تو اس نے ان کو قید میں ڈال دینے کا حکم دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پہ چھڑی لگائی اور یہ شعر پڑھا:

نفلق هاما من رجال اعزة علينا وكانوا هم الحق واظلما

ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ رہے ہیں جو (کبھی) ہم پہ غالب تھے۔ دراصل یہی لوگ قاتل اور ظالم ہیں۔
اور یزید سے یہ شعر بھی منقول ہے:

ليت اشياخي ببدر شهدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش بدر میں مرنے والے میرے باپ دادا نیزوں سے حملہ کی وجہ سے خزرج کی چیخ و پکار کا منظر دیکھتے۔

اس شعر میں اس نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ کفار قریش جو بدر میں قتل ہو گئے تھے وہ اہل مدینہ کی اہانت اور ان کے قتل عام کو دیکھتے، یہ کفر کی مدد ہے اور کفر کی مدد بجائے خود کفر ہے' اس قسم کی بہت سی رسوا کن چیزیں یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس قسم کی خبریں بہت زیادہ ہیں، بعض عراقیین نے اس قسم کی روایات کی بناء پر یزید کی تکفیر کی ہے، علامہ سعد الدین تفتازانی کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ انھوں نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ البتہ ہم یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے۔ یزید پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو، علامہ تفتازانی، ائمہ شافعیہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اور ان کے مذہب کا تقاضا لعنت نہ کرنا ہے، لیکن انھوں نے عجمی شہروں میں پرورش پائی تھی اور ان کے کانوں میں وہ روایات اور حکایات بھری ہوئی تھیں جو جھوٹ سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے صاحب بدء المعالی نے کہا ہے۔

ولم يلعن يزيد بعد موت سوى المكثار في الاغراء غالى

یزید کی موت کے بعد اس پر صرف ان لوگوں نے لعنت کی ہے جو نفرت و عداوت کو بہت زیادہ ابھارنے والے انتہا پسند تھے۔ یزید کے بارے میں ایک وہ لوگ ہیں جو اس کو مومن قرار دیتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہاں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ ہے توقف۔ یعنی یزید کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلوں کے حال اور پوشیدہ باتوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس اس کی تکفیر اور لعنت کی بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہیے اور اسی طریقہ میں زیادہ سلامتی ہے۔

یزید کے اسلام پر یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ فاسق، شریر اور ظالم تھا، اس مسئلہ میں توقف، علماء عاملین کی ایک جماعت کا قول ہے، انھوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا اس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے اور یہ لایعنی چیز کے ساتھ اشتغال ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: من حسن اسلام

امرء ترکہ ما لا یعنیہ ۔ "کسی شخص کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے" اور حافظ شرف الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی نے بدء الامالی کی شرح میں ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بری ہیں اور جو کسی مسلمان سے اس کے اسلام کی وجہ سے عداوت رکھتے ہوں ان سے بری ہیں کیونکہ اس کی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہے خواہ ادنیٰ نسبت ہو اور اس کی عداوت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا ہے خواہ وہ کسی نسبت سے ایذاء پہنچاتا ہو ہم سب اس سے بری ہیں ۔[1]

علامہ حلبی کی رائے اور مصنف کا موقف

علامہ حلبی لکھتے ہیں : فقیہ کبیر اسی - ائمہ شافعیہ کے اکابرین میں سے ہیں اور امام الحرمین کے شاگرد ہیں اور علم وفضل میں امام غزالی کے ہم پلہ ہیں ان سے پوچھا گیا کہ یزید صحابہ میں سے تھا ، کیا اس پر لعنت جائز ہے ۔ انھوں نے جواب دیا وہ صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں پیدا ہوا ، امام احمد کے اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں اس پر صراحۃً لعنت کی ہے اور دوسرے میں اشارۃً لعنت کی ہے ، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے بھی اس کے بارے میں ایسے ہی دو قول ہیں ۔

علامہ حلبی کہتے ہیں کہ ہمارا اس کے بارے میں قول واحد ہے ہم یزید پر اشارۃً نہیں صراحۃً لعنت کرتے ہیں اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے وہ شطرنج کھیلتا تھا ، چیتوں کا شکار کرتا تھا ، دائمی شرابی تھا اور شراب کے بارے میں اس کے اشعار مشہور ہیں ۔

نیز لکھتے ہیں کہ امام غزالی سے پوچھا گیا جو شخص صراحۃً یزید پر لعنت کرے کیا وہ فاسق ہے ؟ اور کیا یزید کے لیے دعاء رحمت صحیح ہے ؟ امام غزالی نے جواب دیا جو شخص اس پر لعنت کرے گا وہ فاسق اور گنہگار ہو گا ۔ کیونکہ مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور ہمیں جانوروں پر بھی لعنت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث شریف کے بموجب مسلمان کی عزت کعبہ سے زیادہ ہے ، یزید کا اسلام صحیح ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کرانے کا امر کیا یا ان کے قتل پر راضی ہوا اور جو چیز صحیح نہیں ہے اس کا گمان کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی جائز نہیں ہے اور جب حقیقت حال معلوم نہیں تو یزید کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے ، علاوہ ازیں قتل کرنا کفر نہیں ہے ، معصیت ہے اور اس کے لیے رحمت کی دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ جب ہم نماز میں تمام مسلمانوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو اس دعا میں وہ بھی شامل ہوتا ہے ۔ یہ امام غزالی کا فتویٰ ہے ، البتہ ہمارے استاذ اعظم شیخ محمد بکری نے فقیہ کبیر اسی کی موافقت میں یزید پر صراحت سے لعنت کی ہے اور اس کے استاذ شیخ ابو الحسن نے بھی لعنت کی ہے ۔

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خدا سے ڈرنے والے علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور انھوں نے اس

---

[1] علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۴۸۹ - ۴۸۸ مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۱ھ

موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے کہ مجھے اس کے اسلام میں شک ہے بلکہ ایمان میں اس پر اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو، اسی بناء پر یزید کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھا جائے گا کہ معین کافر پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے [۱]۔

میں (غلام رسول سعیدی غفرلہ) یہ کہتا ہوں کہ علامہ حلبی نے جو فقیہ کھیّا اسی سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں صراحۃً لعنت کی ہے اور ایک میں اشارۃً۔ اگر یہ نقل صحیح ہے تو یزید پر لعنت کرنے کا نظریہ صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے علامہ دمیری نے بھی یہ نقل کیا کہ فقیہ کھیّا اسی نے لکھا ہے کہ امام احمد، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے یزید پر لعنت کرنے میں دو قول ہیں صراحۃً اور کنایۃً [۲]۔

یزید کے کفریہ اشعار کی تحقیق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یزید نے اس موقع پر ابن الزبعری کے ان اشعار سے استشہاد کیا جو اس نے جنگ احد میں کہے تھے۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش آج میرے وہ باپ دادا زندہ ہوتے جو بدر میں مر گئے تھے اور وہ نیزوں کے لگنے سے خزرج کی چیخ و پکار دیکھتے۔

حین حلت بفنائھم برکھا واستحر القتل فی عبد الاشھل

جب سواری ان کے صحن میں پہنچی تو انھوں نے اس کو بٹھالیا اور عبد الاشہل میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔

قد قتلنا الضعف من اشرافھم وعدلنا میل بدر فاعتدل

ہم نے ان کے سرداروں کو دوگنا چوگنا قتل کیا ہے اور بدر میں ہونے والے ظلم کا پورا پورا بدلہ لے لیا ہے۔

بعض رافضیوں نے ان میں یہ شعر بھی ملا دیا۔

لعبت ھاشم بالملک فلا ملک جاءہ ولا وحی نزل

بنوہاشم نے حکومت سے چھیڑ خوانی کی تو نہ اس کی مدد کے لیے کوئی فرشتہ آیا اور نہ وحی نازل ہوئی۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اگر واقعی یزید نے ان اشعار سے استشہاد کیا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو، اور اگر اس نے یہ شعر نہیں پڑھے تو اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے یہ شعر گھڑ لیے تاکہ یزید کی مذمت کی جائے [۳]۔

---

[۱] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۷۔۲۶۶، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۸۴ھ

[۲] شیخ کمال الدین دمیری متوفی ۸۰۸ھ حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۹۶ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ

[۳] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۴ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ تاریخ ابن الوردی اور کتاب الوافی بالوفیات میں یہ ہے کہ جب عراق سے یزید کے پاس قیدی آئے تو اس نے حضرت علی اور حضرت حسین کی اولاد میں سے بچوں اور عورتوں سے ملاقات کی دراں حالیکہ نیزوں پر شہداء کے سر نصب تھے اور وہ اس وقت جیرون کی وادی سے آرہے تھے، جب اس نے انھیں دیکھا تو کوّا کائیں کائیں کرنے لگا۔ اس موقع پر اس نے یہ اشعار کہے:

لما بدت تلك الحمول واشرفت — تلك الرؤس على شفا جيرون

جب ان قیدیوں اور شہداء کے سروں کو اٹھائے ہوئے (لشکر یزید کے) گھوڑے جیرون (پہاڑ) کی چوٹی سے نمودار ہوئے۔

تعب الغراب فقلت قل اولم تقل — قد اقتضيت من الرسول ديونى

کوّے نے (نحوست کی علامت کے طور پر) کائیں کائیں کی تو میں نے کہا تو بول یا نہ بول (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا) میں نے (معاذ اللہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنا (پرانا) قرض چکا لیا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں اس کے نانا عتبہ اور اس کے ماموں عتبہ کے بیٹے اور اس کے دوسرے کافر رشتہ داروں کو جو قتل کیا تھا اس کے بدلہ میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت کو قتل کر دیا اور یہ کفر صریح ہے اگر واقعی اس نے یہ شعر کہے تھے تو وہ کافر ہو گیا۔[1]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لعن یزید کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شارع علیہ السلام نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے جامع ترمذی میں ہے: لا يكون المؤمن لعانا "مومن زیادہ لعنت کرنے والا نہیں" سنن ابوداؤد میں ہے: لا تلعنوا بلعنة الله۔ "اللہ کی لعنت نہ دو" اور جامع ترمذی میں ہے: من لعن شيئا ليس له باهل رجعت لعانا "جو شخص کسی پر لعنت کرے اور وہ لعنت کا اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر لعنت لوٹ آتی ہے" ہاں وصف عام کے ساتھ لعنت جائز ہے (جیسے لعنة الله علی الکاذبین) اور جو کفر پر مرا ہو اس پر بھی لعنت جائز ہے۔ (جیسے ابوجہل پر لعنت ہو) ان دونوں قسموں میں لعنت کو منحصر کرنا واجب ہے اور لعنت کی تیسری قسم ممنوع ہے، خصوصاً جب کہ کوئی شخص بظاہر مومن ہو کیونکہ صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: سباب المسلم فسوق "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے" اور صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: لعن المومن كقتله "مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے" اس سے معلوم ہوا کہ عام نصوص اور عبارات کی بناء پر یزید پر لعنت کرنا صحیح نہیں ہے اور ان عام نصوص اور عبارات میں لعنت کا معنی فعل کی مذمت ہے نہ کہ اس شخص پر جو ان افعال کا مرتکب ہو لعنت کو جائز قرار دینا ہے اس تحقیق کو یاد رکھو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو قواعد شرع کی رعایت نہیں کرتے اور جو شخص لعن یزید سے منع کرے اس کو خارجی قرار دیتے ہیں، ہاں اس کے افعال کا قبیح مشہور ہے اور اہل بیت کی محبت واجب ہے لیکن اس پر لعنت سے منع کرنا، اہل بیت کی محبت میں کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قواعد شرع کی رعایت کی وجہ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۷۳-۷۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

سے ہے [1]۔

جہاد مدینۂ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق

یزید کے متعلق دو انتہائی نظریات ہیں ایک نظریہ یہ ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس پر لعنت جائز ہے۔ اس کا کفر امام حسین اور ان کے رفقاء کو قتل کرنے اور اہل بیت رسول کی اہانت کی وجہ سے ہے یا واقعہ حرّہ کی بناء پر یا خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یا بعض ان اشعار کی بناء پر جن میں کفریہ مضمون ہے، ہم نے یہ تمام امور اور ان کے بارے میں مسلّم اور مستند فقہاء اسلام کی عبارات پیش کر دی ہیں، دوسرا انتہائی نظریہ محمود احمد عباسی اور ان کے متبعین کا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کو غلط اور یزید کو برحق امام مانتے ہیں اور اس کا ذکر امیر المؤمنین اور سلام اللہ علیہ کے القاب کے ساتھ کرتے ہیں اور اس کو بشارت رسول کا مصداق اور جنتی قرار دیتے ہیں، العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہمارا حشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کرنے والوں اور ان کے غلاموں میں کرے (آمین) اب ہم یزید کے حامیوں کے دلائل ذکر کر کے ان کے بارے میں فقہاء اسلام کی توضیحات کا ذکر کریں گے۔

عن ام حرام انها سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللہ انا فیهم قال انت فیهم قالت ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول اللہ قال لا [2]

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا جو پہلا لشکر (براستہ سمندر) جہاد کرے گا اس نے جنت کو واجب کر لیا حضرت ام حرام نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں گی؟ فرمایا تم ان میں ہو، حضرت ام حرام کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا میری امت کا جو پہلا لشکر مدینۂ قیصر (قسطنطنیہ) کا جہاد کرے گا وہ بخشا جائے گا میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔

یزید کے حامی کہتے ہیں کہ جس لشکر نے سب سے پہلے قسطنطنیہ میں جہاد کیا اس لشکر کا امیر یزید تھا اس لیے مغفرت کی اس بشارت میں یزید بھی شامل ہے اور اس لشکر میں یزید کے امیر ہونے پر ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

قال محمود بن الربیع فحدثتها قوما فیهم ابو ایوب الانصاری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوته التی توفی فیها ویزید بن معاویة علیهم بارض الروم [3]

محمود بن الربیع کہتے ہیں میں نے ایک قوم کو یہ حدیث بیان کی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے جو ارض روم کے غزوات میں فوت ہو گئے تھے اور یزید بن معاویہ اس غزوہ میں امیر تھا۔

---

[1] علامہ عبد العزیز پرہاروی نبراس ص ۵۵۵، مطبوعہ شاہ عبد الحق اکیڈمی بندیال الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۷ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۸۱ھ

[3] " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ "

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوایوب کی وصیت کے مطابق انھیں قسطنطنیہ کی دیوار کی جانب دفن کیا گیا۔ نیز لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں یزید بن معاویہ بن ابی سفیان امیر تھا اور یہ غزوہ ۵۰ (پچاس) ہجری میں واقع ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ غزوہ اس کے بعد واقع ہوا، اس غزوہ میں انھوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ غزوہ ۵۰ (پچاس) ہجری میں ہوا، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے بعد واقع ہوا، یہ لوگ اس غزوہ میں قسطنطنیہ تک پہنچ گئے تھے اور اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ درآں حالیکہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ان کا امیر تھا۔ ارض روم سے مراد سمندر کے پار وہ جگہ ہے جہاں شہر قسطنطنیہ ہے۔[2] یزید کے حامی کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی اس حدیث اور علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کی اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ قسطنطنیہ کے جہاد میں یزید امیر تھا اور اس میں جہاد کرنے والوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ لہٰذا یزید کے لیے مغفرت کی بشارت ثابت ہے۔

حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق

جن مسلمانوں کی نظر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ شہادت ہے اور یزید کا ان کے قاتلوں سے کوئی تعرض نہ کرنا ہے جن کے علم میں حرمین طیبین کی یزیدی فوجوں کے ہاتھوں یزید کے حکم سے بے حرمتی ہے وہ کیسے مان لیں کہ حدیث رسول میں ایسے شخص کے لیے مغفرت اور جنت کی بشارت ہے!

اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کی سند اس طرح ہے:

حدثنا اسحٰق بن یزید الدمشقی ثنا یحیی بن حمزۃ ثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان۔[3]

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سند کے تمام راوی حمص اور دمشق کے ہیں اور اس علاقہ میں ایسے لوگ تھے جو خاندان بنوامیہ کے چاہنے والے اور حضرت علی کے مخالف تھے، دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے بعض راوی قدری یعنی منکر تقدیر تھے اور بعض راوی ناصبی یعنی اہل بیت کے مخالف تھے اور حدیث صحیح کی شرط یہ ہے کہ اس کا روایت کرنے والا بد عقیدہ اور بدعتی نہ ہو اور جب اس حدیث کے راویوں میں بدعقیدہ اور بدعتی ہیں تو یہ روایت اصول درایت پر صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث کا دوسرا راوی یحییٰ بن حمزہ واقد دمشقی ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن معین نے کہا کہ یہ قدری ہے، آجری کہتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد سے کہا کہ یہ قدری ہے؟ کہا ہاں![4] اس حدیث

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۶۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۵ھ

کا تیسرا راوی ثور بن یزید کلاعی حمصی ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ قدری ہے اس کا دادا جنگ صفین میں حضرت معاویہ کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا، ثور جب بھی حضرت علی کا ذکر کرتا تو کہتا میں اس شخص کو پسند نہیں کرتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا تھا۔ عثمان دارمی کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کو اس کے قدری ہونے میں کوئی شبہ ہو، احمد بن صالح نے شام کے راویوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ثور بن یزید ثقہ ہے لیکن قدریہ کے عقائد رکھتا ہے۔ ابو مسہر وغیرہ نے کہا کہ امام اوزاعی اس کی مذمت کرتے تھے۔ امام احمد نے کہا کہ ثور بن یزید قدری ہے، ابن معین نے کہا کہ مکحول قدری تھا مگر اس نے رجوع کر لیا۔ اور ثور بن یزید قدری ہے، آجری کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے کہا کہ یہ قدری ہے اس کو حمص سے نکال دیا گیا تھا۔ عجلی شامی نے کہا یہ ثقہ ہے اور قدریوں کے عقائد رکھتا ہے۔[1]

حافظ عبدالرحمان بن ابی حاتم رازی، ثور بن یزید کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا کہ میرے والد (امام احمد بن حنبل) کہتے تھے کہ ثور بن یزید قدری ہے۔[2]

حافظ ذہبی ثور بن یزید کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ثور بن یزید قدری ہے اور اس کو اہل حمص نے نکال دیا تھا۔ عبداللہ بن سالم کہتے ہیں کہ اہل حمص نے ثور کو حمص سے نکال دیا تھا اور اس کے گھر میں آگ لگا دی تھی، کیونکہ یہ مسئلہ تقدیر میں کلام کرتا تھا۔[3]

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث کی سند میں چونکہ بعض راوی قدری اور ناصبی ایسے بدعتی اور بدعقیدہ ہیں، اس لیے یہ حدیث غیر صحیح ہے لہٰذا اس حدیث سے یزید کی مغفرت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے کہ حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ بیالیس ہجری میں مسلمانوں نے بلاد روم پر حملہ کیا اور روم کے امراء اور بطارقہ میں سے خلق کثیر کو قتل کیا اور بکثرت مال غنیمت لوٹا، اور سلامتی کے ساتھ لوٹ آئے[4] اور اس غزوہ میں یزید بن معاویہ نہیں تھا اور ہو سکتا ہے کہ بشارت نبوی کا مصداق یہی غزوہ ہو لہٰذا یزید کا مغفور ہونا ثابت نہ ہوا۔

یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مدینۂ قیصر پر حملہ کرنے والوں کے لیے ہے مطلقاً بلاد روم پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں یہ بشارت نہیں ہے۔

ایک جواب یہ ہے کہ یہ بشارت اسی غزوہ کے لیے ہے جو باون ہجری میں کیا گیا اور یزید اس مغفرت کے عموم میں شامل تھا لیکن اس غزوہ کے بعد جو اس سے کفریہ افعال صادر ہوئے (مثلاً مدینہ کو تین دن کے لیے اپنی فوج ل

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۵، ۳۳، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۵ھ

[2] حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ، کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۴۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۱ھ

[3] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ۔

[4] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۴ھ

پر مباح کرنا) ان افعال کی وجہ سے وہ اس بشارت کے عموم سے خارج ہو گیا کیونکہ یہ بشارت ان کے لیے ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

جس شخص نے سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کیا وہ یزید بن معاویہ تھا، اور اس کے ساتھ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر تھے، حضرت ابوایوب انصاری بھی اسی غزوہ میں تھے جو باون ہجری میں فوت ہو گئے، مہلب نے اس حدیث سے یزید کی خلافت پر استدلال کیا ہے، اور اس بات پر کہ وہ اہل جنت میں سے ہے کیونکہ وہ مغفور لھم کے عموم (یعنی جو لشکر سب سے پہلے مدینہ قیصر میں جہاد کرے گا بخشا جائے گا) میں داخل ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول بنو امیہ کی حمایت پر مبنی ہے اور یزید اس حدیث کے بموجب ہر چند کہ مغفرت کے عموم میں داخل ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور دلیل خاص کے سبب اس عموم سے خارج نہ ہو، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ یہ عموم اہلیت مغفرت کے ساتھ مشروط ہے حتیٰ کہ العیاذ باللہ ان مجاہدین میں سے کوئی بالفرض مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس عموم میں داخل نہیں ہو گا یہ ابن منیر کا جواب ہے۔[۱]

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

مدینہ قیصر سے آپ کی مراد قسطنطنیہ ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور مذکور ہے کہ یزید بن معاویہ نے روم کے شہروں پر لشکر کشی کی حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ تھے جن میں حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابو ایوب انصاری شامل تھے، حضرت ابو ایوب انصاری کی وہیں وفات ہوئی اور قسطنطنیہ کی سرحد پر ان کی قبر ہے، قحط میں اہل روم اس قبر پر بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ صاحب المرآۃ نے لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے ۵۲ (باون) ہجری میں قسطنطنیہ کا جہاد کیا، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے سفیان بن عوف کے ساتھ ایک عظیم لشکر بھیجا اور وہ لوگ روم کے شہروں میں داخل ہو گئے اس لشکر میں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابو ایوب انصاری تھے۔ اور حضرت ابو ایوب انصاری اسی مدت میں فوت ہو گئے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کبار صحابہ اسی سفیان کی قیادت میں گئے تھے اور یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں گئے کیونکہ وہ اس بات کا اہل نہیں تھا کہ یہ کبار صحابہ اس کے ماتحت لڑتے اور مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے براستہ سمندر جہاد کیا، اور ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کیا، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یزید کی اس میں کیا فضیلت ہے، حالانکہ اس کا حال مشہور ہے اگر تم یہ کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے لیے یہ فرمایا ہے کہ وہ بخشا ہوا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ ہر چند کہ یزید اس مغفرت کے عموم میں داخل ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص کے سبب اس عموم سے خارج نہ ہو کیونکہ اہل علم کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مغفور لھم (بخشے ہوئے ہیں) ان میں اہلیت کی شرط کے ساتھ مشروط ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مدینہ قیصر کے غزوہ کے بعد العیاذ باللہ مرتد ہوتا تو مغفرت کے اس عموم میں نہ داخل ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اس

۱۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۵ ص ۱۰۱ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

شخص کی مغفرت ہوگی جس کے لیے مغفرت کی شرط پائی جائے [1]

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ باون ہجری میں مسلمانوں نے بلادِ روم پر حملہ کیا اور اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف ازدی تھے، وہ اس جگہ فوت ہو گئے اور ان کے بعد عبداللہ بن مسعدہ فزاری لشکر کے امیر مقرر کیے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ اس لشکر کے امیر بسر بن ابی ارطاۃ تھے اور ان کے ساتھ سفیان بن عوف تھے اور اسی سال بلاد روم میں قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب حضرت ابو ایوب انصاری کی وفات ہوئی، حضرت ابو ایوب یزید بن معاویہ کے دستہ میں تھے۔ [2]

یزید بن معاویہ کی امارت کے ذکر سے علامہ عینی نے یہ سمجھ لیا کہ وہ پورے لشکر کا امیر تھا اور انھوں نے اس کو مستبعد سمجھا کہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر ایسے کبار صحابہ اس کی زیر قیادت جہاد کریں اس لیے انھوں نے کہا کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف تھے، یزید نہیں تھا، لیکن واقعہ میں لشکر کے امیر سفیان بن عوف ہی تھے یزید صرف اس دستے کا امیر تھا جس میں حضرت ابو ایوب انصاری تھے۔ اس کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے اور البدایہ والنہایہ میں بھی ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں۔

ہر چند کہ علامہ عینی نے اس لشکر میں یزید کی امارت سے اختلاف کیا ہے لیکن لشکر میں اس کے شمول سے اختلاف نہیں کیا اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ مغفرت کے عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص کی بناء پر اس سے خارج نہ ہو، خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ بعد میں اس سے کفریہ افعال صادر ہوئے اس لیے وہ بشارت مغفرت کے عموم سے نکل گیا۔ یہ جواب علامہ ابن منیر اور علامہ ابن التین کا ہے اس سے پہلے ہم اس جواب کو علامہ قسطلانی کے حوالے سے بھی نقل کر چکے ہیں لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ پھر اس بشارت کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی کیونکہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ "جس نے کلمہ پڑھا وہ جنت میں داخل ہو گیا" کا بھی یہی مفہوم ہے کیونکہ اس کی بھی یہی شرط ہے کہ کلمہ کے بعد کوئی کفریہ کام نہ کیا ہو، پھر اس خاص بشارت کی کیا ضرورت تھی؟ اس کی خصوصیت کا یہ تقاضا ہے کہ اس لشکر کے شرکاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان پر خاتمہ اور مغفرت کی بشارت دی ہے اس لیے یہ جواب صحیح نہیں ہے۔

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث میں جس مدینہ قیصر کے لیے بشارت ہے اس سے مراد وہ شہر ہے جو شہر اس وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا اور وہ شہر حمص ہے جو اس وقت روم کا دار الخلافہ تھا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ بشارت اس غزوہ کے لیے ہے جو ام حرام والے غزوہ کے بعد ہونا تھا اور حمص ام حرام والے غزوہ سے پہلے فتح ہو چکا تھا۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے براستہ سمندر جہاد کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ ان میں ام حرام بھی ہیں اور پھر دوبارہ مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والوں کو مغفرت کی بشارت

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴، ص ۱۹۹، ۱۹۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

دی اور فرمایا اس میں ام حرام نہیں ہوں گی، لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے ام احرام والا غزوہ ہوگا اور اس کے بعد مدینہ قیصر والا غزوہ ہوگا اور ترتیب میں ذکر، واقع میں ترتیب کو مستلزم نہیں ہے اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ مدینہ قیصر والا غزوہ پہلے واقع ہوا ہو اور ام حرام والا غزوہ بعد میں واقع ہوا ہو اور جبکہ واقعۃً حمص پہلے فتح ہوا ہے اور جب آپ نے یہ بشارت دی ہے اس وقت مدینہ قیصر (روم کا دار الخلافہ) حمص ہی تھا نہ کہ قسطنطنیہ، اس لیے اس بشارت کا پہلا مصداق اس وقت متحقق ہوا جب حمص فتح ہوا اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے ان اول جیش یغزون مدینۃ قیصر ۔ کا مصداق نہیں ہیں لہٰذا عموم مغفرت کی اس بشارت میں یزید داخل نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ پندرہ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر حمص روانہ کیا اور بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے، سخت سردی کے زمانہ میں مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کر لیا۔ سردیوں کے اختتام تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر حضرت ابو عبیدہ نے حمص فتح کر لیا اور حضرت بلال اور حضرت مقداد اور دیگر امراء کے ذریعہ حضرت عمر کے پاس فتح کی بشارت اور خمس روانہ کیا اور حضرت خالد بن ولید کو قنسرین روانہ کر دیا۔ [1]

علامہ ابن اثیر نے بھی ۱۵ ہجری میں حمص کی فتح کا تفصیلاً ذکر کیا ہے [2]

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ حامیان یزید کا اس حدیث سے یزید کی مغفرت پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن حمزہ دمشقی اور ثور بن یزید حمصی قدری اور ناصبی راوی ہیں اس لیے یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے ثانیاً بہ تقدیر تسلیم اس حدیث کی بشارت کے مصداق ۱۵ ہجری کے مجاہدین ہیں، یعنی حضرت ابو عبیدہ خالد بن ولید، اور ان کے رفقاء جنہوں نے پہلی بار مدینہ قیصر یعنی حمص پر حملہ کیا اور اس کو فتح کیا اور سن باون میں جنہوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا وہ پہلی بار مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والے نہیں تھے نہ اس بشارت کا مصداق تھے لیکن اس جواب میں یہ سقم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرام سے دوسرا خواب بیان کیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انت من الاولین یعنی تم پہلی لشکر والی ہو اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت عثمان کے دور خلافت میں اٹھائیس ہجری میں حضرت امیر معاویہ کے لشکر میں قبرص میں فوت ہو گئیں اور اس کے بعد مدینہ قیصر پر باون ہجری میں حملہ کیا گیا اور یہ وہی لشکر ہے جس میں یزید تھا (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۹ اور علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خلفاء اربعہ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ جہاد کرتے رہے ہیں، اور حضرت ابو ایوب انصاری نے یزید لعین کے ساتھ جہاد کیا ہے۔

دراصل یہ اشکال ان علماء پر ہے جو یزید کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے لیے اس اشکال سے چھٹکارے کا اور کوئی صحیح حل نہیں ہے کہ وہ اس حدیث کی صحت کو بعض راویوں کے ضعف کی وجہ سے نہ مانیں اور جمہور علماء جو یزید کو انتہائی ظالم اور فاسق ماننے کے باوجود مومن قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ مغفرت کفر کے

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ ھ،

[2] علامہ محمد ابن محمد ابن اثیر الجزری متوفی ۶۳۰ ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۴۲-۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۰ ھ،

منافی ہے ظلم اور فسق کے منافی نہیں ہے تاہم یہ حدیث یزید کی مغفرت کے بارے میں قطعی الدلالۃ نہیں ہے کیونکہ مدینہ قیصر کی تعیین آپ نے نہیں کی اول جیش کا یہ تقاضا ہے کہ اس سے مراد حمص ہو جو پندرہ ہجری میں فتح ہوا اور انت من الاولین - کا تقاضا یہ ہے کہ یہ قیصر کی فتح کے بعد والا قیصر کا دار الخلافہ ہوا اور وہ قسطنطنیہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث نہ قطعی الثبوت ہے نہ قطعی الدلالۃ۔

حضرت حسین اور یزید کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: یزید کے بارے میں دو انتہائی نظریے ہیں اور ایک متوسط نظریہ ہے، ایک انتہائی نظریہ یہ ہے کہ یزید خلیفہ راشد اور ہدایت یافتہ تھا اور صحابہ یا انبیاء میں سے تھا، یہ تمام باتیں باطل ہیں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ وہ کافر اور چھپا ہوا منافق تھا اور وہ اہل مدینہ اور بنو ہاشم سے اپنے کافر رشتہ داروں کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور اس نے یہ شعر پڑھے:

لما بدت تلک الحمول و اشرفت   تلک الرؤس علی ربی جیرون

جب ان قیدیوں اور شہداء کے سروں کو اٹھائے ہوئے (لشکر یزید کے) گھوڑے جیرون (پہاڑ) کی چوٹی سے نمودار ہوئے۔

نعق الغراب فقلت نح او لا تنح   فلقد قضیت من النبی دیونی

کوے نے کائیں کائیں کی تو میں نے کہا تو بول یا نہ بول۔ میں نے نبی سے اپنے پرانے قرضے چکالیے۔

اور اس نے ابن الزبعری کے یہ اشعار پڑھے:

لیت اشیاخی ببدر شہدوا   جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش آج میرے وہ باپ دادا زندہ ہوتے جو بدر میں مر گئے تھے، اور نیزوں کے لگنے سے وہ خزرج کی چیخ و پکار دیکھتے۔

قد قتلنا القرن من ساداتھم   وعدلناہ ببدر فاعتدل

ہم نے ان کے سرداروں کو قتل کر دیا ہے، اور معرکہ بدر کا پورا پورا بدلہ لے لیا ہے۔

اور یہ دونوں قول بالکل باطل ہیں، ہر عقلمند ان کے بطلان کو سمجھتا ہے کیونکہ یزید مسلمان بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا نہ خلیفہ راشد تھا نہ کافر تھا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں یہ ہے کہ انھیں ظلماً قتل کیا گیا اور وہ شہید تھے جیسا کہ ان کے دیگر رفقاء ظلماً قتل کیے گئے اور وہ شہید تھے، اور جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اس میں معاونت کی یا اس پر راضی ہوا، اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت (نافرمانی) کی۔[۱]

نیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں: حضرت حسین کی شہادت کی وجہ سے بھی تین نظریات ہو گئے۔ ایک انتہائی نظریہ یہ ہے کہ ان کو قتل کرنا حق تھا کیونکہ انھوں نے مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے کا ارادہ کیا تھا اور صحیح حدیث میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کسی ایک شخص کی بیعت پر

۱۔ شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی دمشقی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۷، ۲۴۸ مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۲۱ھ

متفق ہو اور کوئی شخص تمہارے درمیان تفرقہ ڈالے تو اس کو قتل کر دو"۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تمام لوگ یزید کی بیعت پر متفق تھے اور حسین نے آکر ان کے درمیان تفرقہ ڈالا، اور ان میں سے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حسین وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے حکام اسلام کے خلاف بغاوت کی، اور دوسرا انتہائی نظریہ یہ ہے، کہ حضرت حسین امام تھے، ان کی اطاعت واجب تھی ان کے یا ان کے مقرر کیے ہوئے اشخاص کے سوا کسی کا جمعہ پڑھانا جائز تھا نہ ان کی اجازت اور حکم کے بغیر جہاد جائز تھا اور متوسط نظریہ اہل سنت کا ہے جو حضرت حسین کو باغی کہتے ہیں نہ امام اور نہ خلیفہ، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت حسین کو ظلماً قتل کیا گیا اور وہ شہید تھے وہ مسلمانوں کے امیر نہ تھے، اور مخالفین نے جو حدیث پیش کی ہے وہ ان پر چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ جب حضرت حسین کو معلوم ہو گیا کہ اہل کوفہ نے مسلم بن عقیل کے ساتھ دغا کی ہے تو انھوں نے بیعت لینے کا ارادہ ترک کر دیا اور انھوں نے یزید کے پاس جانے، کسی اسلامی سرحد پر جانے یا اپنے شہر واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن فوج نے ایسا نہیں کرنے دیا اور ان سے قید ہونے کا مطالبہ کیا اور یہ ان پر واجب نہ تھا۔[1]

لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علامہ ابن جوزی نے السر المصون میں لکھا ہے کہ بعض نام نہاد اہلسنت یہ کہتے ہیں کہ یزید برحق تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کرنے میں خطا کی، اگر یہ لوگ کتابوں کا مطالعہ کرتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ یزید کی بیعت کس طرح لی گئی اور کس طرح لوگوں پر جبر کیا گیا اور اس کام کے لیے اس نے ہر برائی کو اختیار کیا۔ اگر ہم اس کی بیعت کو بالفرض صحیح مان لیں تب بھی اس سے ایسے امور ظاہر ہوئے جو فسخ بیعت کو واجب کرتے ہیں اور یزید کی طرف کوئی جاہل غبی ہی مائل ہو سکتا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کے بارے میں مختلف آراء ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ مسلمان اور گنہگار رہا ہے، اہل بیت کے ساتھ اس نے ناجائز سلوک کیا، لیکن اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ مسلمان گنہگار ہے اور بالکراہت یا بلا کراہت اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ کافر ملعون ہے، اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس نے کوئی معصیت نہیں کی اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور اس نظریہ کے قائلین کو اگر سلسلہ انصار یزید میں منسلک کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ وہ خبیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مصدق نہیں تھا، اور اس نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور اہل بیت کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کی لاشوں کے ساتھ جو سلوک کیا اسے دیکھ کر اس کی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اتنی تصدیق بھی ظاہر نہیں ہوتی جتنی اس شخص کی تصدیق ظاہر ہوتی ہے جو ایمان کے دعویٰ کے باوجود قرآن مجید کو گندگی میں پھینک دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ) اور میرا یہ گمان نہیں ہے کہ اکابر مسلمین سے اس کا حال پوشیدہ تھا لیکن وہ مغلوب، اور مقہور تھے اور سوائے صبر کے ان کے لیے کوئی اور چارۂ کار نہیں تھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے اس قدر کبیرہ گناہ کیے جن کو نطق انسانی حیطہ بیان میں نہیں لا سکتا اور میں ایسے شخص پر علی التعیین لعنت کو جائز قرار دیتا ہوں اگرچہ ایسے فاسق کی کوئی اور مثال نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی، اور توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے زیادہ ضعیف ہے، اور اسی کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد، اور ان کی جماعت

---

[1] شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی دمشقی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۸-۲۴۷ مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۲۱ھ

لاحق ہے۔ اللہ عزوجل کی لعنت ہو ان پر اور ان کے یاروں پر اور مددگاروں پر، ان کے گروہوں پر اور ان کی طرف میلان رکھنے والوں پر، یہ لعنت قیامت تک ہوتی رہے جب تک حضرت حسین پر آنکھیں روتی رہیں گی، یزید پر لعنت ہوتی رہے گی۔[1]

لعن یزید کے بارے میں محدث دہلوی کا نظریہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ بعض علماء یزید شقی پر لعنت کرنے کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور بعض اس کے متعلق غلو اور افراط کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب وہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہو گیا تو امام حسین پر اس کی اطاعت واجب ہو گئی، نعوذ باللہ من ھذا القول و من ھذا الاعتقاد، وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے کب امام ہوا اور کب اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہوا؟ وہ صحابہ جو اس کے زمانہ میں تھے اور ان صحابہ کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج ہو گئے تھے۔ ہاں صحابہ کی ایک جماعت کرہاً اور جبراً اس کے پاس گئی اس نے اس کے سامنے انعامات رکھے انھوں نے جب اس کی برائیوں کو دیکھا تو مدینہ واپس آ گئے اور کہا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ شراب پیتا ہے، نمازوں کا تارک ہے زانی فاسق اور محارم کو حرام کرنے والا ہے اور بعض دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور ان کے اور ان کے اہل بیت کے قتل کے بعد خوش نہیں ہوا تھا اور یہ قول مردود اور باطل ہے کیونکہ اس بدبخت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ عداوت اور ان کے قتل پر خوشی اور ان کی اہانت تواتر معنوی سے ثابت ہے اور اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ لوگ ان احادیث نبویہ کا کیا جواب دیں گے کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا کفر ہے اور دائمی عذاب کا موجب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذلت والا عذاب تیار کیا ہے۔" اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس کا انجام ہمیں معلوم نہیں شاید کہ آخیر وقت میں اس نے کفر اور معصیت سے توبہ کر لی ہو۔ امام غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض متقدمین علماء مثلاً احمد بن حنبل اور علامہ ابن جوزی وغیرہ نے اس پر لعنت کی ہے اور بعض علماء نے لعنت سے منع کیا ہے اور بعض نے توقف کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض تھا جو کام اس بدبخت نے کیے وہ کسی اور نے نہیں کیے۔ اس نے امام حسین کو قتل کیا، اہل بیت کی اہانت کی، مدینہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے کا امر کیا اور حضرت عبداللہ ابن الزبیر کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اسی دوران دنیا سے جہنم چلا گیا اس کی توبہ اور رجوع کا حال خدا جانتا ہے۔[2]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۷۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، تکمیل الایمان ص ۱۷۸، مطبوعہ مطبع فخر المطابع لکھنؤ ۱۹۱۲ء

یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یزید بن معاویہ پر شراب پینے کی وجہ سے اور بعض فواحش کے ارتکاب کی وجہ سے زیادہ عیب لگایا گیا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں اس کی وہی رائے تھی جو اس کے دادا حضرت ابو سفیان کی حالت کفر میں جنگ احد کے بارے میں تھی کہ نہ اس نے اس جنگ کا حکم دیا تھا اور نہ اسے مسلمانوں کی ہزیمت سے کوئی رنج ہوا۔ اور ہم پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں حسین کے ساتھ وہ نہ کرتا جو ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) نے کیا اور جو لوگ اس کے پاس حضرت حسین کا سر لے کر آئے ان سے اس نے کہا اس کے بغیر بھی تمہارے لیے اطاعت کافی تھی اور ان لوگوں کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا اور حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کی اس نے بہت تعظیم و تکریم کی اور اس معرکہ میں ان کی جو چیزیں گم ہو گئی تھیں وہ سب دو گنی چوگنی کر کے اس نے واپس کر دیں۔ اور انھیں تعظیم و تکریم کے ساتھ روانہ کر کے مدینہ پہنچا دیا۔ جن دنوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل یزید کے گھر رہے تین دن تک یزید کے گھر والے حضرت حسین پر نوحہ کرتے رہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یزید کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو پہلے وہ خوش ہوا اور پھر بعد میں اس پر نادم ہوا۔ ابو عبیدہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو قتل کر دیا تو ان حضرات کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا اولاً تو یزید اس قتل سے خوش ہوا اور اس کے نزدیک ابن مرجانہ کا مرتبہ بڑھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد وہ نادم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے کیا فرق پڑتا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور آپ کی قرابت کی رعایت کر کے خود تکلیف اٹھاتا اور حسین کو اپنے گھر ٹھہراتا اور جس جگہ کا وہ ارادہ کرتے انھیں وہاں کا حاکم بنا دیتا خواہ اس سے مجھے نقصان ہوتا اور میری سلطنت میں کمی ہوتی، پھر کہا اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے حسین کو تنگی میں ڈالا اور مجبور کر دیا حالانکہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ انھیں واپس جانے دیں، یا میرے پاس آنے دیں یا اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر جانے دیں حتیٰ کہ وہ خدا سے جا ملیں، لیکن ابن مرجانہ نے ان کی بات نہیں مانی اور انھیں قتل کر دیا اور انھیں قتل کر کے قیامت تک مسلمانوں کی نگاہوں میں مجھے مبغوض بنا دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری عداوت کا بیج ڈال دیا اور ہر شخص خواہ نیک ہو یا بد مجھ سے نفرت کرے گا کیونکہ لوگوں کے نزدیک میرا حسین کو قتل کرنا بہت سنگین جرم ہے۔ میرا ابن مرجانہ سے کیا واسطہ ہے۔ اللہ اس کو برباد کرے اور اس پر غضب نازل کرے۔

نیز لکھتے ہیں: جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور ابن مطیع اور ابن حنظلہ کو والی بنا دیا اور یہ لوگ یزید سے بہت عداوت رکھتے تھے اس کے باوجود انھوں نے یزید کی مذمت میں صرف اس کا شراب پینا اور بعض بدکاریاں بیان کیں اور اس پر زندقہ (کفر اور ارتداد) کی تہمت نہیں لگائی جیسا کہ رافضی اس پر یہ تہمت لگاتے ہیں، بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں ہے تاکہ اس سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور قتل عام نہ ہو، جیسا کہ واقعہ حرہ میں ہوا، اور اہل حرہ سے اس کا صرف جنگ کرنا کافی تھا لیکن اس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنی فوجوں پر تین دن کے لیے مدینہ مباح کر دیا جس کی وجہ سے بہت بڑا فساد ہوا [1]

---

[1] حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ۔

لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید اصل میں مسلمان ہے اور ہم اسی اصل کا قول کرتے ہیں جب تک کہ کسی دلیل قطعی سے اس کا اس اصل سے اخراج ثابت نہ ہو، اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یزید کے معاملہ میں صحیح بات یہ ہے کہ توقف کیا جائے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ چیزوں اور دلوں کے بھید کو جاننے والا ہے اس لیے ہم اس کی تکفیر کے قطعاً درپے نہیں ہیں اور اسی قول میں سلامتی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھا لیکن فاسق شریر اور ظالم تھا۔[1]

نیز علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید کے فسق پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ ابن جوزی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اس کو امام احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے کہا نیک اور متقی علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں۔ انھوں نے یزید کے بارے میں لکھا ہے اس پر لعنت ہو، پھر علامہ ابن جوزی نے کہا کہ قاضی ابو یعلی الفراء نے اپنی کتاب المعتمد فی الاصول میں اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے کہا کہ لوگ ہمیں یزید کی محبت کا طعنہ دیتے ہیں تو میرے والد (امام احمد) نے فرمایا: اے بیٹے کیا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ اور اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو انھوں نے کہا اس آیت میں: فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم ۰ اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم (محمد ۲۲، ۲۳)

"پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو (اقتدار کے نشہ میں) تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنی قرابتوں کو منقطع کرو گے، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا" اور قتل اور خونریزی سے بڑھ کر کون سا فساد ہوگا؟ قاضی ابو یعلی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو لعنت کے مستحق ہیں، اور ان میں یزید کا ذکر کیا ہے پھر یہ حدیث ذکر کی ہے جس نے ظلماً اہل مدینہ کو دھمکایا (ڈرایا) اس کو اللہ تعالیٰ دھمکائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے لشکر بھیج کر اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا۔ قاضی ابو یعلی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ صحیح مسلم میں ہے اس لشکر نے بہت قتل اور خون ریزی کی اور بہت بڑا فساد کیا، لوگوں کو قید کیا اور مدینہ کو مباح کیا یہ سب چیزیں مشہور ہیں حتیٰ کہ تین سو کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی، تقریباً تین سو صحابہ قتل کیے گئے اور سات سو قرآن مجید کے قاری قتل کیے گئے، کئی دن تک مدینہ مباح رہا، مسجد نبوی [illegible] ہو، کئی [illegible] تک بجماعت معطل رہی۔ کسی شخص کے لیے مسجد نبوی میں جانا ممکن نہیں تھا حتیٰ کہ مسجد نبوی میں کتے اور بھیڑیے داخل ہوتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر پیشاب کرتے رہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور اس لشکر کا امیر اس وقت تک راضی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ لوگ اس پر بیعت نہ کر لیں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ

---

[1] علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۸۵ھ

چاہے تو ان کو بیچ دے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے، اور جن مسلمانوں نے یہ کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کی گردن اڑا دی، یہ واقعہ حرہ تھا، پھر یہ لشکر حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لیے گیا اور انھوں نے کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس میں آگ لگا دی، ان برائیوں سے بڑھ کر کون سی برائی ہوگی۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علماء کا دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ یزید پر لعنت جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک وہ چیز ثابت نہیں ہوئی جو لعنت کا تقاضا کرتی ہے، امام غزالی کا اسی پر فتویٰ ہے، اور یہی چیز ہمارے ائمہ کے بیان کردہ قواعد کے لائق ہے۔ کیونکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ کسی شخص معین پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو جائے کیونکہ لعنت کا مطلب ہے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل دور کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جائے، اور یہ چیز اسی کے لیے جائز ہے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو، اور جس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کافر پر اس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے وہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو جائے، نیز انھوں نے تصریح کی ہے کہ کسی معین مسلمان فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور جب تم نے ان کی یہ تصریحات جان لیں تو یہ بھی جان لو کہ ان کے نزدیک یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ فاسق خبیث تھا اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اس پر خوش ہوا تھا پھر بھی وہ کافر نہیں ہے کیونکہ اس نے قتل کو جائز اور حلال نہیں سمجھا تھا اور اگر جائز سمجھا تھا تو تاویل سے سمجھا تھا خواہ وہ تاویل باطل تھی اور یہ کفر نہیں ہے، علاوہ ازیں اس کا حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دینا اور اس پر خوش ہونا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ روایت صحیحہ سے اس کے خلاف ثابت ہے اور امام احمد نے قرآن مجید کی جس آیت سے یزید پر لعنت کا استدلال کیا ہے اور حدیث مسلم وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین سے جس نے یزید پر لعنت کا استدلال کیا تو ان دونوں سے یزید پر اسی کا نام لے کر بخصوصہ لعنت کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ اور گفتگو اسی میں ہے۔ البتہ ان دلائل سے ان صفات پر لعنت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بلاشبہ جائز ہے، اور اس پر اتفاق ہے کہ یزید کا نام لیے بغیر یہ کہنا جائز ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا یا قتل کو جائز قرار دیا یا اس پر راضی ہوا اس پر لعنت ہو جس طرح بغیر تعیین کے یہ کہنا جائز ہے کہ مثلاً شراب پینے والے پر لعنت ہو، اور یہی چیز آیت اور حدیث میں ہے کیونکہ آیت میں کسی کا نام لیے بغیر یہ ہے کہ جو قرابت کو منقطع کرے اور زمین میں فساد کرے اس پر لعنت ہو، اسی طرح حدیث میں نام لیے بغیر ہے جو اہل مدینہ کو ڈرائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، لہٰذا امام احمد وغیرہ کا اس آیت سے شخص معین پر بخصوصہ لعنت کا استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یزید پر بخصوصہ لعنت کرنا جائز نہیں ہے[1]

لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا۔ اسی قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر

---

[1] علامہ احمد ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقۃ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۸۵ھ

شدلا تے ہیں فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم واعمٰی ابصارھم۔ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔" شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی، مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کیے کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے۔ غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر میں حلال کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے، سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا! ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے، قرآن مجید میں صراحۃً اس پر لعنہم اللہ فرمایا لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں، اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں، کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال، نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔ لقولہ تعالیٰ فسوف یلقون غیا الا من تاب اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمہ ہو وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔[1]

یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف

یزید کے تین جرم متواتر ہیں؛ اس نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جبری بیعت لینے کے لیے عبید اللہ بن زیاد کو روانہ کیا اور اس کو حضرت حسین کے مرتبہ اور مقام کی رعایت کرنے کی کوئی ہدایت نہیں کی۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یا نہیں اور قتل کی خبر سن کر خوش ہوا تھا یا نہیں، اس میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی جبکہ وہ سزا دینے پر پوری طرح قادر تھا اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ قتل اس کے ایماء سے ہوا اور وہ اس قتل سے راضی تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر کربلا میں جو ظلم وستم ڈھایا گیا اور پھر ظالموں سے یزید نے بحیثیت حاکم کوئی باز پرس نہیں کی، انہیں مظالم کی وجہ سے بعض علماء (امام احمد، علامہ ابن جوزی اور علامہ تفتازانی وغیرہ) نے یزید پر لعنت کی ہے ہر چند کہ محققین اور محتاط علماء نے یزید پر شخصی لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور اسی میں سلامتی

[1] اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۰۸-۱۰۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، ۱۴۰۵ھ،

سمجھی ہے کہ یزید کے معاملے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

یزید کا دوسرا جرم مدینہ منورہ پر حملہ کا حکم دینا اور تین دن کے لیے مدینہ میں لوٹ مار، قتل وغارت گری اور عصمت دری کی عام اجازت دینا ہے، اس وجہ سے بھی بعض علماء نے یزید پر شخصی لعنت کی ہے، اور تیسرا جرم مکہ مکرمہ پر حملہ کا حکم دینا اور کعبہ کو جلانا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے العواصم من القواصم میں لکھا ہے کہ امام احمد نے کتاب الزہد میں یزید کا ذکر اخیار تابعین میں کیا ہے۔ میں نے کتاب الزہد پوری پڑھی اس میں یزید کا ذکر نہیں ہے۔ اس معاملہ میں یقیناً ابن عربی کو وہم ہوا ہے۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابن العربی کا یزید کو برحق اور حضرت حسین کو خاطی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ہم اس نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جس شخص نے آل رسول پر ظلم کیے، حرم مدینہ کی بے حرمتی کی، خانہ کعبہ کو جلایا، ہمارے دل میں اس کے بارے میں نرمی کا کوئی شمہ نہیں ہے، یہ شخص بہت بڑا ظالم اور فاسق وفاجر تھا اگر ہمیں شرعی حدود و قیود اور قواعد شرعیہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم یزید پر کفر کا حکم لگا دیتے اور اس پر شخصی لعنت کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ ہوتا۔

۴۱۰ - بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْعَاجِزِ لِزَمَانَةٍ وَّهَرَمٍ وَّنَحْوِهِمَا أَوْ لِلْمَوْتِ

عاجز، بوڑھے اور میت کی جانب سے حج کرنا

۳۱۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ الْفَضْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمٍ تَسْتَفْتِيهِ فَجَعَلَ الْفَضْلُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَّا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّثْبُتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنے لگی۔ حضرت فضل اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کو دیکھنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا شخص ہے سواری پر بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

۳۱۴۸ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ خَثْعَمٍ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد بہت بوڑھے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج واجب ہو چکا ہے اور وہ اپنے اونٹ کی پشت پر بیٹھ نہیں

قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ عَلَيْهِ فَرِيْضَةُ اللّٰهِ فِي الْحَجِّ وَهُوَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّسْتَوِيَ عَلٰى ظَهْرِ بَعِيْرِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحُجِّيْ عَنْهُ۔

سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی طرف سے حج کر لو۔!

حج بدل میں شوافع کا نظریہ اور تشریح حدیث

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

(ا) جب سواری متحمل ہو تو ایک سواری پر دو آدمیوں کا بیٹھنا جائز ہے۔

(ب) دینی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے یا کسی اور دنیاوی معاملہ میں ضرورت کے وقت اجنبی عورت کی آواز سننا جائز ہے۔

(ج) اجنبی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے، اسی طرح اجنبی عورت کا مردوں کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ ابن ام مکتوم آ گئے اور یہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پردے میں چلی جاؤ۔ ہم نے عرض کیا وہ تو نابینا ہے اور ہمیں پہچانتا بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔ (ترمذی ص ۳۹۵)

(د) برے کام کو اپنے ہاتھ سے ٹھیک کر دینا چاہیے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ اپنے ہاتھ سے پھیر دیا۔

(ہ) جو شخص بڑھاپے، لنگڑے پن یا موت کی وجہ سے عاجز ہو اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔

(و) عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔

(ز) ماں باپ کی طرف سے حج کرنا، ان کو خرچ دینا، ان کی خدمت کرنا اور ہر طرح سے ان کے ساتھ نیکی کرنا چاہیے۔

(ح) جو شخص خود حج کرنے سے عاجز ہو اور کسی غیر کی طرف سے حج کر سکتا ہو اس پر بھی حج واجب ہے۔ یہ ہمارا مذہب ہے۔ (یعنی شوافع کا)۔ کیونکہ اس عورت نے کہا میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے حالانکہ وہ بوڑھا شخص ہے۔ اور سواری پر خود نہیں بیٹھ سکتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد نہیں فرمایا۔

(ط) عورت کا بغیر محرم کے حج کے لیے جانے کا جواز، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو باپ کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا اور محرم کو ساتھ لے جانے کا حکم نہیں دیا، یہ اس وقت ہے جب عورت کو کسی قسم کا خطرہ نہ ہو۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے، اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص موت، لنگڑاہٹ یا بڑھاپے کی وجہ سے خود حج کرنے سے عاجز ہو اس کی طرف سے دوسرا شخص حج کر سکتا ہے، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ صرف اسی میت کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے جس نے حج اسلام نہ کیا ہو، بعض متقدمین کا یہ مسلک ہے کہ میت ہو یا کوئی اور کسی شخص کی طرف سے کوئی حج نہیں کر سکتا۔ خواہ میت نے وصیت کی ہو، امام مالک کی یہ بھی ایک روایت ہے اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج ہو سکتا ہے خواہ فرض ہو یا نذر، اس نے وصیت کی ہو یا نہ، امام شافعی اور بعض فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ میت کے ترکہ سے حج کرنا واجب ہے اور ہمارے (یعنی شافعیہ کے)

نزدیک عاجز کی طرف سے نفلی حج بھی کیا جا سکتا ہے[1]

حج بدل میں احناف کا نظریہ

علامہ عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عاجز کی طرف سے نیابت جائز ہے۔ ہمارے اصحاب (احناف) نے کہا ہے کہ جو شخص اونٹ پر سوار ہو کر حج کر سکتا ہے، اس کی طرف سے دوسرا شخص حج نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس کو ایسا عجز لاحق ہو جو زائل نہ ہو سکے جیسے لنگڑا پن یا نابینائی تو پھر دوسرا شخص اس کی طرف سے حج کر سکتا ہے اور اگر اس کو ایسا عجز لاحق ہو جو زائل ہو سکے لیکن ہو دائمی تو اس کی طرف سے نیابت ہو سکتی ہے ورنہ نہیں[2]

حج بدل کے عدم وجوب میں مالکیہ کے دلائل

علامہ وشتانی نے لکھا ہے کہ علامہ مازری مالکی فرماتے ہیں کہ مخالفین کہتے ہیں کہ جو شخص حج سے عاجز ہو اس پر نائب کو طلب کرنا واجب ہے جو اس کی طرف سے حج کر سکے اور ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: من استطاع الیہ سبیلا "جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو" اور بظاہر استطاعت سے مراد بدنی استطاعت ہے کیونکہ اگر مالی استطاعت مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرماتا: احجاج البیت "بیت اللہ کا حج کرانا" اور حج مال اور بدن دونوں کی فرع ہے۔ جن فقہاء نے حج میں مالی عبادت کو ترجیح دی انھوں نے صدقات کی طرح حج میں نیابت جائز قرار دی اور جن فقہاء نے حج میں بدنی عبادت کو ترجیح دی انھوں نے نماز اور روزے کی طرح اس میں نیابت کو ناجائز قرار دیا اور قاضی عیاض نے حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حدیث میں جو اس عورت کو اس کے باپ کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا ہے یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ سالم مولیٰ ابو حذیفہ کے ساتھ بڑی عمر میں دودھ پینے سے رضاعت کا حکم خاص تھا اور دوسرے علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ بعض روایات میں ہے کہ میرے باپ نے اللہ تعالیٰ کے فریضہ کو پا لیا، جیسا کہ اس باب کی روایات میں ہے بعض روایات میں ہے کہ ایک عورت فوت ہو گئی اور اس نے حج کی نذر مانی ہوئی تھی اور بعض روایات میں ہے کہ آپ سے سوال کرنے والا ایک مرد تھا[3]

دلائل مالکیہ کے جوابات

اس حدیث کے جواب میں امام مالک کی طرف سے جو دو دلیلیں پیش کی گئی ہیں دونوں مخدوش ہیں خصوصیت کا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس کی ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ (پھر جمع کے صیغے سے فرمایا) اللہ کا حق ادا کرو، اللہ تعالیٰ حق پورا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمع کے صیغے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کا عمومی حکم دیا ہے یہ اس بات کی واضح

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۴۳۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

دلیل ہے کہ یہ حکم اس عورت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔
دوسرا جواب جس میں اس حدیث کو مضطرب کہا گیا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ایک واقعہ نہیں ہے، متعدد واقعات ہیں۔

حنابلہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جس شخص میں وجوب حج کی شرائط پائی جائیں اور وہ کسی ایسے مانع کی وجہ سے حج کرنے سے عاجز ہو جس کے زائل ہونے سے وہ مایوس ہو جیسے لنگڑاہٹ یا کوئی دائمی مرض یا اس میں کوئی ایسا پیدائشی نقص ہو جس کی بناء پر وہ سواری پر نہ بیٹھ سکے یا وہ بہت بوڑھا ہو تو جب اس کو ایسا شخص مل جائے جو اس کی طرف سے حج کر سکے تو اس پر حج کرانا لازم ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، البتہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب تک وہ بذات خود حج کرنے کا اہل نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہے یعنی اس پر حج کرانا لازم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران: ۵۷) ”جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو“ اور یہ شخص حج کی طاقت نہیں رکھتا، اور یہ وہ عبادت ہے جس میں نماز اور روزے کی طرح نیابت کا دخل نہیں ہے۔[۱]

جمہور کے نزدیک چونکہ حج میں مالی عبادات کا بھی دخل ہے اس لیے جس شخص کے پاس مال ہو اور دوسرا شخص اس کی طرف سے حج کر سکتا ہو تو عجز کی وجہ سے اس سے فرضیت ساقط نہیں ہوگی، اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس شخص سے حج بدل کرائے اور اس کی تائید ان احادیث سے ہے۔

نظریہ احناف پر دلائل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی اس مسئلہ میں احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس باب میں اصل یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچادے، خواہ وہ عمل نماز ہو، روزہ ہو صدقہ ہو یا کوئی اور عبادت ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے دو سرمئی مینڈھے ذبح کیے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے جو وحدانیت کے قائل ہوں۔ اور عبادات کی کئی قسمیں ہیں بعض مالیہ محضہ ہیں جیسے زکوٰۃ اور بعض بدنیہ محضہ ہیں جیسے نماز اور بعض مالی اور بدنی کا مجموعہ ہیں جیسے حج اور پہلی قسم (مالی عبادت) میں اختیار اور اضطرار کی دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہو جاتی ہے کیونکہ نائب کے فعل سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور دوسری قسم (بدنی عبادت) میں کسی حالت میں بھی نیابت جاری نہیں ہو سکتی، کیونکہ ان سے مقصود بدن کو مشقت میں ڈالنا ہے۔ اس لیے وہ مکلف کے اپنے فعل کے بغیر ادا نہیں ہوگی۔ اور تیسری قسم (بدنی اور مالی عبادت کا مجموعہ جیسے حج) میں عجز کے وقت نیابت جاری ہو جائے گی، کیونکہ مال کے کم ہونے سے مشقت کا مفہوم حاصل ہو جاتا ہے اور جب قدرت ہو تو نیابت جاری نہیں ہوگی کیونکہ نفس کو مشقت میں ڈالنا متحقق نہیں ہوا اور عجز میں شرط یہ ہے کہ وہ موت تک دائمی ہو کیونکہ حج کی فرضیت پوری زندگی میں ہے، اور حج نفل میں قدرت کے باوجود بھی نیابت جائز ہے، کیونکہ نوافل میں زیادہ وسعت ہے۔[۲]

---

[۱] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
[۲] علامہ ابوالحسن علی بن عبدالجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳، ص ۶۶-۶۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اموات کے لیے ایصال ثواب علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر حج اسلام فرض ہو تو اس کے وارثوں پر اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے، خواہ اس نے حج کی وصیت کی ہو یا نہ، البتہ اگر اس نے مطلقاً وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے حج کیا جا سکتا ہے[1]

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے جس طرح اس کی طرف سے حج اور صدقہ کرنا جائز ہے[2]

بَابُ[411] صِحَّةِ حَجِّ الصَّبِيِّ

نابالغ کے حج کا حکم

۳۱۴۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا الْمُسْلِمُونَ فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا فَقَالَتْ أَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام روحاء میں کچھ سواروں نے ملاقات کی، آپ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟۔ انھوں نے کہا مسلمان ہیں، پھر انھوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں سے ایک عورت نے بچے کو اُوپر اٹھا کر پوچھا: کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور تم کو بھی اس کا اجر ملے گا۔

۳۱۵۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَفَعَتِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے بچے کو اٹھا کر پوچھا یا رسول اللہ کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔

۳۱۵۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ

کریب کہتے ہیں کہ ایک عورت نے بچہ اُوپر اٹھا کر کہا: یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ
[2] شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۶ ص ۳۰۶، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود۔

بْنُ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ امْرَاَةً مَّا فَحَتْ صَبِيًّا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِهٰذَا اَجْرٌ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ۔

آپ نے فرمایا: ہاں اور تمہیں بھی اس کا اجر ملے گا۔

۳۱۵۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت ہے۔

نابالغ کے حج کے حکم میں مذاہب اربعہ

قاضی عیاض کہتے ہیں ان مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے نہیں پہچانا کہ وہ رات کا وقت تھا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دن کا وقت ہو لیکن انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے نہ پہچانا ہو کیونکہ انھوں نے اس وقت تک اپنے علاقوں سے ہجرت نہیں کی تھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور جمہور علماء کی دلیل ہے کہ بچے کا حج صحیح ہے اور منعقد ہو جاتا ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے اگرچہ اس پر جو حج اسلام فرض ہے یہ حج اس سے کفایت نہیں کرتا بلکہ یہ حج نفلی ہوتا ہے، یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے موقف پر صریح دلیل ہے، البتہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا حج صحیح نہیں ہے۔ علماء احناف یہ کہتے ہیں کہ بچے سے اس لیے حج کرایا جاتا ہے کہ بچے کو حج کرنے کی مشق ہو اور بالغ ہونے کے بعد وہ صحیح طریقہ سے حج کر سکے، اس حدیث میں احناف کے نظریہ کی تردید ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ بچوں کے حج کرنے کے جواز میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے، ہر چند کہ بعض اہل بدعت نے بچوں کو حج کرنے سے منع کیا ہے لیکن ان کا قول لائق التفات نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اجماع امت سے ان کا یہ قول مردود ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس بچے کو حج کرنے والا کہا جائے گا اور اس پر حج کے احکام جاری ہوں گے؟ اور اس میں فدیہ واجب ہوگا اور اس میں کسی کوتاہی اور قصور سے دم لازم آئے گا اور بالغین کے تمام احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟۔ امام ابوحنیفہ ان تمام چیزوں کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچے کو تمام ممنوعات سے مشق اور تعلیم کے لیے مجتنب رکھا جائے گا، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس پر حج کے احکام جاری ہوں گے اور اس کا حج منعقد ہوگا اور اس کی طرف سے نفل ہو جائے گا کیونکہ اس حدیث کے بموجب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے افعال کو حج قرار دیا ہے۔[1]

نابالغ احکام کا مکلف نہیں ہے

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے، سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے، بچے سے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

وعن المجنون حتی یعقل۔ [1] حتی کہ وہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے حتی کہ اس کی عقل ٹھیک ہو جائے۔

امام ابو داؤد کے علاوہ یہ حدیث امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دارمی اور امام حاکم نے بھی روایت کی ہے اس حدیث میں صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ بچہ پر احکام تکلیفیہ اس وقت تک لاگو نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اس لیے اگر حج میں اس سے کوئی جنایت ہو گئی تو اس کے مال سے دم (قربانی) دینا لازم نہیں آئے گا، البتہ اس کو عادی بنانے کے لیے اور اس سے مشق کرانے کے لیے اس سے کہا جائے گا کہ وہ ان چیزوں سے بچے اور ہر چند کہ یہ حج اسلام نہیں ہے اور اس حج سے اس کا فرض حج ساقط نہیں ہوگا تاہم یہ نفلی حج ہے اور یہی اس حدیث کا محمل ہے

احناف کے نزدیک نابالغ کا حج نفل ہے

علامہ نووی نے مذاہب فقہاء کا بیان کرتے ہوئے جو یہ لکھا ہے کہ باقی ائمہ اور جمہور کے نزدیک بچے کا حج نفل ہو جاتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بچے کا حج صحیح نہیں ہے، یہ انہوں نے صحیح نہیں لکھا، امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی بچے کا حج صحیح اور نفل ہے البتہ اس نے جو بچپن میں حج کیا ہے اس سے فرض حج ساقط نہیں ہوگا، اور اس کو بالغ ہونے کے بعد بشرط استطاعت دوبارہ حج کرنا ہوگا۔ علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں۔

"وما فعلہ الصبی قبل البلوغ یکون تطوعا۔" بچہ نے بلوغ سے پہلے جو حج کیا ہے وہ نفل ہوگا۔[2]

امام ابو حنیفہ کے نظریہ کی ابن حزم سے تائید

شیخ ابن حزم اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بچہ خواہ بہت چھوٹا ہو یا بڑا ہم اس کے حج کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ اور بچہ کا یہ حج نفل ہوگا، اور جو اس کو حج کرائے گا اس کو اجر ملے گا اور بچہ ان تمام چیزوں سے بچے گا جن سے محرم بچتا ہے۔ اور اگر اس نے کوئی ناجائز کام کر لیا تو اس پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے، بچہ کو اگر طاقت نہ ہو تو اس کی طرف سے طواف کیا جائے گا اور کنکریاں ماری جائیں گی، نماز روزے اور باقی احکام شرعیہ کی بھی انہیں یونہی تعلیم دینی چاہیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچے کو لے کر آئی اور پوچھا کیا اس کے لیے حج ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔ شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ حج ایک اچھا کام ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "انا لا نضیع اجر من احسن عملا" "جو شخص اچھے کام کرے ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے" اگر یہ کہا جائے کہ بچہ نیت کرنے کا اہل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نیت صرف مکلف پر لازم ہے اور بچہ مکلف ہے نہ مخاطب اور نہ مامور، اللہ تعالیٰ اس کو محض اپنے فضل سے اجر عطا فرماتا ہے جس طرح میت کی نیت ہوتی ہے نہ کوئی عمل اور اس کے متعلقین کی دعا سے اور ان کے حج روزے اور دیگر عبادات کے ایصال ثواب سے اللہ تعالیٰ میت کو محض اپنے فضل کی بناء پر اجر پہنچاتا ہے اور جب بچہ سے تکلیف ساقط ہے تو وہ حرم یا حالت احرام میں شکار کرے تو اس پر کوئی جزاء نہیں ہے، یا اگر کسی تکلیف کی بناء پر وہ سر منڈا لے تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔

---

[1] - امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور ۱۴۰۵ھ،

[2] - علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

اور نہ اس کے کسی عمل سے اس کا حج فاسد ہوگا، اس کے اعمال پر اجر ہے اور کسی عمل پر گناہ نہیں ہے۔ بکثرت احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچے نماز میں حاضر ہوتے تھے۔ حضور نے امامہ بنت ابی العاص کو گود میں لے کر خود نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس بلوغ سے پہلے نماز میں حاضر ہوتے تھے۔ اور احادیث میں ہے کہ آپ بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کر دیتے تھے وغیرہا۔[۱]

شیخ ابن حزم نے یہ جو کچھ لکھا ہے، امام ابوحنیفہ کا بھی بعینہٖ یہی نظریہ ہے۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب کو بیان کرنے میں متعدد فقہاء کا تسامح

شیخ مبارک پوری فتح الباری کے حوالے سے لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ تمام ائمہ فتویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ بلوغ تک بچے سے فرضیت حج ساقط ہے اور اس نے بچپن میں جو حج کیا ہے وہ نفل ہے۔ یہ جمہور کا نظریہ ہے، اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس کا احرام صحیح نہیں ہے اور احرام کے منافی کام کرنے سے اس پر کوئی فدیہ وغیرہ لازم نہیں ہوگا، اس سے صرف مشق کے لیے حج کرایا جاتا ہے۔ مبارک پوری لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔[۲]

علامہ نووی، حافظ ابن حجر، ملا ابن بطال، شوکانی اور مبارک پوری نے مذہب احناف کی تحقیق نہیں کی اور خود بخود یہ سمجھ لیا کہ جب امام ابوحنیفہ بچہ پر جنایت میں فدیہ لازم نہیں کرتے تو ان کے نزدیک اس کا احرام صحیح ہے نہ نفلی حج ہوتا ہے۔ حالانکہ ہم بدائع الصنائع کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک بچہ کا حج نفلی ہوتا ہے اور ان لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض امام ابوحنیفہ کے خلاف تعصب اور عناد کا نتیجہ ہے۔

شیخ داؤد ظاہری کے نظریہ کا ابطال اور احناف کے دلائل

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے شیخ داؤد بن علی ظاہری اور ان کے بعض اتباع (غیر مقلدین) نے یہ استدلال کیا ہے کہ بچہ اگر بچپن میں حج کرلے تو یہ اس کے لیے کافی ہے اور بالغ ہونے کے بعد اسے دوبارہ حج اسلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[۳]

داؤد ظاہری کا یہ نظریہ حسب ذیل صحیح اور صریح احادیث کے خلاف ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حج الصبی فھی لہ حجۃ حتی یعقل واذا عقل فعلیہ حجۃ اخری واذا حج الاعرابی فھی لہ حجۃ فاذا ھاجر فعلیہ حجۃ اخری ھذا حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ نے حج کیا تو یہ اس کا حج ہے حتیٰ کہ اسے سمجھ آجائے اور جب اس کو سمجھ آجائے تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے۔ اور جس اعرابی نے حج کیا تو یہ اس کا حج ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کرے اور

۱۔ شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۷ ص ۲۶۷۔ ۲۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

۲۔ شیخ عبدالرحمان مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۳۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔ [1]

جب اس نے ہجرت کر لی تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انھوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما صبی حج ثم بلغ الحنث علیہ حجۃ اخری وایما اعرابی حج ثم ہاجر فعلیہ ان یحج حجۃ اخری وایما عبد حج ثم عتق فعلیہ حجۃ اخری رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بچہ نے حج کیا پھر اس نے بلوغت کی عمر کو پا لیا، اس پر دوسرا حج کرنا لازم ہے، اور جس اعرابی نے حج کیا پھر ہجرت کی اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے اور جس غلام نے حج کیا اور پھر وہ آزاد کر دیا گیا اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے۔ حافظ الہیثمی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے [3]

عن یونس بن عبید صاحب الحلی قال سالت ابن عباس عن المملوک اذا حج ثم عتق بعد ذلک قال علیہ الحج ایضا وعن الصبی یحتلم قال یحج ایضا۔ [4]

یونس بن عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ غلام اگر حج کرنے کے بعد آزاد کر دیا جائے تو؟ فرمایا اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے، پھر پوچھا کہ اگر بچہ حج کرنے کے بعد بالغ ہو جائے فرمایا وہ بھی حج کرے گا۔

دلائل احناف کی وضاحت

ان احادیث سے داؤد بن علی ظاہری کا رد واضح ہے اور حقیقت میں ان صحیح اور صریح احادیث سے ائمہ ثلاثہ کا بھی رد ہو جاتا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اگر بچہ سے حج فاسد ہو جائے تو اس پر اس کی قضاء لازم ہے اور اگر کوئی جنایت ہو تو اس پر دم لازم ہے، کیونکہ بچہ نے بلوغت سے پہلے جو حج کیا ہے وہ اس کے حج اسلام سے اس لیے کافی نہیں ہوتا کہ اس پر حج فرض نہیں ہے اور جب اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے تو حج کے ارکان بھی فرض نہیں ہیں اس لیے کسی رکن کے ترک کرنے یا اس کو فاسد کرنے سے اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا اور کسی رکن میں کمی کی وجہ سے اس پر دم لازم نہیں ہوگا اور حج میں اس کے افعال تربیت اور مشق کے لیے ہوں گے اور یہ اس کی نفلی عبادت ہو گی، یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا نظریہ ہے اور احادیث اور نظر صحیح سے اسی

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشا پوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۴۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمہ

[2] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، ج ۳ ص ۲۰۶۔۲۰۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[3] امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبری ج ۵ ص ۱۸۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۳۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔

بَابُ فَرْضِ الْحَجِّ مَرَّةً فِي الْعُمُرِ

زندگی میں حج کی فرضیت ایک بار ہے۔

۳۱۵۳۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض ہو گیا۔ پس حج کیا کرو! ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار یہی عرض کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے۔ جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں تم ان کا سوال مت کیا کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرتے تھے، لہٰذا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کیا کرو اور جب میں کسی چیز سے روک دوں تو اس کو چھوڑ دیا کرو۔

امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا

بعض علماء نے کہا ہے کہ حج ہجرت کے پانچویں سال فرض ہوا اور بعض نے کہا کہ نویں سال فرض ہوا ہے اس وجہ سے اس حدیث میں جس واقعہ کا بیان ہوا ہے، یہ حجۃ الوداع سے پہلے کا ہے۔

بعض دوسری روایات میں صراحت کے ساتھ بیان ہے کہ یہ سائل اقرع بن حابس تھے، اصولیین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اور تیسرا قول اس میں توقف کا ہے۔ ملا جیون حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امر کا صیغہ باعتبار وجوب کے تکرار کا تقاضا نہیں کرتا جیسا کہ ایک قوم کا نظریہ ہے نہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ امام شافعی کا نظریہ ہے، یعنی جب مثلاً صلوا کہا گیا تو اس کا معنی ہے ایک بار نماز پڑھو اور ہمارے نزدیک یہ تکرار کا بالکل تقاضا نہیں کرتا اور اس حدیث کے پیش نظر ایک قوم کا نظریہ یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے ورنہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ آپ سے یہ نہ پوچھتے کہ یارسول اللہ کیا حج ہر سال فرض ہے[1]

---

[1] علامہ احمد جیون متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۳۰، ۲۹، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلیل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہاں کہتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا، علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے اور آپ کے احکام جاری کرنے کے لیے وحی کی شرط نہیں ہے اور یہی مذہب ہے۔ باب نمبر ۴۴۵ "محرم کے لباس کی بحث میں ہم اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق بیان کر چکے ہیں۔

اباحت اصلیہ کی تحقیق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرونی ما ترکتکم "جس چیز کا حکم میں نے نہیں بیان کیا اس کے بارے میں سوال مت کرو" علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ احکام میں اصل عدم الوجوب ہے اور شریعت کے وارد ہونے سے پہلے کوئی حکم نہیں ہے محققین کے نزدیک یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ "ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں"[۱]

علامہ وشتانی نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے[۲]

علامہ شامی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے تحریر میں تصریح کی ہے کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ علامہ قاسم نے بھی یہی لکھا ہے، ہدایہ کی فصل حداد اور فتاویٰ قاضی خاں کی حظر اور اباحت کی بحث میں یہی لکھا ہے اور شرح التحریر میں ہے کہ بصرہ کے معتزلہ، شوافع اور احناف بصرہ سے عراقیین کا یہی نظریہ ہے۔ امام محمد نے جو مسائل بیان کیے ہیں ان سے بھی یہی پتا چلتا ہے[۳]

اباحت اصلیہ سے مراد یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جن چیزوں کا حکم دیا وہ فرض یا واجب یا مستحب ہو گئیں اور جن چیزوں سے منع کر دیا وہ حرام یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہو گئیں، لیکن جن چیزوں سے شارع نے روکا نہ ان کا حکم دیا وہ اپنی اصل پر مباح ہیں اور ان کے کرنے یا نہ کرنے میں بندے کو اختیار ہے مثلاً دن اور رات کے بعض اوقات میں شارع نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور بعض اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا ہے اس کے علاوہ جو اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنے کا حکم ہے نہ نماز پڑھنے کی ممانعت ہے ان میں بندے کو اختیار ہے ان اوقات میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد بعض مسلمان کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کا حکم ہے نہ ممانعت اس لیے یہ بھی اصالۃً مباح ہے، البتہ اس پر فرض ایسا دوام نہ کریں اور نہ پڑھنے والوں کو ملامت نہ کریں، کیونکہ مستحب کام کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی اور اس وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا تو مباح ہے اور پڑھنے والوں پر ملامت کرنا حضور کے ادب اور محبت سے بعید ہے۔

دین میں آسانی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کرو" یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے اور اس سے اسلام کا اہم قاعدہ معلوم ہوتا ہے مثلاً جب طاقت

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۵۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۳] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۹۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

ہے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو، ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھ لو۔ بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر اشاروں سے پڑھ لو، اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین یا طیارہ بغیر وقفہ کے سفر کرتا رہتا ہے تو چلتی ہوئی ٹرین اور اڑتے ہوئے طیارہ پر جس طرح ہو سکے نماز پڑھ لو، وضو نہیں کر سکتے تو تیمم کر لو، کسی عضو کو دھونے میں تکلیف ہوتی ہے تو مسح کر لو اور وہ بھی نہیں کر سکتے تو چھوڑ دو۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم "اللہ تعالیٰ سے اپنی استطاعت کے مطابق ڈرو" رہا یہ کہ دوسری آیت میں ہے: اتقوا اللہ حق تقاتہ "اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے" اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم سے منسوخ ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ کا بیان فاتقوا اللہ ما استطعتم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کیا جائے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو کیا جائے اور جن سے بچنے کا حکم دیا ہے ان سے بچا جائے اس سے زیادہ انسان استطاعت نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی استطاعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا نیز فرمایا وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں تنگی نہیں رکھی۔

باب ۲۱۳ سَفَرِ الْمَرْاَةِ مَعَ مَحْرَمٍ اِلٰی حَجٍّ وَّغَیْرِہٖ

عورت کو محرم کے ساتھ حج کرنے کا حکم

۳۱۵۴ - حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَا حَدَّثَنَا یَحْیٰی وَھُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَۃُ ثَلَاثًا اِلَّا وَمَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔

۳۱۵۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَۃَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ جَمِیْعًا عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ وَّقَالَ ابْنُ نُمَیْرٍ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَنْ اَبِیْہِ ثَلَاثَۃً اِلَّا وَمَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ

ابن نمیر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے اس میں بھی محرم کے ساتھ تین دن کے سفر کا ذکر ہے۔

۳۱۵۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْکٍ اَخْبَرَ الضَّحَّاکُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہے وہ بغیر محرم کے تین راتوں کی مسافت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ ثَلٰثِ لَيَالٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.

کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

٣١٥٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثًا فَأَعْجَبَنِي فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَقُولُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ أَسْمَعْ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا أَوْ زَوْجُهَا.

قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی میں نے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی ہے؟ انھوں نے فرمایا: کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کر سکتا ہوں جو میں نے آپ سے نہ سنی ہو! انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں کے سوا سامانِ سفر نہ باندھا جائے، میری مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میں نے آپ سے یہ بھی سنا ہے آپ نے فرمایا کوئی عورت دو دن کا سفر بغیر خاوند یا محرم کے نہ کرے۔

٣١٥٨ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعًا فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي نَهٰى أَنْ تُسَافِرَ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَاقْتَصَّ بَاقِيَ الْحَدِيثِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے بہت پسند ہیں۔ آپ نے عورت کو تنہا دو دن کا سفر کرنے سے منع کیا ہے الا یہ کہ اس کے ساتھ خاوند یا محرم ہو۔

٣١٥٩ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر محرم کے عورت کو تین دن کے سفر سے منع فرمایا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ ثَلَاثًا اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ۔

۳۱۶۰ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ امْرَاَةٌ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا وَمَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین راتوں سے زیادہ سفر نہ کرے۔

۳۱۶۱ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ۔

قتادہ کی روایت میں ہے کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہ کرے۔

۳۱۶۲ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ لَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُوْ حُرْمَةٍ مِنْهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کے لیے محرم کے بغیر ایک رات کی مسافت کا سفر کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۳ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کا بغیر محرم کے ایک دن کی مسافت کا بھی سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کا ایک دن اور رات کا سفر بغیر محرم کے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ عَلَيْهَا۔

کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُسَافِرُ ثَلَاثًا اِلَّا مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِّنْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لیے بغیر محرم کے تین دن کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُوْنُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا اِلَّا وَمَعَهَا اَبُوْهَا اَوِ ابْنُهَا اَوْ زَوْجُهَا اَوْ اَخُوْهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ مِّنْهَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو، اس کے لیے اس کے باپ بیٹے، بھائی، خاوند یا کسی اور محرم کے بغیر تین دن کا سفر جائز نہیں ہے

۳۱۶۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۱۶۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے ہوئے فرمار ہے تھے کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے الّا یہ کہ اس کا محرم ساتھ ہو، اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری بیوی حج کو جارہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا ہوا ہے؛

يَقُوْلُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ امْرَأَتِيْ خَرَجَتْ حَاجَّةً وَإِنِّيْ اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ۔

آپ نے فرمایا: جاؤ تم بھی اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

۳۱۶۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۱۷۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُوْمِيَّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ بغیر محرم کے تنہائی میں نہ رہے۔

بغیر زوج یا محرم کے عورت پر حج کی فرضیت میں شوافع کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے، جب تک عورت اپنی عزت کے بارے میں مطمئن اور بے خوف نہ ہو اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہے اور یہ اطمینان خواہ خاوند سے حاصل ہو خواہ نسبی محرم سے خواہ سسرالی محرم سے خواہ چند مستند عورتوں سے، ان تین (زوج، محرم، یا چند مستند عورتوں کی رفاقت) میں سے جس کی رفاقت بھی میسر آگئی عورت پر بالاتفاق حج لازم آجائے گا اور اگر تینوں میں سے کوئی بھی میسر نہ ہو تو صحیح مذہب یہ ہے کہ عورت پر حج لازم نہیں ہو گا، خواہ صرف ایک عورت کی رفاقت میسر ہو یا نہ ہو۔[1]

علامہ رافعی شافعی لکھتے ہیں کہ جب تک عورت کو اپنے محفوظ ہونے کے بارے میں اطمینان نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہوتا اگر اس کے ساتھ اس کا خاوند یا نسبی یا سسرالی محرم جا رہا ہے تو فبہا ورنہ ہم دیکھیں گے اگر اس کے ساتھ جانے کے لیے چند معتمد عورتیں مل گئیں تو اس پر حج فرض ہے اور اگر چند معتمد عورتیں نہ ملیں تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس پر حج فرض نہیں ہے اور اس کے علاوہ دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ایک عورت کے ساتھ بھی اس پر حج فرض ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تنہا عورت پر بھی حج فرض ہے، یہ کرابیسی کا قول ہے انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اے عدی اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے آکر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہو گا، نیز جو عورت دار الکفر میں مسلمان ہو تو اس پر

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷، ص ۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے خواہ وہ تنہا ہو، اس قول کی پہلی دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ حضرت عدی بن حاتم کی حدیث وجوب کا تقاضا نہیں کرتی اور دوسری دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ جو عورت دارالکفر میں مسلمان ہوئی ہو اس کی جان اور عزت کو راستہ کی بہ نسبت دارالکفر میں زیادہ خطرہ درپیش ہے[۱] ذخیال رہے کہ دارالکفر سے ہجرت کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہاں اسلامی احکام پر عمل کرنا ممکن نہ ہو اور اس کو اپنے دین اور اپنی جان کا خطرہ ہو، نووی علی المسلم ج ۱ ص ۴۳۳)۔

حضرت عدی بن حاتم کی مذکور الصدر روایت کی تحقیق کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح بخاری، مسند احمد، مسند بزار، سنن بیہقی اور معجم طبرانی میں ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کی بشارت دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسن ہو پس معلوم ہوا کہ عورت کے سفر کے لیے محرم ہونا شرط نہیں ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی خبر محض اس کے جواز پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کے باوجود حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ کسی شخص کی قبر کے پاس سے گذرنے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا، اور اس حدیث میں تمنا کے جواز کی نہیں بلکہ اس کے وقوع کی دلیل ہے[۲]

زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا نظریہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ نفلی حج، زیارت، تجارت یا کسی اور مقصد کے لیے آیا عورت کسی ایک مستند اور معتمد عورت یا متعدد معتمد عورتوں کے ساتھ سفر کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں جن کو شیخ ابو حامد، علامہ ماوردی، علامہ محاملی اور دوسرے فقہاء نے باب الاحصار میں بیان کیا ہے اور قاضی حسین، علامہ بغوی اور علامہ رافعی وغیرہم نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سفر بھی حج کی طرح جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے اور تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہی حکم صحیح ہے۔ کتاب الام میں بھی یہی مذکور ہے، اس سفر کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے اور صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایک روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر کے ساتھ جہاد میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری بیوی حج کے لیے جانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس کے ساتھ حج کے لیے جاؤ۔ اور حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت زوج یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے، یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے بغیر محرم کے ایک دن یا ایک رات کا تنہا سفر جائز نہیں ہے، یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ایک

---

[۱] علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ، فتح العزیز شرح الوجیز مع شرح المہذب ج ۷، ص ۲۴-۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[۲] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلخیص الحبیر مع شرح المہذب ج ۷، ص ۲۴-۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت

دن کے اور ایک روایت میں ایک رات کے بغیر محرم کے سفر سے منع فرمایا ہے [۱]

زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ

امام مالک فرماتے ہیں کہ جس عورت نے حج نہ کیا ہو اور اس کا کوئی محرم نہ ہو یا محرم تو ہو لیکن وہ اس کے ساتھ کسی وجہ سے حج پر نہ جا سکتا ہو تو وہ عورت اللہ تعالیٰ کے فریضہ حج کو ترک نہ کرے اور عورتوں کی جماعت کے ساتھ چلی جائے [۲]

علامہ ابوالولید باجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا "جن لوگوں کو استطاعت ہے ان پر اللہ تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا لازم ہے" اور یہ آیت اس سے عام ہے کہ محرم ہو یا نہ ہو، اس لیے اس کو عموم پر محمول کیا جائے گا، اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جب اس عورت اور مکہ کے درمیان دو راتوں کی مسافت کا فاصلہ ہو تو اس کے لیے محرم شرط نہیں ہے۔ فلہٰذا تین راتوں کی مسافت کے لیے بھی محرم شرط نہیں ہو گا کیونکہ یہ دونوں مسافت ہیں۔

علامہ ابوالولید لکھتے ہیں کہ یہ حکم حج فرض کا ہے اور نفلی حج میں عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے، اور باقی سفروں کا بھی یہی حکم ہے [۳]

زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس عورت کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج واجب نہیں ہے، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں میں نے امام احمد سے کہا ایک عورت امیر ہے اور اس کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج فرض ہے؟ کہا نہیں، نیز امام احمد نے تصریح کی ہے کہ محرم سبیل اور استطاعت میں داخل ہے، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وجوب حج کے لیے محرم شرط نہیں ہے، لیکن حنابلہ کا مذہب پہلا قول ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے [۴]

عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بغیر زوج یا محرم کے عورت کا سفر حج پر جانا جائز نہیں ہے اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب عورت کے ساتھ معتمد عورتیں ہوں تو وہ حج پر جا سکتی ہے خواہ اس کے ساتھ محرم نہ ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استطاعت کی تفسیر میں سفر خرچ اور سواری کو بیان کیا ہے اس لیے عورت کے واسطے محرم کی شرط لگانا قرآن مجید پر زیادتی ہے، جس کو تم نسخ سے تعبیر کرتے ہو، نیز یہ سفر فرض کو ادا کرنے کے لیے ہے اس لیے اس میں محرم

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۸۸-۸۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۲۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۲۶۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ،
۳۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۸۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۲ھ
۴۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۹۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

کی شرط نہیں ہوگی جیسا کہ سفر ہجرت میں محرم کی شرط نہیں ہے کیونکہ جو عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے وہ بغیر محرم کے دارالاسلام کی طرف ہجرت کر سکتی ہے، نیز فرض کو ادا کرنے کی ایسی شرائط ہوتی ہیں جو مکلف کے اختیار میں ہوں، اور محرم کو جانے پر مجبور کرنا عورت کے اختیار میں نہیں ہے، نہ عورت کے لیے سفر حج کی خاطر نکاح کرنا واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے احرام کے لیے محرم شرط نہیں ہے۔ لیکن عورت پر فتنہ سے بچنا واجب ہے، اور مردوں کے ساتھ مل جل کر جانے میں فتنہ ہے اور اکیلے جانے سے عورت گھبراتی ہے اس لیے وہ معتمد عورتوں کے ساتھ چلی جائے جن کے ساتھ وہ مانوس رہ سکے اور میل جول میں مردوں کی محتاج نہ ہو۔

علامہ سرخسی مزید لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ حدیث ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے خاوند یا محرم کے بغیر تین دن اور تین راتوں کی مسافت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک شخص نے کہا میرا ارادہ فلاں غزوہ میں جانے کا ہے اور میری عورت کا حج کا ارادہ ہے اب میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورت سے علیحدہ مت ہو۔" اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سفر کا ذکر فرمایا، اس سے صحابہ نے سفر حج سمجھا تھا۔ اس وجہ سے سائل نے یہ سوال کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ وہ جہاد چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ جائے اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت بغیر محرم یا خاوند کے سفر حج پر نہیں جا سکتی، کیونکہ عورت اپنے اختیار سے ایک سفر پر جا رہی ہے اس لیے وہ باقی سفروں کی طرح زوج یا محرم کے بغیر نہیں جا سکتی اور ہجرت کرنے والی عورت کا مسئلہ جدا ہے کیونکہ وہ اختیاراً نہیں بلکہ اضطراراً نجات حاصل کرنے کے لیے جا رہی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس کو راستہ میں مسلمانوں کا لشکر مل جائے اور اس کو پناہ اور امن حاصل ہو جائے تو اب بغیر محرم کے جانا اس کے لیے جائز نہیں ہے، اور پہلے اپنی جان بچانے کے لیے اس کا جانا اضطراراً تھا۔ نیز عورت فتنہ کا محل ہے اور جب زیادہ عورتیں مل کر جائیں گی تو فتنہ کا زیادہ محل ہوگا اور یہ فتنہ کسی محافظ کی وجہ سے ہی اٹھ سکتا ہے جو عورت کی حفاظت کرے اور خود اس کی خواہش نہ کرے، اور ایسا شخص محرم ہی ہو سکتا ہے اور محرم کی تفسیر یہ ہے جس کے ساتھ عورت کا نکاح دائماً جائز نہ ہو خواہ اس کا سبب نسبی قرابت ہو، دودھ کا رشتہ ہو یا سسرالی رشتہ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ محرم کا عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی کوئی طمع نہیں ہوتی کیونکہ وہ عورت اس پر دائماً حرام ہے بنابریں عورت اس کے ساتھ سفر پر بھی جا سکتی ہے۔[1]

عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات

علامہ نووی اور علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہما نے احناف پر اعتراض کیا ہے کہ احناف نے محرم یا زوج کی شرط اس حدیث کی بنا پر مقرر کی ہے کہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بغیر زوج یا محرم کے تین دن سفر کرنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ جس طرح تین دن سے ممانعت کی روایت ہے اسی طرح دو دن سے، ایک دن سے اور ایک برید (بارہ میل) سے سفر کی بھی ممانعت ہے اس لیے یہ حدیث ان کے مدعا پر

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

دلیل نہیں ہو سکتی، اس اعتراض کے متعدد جواب ہیں۔

امام ابوجعفر طحاوی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ جب دو حدیثیں متعارض ہوں اور تاریخ معلوم نہ ہو جس کی وجہ سے ان میں مقدم، مؤخر اور منسوخ اور ناسخ کو متعین کیا جا سکے تو ان میں جو حدیث عام ہو اس کو دوسری حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے اور تین دن کے سفر سے ممانعت والی حدیث تین دن سے کم سفر سے ممانعت والی حدیث سے عام ہے کیونکہ جب تین دن سے کم ممانعت ثابت ہوگی تو تین دن کی ممانعت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی لیکن جب تین دن کی ممانعت ثابت ہو تو تین دن سے کم کی ممانعت کا ثابت ہونا ضروری نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ تین دن کی ممانعت لازم ہے خواہ تین دن کی ممانعت ثابت ہو یا تین دن سے کم کی ممانعت ثابت ہو اس لیے اس حدیث کو ترجیح ہے۔

اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ تین دن سے ممانعت کی روایت حکماً متواتر ہے اور تین دن سے کم ممانعت والی احادیث کی بہ نسبت یہ روایت زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تین دن کی ممانعت کی روایت ہے اور یہ تمام روایات متفق ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر سے تین دن سے کم کی ممانعت کی روایت نہیں ہے اس کے برخلاف جن صحابہ سے تین دن سے کم کی روایت ہے ان کی روایت میں تعارض ہے، کیونکہ جس طرح ان سے تین دن سے کم کی روایت ہے اسی طرح ان سے تین دن کی ممانعت کی روایت بھی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دن کی ممانعت کی روایت ہے اور صحیح مسلم میں ان سے تین دن کی ممانعت کی روایت ہے اور امام طحاوی نے متعدد اسانید سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین دن کی ممانعت کی حدیث روایت کی ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دو دن کی ممانعت کی روایت ہے اور صحیح مسلم اور طحاوی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے تین دن کی ممانعت کی بھی روایت ہے۔ حضرت ابوسعید کی تین دن کی ممانعت کی روایت سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بھی دو دن کی ممانعت کی روایت ہے۔ اور مسند احمد کے حوالے سے مجمع الزوائد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے تین دن کی ممانعت کی بھی روایت ہے اور حافظ الہیثمی نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے برید کی ممانعت کی روایت ہے اور حضرت ابوہریرہ سے ہی صحیح مسلم میں تین دن کی ممانعت کی بھی روایت ہے۔

الغرض، جن صحابہ سے ایک دن یا دو دن یا برید کی ممانعت کی احادیث مروی ہیں ان کی یہ روایات متعارض ہیں کیونکہ انہی صحابہ سے تین دن کی ممانعت کی احادیث بھی مروی ہیں جیسا کہ ہم نے بحوالہ بیان کر دیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تین دن کی ممانعت کی حدیث تعارض سے سالم ہے، کیونکہ ان سے اور کوئی روایت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر کی یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ صحیح ابن خزیمہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے، حضرت ابن عمر کے علاوہ تین دن کے سفر سے ممانعت کی روایت، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے جس کو حافظ الہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند کی توثیق کی ہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی تین دن کی ممانعت کی روایت ہے جس کو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی تین دن کی ممانعت کی روایت ہے جس کو امام دارقطنی نے اپنی سنن

میں بیان کیا ہے۔

مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ تین دن سے ممانعت کی روایت کو دو وجہ سے ترجیح ہے ایک تو یہ روایت حضرت ابن عمر، حضرت عدی بن حاتم، حضرت عکرمہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بلا تعارض مروی ہے اور دوسری ترجیح یہ ہے کہ یہ روایت زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہے کیونکہ حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے باوجود تین دن سے کم ممانعت کی روایات کے تین دن کی ممانعت کی روایت بھی ہے اس وجہ سے اس روایت کے طرق اور اسانید زیادہ ہو گئے اور یہ واضح ترجیح ہے، مثلاً حضرت ابوہریرہ سے ایک دن کی ممانعت مروی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں بشمول حضرت ابوہریرہ سات صحابہ سے تین دن کی ممانعت مروی ہے اور ایک کے مقابلہ میں سات کی روایت واضح ترجیح ہے۔

اس اشکال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حافظ زیلعی نے لکھا کہ علامہ منذری نے کہا ہے کہ ان احادیث میں اس لیے تعارض نہیں ہے کیونکہ ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ احکام بیان کیے گئے ہیں جو آپ نے متعدد مواقع پر بیان فرمائے[1] اس جواب کو علامہ عینی نے بھی علامہ منذری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جب مسلمان بہت کم تھے اور کفار بہت زیادہ تھے جس وجہ سے اہل اسلام کمزور تھے اور کفار اور مشرکین کا خوف غالب تھا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو زوج اور محرم کے بغیر ایک برید (بارہ میل) کی مسافت کے سفر سے بھی منع کر دیا۔ پھر جب مسلمانوں کو قدرے قوت حاصل ہوئی تو عورت کو بغیر زوج اور محرم کے ایک دن کی مسافت کے سفر سے منع کر دیا، پھر جب زیادہ قوت حاصل ہوئی تو دو دن کی مسافت کے سفر سے منع کر دیا اور جب مسلمانوں کو مکمل جمعیت اور قوت حاصل ہو گئی تو آپ نے عورت کو زوج اور محرم کے بغیر تین دن کے سفر سے منع کر دیا۔ ان مختلف احادیث میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کی ممانعت آخری حدیث ہے اور احکام شرعیہ کا مدار اسی حدیث پر ہوگا۔

اس اشکال کا چوتھا جواب یہ ہے کہ چونکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ سفر کے احکام شرعیہ تین دن پر مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں بیان ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور مسافر کے لیے تین دن ہے اور یہ حدیث اس بات پر واضح قرینہ اور دلیل ہے کہ سفر کے احکام تین دن پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے اس روایت کو ترجیح دی جائے گی جس میں عورت کو تین دن کے سفر سے منع کیا گیا ہے۔

اس اشکال کا پانچواں جواب یہ ہے کہ احناف کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ عام حالات میں عورت کو خاوند اور محرم کے بغیر تین دن کے سفر سے منع کیا جائیگا۔ اور جب حالات خراب ہوں اور فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہو تو عورت کو خاوند اور محرم کے بغیر ایک دن کے سفر سے بھی منع کیا جائے گا، اس طرح احناف کا عمل دونوں حدیثوں پر ہے یعنی تین دن کی ممانعت والی حدیث پر بھی اور ایک دن کی ممانعت والی حدیث پر بھی۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے بغیر زوج اور محرم کے عورت کے سفر کی ایک دن کی مسافت کی کراہت بھی مروی ہے۔ شرح اللباب میں ہے کہ زمانہ کے فتنہ اور فساد کی وجہ سے اسی قول پر

---

[1] حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۱ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ

فتویٰ دینا چاہیے اور اس کی تائید صحیحین کی اس حدیث سے ہے، جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو وہ بغیر محرم کے ایک دن اور رات کی مسافت کا سفر نہ کرے، لیکن فتح القدیر میں یہ ہے کہ چونکہ ظاہر مذہب تین دن کی ممانعت ہے اس لیے اگر عورت اور مکہ کے درمیان تین دن سے کم کی مسافت ہے تو اس کا خاوند اس کو حج سے منع نہ کرے۔[1]

اگر یہ کہا جائے کہ عام حالات میں تو تین دن کی ممانعت پر عمل کرنا چاہیے اور اگر خدانخواستہ حالات خراب ہو جائیں اور فتنہ اور فساد کا زیادہ اندیشہ ہو تو حالات کے اعتبار سے دو دن سے لے کر ایک برید تک کے سفر سے ممانعت پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ قول احادیث کے مطابق ہے اور اس میں فقہ حنفی کی بھی رعایت ہے۔

ایک بحث یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یخلون رجل لامرأة الا ومعها ذو محرم ولا تسافر المرأة الا مع ذی محرم[2]

علامہ نووی نے اس روایت پر اعتماد کر کے یہ کہا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک بغیر محرم کے عورت کا سفر کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور شیخ ابن حزم نے بھی اسی روایت پر بنا کی ہے اور جن ائمہ نے تین دن سے کم مسافت کے سفر کی اجازت دی ہے ان پر ابن حزم نے حسب عادت غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے[3] حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ احناف مطلق کو مقید پر محمول نہیں کرتے لیکن یہاں انھوں نے مطلق کو مقید پر محمول کر دیا ہے۔

ان تمام اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بکثرت روایات میں تین دن کی مسافت سے سفر کی ممانعت آئی ہے اس لیے یہ روایت ابتداء اسلام پر محمول ہے جب کفر کا غلبہ تھا اور مسلمان کمزور تھے اس وقت بغیر زوج یا محرم کے عورت کو مطلق سفر کی اجازت نہ تھی اور جیسے جیسے مسلمان غالب آتے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں وسعت کو اختیار فرمایا تا آنکہ تین دن کی ممانعت کا امر مقرر ہو گیا اور شیخ ابن حزم نے اس کے معارضہ میں تین دن سے زیادہ سفر کی ممانعت کی احادیث جو ذکر کی ہیں وہ سب سنداً مجروح ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ تین دن سے سفر کی ممانعت بہت مشہور تھی اس لیے آپ نے اس کا ذکر نہ کیا ہو یا بعد کے کسی راوی نے ذکر نہ کیا ہو، اور اس حدیث کو ان میں سے کسی نہ کسی ایک احتمال پر محمول کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ اس کا دوسری بکثرت صحیح روایات سے تعارض لازم نہ آئے، علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت اس لیے مرجوح ہے کہ اس میں زیادتی کا ذکر نہیں ہے جو دوسری روایات میں ہے۔

زمانہ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق

شیخ انور شاہ کشمیری نے اس بحث میں لکھا ہے کہ اگر امن کا زمانہ ہو اور عورت کو اعتماد ہو تو وہ تنہا بھی سفر پر جا سکتی ہے انھوں نے کہا کہ یہ چیز احادیث سے ثابت ہے اور فقہ حنفی میں جو عورت کو بغیر محرم کے سفر سے منع کیا گیا ہے وہ فتنہ اور فساد

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۷، ص ۵۰-۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ الطبعۃ الاولی ۱۳۴۹ھ

کے زمانے کے ساتھ مخصوص ہے، شیخ انور شاہ کشمیری کی عبارت کا متن حسب ذیل ہے:

فی کتب الحنفیۃ عامۃ عدم جواز السفر الا مع محرم قلت ویجوز عندی مع غیر محرم ایضا بشرط الاعتماد والامن عن الفتنۃ وقد وجدت لہ مادۃ کثیرۃ فی الاحادیث اما فی الفقہ فہو مسائل الفتن۔[1]

کتب حنفیہ میں بالعموم (بلکہ سب کتابوں میں سیدی) یہ تصریح ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہیں کر سکتی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اعتماد ہو اور فتنہ نہ ہو تو عورت کا بغیر محرم کے سفر بھی جائز ہے اور احادیث میں ایسے واقعات بکثرت ہیں اور فقہ میں جو ممانعت کی گئی ہے وہ فتنہ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخ بدر عالم میرٹھی نے فیض الباری کے حاشیہ میں ان واقعات کی نشاندہی کی ہے، لکھتے ہیں:

یقول العبد الضعیف منھا امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابا العاص ان یرسل زینب رضی اللہ عنہا مع رجل لم یکن لہا محرما۔ ومجیء عائشۃ رضی اللہ عنہا فی قصۃ الافک۔[2]

بندہ ضعیف یہ کہتا ہے کہ ان واقعات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو العاص کو یہ حکم دینا ہے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ایک ایسے شخص کے ساتھ بھیجے جو ان کا محرم نہ تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تہمت والے واقعہ میں آنا ہے۔

شیخ کشمیری کا نے جو لکھا ہے کہ امن کے زمانہ میں جب عورت کو اعتماد ہو تو وہ تنہا سفر کر سکتی ہے یہ ان کی منفرد رائے ہے، کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ایک عورت کا تنہا سفر پر جانا جائز نہیں ہے البتہ متعدد ثقہ عورتوں کے ساتھ ایک عورت فرض حج کے لیے جا سکتی ہے اور فرض حج کے علاوہ اور کسی سفر کے لیے وہ بغیر محرم کے سفر کی مطلق اجازت نہیں دیتے۔ امام احمد کے نزدیک بغیر زوج کے عورت مطلقاً سفر نہیں کر سکتی[3] اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تین دن کی مسافت (۹۸.۷۳ کلو میٹر) کا سفر عورت بغیر محرم کے نہیں کر سکتی[4] اور غیر مقلدین کے نزدیک بھی عورت بغیر محرم کے مطلقاً سفر نہیں کر سکتی۔ شیخ ابن حزم کا حوالہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں: قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسافر المرأۃ الا مع محرم عام فی کل سفر حدیث رسول۔ "عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے" ہر سفر کو شامل ہے[7] اس لیے شیخ کشمیری کا یہ شذوذ اور تفرد مذاہب اربعہ کے علاوہ غیر مقلدین کے نظریہ کے بھی خلاف ہے۔

[1] شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۳۹، مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

[2] شیخ بدر عالم میرٹھی ۱۳۸۵ھ، حاشیہ فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۷، " " "

[3] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[4] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۸۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

[5] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ،

[6] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ،

[7] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۱، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۳۹۸ھ

شیخ بدر عالم میرٹھی نے اس سلسلہ میں کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ایک ایسے شخص کے ساتھ بھیج دے جو ان کا محرم نہیں تھا، پہلے ہم اس واقعہ کو مکمل تحقیق کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ پھر جواب عرض کریں گے۔

علامہ عبدالرحمٰن سہیلی اسیران بدر کو فدیہ کے عوض آزاد کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے شوہر ابوالعاص (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ وہ مکہ جاکر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے (کیونکہ ان کے کفر کی وجہ سے اب ان کا حضرت زینب سے فراق واجب ہو گیا تھا بعد میں جب انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے حضرت زینب کو نکاح سابق یا عقد جدید کے بعد لوٹا دیا) جب ابوالعاص چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا تم بطن یاجج میں ٹھہرنا اور جب (حضرت) زینب (رضی اللہ عنہا) تمہارے پاس سے گذریں تو ان کو ساتھ لے کر یہاں آنا، وہ دونوں اس جگہ گئے۔ یہ واقعہ جنگ بدر کے ایک ماہ بعد کا ہے۔ ابوالعاص جب مکہ پہنچے تو انھوں نے حضرت زینب سے کہا کہ وہ اپنے والد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلی جائیں اور حضرت زینب روانہ ہو گئیں، کفار کو جب پتا چلا کہ وہ مکہ سے نکل گئی ہیں تو انھوں نے ان کی طلب میں لوگوں کو روانہ کیا۔ مقام ذی طویٰ میں ہبار بن اسود بن مطلب فہری نے ان کو جالیا اس نے آپ کے ہودج پر نیزہ مارا جس سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا آپ گر گئیں اور خون جاری ہو گیا اس وقت آپ کے دیور کنانہ نے آپ کا دفاع کیا حضرت زید اور انصاری صحابی کے ساتھ آپ مدینہ پہنچیں اور بالآخر آپ اپنے شوہر کے اسلام کے بعد مدینہ میں اسی تکلیف میں مبتلا رہ کر فوت ہو گئیں [1] انا للہ وانا الیہ راجعون!

حافظ ابن کثیر ۲ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک انگوٹھی دے کر بھیجا تاکہ حضرت زینب کو لے کر آئیں۔ حضرت زید بن حارثہ نے جبلہ سے ایک چرواہے کو مکہ بھیجا اور اس کو وہ انگوٹھی دی، حضرت زینب نے وہ انگوٹھی پہچان لی اور پوچھا کس نے دی ہے کہا مکہ کے باہر ایک شخص ہے۔ حضرت زینب رات کو مکہ سے چلی گئیں اور حضرت زید کے ساتھ مدینہ آگئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو دیکھ کر فرمایا: افضل بناتی اصیب فی "یہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے جو میری وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئی" ——— حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اسی طرح لکھا ہے جیسا کہ ہم پہلے علامہ سہیلی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ [2]

اس واقعہ کی تفصیل جاننے کے بعد اس کے متعدد جوابات ظاہر ہو گئے۔ پہلا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو جو بغیر زوج یا محرم کے سفر سے منع فرمایا ہے یہ حالت اختیار میں ہے، اور حضرت زینب

---

[1] علامہ عبدالرحمان بن عبداللہ خثعمی السہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۸۲ - ۸۱ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان ۱۳۹۷ھ

[2] حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۳۳۱، ۳۳۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ

کا واقعہ جیسا کہ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے، ایک اضطراری معاملہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے جو آپ کی خصوصیت بھی ہوتا ہے اور منع کرنا آپ کا قول ہے اور اصول فقہ میں مقرر ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو ترجیح قول کی ہوتی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ ۲ھ ہجری کا ہے اور اس وقت مکہ کے ساتھ حالت جنگ قائم تھی یعنی وہ عملاً دار الحرب تھا اور وہاں سے ہجرت کرنا فرض تھا اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ دار الحرب سے عورت بغیر زوج یا محرم کے بھی آسکتی ہے اور جب مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت فرض ہو چکی تھی تو ان کا آنا فرض تھا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بغیر زوج یا محرم کے ممانعت بعد میں کی ہو اور یہ پہلے کا واقعہ ہو۔

شیخ بدر عالم میرٹھی نے شیخ انور شاہ کی طرف سے دوسری حدیث حضرت عائشہ کی پیش کی ہے، اس میں صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث کی طرف اشارہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک غزوہ سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرہی تھیں وہ اپنا ہار ڈھونڈنے جنگل میں گئیں اور قافلہ والوں نے اس خیال سے کہ آپ ہودج میں ہیں ہودج کو اونٹنی پر رکھ دیا، جب آپ واپس آئیں تو قافلہ جا چکا تھا آپ اسی جگہ بیٹھ گئیں۔ ایک منزل پیچھے حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ آرہے تھے، انھوں نے آپ کو اونٹنی پر سوار کرایا اور آپ ان کے ساتھ مدینہ آگئیں، الحدیث [1]

اس واقعہ سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بھی حالت اضطرار تھی اس وقت اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ علاوہ ازیں علامہ عینی نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ تمام امتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے محرم ہیں [2] کیونکہ قرآن مجید نے ازواج کو امہات قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نکاح ازواج مطہرات سے جائز نہیں ہے۔ اس لیے یہ سوال سرے سے ساقط ہے کیونکہ اس اعتبار سے حضرت صفوان حضرت عائشہ کے محرم تھے۔

شیخ انور شاہ کشمیری کی طرف سے تیسری یہ حدیث پیش کی جا سکتی ہے جو جامع ترمذی [3] اور مسند احمد [4] اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عدی! اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ (نجف) سے آکر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز کی بشارت دیتے ہیں جو اچھی ہو پس معلوم ہوا کہ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا بھی اچھی بات ہے لیکن یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا منشاء قوت اسلام اور امن اور عافیت کے زمانہ کی تحسین ہے۔ عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحسین نہیں ہے خصوصاً جبکہ دوسری متعدد صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے عورت کو بلا محرم سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی خبر اس کے جواز پر دلالت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۵، ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

نہیں کرتی کیونکہ حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ کسی قبر کے پاس سے گذرنے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا" اس حدیث میں تمنا کے جواز کی نہیں بلکہ اس کے وقوع کی دلیل ہے۔

شیخ کشمیری نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف نے جو عورت کو تنہا سفر کرنے سے منع کیا ہے وہ اس زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے جب امن نہ ہو اور فتنہ اور فساد عام ہو، شیخ کشمیری کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم اس سے پہلے فتح القدیر اور شامی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک عام حالات میں عورت تین دن کی مسافت (۹۲-۳ کلومیٹر) کا سفر بغیر زوج یا محرم کے نہیں کر سکتی اور فتنہ کے زمانہ میں ایک دن کا سفر بھی بغیر زوج کے نہیں کر سکتی۔

بہرحال شیخ کشمیری نے جو یہ لکھا ہے کہ عورت کو اگر اعتماد ہو تو امن کے زمانہ میں اس کا تنہا سفر کرنا جائز ہے ان کا یہ قول تمام صحیح اور صریح احادیث کے خلاف ہے اور شیخ بدر عالم میرٹھی نے جو گنجائش نکالی تھی ہم نے بہ دلائل واضح کر دیا ہے کہ ان واقعات میں تنہا عورت کے سفر کی اجازت نہیں ہے اور شیخ کاشمیری کا یہ قول احادیث صحیحہ کے علاوہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے بھی خلاف ہے حتیٰ کہ غیر مقلدین کے اں بھی اس شذوذ اور تفرد کی تائید نہیں ہے۔ شیخ عثمانی نے بھی فتح الملہم میں یہ بحث کی ہے[1] لیکن انھوں نے جمہور احناف کا موقف بیان کیا ہے اور حالات امن میں بغیر زوج یا محرم کے تین دن کی مسافت کے سفر کو ناجائز قرار دیا ہے اور اپنے استاذ شیخ کاشمیری کا نظریہ بیان نہیں کیا۔ خیال رہے کہ تین دن سے کم مسافت کے سفر میں عورت کو بغیر محرم کے سفر کی اجازت دینے کی وسعت صرف مذہب احناف میں ہے باقی فقہاء حج کے علاوہ تنہا عورت کو مطلقاً سفر سے منع کرتے ہیں اور شیخ کشمیری نے مطلقاً سفر کی اجازت دی ہے۔

بعض معاصرین نے مدت سفر کے بیان میں لکھا ہے:

جب عورت کے لیے محرم کے بغیر دو دن کا سفر جائز نہیں تو اس سے زیادہ مدت سفر بطریق اولیٰ جائز نہیں[2]۔

اس عبارت میں کئی غلطیاں ہیں اول یہ ہے کہ احادیث میں دو دن یا تین دن کی مسافت کا ذکر ہے اور تمام فقہاء نے اس اعتبار سے بحث کی ہے کہ آیا مدت سفر تین دن کی پیدل مسافت کا سفر ہے یا نہیں؟ آج کے اس تیز رفتار دور میں تو دو دن سے کم میں ساری دنیا کا سفر کیا جا سکتا ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ دو دن سے کم بغیر محرم کے عورت کے لیے سفر کا جواز جیسا کہ اس عبارت کا مقتضیٰ ہے، فقہاء اسلام میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے تیسری غلطی یہ ہے کہ یہ صاحب حنفی ہیں اور حنفی مسلک کی نمائندگی کے مدعی ہیں اور حنفی مسلک وہ نہیں ہے جو انھوں نے بیان کیا ہے بلکہ حنفی مذہب یہ ہے کہ عورت زوج یا محرم کے بغیر تین دن کی پیدل (یا اونٹ کی رفتار سے) مسافت کا سفر نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم نے متعدد بار بوضاحت بیان کیا ہے۔ البتہ علامہ رضوی نے اس بحث میں صحیح لکھا ہے کہ، عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کے لیے نہیں جا سکتی خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی اور مکہ تک جانے میں تین دن سے کم کی راہ ہو تو بغیر شوہر اور محرم کے بھی حج کو جا سکتی ہے[3]

[1]۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[2]۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۳ ص ۱۶۰ مطبوعہ فیصل آباد

[3]۔ علامہ سید محمود احمد رضوی، فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری ج، ص ۹۷، مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ھ

بذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم حج پر جانے کی تحقیق

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین دن سفر کی مسافت کو ہوائی جہاز کے ذریعہ چند گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے تو چونکہ اس سفر میں اس کو مشقت نہیں ہوتی اس لیے وہ شرعاً مسافر نہیں ہے اور وہ نماز پوری پڑھے گا بنا بریں کوئی عورت زوج اور محرم کے بغیر بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان سے سعودی عرب کے لیے روانہ ہو تو یہ شرعاً جائز ہے کیونکہ ہوائی جہاز کے ذریعہ یہ سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہے اور سفر شرعی کی علت مشقت ہے، اور اس کی تائید علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے:

"سفر شرعی میں تین دن چلنے کا اعتبار ہے، اگر کوئی تیز رفتار شخص مثلاً ڈاکیہ (یاد رہے کہ علامہ ابن ہمام اپنے زمانہ کے حالات کے اعتبار سے گفتگو کر رہے ہیں) ایک دن میں یہ مسافت طے کرے تو وہ قصر بھی کرے گا اور افطار بھی کرے گا، کیونکہ اس کے حق میں رخصت کا سبب متحقق ہو گیا اور وہ ہے اونٹ کی رفتار یا پا پیادہ تین دن چلنا یہ بہت جگہ مذکور ہے اور یہ اس اشکال کو اور قوی کر دیتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور اس اشکال سے چھٹکارے کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے کہ جو مسافر تیز رفتاری سے تین دن کی مسافت کو ایک دن میں طے کر لیتا ہے اس کے لیے ایک دن میں قصر کرنا جائز نہیں ہے، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ اگر کوئی شخص بطور کرامت تین دن کی مسافت کو ایک منٹ میں طے کرے تو وہ بھی قصر کرے اور یہ بات بعید ہے کیونکہ اس سفر میں مشقت کا گمان نہیں ہے اور تین دن پیدل مسافت کی علت مشقت ہے[1]"

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈیڑھ گھنٹہ میں لاہور سے کراچی پہنچ جاتا ہے یا ۲½ گھنٹہ میں سعودی عرب پہنچ جاتا ہے تو شرعاً مسافر نہیں ہو گا اور اس پر قصر لازم نہیں ہو گی کیونکہ اس سفر میں اس کو کوئی مشقت نہیں ہوتی نہ یہ تین دن کا سفر ہے لیکن یہ نظریہ متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آج کل ہوائی جہاز کا سفر عام ہے اور ہوائی جہاز کے ذریعہ لوگ دس گھنٹہ میں لندن پہنچ جاتے ہیں اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہوتی آرام دہ سیٹوں پر ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں بیٹھ کر سفر ہوتا ہے اور بارہ چودہ گھنٹہ میں ہوائی جہاز کے ذریعہ لوگ امریکہ پہنچ جاتے ہیں اور اس سفر میں بھی کوئی مشقت نہیں ہے، الغرض ہوائی جہاز کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ ایک دن (چوبیس گھنٹے) میں انسان جہاں چاہے بغیر مشقت کے پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح ہوائی جہاز کے ذریعہ شرعی سفر بالکل ختم ہو جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شرعی سفر کی بنیاد تین دن پر ہے نہ مشقت پر، بلکہ تین دن کی مسافت پر ہے اور بکثرت احادیث میں اس کی تصریح ہے۔

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ ثلاث لیال الا ومعہا ذو محرم[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲، ص ۵، ۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کرے

فقہاء اسلام نے تین روز کی مسافت کو اونٹ کی رفتار یا پاپیادہ رفتار پر محمول کیا ہے یعنی آدمی اونٹ پر سوار ہو کر یا اپنی متوسط رفتار کے ساتھ پیدل چل کر کھانے پینے، عبادات اور آرام کے معمول کے ساتھ جتنی مسافت کو تین دن تین رات میں طے کر سکے اس مسافت کا سفر، سفر شرعی ہے، ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

انما قدرنا بسیر الابل ومشی الاقدام لانہ الوسط لان ابطأ السیر سیر العجلۃ و الاسرع سیر الفرس والبرید فکان اوسط انواع السیر سیر الابل ومشی الاقدام وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الامور اوساطھا ولان الاقل والاکثر یتجاذبان فیقتصر الامر علی الوسط وعلی ھذا یخرج ماروی عن ابی حنیفۃ فیمن سار فی الماء یوما وذلک فی البر ثلاثۃ ایام انہ یقصر الصلوۃ لانہ لا عبرۃ للاسراع وکذا لو سار فی البر الی موضع فی یوم او یومین وانہ بسیر الابل والمشی المعتاد ثلاثۃ ایام یقصر اعتبارا للسیر المعتاد وعلی ھذا اذا سافر فی الجبال والعقبات انہ یعتبر مسیرۃ ثلاثۃ ایام فیھا لا فی السھل فالحاصل ان التقدیر بمسیرۃ ثلاثۃ ایام او بالمراحل فی السھل والجبل والبر والبحر۔ [۱]

ہم نے اونٹ کی رفتار اور پاپیادہ رفتار کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ یہ درمیانی رفتار ہے، کیونکہ سب سے سست رفتار بیل گاڑی کی ہے اور سب سے تیز رفتار گھوڑے اور ڈاکیے کی ہے اور درمیانی رفتار اونٹ کی اور پیدل کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین چیز درمیانی ہے، نیز کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ میں تعارض ہے اس لیے اوسط کو معیار بنانا پڑے گا اسی اصول پر اس مسئلہ کی تخریج کی گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پانی میں ایک دن کا سفر کرے اور وہ مسافت خشکی میں تین دن کی مسافت کے برابر ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص خشکی میں کوئی مسافت ایک یا دو دن میں طے کرے اور اونٹ کی رفتار سے یا پیدل چلنے سے وہ مسافت تین دن میں طے کی جاتی ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ اعتبار پیدل چلنے کی معروف رفتار کا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص پہاڑوں اور گھاٹیوں میں سفر کرے گا تو پہاڑوں اور گھاٹیوں میں تین دن چلنے کا اعتبار ہوگا، خلاصہ بحث یہ ہے کہ (سفر شرعی میں) تین دن کی مسافت کا اعتبار ہے یا تین مراحل کا (جس مسافت کو مسافر ایک دن میں طے کرے اس کو مرحلہ کہتے ہیں۔ المنجد) خواہ یہ سفر میدانی علاقے میں ہو یا پہاڑی علاقے میں، خشکی میں ہو یا سمندر میں۔

علامہ کاسانی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سفر میں تین دن کی عام اور معروف پیدل مسافت

[۱] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۹۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

کا معیار ہے اور سمندر میں بھی اس مسافت کا اعتبار ہوگا اور تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ مسافت جمہور فقہاء کے نزدیک اٹھارہ فرسخ ہے اور یہی "مفتی بہ ہے" جو کہ چوّن میل شرعی کے برابر ہے اور چوّن میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین کلومیٹر کے برابر ہیں۔ اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق اکسٹھ میل کی مسافت کو عبور کرنے کے بعد قصر کے احکام لازم ہو جائیں گے خواہ یہ مسافت ٹرین سے عبور کی جائے بحری جہاز سے یا ہوائی جہاز سے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ علامہ ابن ہمام نے یہ کہا ہے کہ اگر تین دن کی مسافت کو ڈاکیہ تیز رفتاری سے ایک دن میں طے کرے تو اس پر قصر نہیں ہونی چاہیے ورنہ لازم آئے گا کہ اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرے تو اس پر بھی قصر ہو حالانکہ اس کے سفر میں کوئی مشقت نہیں ہے اور قصر کی علت مشقت ہے' تاہم جمہور فقہاء کی رائے علامہ ابن ہمام کے خلاف ہے، ابھی ہم نے بدائع الصنائع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسافت پانی کے سفر میں ایک دن میں طے ہو جاتے تو پھر بھی قصر ہے کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور خود علامہ کاسانی نے تصریح کی ہے کہ تین دن کی مسافت کا سفر کوئی شخص ایک دن یا دو دن میں طے کرے پھر بھی اس پر قصر لازم ہے کیونکہ معیار متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت ہے نہ کہ وقت۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

قال اصحابنا اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلثة ايام بسير متوسط وهو سير الابل ومشي الاقدام في اقصر ايام السنة الى قوله وذكر في العيون عن ابي حنيفة انه يعتبر مسيرة ثلاثة ايام في البر وان اسرع في السير وسار في يومين او اقل[1]

ہمارے فقہاء احناف یہ کہتے ہیں وہ کم سے کم مسافت جس پر احکام سفر مرتب ہوتے ہیں متوسط پیدل رفتار سے سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے تین دن چلنا ہے اور عیون میں امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ خشکی میں تین دن کی مسافت معیار ہے خواہ وہ اس مسافت کو تیز رفتاری سے دو دن یا اس سے کم وقت میں طے کرے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وفي السراج الوهاج اذا كانت المسافة ثلاثة ايام بالسير المعتاد فسار اليها على البريد سيرا مسرعا او على الفرس جريا حثيثا فوصل في يومين قصر[2]

سراج وہاج میں ہے جب مسافت معروف رفتار کے ساتھ تین دن ہے اگر کوئی ڈاکیہ تیز رفتاری سے سفر کرے یا کوئی شخص گھوڑے کو مہمیز لگا کر دو دن میں یہ مسافت تیز رفتاری سے طے کرے تو قصر کرے گا۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

حتّٰى لو اسرع فوصل في يومين

حتیٰ کہ اگر مسافر تیز رفتاری سے دو دن میں پہنچ

---

[1] - علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۱ص ۲۱۰-۲۰۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
[2] - علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ قاہرہ مصر، ۱۳۱۱ھ

قصر[1]

علامہ شامی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وظاهره انه كذلك لو وصل اليه فى زمن يسير بكرامة لكن استبعده فى الفتح بانتفاء مظنة المشقة وهى العلة فى القصر۔[2]

جائے تو قصر کرے۔

علامہ علائی نے جو یہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اس مسافت کو کرامت کے ذریعہ بہت کم وقت میں طے کرے تب بھی قصر کرے گا اور بظاہر ایسا ہی ہے لیکن علامہ ابن ہمام نے اس کو بعید از قیاس قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں مشقت کی نفی کا گمان ہے اور یہی قصر کی علت ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

فلو اسرع بريدة فقطع ما يقطع بالسير الوسط فى ثلاثة ايام فى اقل منها قصر وكما اذا سار فيها سيرا خارقا للعادة وقد صرح فى التبيين انه يكفى فى تقدير المسافة بالمدة المذكورة بغلبة الظن ولا يشترط اليقين[3]

اگر ڈاکیہ تیز رفتاری سے اس مسافت کو اس سے کم وقت میں طے کرے جو معروف رفتار سے تین دن میں طے کی جاتی ہے تو وہ قصر کرے اسی طرح اگر کوئی شخص کرامت سے اس مسافت کو کم وقت میں طے کرے تو وہ بھی قصر کرے گا اور تبیین الحقائق میں تصریح ہے کہ اس مدت کا اندازہ کرنے کے لیے غلبہ ظن کافی ہے یقین کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ علی بن حداد یمنی فرماتے ہیں:

ولو كانت المسافة ثلثا بالسير المعتاد فسار اليها على الفرس او البريد جريا حثيثا فوصل فى يومين او اقل قصر[4]

اگر معروف رفتار کے ساتھ مسافت تین دن ہو اور وہ تیز رفتار گھوڑے یا ڈاکیہ کے ساتھ دو دن یا کم میں پہنچ جائے پھر بھی قصر کرے گا۔

علامہ داؤد بن یوسف الخطیب لکھتے ہیں:

فى الفتاوى بعض مشائخنا اختاروا التقدير بمسيرة ثلاثة ايام ولياليها بسير الابل ومشى الاقدام اوسط قالوا هو الصحيح

کتب فتاوی میں لکھا ہوا ہے کہ بعض مشائخ نے پیدل یا اونٹ کی رفتار سے تین دن کی مسافت کو معیار قرار دیا ہے کیونکہ یہ متوسط ہے اور یہی صحیح ہے،

---

[1] علامہ محمد علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۳۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ،

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۵، " "

[3] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۵۳، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۳۵۶ھ

[4] علامہ ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی المتوفی ۸۰۰ھ، الجوہرۃ النیرہ ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۴۰۱ھ۔

وعامتھم قدروا بالفراسخ واختاروا بثمانیۃ عشر فرسخا فی التقدیر لا خمسۃ عشر وعلیہ الفتوی لانہ اضبط و احوط۔[1]

اور مشائخ نے اس کا اندازہ فراسخ سے کیا ہے اور اٹھارہ فرسخ کو معیار قرار دیا ہے، نہ کہ پندرہ کو اور فتوی اٹھارہ پر ہے کیونکہ یہ منضبط بھی ہے اور اس میں زیادہ احتیاط بھی ہے (یعنی مسافت کا فراسخ سے اندازہ کرنا منضبط ہے)

ہدایہ، فتح القدیر، البحر الرائق اور رد المحتار وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اصل معیار تین دن کی مسافت ہے یعنی تین دن میں جتنا سفر بھی طے کیا جا سکے اس سفر کا اعتبار ہے اور اس سفر کی فراسخ کے ساتھ تعیین اور تحدید نہیں ہے لیکن عام مشائخ نے جب یہ دیکھا کہ اگر مسافت کو مبہم رکھا جائے تو احکام شرعیہ منضبط اور واضح نہیں ہوں گے اس لیے انہوں نے اس مسافت کا اندازہ فراسخ میں کیا، بعض نے اکیس فرسخ مقرر کیے کسی نے اٹھارہ فرسخ اور بعض نے پندرہ فرسخ کا اعتبار کیا اور تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ فتوی اٹھارہ فرسخ پر ہے، صرف ائمہ خوارزم نے پندرہ فرسخ پر فتوی دیا ہے۔ اٹھارہ فرسخ کے چوّن میل شرعی ہوتے ہیں جو اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہیں اور یہ مسافت اٹھانوے اعشاریہ سات تین کلومیٹر کے برابر ہے، اس کی تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کتاب صلاۃ المسافرین میں بیان کر دی ہے۔

علامہ داماد آفندی فرماتے ہیں:

من جاوز بیوت مصرہ من جانب خروجہ مریدا سیرا وسطا ثلاثۃ ایام ای مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا قصر الرباعی۔[2]

جو شخص سفر کے قصد سے اپنے شہر کے گھروں سے نکلا اور اس کا ارادہ تین دن کی مسافت کا سفر تھا تو وہ چار رکعت والی نماز کو قصر کر کے پڑھے گا۔

ملا خسرو لکھتے ہیں:

من جاوز بیوت مقامہ قاصدا قطع مسافۃ تقطع بسیر وسط فی ثلاثۃ ایام مع الاستراحات یرخص لہ ولو کان عاصیا فیہ قصر الفرض الرباعی۔[3]

جو شخص اپنے وطن کے مکانوں سے نکلا دراں حالیکہ اس کا ارادہ اس مسافت کو طے کرنے کا تھا جو متوسط رفتار سے تین دن میں بشمول آرام وغیرہ کے طے کی جاتی ہے تو اس کو چار رکعت والی نماز کو قصر کرنے کی رخصت دی جائے گی خواہ وہ مسافر گنہ گار ہو۔

علامہ شرنبلالی حاشیہ درر غرر میں لکھتے ہیں:

اکثر المشائخ قدروا اقل مدۃ السفر بالامیال الی قولہ و فی البحر عن النہایۃ ان الفتوی علی اعتبار ثمانیۃ

اکثر مشائخ نے کم از کم مسافت سفر کا میلوں میں اندازہ کیا ہے۔ البحر الرائق میں نہایہ سے نقل کیا گیا ہے کہ فتوی اٹھارہ فرسخ پر ہے (یعنی اکسٹھ انگریزی میل اور

---

[1] علامہ داؤد بن یوسف الخطیب فتاوی غیاثیہ ص ۳۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ
[2] علامہ محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی المتوفی ۱۰۷۸ھ، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۱۶۰-۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ
[3] ملا خسرو حنفی المتوفی ۸۸۵ھ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

عشر فرسخا۔ [1] اور چھ سو چالیس گز)

علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

فلو سار مسافر فی السہل تلک المسافۃ فی یوم یرخص۔ [2]

اگر کوئی مسافر اس مسافت کو آسانی سے ایک دن میں طے کر لے تو اس کو قصر کی رخصت دی جائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

ولو کانت المسافۃ ثلاثا بالسیر المعتاد فسار الیہا علی الفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین او اقل قصر۔ [3]

اگر معروف رفتار سے مسافت تین دن کی ہو، اور کوئی شخص تیز رفتار گھوڑے سے دو دن یا اس سے کم میں پہنچ جائے تو وہ قصر کرے گا۔

مذکور الصدر حوالوں سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، علامہ زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، علامہ الحداد متوفی ۸۰۰ھ، علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، علامہ قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، علامہ علائی متوفی ۱۰۸۸ھ علامہ احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، علامہ داؤد بن یوسف صاحب غیاثیہ، علامہ محمد بن سلیمان المتوفی ۱۰۷۸ھ، اور ملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ، ان تمام فقہاء اسلام کے نزدیک سفر شرعی میں متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت معتبر ہے اور تیز رفتاری کا اعتبار نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تیز رفتاری سے اس مسافت کو ایک دن یا اس سے بھی کم وقت میں طے کر لے تو وہ قصر کرے گا۔ علی ہذا القیاس صاحب کرامت بھی اگر اس کو مسافت کو ایک منٹ میں طے کر لے تو وہ بھی قصر کرے گا۔ اس مسئلہ میں صرف ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ کی رائے تمام فقہاء سے منفرد ہے، اور ظاہر ہے کہ جمہور کے مقابلہ میں ان کی رائے کا کوئی وزن نہیں ہے۔ ہم نے یہ بکثرت حوالے اس لیے نقل کیے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ تمام فقہاء احناف کے نزدیک سفر شرعی کا معیار تین دن کی مسافت ہے متقدمین نے اس مسافت کو معین نہیں کیا اور متاخرین نے اس کو فراسخ میں معین کر لیا ہے تاکہ قصر کے احکام آسان اور منضبط ہوں اور مفتیٰ بہ قول ۱۸ فرسخ ہے۔ جو اکسٹھ میل ۶۴۰ گز اور ۹۸.۷۳ کلومیٹر ہے، اس مسئلہ میں صرف علامہ ابن ہمام کی منفرد رائے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تین دن کی مسافت کو اگر کوئی شخص ایک دن یا ایک گھنٹہ میں طے کر لے تو بوجہ مشقت نہ ہونے کے وہ قصر نہیں کرے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام کا استدلال اس نظریہ پر مبنی ہے کہ قصر کی علت مشقت ہے اور اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرے تو اس کو کوئی مشقت نہیں ہوتی اس لیے اس صورت میں قصر بھی نہیں ہونی چاہیے لیکن علامہ ابن ہمام کا یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ قصر کی علت مشقت نہیں بلکہ سفر ہے۔ صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء احناف نے قصر پر استدلال اس حدیث سے کیا ہے: "یمسح المقیم کمال یوم ولیلۃ والمسافر ثلثۃ ایام ولیالیہا"، [4] اس حدیث میں تین

---

[1] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۱۳۲ مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

[2] علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۱ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

دن مسح کرنے کی رخصت کا حکم مسافر پر لگایا گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا مأخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور مسافر کا مأخذ اشتقاق سفر ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مسافر کے لیے تین دن مسح کی رخصت کی علت سفر ہے، ہمارے اس بیان کی تائید علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

ان قوله المسافر يقتضى ان السفر هو العلة للقصر فكلما تحقق السفر تحقق المسح ثلاثة ايام ولياليهن لقوله تعالى الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة۔[1]

حدیث میں مسافر کا لفظ یہ تقاضا کرتا ہے کہ سفر ہی قصر کی علت ہے، پس جب بھی سفر متحقق ہوگا تین دن کے مسح کی رخصت متحقق ہو گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول الزانیۃ والزانی الخ میں زنا حد کی علت ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض قصر کی علت مشقت بھی مان لی جائے تب بھی علامہ ابن ہمام کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ چونکہ صاحب کرامت کو ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہوئی اس لیے اس پر قصر نہیں ہے اس لیے کہ جس طرح قواعد شرعیہ کلی ہوتے ہیں اور بعض جزئیات کا خروج ان کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا اسی طرح بعض جزئیات کا خروج علت کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا۔ مثلاً خمر (انگوروں کی شراب) کا حرام ہونا اتفاقی امر ہے اور یہ بھی اتفاقی چیز ہے کہ حرمت خمر کی علت اسکار (نشہ آور ہونا) ہے، اب اگر کسی عادی شرابی کو خمر کے پینے سے نشہ نہ ہو یا ایک گھونٹ خمر پینے سے کسی کو نشہ نہ ہو تو اس سے علت اسکار کے حکم کلی ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور باوجود اس کے کہ خمر پینے والے کو نشہ نہیں ہوا حد لگا دی جائے گی بالکل اسی طرح اگر کسی صاحب کرامت نے بغیر مشقت کے تین دن کی مسافت ایک منٹ میں طے کر لی تو اس پر بھی قصر کے احکام لازم ہوں گے اور اس مخصوص صورت میں مشقت کے نہ پائے جانے سے مشقت کے علت ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور وہ بدستور قصر کی علت رہے گی بعض اوقات سبب کو مسبّب کے قائم مقام تصور کر لیا جاتا ہے خواہ بعض صورتوں میں سبب کے پائے جانے کے باوجود مسبب نہ پایا جاتا ہو۔ زیر بحث مسئلہ میں سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور اکثر صورتوں میں تمام تر آسائشوں کے باوجود سفر مشقت کا باعث ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی خاص موقع یا مواقع پر سفر باعث مشقت نہ بھی ہو تو اس صورت میں شریعت کا یہ بنیادی اصول مؤثر رہے گا کہ سفر مشقت کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ شرعی قواعد کا کلی ہونا اکثری کو بھی شامل ہے۔ مثلاً قاعدہ کلیہ ہے کہ وضو کے چار فرض ہیں، لیکن جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں اس کے حق میں وضو کے تین فرض ہیں، مثلاً قاعدہ ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں لیکن بلغاریہ میں جہاں عشاء کا وقت آنے سے پہلے فجر ہو جاتی ہے چار نمازیں فرض ہیں، اسلام کے پانچ ارکان ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد جب لوگ مالدار ہو جائیں گے اور کوئی شخص زکوٰۃ کا لینے والا کوئی نہیں ہوگا تو اس وقت کسی پر ادائیگی زکوٰۃ فرض نہیں رہے گی۔ الغرض جس طرح بعض شرعی قواعد حقیقت میں اکثری ہوتے ہیں لیکن عرفاً ان کو قاعدہ کلیہ ہی قرار دیا جاتا ہے اسی طرح بعض احکام کی علتیں بھی اکثری ہوتی ہیں لیکن عرفاً ان کو کلی قرار دیا جاتا ہے۔ بنابریں اگر سفر کی علت مشقت ہی قرار دی جائے پھر بھی یہ لازم نہیں آئے گا کہ اگر کسی خاص صورت میں مشقت نہ ہو تو قصر بھی نہ ہو۔ بہرحال علامہ ابن ہمام کا اوّل تو قصر کو مشقت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۲ ص ۹۵۰، مطبوعہ مطبعہ عالی لکھنؤ منشی نولکشور۔

کیونکہ قصر کی علت سفر ہے اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں ہے کہ جہاں مشقت نہ ہو وہاں قصر بھی نہ ہو لہٰذا جو مسلمان ہوائی جہاز سے اس مسافت کو عبور کر لیں ان پر قصر لازم ہے اور عورت بغیر زوج یا محرم کے اس مسافت کو شرعاً عبور نہیں کر سکتی اس لیے بغیر زوج یا محرم کے اس کا حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام بحث اس صورت میں ہے کہ عورت کے حج پر جانے کے مسئلہ کو ان احادیث کی روشنی میں لیا جائے جن میں عورت کو بغیر زوج یا محرم کے تین دن کے سفر سے منع کیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں بعض صریح احادیث ایسی بھی ہیں جن میں زوج یا محرم کے بغیر عورت کو براہ راست حج کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے، پھر اس بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ ہوائی جہاز کے سفر میں چونکہ مشقت نہیں ہوتی اس لیے عورت بغیر زوج یا محرم کے بھی حج پر جا سکتی ہے اور صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء احناف نے جہاں عورت کو زوج یا محرم کے بغیر حج کرنے سے منع کیا ہے وہاں یہی حدیث پیش کی ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا تحجن امرأة الا ومعها ذو محرم۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔

سنن دارقطنی میں یہ حدیث حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حافظ ذہبی نے اس حدیث کو مسند بزار اور معجم طبرانی کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔

اس تمام تر مفصل شرعی اور عقلی استدلال کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حدیث دل کے طور پر ایک گذارش اپنے تمام اہل علم اور دین کا ذوق اور درد رکھنے والے قارئین کی نذر کر دوں، وہ یہ ہے کہ شریعت کے اصولی اور اساسی احکام دائمی ہیں، غیر متبدل ہیں اور ہر دور میں بدلتے ہوئے احوال سے ان کی ماہیت اور نوعیت میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ سفر کے وسائل اور ذرائع اور آسائشوں میں ہر دور میں بہتری ہوتی چلی آئی ہے، عین ممکن ہے کہ آج ہوائی جہاز سے جو مسافت ہم ۱ گھنٹے میں طے کر پاتے ہیں آئندہ ۵۰ سال کے بعد سائنسی تحقیقات و ایجادات کے نتیجے میں وہی مسافت ہم ایک یا دو گھنٹوں میں طے کر لیں۔ لیکن یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ آسائشوں کی فراوانی کے ساتھ انسان کی تن آسانی میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا راحت و مشقت اضافی امور ہیں، ہو سکتا ہے آج جو چیز آسائش معلوم ہو کل کے انسان کو مشقت معلوم ہو، لہٰذا کیوں نہ شارع کی تعلیم اور شریعت کے اصول کو ہر دور میں حرف آخر قرار دیا جائے وہ یہ ہے کہ فی نفسہ سفر ہی مشقت کے قائم مقام ہے۔ ورنہ تجدد پسند حضرات شریعت کی ہر بات کو بازیچۂ اطفال بنا کر چھوڑیں گے، ایسا ہی ذہن ہے جو ہر سال رمضان اور عید کے مواقع پر رویت ہلال کے مسئلہ شرعی کو اپنے تمسخر و استہزاء کا نشانہ بناتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کیوں نہ "صوموا لرویته وافطروا لرؤیته" کے صریح فرمان رسول کو نظر انداز کر کے ایک سائنسی کیلنڈر پر رمضان و عیدین کی بنا کر دیں کیونکہ ایسے حضرات رمضان و عیدین کو عبادات سے بڑھ کر تہوار کی حیثیت دیتے ہیں اور ان کے ذوق پر یہ ناگوار گزرتا ہے کہ ان کا تہوار یہود و نصاریٰ کے تہوار کی طرح شمسی کیلنڈر کے مطابق قطعی پر متعین و متحقق نہ ہو۔

---

[1] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

تین مسجدوں کے علاوہ رخت سفر باندھنا

حدیث نمبر ۳۱۵۰ میں ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے، میری مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ"۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ان تین مسجدوں کی فضیلتوں کا بیان ہے، اور یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ یہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیم کی مساجد ہیں اور ان میں نماز پڑھنے کا زیادہ اجر و ثواب ہے، اور اگر کسی نے مسجد حرام کی زیارت کی نذر مان لی تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا، اور اگر مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ کی نذر مان لی جائے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ ان تین مسجدوں کے علاوہ باقی مساجد کی نذر واجب ہوتی ہے نہ منعقد ہوتی ہے، ہمارا اور جمہور کا یہی نظریہ ہے البتہ محمد بن مسلمہ مالکی یہ کہتے ہیں مسجد قبا کی نذر بھی واجب ہو جاتی ہے اور اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن پیدل یا سوار ہو کر مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے، اور جمہور کے نزدیک ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی نذر ماننے سے نذر منعقد نہیں ہوتی، اور نذر ماننے والے پر کوئی چیز لازم نہیں آتی اور امام احمد کے نزدیک اس پر قسم کا کفارہ لازم آتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی جگہ کے سفر کے قصد سے شد رحال کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، مثلاً کوئی شخص صالحین کے مزارات یا بابرکت مقامات پر جانے کے لیے سامان سفر باندھے۔ شوافع میں شیخ محمد جوینی نے اس سفر کو حرام کہا ہے اور قاضی عیاض مالکی کا بھی یہی مختار ہے اور ہمارے اصحاب شافعیہ، امام الحرمین اور محققین کے نزدیک یہ حرام ہے نہ مکروہ، البتہ فضیلت کامل ان تین مسجدوں کی طرف سامان سفر باندھنے میں ہے۔[1]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شد رحال (رخت سفر باندھنا) سفر بعید سے کنایہ ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی عبادت کو بطور نذر یا بطور نفل کرنے کے لیے ان تین مساجد کے سوا سفر بعید کرنا جائز نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ممانعت بطور نذر کے ہے اگر کوئی شخص نذر نہ مانے تو وہ صالحین کے مزارات کے لیے مسافت بعیدہ پر بھی جا سکتا ہے، علامہ وشتانی کہتے ہیں کہ اس بنا پر اگر کسی شخص نے کسی دور کی مسجد میں نماز پڑھنے یا اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تو وہ نذر منعقد نہیں ہو گی۔ نیز اس ممانعت کے عموم سے طلب علم اور دیگر عبادات کو مستثنیٰ رکھا جائے گا، نیز علامہ وشتانی مالکی نے لکھا ہے کہ صالحین کے مزارات اور دیگر بابرکت مقامات کی زیارت کے لیے سفر جائز ہے۔[2] اس موضوع پر مفصل گفتگو اور شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات ان شاء اللہ ہم کتاب الحج کے آخر میں "تین مسجدوں کی فضیلت" کے باب میں ذکر کریں گے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۳۸۔ ۴۳۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ اِذَا رَكِبَ دَابَّتَهٗ مُتَوَجِّهًا لِسَفَرِ حَجٍّ اَوْ غَيْرِهٖ وَبَيَانِ الْاَفْضَلِ مِنْ ذٰلِكَ

٣١٧١ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّ عَلِيًّا الْاَزْدِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ عَلَّمَهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلٰى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اللّٰهُمَّ نَسْاَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

٣١٧٢ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْٓءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔

سفر حج کے وقت ذکر الٰہی کا استحباب

علی ازدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر پر جانے کے لیے اونٹ پر سوار ہو جاتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ دعا پڑھتے (ترجمہ:) پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا، ہم اس کو مسخر کرنے والے نہ تھے، اور ہم اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا سوال کرتے ہیں اور ان کاموں کا سوال کرتے ہیں جن سے تو راضی ہو۔ اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی مسافت تہ کر دے، اے اللہ! اس سفر میں تو ہی ہمارا رفیق ہے اور ہمارے گھر میں نگہبان ہے۔ اے اللہ! اپنی سفر کی تکلیفوں سے، رنج وغم سے اور اپنے اہل اور مال سے برے انجام سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور جب آپ سفر سے لوٹ کر آتے تب بھی یہ دعا پڑھتے اور ان میں ان کلمات کا اضافہ کرتے، ہم واپس آنے والے ہیں، اللہ سے توبہ کرنے والے ہیں، اس کی عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے تو سفر کی تکلیفوں سے، بگڑی چیزوں کے دیکھنے سے، برے انجام سے، راحت کے بعد تکلیف سے، مظلوم کی بد دعا سے اور اہل اور مال میں برے انجام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

٣١٧٣ - وحدثنا يحيى بن يحيى وزهير بن حرب جميعا عن أبي معاوية ح قال وحدثني حامد بن عمر قال نا عبد الواحد كلاهما عن عاصم بهذا الإسناد مثله غير أن في حديث عبد الواحد في المال والأهل وفي رواية محمد بن خازم قال يبدأ بالأهل إذا رجع وفي روايتهما جميعا اللهم إني أعوذ بك من وعثاء السفر.

ایک اور سند سے بھی یہی روایت منقول ہے جس میں کچھ الفاظ کا تغیر اور تبدل ہے۔

باب ٢١٥ ما يقال إذا رجع من سفر الحج وغيره

حج اور دیگر اسفار سے واپسی پر دعاؤں کا بیان

٣١٧٤ - وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا أبو أسامة قال نا عبيد الله عن نافع عن ابن عمر ح وحدثنا عبيد الله بن سعيد واللفظ له قال نا يحيى وهو القطان عن عبيد الله عن نافع عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قفل من الجيوش أو السرايا أو الحج أو العمرة إذا أوفى على ثنية أو فدفد كبر ثلاثا ثم قال لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير آيبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون. صدق الله وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر، جہاد، حج یا عمرہ سے واپس آتے اور کسی ٹیلے یا ہموار میدان پر پہنچتے تو تین بار اللہ اکبر کہنے کے بعد فرماتے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لیے ستائش ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو شکست دی۔

٣١٧٥ - وحدثني زهير بن حرب قال نا إسماعيل يعني ابن علية عن أيوب ح وحدثنا ابن أبي عمر قال نا معن عن مالك ح وحدثنا ابن رافع قال نا ابن أبي فديك

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

قَالَ اَنَا الضَّحَّاكُ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ اِلَّا حَدِیْثَ اَیُّوْبَ فَاِنَّ فِیْهِ التَّکْبِیْرَ مَرَّتَیْنِ۔

۳۱۷۶۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبُوْ طَلْحَةَ وَصَفِیَّةُ رَدِیْفَتُهٗ عَلٰی نَاقَتِهٖ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِیْنَةِ قَالَ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰی قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آرہے تھے اور حضرت صفیہ آپ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھیں جب ہم ظہر المدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اور اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں اور اس کی حمد کرنے والے ہیں۔ آپ انہی الفاظ کو دہراتے ہوئے مدینہ میں داخل ہو گئے۔

۳۱۷۷۔ وَحَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

بَابُ[۴۱۶] اِسْتِحْبَابِ النُّزُوْلِ بِبَطْحَاءِ ذِی الْحُلَیْفَةِ وَالصَّلٰوةِ بِهَا اِذَا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَغَیْرِهِمَا فَمَرَّ بِهِمَا

باب حج یا عمرہ کے سلسلے میں گذرنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ کی زمین میں نماز پڑھنے کا استحباب

۳۱۷۸۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِیْ بِذِی الْحُلَیْفَةِ فَصَلّٰی بِهَا قَالَ وَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی کنکریلی (بجریلی) زمین میں اپنا اونٹ بٹھایا اور وہاں نماز پڑھی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۳۱۷۹۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذوالحلیفہ

مُهَاجِرٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُنِيخُ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيخُ بِهَا وَيُصَلِّي بِهَا.

کی اس کنکریلی زمین میں اپنا اونٹ بٹھاتے تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اونٹ بٹھاتے تھے، اور وہاں نماز پڑھتے تھے۔

۳۱۸۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ يَعْنِي أَبَا ضَمْرَةَ عَنْ مُوسَى ابْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ إِذَا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ يُنِيخُ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج یا عمرہ سے واپسی پر ذوالحلیفہ کی کنکریلی زمین میں اپنا اونٹ بٹھاتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اونٹ بٹھاتے تھے۔

۳۱۸۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَعِيلَ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں ذوالحلیفہ پہنچے آپ سے کہا گیا کہ یہ بطحاء مبارکہ ہے۔

۳۱۸۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَاللَّفْظُ لِسُرَيْجٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي فَقِيلَ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ قَالَ مُوسَى وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُنِيخُ بِهِ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ آیا در آں حالیکہ آپ آخر شب میں ذوالحلیفہ کی وادی میں اترے ہوئے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ بطحاء مبارکہ (برکت والی جگہ) میں ہیں۔ راوی موسیٰ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ سالم نے اس جگہ اونٹ بٹھایا جہاں حضرت ابن عمر اونٹ کو بٹھاتے تھے۔ اور اس جگہ کو تلاش کرتے تھے جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں اترتے تھے، اور وہ جگہ اس مسجد سے نیچے ہے جو بطن وادی میں بنی ہوئی ہے وہ جگہ مسجد اور قبلہ کے درمیان ہے۔

الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَسَطًا مِنْ ذٰلِكَ ۔

بَابُ لَا يَحُجُّ الْبَيْتَ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّبَيَانِ يَوْمِ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ

مشرک کے حج اور طواف کی ممانعت اور حج اکبر کا بیان

۳۱۸۳ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُونَ فِي النَّاسِ يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ مِنْ أَجْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حج کا امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا اس حج کے موقع پر حضرت ابوبکر نے مجھے قربانی کے دن ایک جماعت کے ساتھ یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے، حمید بن عبدالرحمان، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیش نظر یہ کہتے تھے کہ یوم نحر ہی یوم حج اکبر ہے۔

معاہدہ حدیبیہ کو توڑنے کا سبب

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ متعدد احادیث صحیحہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال کفار قریش سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ فریقین دس سال تک جنگ نہیں کریں گے، خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئے اور بنو بکر قریش کے ساتھ رہے، بعد میں بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بنو بکر کی مدد کر کے خزاعہ کے ہاں لوٹ مار کی، جب قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تو عمرو خزاعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور قریش کی عہد شکنی کو بیان کیا اور کہا کہ قریش نے معاہدہ کے خلاف ہم پر حطیم میں شب خون مارا ہے اور رکوع اور سجدے کی حالت میں ہم کو قتل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تمہاری مدد نہ کروں تو میری کبھی مدد نہ کی جائے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے مکہ روانہ ہونے کی تیاری کی اور آٹھ ہجری میں مکہ فتح کر لیا۔[1]

نو ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے التواء کا سبب

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جب نواں سال (ہجری) شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا، پھر فرمایا کہ ابھی کعبہ میں مشرکین بھی جاتے ہیں اور وہاں جا کر برہنہ طواف کرتے ہیں، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں اور انھیں حج کے احکام لکھ کر دیے، پھر ان کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے بھیجا تاکہ وہ مشرکین مکہ کو سورہ براءۃ (توبہ) کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنا دیں۔ جب حضرت علی حضرت ابوبکر کے قریب پہنچے اور انھوں نے ان کی آہٹ سن لی تو پوچھا تم امیر ہو یا مامور ہو؟ حضرت علی نے کہا مامور ہوں۔ جب یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) آیا تو حضرت ابوبکر نے خطبہ دیا اور مسلمانوں کو حج کے احکام کی تعلیم دی۔ یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو حضرت علی جمرہ عقبہ پر کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو! میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت سے آیا ہوں، لوگوں نے پوچھا آپ کیا پیغام لائے ہیں؟ آپ نے سورۂ توبہ کی تیس یا چالیس آیات تلاوت کیں، پھر فرمایا مجھے چار احکام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہے: (۱) اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے قریب نہیں آئے گا (۲) کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔ (۳) جنت میں مسلمان کے سوا اور کوئی نہیں جائے گا۔ (۴) جس سے جو معاہدہ کیا گیا ہے وہ پورا کیا جائے۔[2]

حضرت ابوبکر کی امارت کے باوجود حضرت علی سے اعلان براءت کرانے کا سبب

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے امیر بنایا بعد میں ان کی امارت منسوخ کر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا۔ علامہ آلوسی اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سنن ابن حبان اور سنن ابن مردویہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی کو اعلان کرانے کے لیے بھیجا تو حضرت ابوبکر کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں قرآن مجید میں ان کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے، انھوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! میری کیا حیثیت ہے؟ آپ نے فرمایا خیر ہے! تم میرے (دینی) بھائی ہو اور غار کے ساتھی ہو، اور حوض پر بھی تم میرے ساتھ ہو، البتہ (یہ) احکام صرف میں پہنچا سکتا تھا یا میرا کوئی رشتہ دار! اور امام ترمذی، امام بیہقی اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا اور انھیں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا، بعد میں حضرت علی کو بھیجا اور انھیں بھی یہ اعلان کرنے کا حکم دیا، پس دونوں نے حج کیا، اور حضرت علی نے ایام تشریق میں یہ اعلان کیا کہ: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں۔ چار ماہ (شوال، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم) میں تم جہاں چاہو چلے جاؤ، اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے اور مسلمان کے سوا کوئی شخص جنت میں نہیں جائے گا، حضرت علی

---

[1] علامہ ابو الفضل السید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،

[2] " " ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۴، "

رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے تھے اور جب حضرت علی تھک جاتے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے تھے"۔ بہرحال ان روایات میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر کی بجائے حضرت علی خلیفہ ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا "میرے یا میرے رشتہ دار کے سوا کوئی شخص یہ احکام نہیں پہنچا سکتا"، اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب میں یہ معروف تھا کہ معاہدہ منعقد کرنے یا اس کو توڑنے کا کام اس شخص سے لیا جاتا تھا جو خود صاحب معاملہ ہو یا اس کا قریبی رشتہ دار ہو تاکہ کوئی شک وشبہ نہ رہے آپ کے اس فرمان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم بھی حضرت ابو بکر نہیں پہنچا سکتے اور تمام احکام آپ کے قریبی رشتہ دار ہی پہنچا سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں اور آپ کے وصال کے بعد بہت سارے حکام ایسے بنائے گئے جو آپ کے قریبی رشتہ دار نہیں تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نویں سال مسلمانوں کو حج کے احکام تعلیم دیے اور حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو جو حج کا امیر مقرر کیا اور نمازوں میں ان کو امام مقرر کیا تھا اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی واضح دلیل ہے[1]

علامہ آلوسی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ توڑنے کے اعلان کے لیے بھیجا تھا تاکہ مشرکین پر حجت ہو کیونکہ ان کے نزدیک صاحب معاملہ کے قریبی رشتہ دار کا اعلان ہی حجت اور مؤثر ہوسکتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ صرف یہ اعلان تھا ورنہ حج کے تمام احکام میں حضرت ابو بکر امیر تھے اور حضرت حضرت علی نے بھی حضرت ابو بکر کی امارت اور ان کی متابعت میں فریضہ حج انجام دیا تھا اس لیے شیعہ حضرات کا یہ شبہ درست نہیں ہے کہ حضور نے حضرت علی کو بھیج کر حضرت ابو بکر کی خلافت کو منسوخ کر دیا تھا۔

حضرت ابو بکر کو احکام حج کا امیر بنانے اور حضرت علی سے اعلان برائت کرانے میں حکمت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے مجموعی احکام کا امیر حضرت ابو بکر کو بنایا اور مشرکین سے برائت اور بیزاری کے اعلان کا امیر حضرت علی کو بنایا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ بعض اہل سنت علماء نے اس سلسلہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اور جمال کے مظہر ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارحم امتی بامتی ابوبکر "میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر ہیں"۔ اس لیے آپ نے حضرت ابو بکر کو اس چیز کا امیر بنایا جو عین رحمت ہے اور مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش اور اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ چونکہ اسد اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی صفت جلال کے مظہر تھے اس لیے عہد شکنی کا اعلان ان کے ذمہ کیا جو اللہ تعالیٰ کے آثار جلال اور صفات قہر کی علامت ہے۔[2]

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کو شامل ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز

---

[1] علامہ ابو الفضل السید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۵، ۴۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] 〃　〃　〃　روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۵۔　〃　〃

نے اپنے تمام حکام کی طرف یہ حکم لکھ کر بھیجا تھا، اور صحیح مسلم میں ہے کہ ان مساجد میں پیشاب اور نجاست جائز نہیں ہے اور کافر اس نجاست سے خالی نہیں ہے، (کیونکہ وہ استنجا نہیں کرتا) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنبی اور حائض کے لیے مسجد میں آنے کو حلال نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے: انما المشرکون نجس "اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو نجس قرار دیا ہے اور مشرکین یا حقیقۃً نجس ہیں یا حکماً نجس ہیں، وہ جس اعتبار سے بھی نجس ہوں ان کو مسجد سے روکنا واجب ہے کیونکہ ان میں نجاست کی علت موجود ہے اور مسجد میں حرمت موجود ہے۔[۵]

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک مشرک ہو یا اہل کتاب حربی ہو یا ذمی اس کو کسی مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی خواہ وہ مسجد حرم کی ہو یا غیر حرم کی۔

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ

امام احمد بن حنبل کے نزدیک مطلقاً حرم (مکہ مکرمہ) میں مشرکین کا داخل ہونا جائز نہیں ہے اس میں مسجد حرام کی تخصیص نہیں ہے اور غیر حرم کی مساجد میں ان کے دو قول ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ مشرکین کو حرم میں داخل ہونے کی کسی حال میں اجازت نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ مشرکین حجاز کی طرح حرم میں بھی داخل ہو سکتے ہیں البتہ رہ نہیں سکتے اور ان کے لیے کعبہ میں داخل ہونا بھی جائز ہے البتہ رہنے کی اجازت نہیں ہے، انھیں حرم میں داخل ہونے اور تصرف کرنے سے نہیں روکا جائے گا (یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کا مکمل اور صحیح بیان نہیں ہے۔ سعیدی)

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا (توبہ: ۲۸) "مشرکین نجس ہیں اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" اور اس آیت میں مسجد سے مراد پورا حرم ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر ام ہانی کے گھر سے بیت المقدس گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی (اسراء: ۱) وہ منزہ ہے ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے ایک لمحہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا سفر کرایا" اس آیت سے معلوم ہوا کہ پورے حرم پر بھی مسجد کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے مسجد حرام سمیت تمام حرم میں مشرکین کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے البتہ باقی حجاز میں جا سکتے ہیں۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: غیر حرم کی مساجد میں مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے ایک مجوسی کو مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ نے منبر سے اتر کر اس کو پیٹا اور اس کو مسجد سے نکال دیا اور اگر مسلمان اس کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں تو صحیح ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل طائف کا ایک وفد آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا حالانکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ابوسفیان اسلام لانے سے پہلے مدینہ کی مسجد میں آتے تھے اور عمیر بن وہب مدینہ آئے اور مسجد نبوی میں آپ کو قتل کرنے کے لیے داخل ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد

---

[۵] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۰۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ۱۳۸۷ھ،

میں تشریف فرما تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے عمیر کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ امام احمد کا مذہب صحیح یہی ہے لیکن ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مشرکین کا مسجد میں کسی حال میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ نے ایک کتابی کو مسجد میں بلانے کے لیے حضرت عمر سے اجازت مانگی تو حضرت عمر نے منع کر دیا، پوچھا کیوں؟ فرمایا وہ نطرانی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں یہ امر معروف اور مقرر تھا کہ مشرکین کا مسجد میں آنا کسی طور پر جائز نہیں ہے اور اس لیے کہ جب حیض اور جنابت کے حدث سے مسجد میں دخول کی ممانعت ہے تو شرک کے حدث سے بطریق اولیٰ ممانعت ہونی چاہیے۔[1]

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں شوافع کا نظریہ

امام شافعی کے نزدیک حرم میں کسی مشرک کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے اور مشرکین کو حرم میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا البتہ باقی مساجد میں مسلمانوں کی اجازت سے مشرکین کو مساجد میں آنے دیا جائیگا۔

شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

کسی مشرک کو حرم میں داخل ہونے نہ دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا۔ "مشرکین نجس ہیں اور اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں"۔ اور مسجد حرام حرم کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی "مقدس ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے ایک لمحہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی" حالانکہ یہ سیر مکہ مکرمہ سے کرائی گئی تھی اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مسجد حرام کا اطلاق مکہ مکرمہ پر کیا گیا ہے۔[2]

پھر فقہاء شافعیہ نے اس پر بحث کی ہے کہ مشرکین سے مراد بت پرست ہیں یا تمام اقسام کے کافر مراد ہیں۔ حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی مشرکین میں شامل ہیں۔ علامہ سبکی لکھتے ہیں۔

حرم میں تو مطلق کافر کو داخل ہونے سے روکا جائے گا خواہ وہ ذمی ہو (مسلمانوں کے ملک میں معاہدہ امن سے رہنے والے کافر بھی ذمیوں کے حکم میں ہیں) یا مستامن ہو (عارضی طور پر پاسپورٹ یا ویزے سے مسلمانوں کے ملک میں آنے والا کافر) امام شافعی، امام احمد اور امام مالک کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ نے کافر ذمی کے حرم میں داخل ہونے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ: حرم کے علاوہ باقی مساجد میں مسلمان کی اجازت سے کافر کا داخل ہونا جائز ہے (خواہ ذمی ہو یا مستامن، بت پرست ہو یا اہل کتاب سعیدی) کیونکہ عطیہ بن شعبان کہتے ہیں کہ ثقیف کا ایک وفد رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ نصب کیا، جب وہ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے روزے رکھے، اس حدیث کو طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حضرت ابوہریرہ کی وہ روایت جس میں ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھنے کا ذکر ہے۔ اس وجہ سے امام شافعی نے کہا

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۸۷-۲۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۱۰ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ہے کہ مسلمان کی اجازت سے کافر کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے خواہ وہ غیر اہل کتاب ہو البتہ مکہ کی مساجد اور حرم میں کسی کافر کا داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ علامہ نووی نے مجموع میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کسی کافر کو حرم مکہ میں داخل ہونے نہ دیا جائے، اور غیر حرم کی ہر مسجد میں کافر کا داخل ہونا جائز ہے، اور مسلمانوں کی اجازت سے وہ مسجد میں رات کو رہ سکتا ہے، اور مسلمانوں کی اجازت کے بغیر اس کو منع کیا جائے گا، اور اگر کافر جنبی ہو تو پھر اس کے مسجد میں رہنے کے بارے میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کو رہنے دیا جائے۔ [1]

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں احناف کا نظریہ

احناف کے نزدیک غیر معاہد (غیر ذمی، جن کافروں سے مسلمانوں کا معاہدہ نہ ہو) مشرکین کو حرم میں اور اسی طرح باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا اور اہل ذمہ کو حرم اور اسی طرح باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

امام محمد سیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

وذکر عن الزهری ان ابا سفیان بن حرب کان یدخل المسجد فی الهدنة وهو کافر غیر ان ذلك لا یحل فی المسجد الحرام قال الله تعالٰی، انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام۔ [2]

زہری سے روایت ہے کہ معاہدہ حدیبیہ کے ایام میں ابو سفیان مسجد میں آتے تھے حالانکہ اس وقت وہ کافر تھے البتہ یہ مسجد حرام میں جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: مشرکین نجس ہیں وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

امام محمد کی اس تحریر سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا خواہ وہ معاہد ہوں لیکن جامع صغیر میں امام محمد نے تصریح کر دی ہے کہ اہل ذمہ کے حرم میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے امام محمد لکھتے ہیں:

ولا باس بان یدخل اهل الذمة المسجد الحرام۔ [3]

اہل ذمہ کے مسجد حرام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام محمد کی اس تصریح کے پیش نظر فقہاء احناف کا نظریہ یہ ہے کہ اہل ذمہ کو مسجد حرام (کعبہ) اور باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا اور یہ ممانعت صرف مشرکین غیر معاہد کے لیے ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، البحر الرائق، در مختار، رد المحتار اور تمام کتب احناف میں یہی مذکور ہے، عالم گیری میں ہے:

لا بأس بدخول اهل الذمة المسجد الحرام و سائر المساجد وهو الصحیح کذا فی المحیط

مسجد حرام اور باقی مساجد میں اہل ذمہ کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی بات صحیح ہے اسی طرح محیط

---

[1] علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ، تکملہ شرح المہذب ج ۱۹ ص ۴۳۷-۴۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، سیر کبیر مع شرحہ ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ المکتبۃ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، جامع صغیر ص ۵۳۳، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند، ۱۲۹۱ھ۔

السرخسی [1]

سرخسی میں ہے۔

علامہ سرخسی نے محیط میں جو لکھا ہے "یہی صحیح ہے" اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ علامہ سرخسی نے شرح سیر کبیر میں جو یہ لکھا ہے کہ مسجد حرام اور باقی مساجد میں حربی اور ذمی دونوں کے داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہے ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ثم اخذ الشافعی رضی اللہ عنہ بحدیث الزہری فقال یمنعون من دخول المسجد الحرام خاصۃ للآیۃ فاما عندنا فلا یمنعون عن ذلک کما لا یمنعون من دخول سائر المساجد ویستوی فی ذلک الحربی والذمی۔ [2]

امام شافعی نے حدیث زہری پر عمل کیا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین کو بالخصوص مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا۔ قرآن مجید کی اس آیت کی وجہ سے (انما المشرکون نجس فلا یقربوا الخ) ہمارے نزدیک مشرکوں کو مسجد حرام اور دیگر مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا اور اس معاملہ میں حربی اور ذمی دونوں برابر ہیں۔

موقف احناف پر احادیث سے دلائل

حرم اور باقی مساجد میں اہل ذمہ کے داخل ہونے کی اجازت دینے پر احناف کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

عن عثمان بن ابی العاص ان وفد ثقیف لما قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزلھم المسجد لیکون ارق لقلوبھم فاشترطوا علیہ ان لا یحشروا ولا یعشروا ولا یجبوا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکم ان لا تحشروا ولا تعشروا ولا خیر فی دین لیس فیہ رکوع۔ [3]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ ان کے دل نرم ہوں انھوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے، زکوٰۃ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے، آپ نے فرمایا جہاد میں نہ شریک ہونے اور زکوٰۃ نہ دینے کی تمہیں رخصت ہے لیکن اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو۔

عن الحسن ان وفد ثقیف اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضربت لھم قبۃ فی مؤخر المسجد لینظروا الی صلوۃ

حسن بصری سے روایت ہے کہ ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پچھلے حصہ میں ان کے لیے خیمہ لگوا دیا تاکہ

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالم گیری ج ۵ ص ۳۴۶، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۲، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

المسلمین الی رکوعھم و سجودھم فقیل یارسول اللہ اتنزلھم فی المسجد وھم مشرکون فقال ان الارض لا تنجس انما ینجس بنو آدم[1]

وہ مسلمانوں کی نماز اور ان کے رکوع اور سجود کا ملاحظہ کریں، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ انہیں مسجد میں ٹھہرا رہے ہیں، حالانکہ یہ مشرکین ہیں! آپ نے فرمایا: بنو آدم نجس ہوتے ہیں زمین نجس نہیں ہوتی۔

عن الحسن ان وفد ثقیف لما قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب لھم قبۃ فی المسجد فقالوا یارسول اللہ قوم انجاس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیس علی الارض من انجاس الناس شئ انما انجاس الناس علی انفسھم۔[2]

حسن بصری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثقیف کا وفد آیا آپ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی نجاست ان کے دلوں میں ہوتی ہے، زمین پر لوگوں کی نجاست نہیں لگتی۔

ان تینوں احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ طائف کے جن مشرکوں سے معاہدہ ہوا تھا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ٹھہرایا۔

اخبرنا ابوالزبیر انہ سمع جابر بن عبداللہ یقول فی ھذہ الآیۃ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام الا ان یکون عبدا او احدا من اھل الجزیۃ۔[3]

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جا سکتا ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل مسجدنا ھذا بعد عامنا ھذا مشرک الا اھل العھد وخدمھم۔[4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا ان کے خدام، وہ داخل ہو سکتے ہیں۔

مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد کی یہ دونوں احادیث امام اعظم کے موقف پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات

امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد جو حرم کعبہ میں مطلق مشرکین کے دخول کے قائل نہیں ہیں وہ احناف کے خلاف یہ آیت پیش کرتے ہیں: انما المشرکون

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ
[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ
[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۳ ص ۳۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

نجس فلا یقربوا المسجد الحرام "مشرکین نجس ہیں مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" علامہ ابوالحسن مرغینانی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ محمل ہے کہ مشرکین باعتبار غلبہ کے حرم کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتے یا مطلب یہ ہے اب وہ پہلے کی طرح ننگے طواف نہیں کر سکتے۔[1] علامہ علائی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ نہی تکلیفی نہیں ہے تکوینی ہے، علامہ شامی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین میں مسجد حرام کا قرب پیدا نہیں کرے گا، یہ خبر منفی ہے جو صورت نہی میں ذکر کی گئی ہے۔[2] علامہ ابوبکر جصاص نے اس آیت کے جواب میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ مکمل متن حسب ذیل ہے۔:

اس آیت کی تفسیر میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام میں نہیں داخل ہو سکتا۔ امام مالک یہ بھی کہتے ہیں کہ ضرورت کے علاوہ باقی مساجد میں بھی مشرک داخل نہیں ہو سکتا، ضرورت کی مثال یہ ہے کہ کسی مقدمہ میں حاکم ذمی کو طلب کرے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرکین تمام مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں البتہ مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتے، اور ہمارے اصحاب (احناف) یہ کہتے ہیں کہ ذمی کا تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور یہ آیت مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ان کے حق میں ذمی ہونے کا تصور نہیں ہے، ان سے یا اسلام قبول کیا جائے گا اور یا تلوار سے ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ اس لیے ان کو مکہ مکرمہ اور ان تمام مساجد میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا تھا۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا ہے کیونکہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کے لیے بھیجا اس سال آپ نے یہ اعلان کرا دیا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس سال کے بعد اگلے سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا تھا اور جس سال حضرت ابوبکر نے یہ اعلان کیا اسی سال یہ آیت نازل ہوئی تھی: (یاایھا الذین اٰمنوا انما المشرکون نجس) اور حضرت علی کی حدیث میں یہ ہے کہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ حضور کی طرف سے اعلان برات کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور اس میں اس پر دلیل ہے کہ اس آیت (انما المشرکون نجس) سے یہی مراد ہے کہ مشرکین حج کے قصد سے مکہ میں داخل نہ ہوں۔ اور اس پر یہ دلیل ہے کہ اس آیت کے سیاق ہی یہ ہے: ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ "اگر (مشرکین کے حرم میں نہ آنے سے) تمہیں تنگیٔ رزق اور فقر کا خوف ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تم کو اس سے مستغنی کر دے گا" کیونکہ حج کے ایام میں لوگوں کے آنے سے تجارت ہوتی تھی اور اہل حرم حج کرنے والوں کے ہاتھ اپنی اشیاء فروخت کر کے فائدہ اٹھاتے تھے، مشرکین پر پابندی لگانے سے اہل حرم کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان کی تجارت اس سے متاثر نہ ہو۔ یہ سیاق اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اس آیت میں مشرکین کے دخول پر مطلق پابندی نہیں ہے بلکہ انہیں حج کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مشرکین کو دیگر افعال حج سے بھی منع کیا جاتا ہے مثلاً عرفات

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۸ ص ۴۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۴۱ - ۳۴۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ۔

میں وقوف اور مزدلفہ میں قیام ہر چند کہ ان افعال میں مسجد کا دخل نہیں ہے اور اہل ذمہ کو ان افعال سے نہیں روکا جاتا، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکین کو صرف حج سے منع کیا گیا ہے اور حج کے علاوہ مسجد کے قریب جانے سے نہیں روکا گیا، عثمان بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگایا گیا، لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! یہ نجس لوگ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین پر لوگوں کی نجاست نہیں ہے لوگوں کی نجاست ان کے دلوں میں ہے اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ابوسفیان کفر کی حالت میں داخل ہوتے تھے۔ البتہ مشرکین کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فلا یقربوا المسجد الحرام۔

علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ ثقیف کا وفد فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آیت اس سال نازل ہوئی ہے جس سال حضرت ابوبکر نے حج کیا تھا اور یہ نو ہجری کا واقعہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ فرمایا کہ ان کا نجس ہونا مسجد میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کفر کی نجاست کافر کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکتی۔ رہے ابوسفیان تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کی تجدید کرنے کے لیے آئے تھے، اس وقت ابوسفیان مشرک تھے اور یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے اور ہر چند کہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے تاہم اس کا تقاضا مسجد حرام کے قریب جانے سے مشرکین کو روکنا ہے نہ کہ کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے روکنا ہے۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ مشرک حرم میں داخل نہ ہو، اگر یہ روایت ثابت ہے تو اس کا بھی مطلب ہے کہ حج کے لیے مشرکین حرم میں نہ آئیں اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس سال کے بعد مشرکین حرم میں نہ داخل ہوں البتہ غلام یا لونڈیاں کسی کام کے لیے آ سکتے ہیں"۔ آپ نے کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا لونڈی کا مسجد میں آنا مباح قرار دیا ہے جبکہ وہ حج کے لیے نہ آئیں اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آزاد ذمی بھی کسی کام کی وجہ سے حرم میں آسکتا ہے۔ کیونکہ آزاد اور غلام میں کسی نے فرق نہیں کیا۔ اور ابوالزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ البتہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جا سکتا ہے، ابوالزبیر نے اس کو حضرت جابر سے موقوفاً روایت کیا ہے[1] اور یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر سے یہ روایت موقوفاً بھی مروی ہو اور مرفوعاً بھی۔[2]

بعض معاصرین نے اس بحث میں لکھا ہے کہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کتابی کے سوا دوسرا کوئی کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا[3]۔ بعض معاصرین نے علامہ عینی کی عبارت کا ٹکڑا بلا تحقیق اور بغیر حوالے کے ذکر کیا ہے۔

---

[1] حضرت جابر کی یہ روایت ہم نے مسند احمد بن حنبل (ج ۳ ص ۳۹۲) سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص کی سند میں یہ عن ابی الزبیر عن جابر ہے اور امام احمد کی سند میں عن الحسن عن جابر ہے، اس لیے ہو سکتا ہے کہ ابوالزبیر نے یہ حضرت جابر سے موقوفاً سنی ہو اور حسن نے مرفوعاً سنی ہو۔ سعیدی غفرلہٗ۔

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص حنفی رازی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸۹ - ۸۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] مولانا غلام رسول رضوی۔ تفہیم البخاری ج ۱ ص ۴۹۲، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد۔

اور عربی میں جو کتابی کا لفظ تھا اس کا اسی طرح ذکر کر دیا ہے۔ علامہ عینی کی اس عبارت میں کتابی سے مراد اہل الذمہ یا معاہد ہیں کیونکہ انھوں نے اس کے بعد مسند احمد کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل مسجد نا بعد عامنا ھذا مشرک الا اھل العھد وخدمھم[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا جو ان کے خادم ہیں وہ داخل ہو سکتے ہیں۔" ہم نے یہ وضاحت اس لیے کی ہے کہ کسی شخص کو کتابی کے لفظ سے اہل کتاب کا مغالطہ نہ ہو اور امام اعظم اور فقہاء احناف کا مسلک غلط نہ سمجھ لیا جائے۔

یوم حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حمید بن عبدالرحمان، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیش نظر یہ کہتے تھے کہ یوم نحر ہی یوم حج اکبر ہے، اس لیے ہم یوم حج اکبر کی تحقیق بیان کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"حج اکبر یوم نحر (دس ذوالحج) ہے اور حج اصغر میں اختلاف ہے، جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عمرہ حج اصغر ہے، اور مجاہد سے روایت ہے کہ حج اکبر قران ہے اور حج اصغر افراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ حج اصغر یوم عرفہ ہے اور حج اکبر یوم نحر ہے کیونکہ باقی مناسک یوم نحر میں پورے ہوتے ہیں۔ ثوری سے منقول ہے کہ ایام حج کو یوم الحج الاکبر کہا جاتا ہے جیسا کہ ایام فتح مکہ کو یوم الفتح کہا جاتا ہے اور سہیلی نے اس کی تائید میں یہ کہا ہے کہ حضرت علی نے ان تمام ایام میں یہ اعلان کیا تھا۔ طبری نے ابو جحیفہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حج اکبر، یوم عرفہ ہے اور سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ حج اکبر یوم نحر ہے[2]

یوم حج اکبر کے متعلق احادیث

عن علی قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن یوم الحج الاکبر فقال یوم النحر۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم حج اکبر کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یوم نحر ہے۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف یوم النحر بین الجمرات فی الحجۃ التی حج فقال ای یوم ھذا قالوا یوم النحر قال ھذا یوم الحج الاکبر۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا آپ جمرات کے درمیان یوم نحر کو کھڑے ہوئے اور فرمایا آج کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا: یوم نحر ہے۔ فرمایا: حج اکبر

1۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ

2۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۱، مطبوعہ دار نشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

3۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

4۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۶۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

عن الشیبانی قال: سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی وسعید بن جبیر یقولان: الحج الاکبر یوم النحر۔ [1]

عن عیاذ بن شہاب العصری عن ابیہ قال: قال عمر: الحج الاکبر یوم عرفۃ، فذکرتہ لسعید بن المسیب فقال اخبرک عن ابن عمر ان عمر قال: سالت محمدا عن یوم الحج الاکبر فقال: کان یوم وافق فیہ حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحج اھل الملل۔ [2]

عن ابی اسحاق قال سالت عبد اللہ بن شداد عن الحج الاکبر فقال الحج الاکبر یوم النحر۔ [3]

عن الحارث عن علی قال: یوم الحج الاکبر یوم النحر۔ [4]

عن عکرمۃ عن ابن عباس قال الحج الاکبر یوم النحر۔ [5]

عن ابی اسحاق عن ابی جحیفۃ قال الحج الاکبر یوم النحر۔ [6]

کا دن ہے۔

شیبانی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی اور سعید بن جبیر یہ کہتے تھے کہ حج اکبر، یوم نحر ہے۔

شہاب عصری بیان کرتے ہیں کہ عمر نے کہا کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے۔ میں نے اس بات کا سعید بن مسیّب سے ذکر کیا، انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر نے یہی کہا (راوی کہتے ہیں) میں نے محمد (ابن سیرین) سے حج اکبر کے بارے میں سوال کیا انھوں نے کہا کہ حج اکبر وہ دن ہے جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل ملل نے حج کیا ہے۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن شداد سے سوال کیا کہ حج اکبر کون سا دن ہے؟ انھوں نے کہا کہ حج اکبر یوم نحر ہے۔

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا حج اکبر، یوم نحر ہے۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا حج اکبر، یوم نحر ہے۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو جحیفہ نے فرمایا حج اکبر یوم نحر ہے۔

جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کی تحقیق

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو حج اکبر فرمایا ہے سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال آپ نے یوم نحر کو فرمایا یہ

---

[1] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴ ص ۴۶۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

[2] ″ ″ ، المصنف ج ۴ ص ۴۶۲، ″ ″

[3] ″ ″ ، المصنف ج ۴ ص ۴۶۲، ″ ″

[4] ″ ″ ، المصنف ج ۴ ص ۴۶۲، ″ ″

[5] ″ ″ ، المصنف ج ۴ ص ۴۶۳ ″ ″

[6] ″ ″ ، المصنف ج ۴ ص ۴۶۳ ″ ″

حج اکبر کا دن ہے۔ اس سے مراد یوم عرفہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہی حج اکبر تھا۔ اور اس کی تائید مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے ہے جس میں ہے کہ حج اکبر وہ دن ہے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ لوگوں کی زبانوں پر ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے اور لوگوں کی زبانیں اللہ کا قلم ہیں اور یہ اصطلاح عرفی ہے اور جس چیز کو مسلمان حسن قرار دیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے[1]

حج اکبر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

حج اکبر کے سلسلے میں جو فقہاء اسلام کے مختلف اقوال ہیں ان میں تطبیق دیتے ہوئے ملا علی قاری رحمہ الباری تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ یوم حج اکبر کے متعلق چار قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ یوم نحر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر طواف زیارت کا دن ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ حج کے تمام ایام یوم حج اکبر ہیں' اور درحقیقت ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اکبر اور اصغر امر اضافی ہیں، لہٰذا جمعہ کے دن کا حج دوسرے ایام کی بہ نسبت اکبر ہے، اور حج قِران حج افراد سے اکبر ہے اور مطلقاً حج، عمرے سے اکبر ہے اور جمیع ایام حج بھی اکبر ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نورانی مقام کے اعتبار سے مختلف ہے' اسی طرح ایام میں یوم عرفہ، حج اکبر کی تحصیل کا دن ہے جو مطلقاً حج ہے، اور یوم نحر حج اکبر کے افعال کے مکمل ہونے اور ان سے حلال ہونے کا دن ہے[2]

احادیث اور آثار صحابہ میں مختلف ایام پر حج اکبر کا اطلاق آیا ہے اور کسی دن کے حج اکبر ہونے پر اتفاق نہیں ہے' اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے اس کے ثبوت میں ہر چند کہ کوئی صریح حدیث نہیں ہے تاہم بکثرت دلائل شرعیہ سے اس دن کا حج اکبر ہونا ثابت ہے، اس لیے اس کو حج اکبر کہنا صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال کے حج کا ثواب ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے۔

جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کے ثبوت میں روایات

جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو اس سال حج اکبر ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور اس دن کے لیے آپ نے فرمایا کہ یہ یوم حج اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حج اکبر ہے' جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا وہ جمعہ کا دن تھا اس پر دلیل یہ ہے:

علامہ خازن الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نزلت هذه الآية في يوم الجمعة بعد العصر في يوم عرفة والنبي صلى الله عليه وسلم واقف بعرفات على ناقته العضباء فكادت

یہ آیت عصر کے بعد جمعہ کے دن عرفہ کے روز نازل ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے تھے، جس کا کان کٹا ہوا تھا، اور وحی کے

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ،، ،، المسلک المتقسط ص ۳۱۸، ،،

عضد الناقة تندق وبرکت لثقل الوحی و ذلک فی حجة الوداع سنة عشر من الهجرة ۔[1]

بوجہ سے اونٹنی کا بازو ٹوٹنے کے قریب تھا اور وہ بیٹھ گئی یہ دس ہجری حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

حافظ ابن کثیر نے بھی بخاری اور مسلم کے حوالے سے یہ تصریح کی ہے کہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا۔[2]

قال عمر قد عرفنا ذلک الیوم الذی و المکان الذی نزلت فیه علی النبی صلی الله علیه وسلم وهو قائم بعرفة یوم جمعة ۔[3]

حضرت عمر نے فرمایا میں اس دن اور اس جگہ کو جانتا ہوں جب یہ آیت (الیوم اکملت لکم دینکم) نازل ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے اور یہ جمعہ کا دن تھا۔

فقال ابن عباس انها نزلت فی یومین فی یوم الجمعة یوم عرفة ۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے وہ یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان نزولها کان بعرفة و کان ذلک فی حجة الوداع ۔[5]

اس آیت کا نزول یوم عرفہ میں ہوا اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور اس حج کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ حج اکبر ہے۔

علامہ عینی امام ابن جریج کی سند سے بیان کرتے ہیں:

عن قیس بن مخرمة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خطب یوم عرفة فقال هذا یوم الحج الاکبر ۔[6]

قیس بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ کو خطبہ دیا اور فرمایا یہ یوم حج اکبر ہے۔

اور علامہ عینی امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم اور امام ابن مردویہ کے حوالوں سے بیان کرتے ہیں۔

عن ابن عمر قال وقف رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم النحر عند الجمرات فی حجة الوداع و قال هذا یوم حج الاکبر ۔[7]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمرات کے پاس ٹھہرے اور فرمایا یہ حج اکبر کا دن ہے۔

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۶۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
[2] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ۔
[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ
[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ھ، جامع ترمذی ص ۴۳۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[5] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[6] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[7] 〃 〃 ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۱، 〃 〃

یہ حدیث ہم اس سے پہلے سنن ابو داؤد کے حوالے سے بھی بیان کر چکے ہیں۔
ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال حج اکبر تھا اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اس سے واضح ہوگیا کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال کا حج حج اکبر ہوتا ہے۔
ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو یہ شبہ ہو کہ یہ صرف حجۃ الوداع کے سال کی خصوصیت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جس سال بھی یوم عرفہ جمعہ کو ہو اس سال حج اکبر ہوگا۔
علامہ عینی امام ابن جریر کی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابن عوف سالت محمدا یعنی ابن سیرین عن الحج الاکبر قال کان یوما وافق فیہ حج رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم[1]

ابن عوف کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا جو دن اس کے موافق ہو وہ دن حج اکبر ہے۔

اس سے پہلے ہم یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے بھی بیان کر چکے ہیں۔
علامہ سیوطی نے بھی یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔[2]
نواب صدیق حسن خاں نے بھی یہ حدیث امام ابن سیرین کے حوالے سے ذکر کی ہے[3]
ان حوالوں سے یہ ثابت ہوگیا کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حجۃ الوداع کیا تھا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور آپ نے اس کو حج اکبر فرمایا اور امام ابن جریر اور امام ابن ابی شیبہ کی روایات سے بھی یہی ثابت ہے کہ اس دن حج اکبر ہوتا ہے، ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

لانہ وافق یوم عرفۃ یوم الجمعۃ وھو المشتھر بالحج الاکبر الذی ورد فی حقہ ان حجۃ کسبعین حجۃ۔[4]

جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس دن کے متعلق شہرت ہے کہ وہ حج اکبر ہے جس کے بارے میں یہ حدیث ہے کہ اس دن حج کرنا ستر حج کے برابر ہے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

وورد (ان العرفۃ یوم الجمعۃ تعدل سبعین حجۃ) وھو الحج الاکبر۔[5]

حدیث شریف میں ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر حج کے برابر ہے اور یہی حج اکبر ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الدر المنثور ج ۳ ص ۲۱۱
[3] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۴ھ، فتح البیان ج ۴ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ
[4] علامہ علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۵ ص ۳۸۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ
[5] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۳ ص ۳۸۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ۔

ان حوالوں سے یہ ثابت ہوگیا کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہیں ہے اور جن احادیث میں ایام حج یا یوم نحر یا نفس حج پر حج اکبر کا اطلاق آیا ہے وہ سب اضافی اطلاقات ہیں یعنی ان روایات میں عمرہ کے مقابلہ میں حج پر، حج اکبر کا اطلاق کیا گیا ہے اور جمعہ کے دن جب حج ہو تو احادیث معتبرہ سے یہ ثابت ہے کہ اس سال حج کا اجر ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے اس لیے روایۃً اور درایۃً یہ ثابت ہے کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے۔

جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کا ثبوت از روئے درایت

اس سے پہلے ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو، اس پر از روئے روایت حج اکبر کا اطلاق درست ہے کیونکہ احادیث میں دوسرے حجوں کی بہ نسبت اس کے زیادہ اجر و ثواب ہونے کا بیان ہے۔ علامہ ذیلعی لکھتے ہیں:

عن طلحۃ بن عبید اللہ انہ علیہ الصلوٰۃ و السلام قال افضل الایام یوم عرفۃ اذا وافق یوم جمعۃ وھو افضل من سبعین حجۃ فی غیر جمعۃ رواہ رزین بن معاویۃ فی تجرید الصحاح وذکر النووی فی مناسکہ۔[1]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنوں میں سب سے زیادہ افضل یوم عرفہ ہے اور جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو وہ غیر جمعہ کے ستر حجوں سے افضل ہے، اس حدیث کا ذکر رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں کیا ہے۔

محدث رزین کے حوالے سے اس حدیث کو علامہ زبیدی،[2] علامہ شلبی[3] اور ملا علی قاری[4] نے بھی بیان کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واما ما ذکرہ رزین فی جامعہ مرفوعا خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم عرفۃ وافق یوم الجمعۃ وھو افضل من سبعین حجۃ فی غیرھا فھو حدیث لا اعرف حالہ لانہ لم یذکر صحابیہ ولا من اخرجہ بل ادرجہ فی حدیث الموطأ الذی ذکرہ مرسلا عن طلحۃ بن عبید اللہ بن کریز ولیست الزیادۃ

محدث رزین نے اپنی جامع میں یہ حدیث ذکر کی ہے "سب سے افضل دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے یوم عرفہ ہے جو جمعہ کے دن ہو، اس دن کا حج دوسرے حجوں سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے"۔ اس حدیث کا حال مجھے معلوم نہیں کیونکہ رزین نے صحابی کا ذکر کیا نہ اس کا ذکر جس نے اس حدیث کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے بلکہ اس کو مؤطا میں طلحہ بن

۱۔ علامہ عثمان بن علی ذیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۲۔ علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۲۷۴، مطبوعہ مطبع میمنہ مصر

۳۔ ـــــــ علامہ شلبی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۴۔ ملا علی بن سلطان القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

المذکورۃ فی شیء من الموطات فان کان له اصل احتمل ان یراد بالسبعین التحدید او المبالغۃ وعلی کل منهما فتثبت المزیۃ بذلک واللہ اعلم۔ [1]

عبید اللہ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور مؤطات میں یہ زیادتی نہیں ہے اگر اس حدیث کی کوئی اصل ہے تو ہو سکتا ہے ستر سے مراد ستر درجے ہوں یا مبالغہ مراد ہے اور ہر تقدیر پر اس حدیث سے اس دن کے حج کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے کہ بعض محدثین نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر بالفرض یہ واقع میں ضعیف ہو بھی تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے اور بعض جاہلوں کا یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے، باطل اور مردود ہے، کیونکہ رزین بن معاویہ عبدری کبراد محدثین اور علمائے مخرجین میں سے ہیں اور محققین کے نزدیک ان کا کسی حدیث کو نقل کر دینا معتمد سند ہے، جب کہ انھوں نے اس کو صحاح ستہ کی تجرید میں بیان کیا ہے، اس لیے یہ سند اگر صحیح نہیں ہے تو ضعیف سے کسی حال میں کم نہیں ہے اور اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن عبادات کا ثواب ستر یا سو گنا بڑھ جاتا ہے اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں بیان کیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے، علامہ ابو طالب مکی نے اس حدیث کو قوت القلوب میں بیان کیا ہے۔ ابن جماعہ نے اسی حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند کر کے بیان کیا ہے اور علامہ سیوطی نے اس کو ابن جماعہ سے نقل کر کے مقرر رکھا ہے اور یہ چیز قواعد میں سے ہے کہ جب کسی حدیث کے متعدد طرق ہوں تو وہ قوی ہو جاتی ہے۔ [2]

اس حدیث کی تائید امام غزالی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

وقال بعض السلف اذا وافق یوم عرفۃ یوم جمعۃ غفر لکل اهل عرفۃ وهو افضل یوم فی الدنیا، وفیه حج رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حجۃ الوداع۔ [3]

بعض اسلاف نے یہ کہا ہے کہ جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو تمام میدان عرفات والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور یہ دنیا کے تمام دنوں سے افضل ہے اور اسی دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تھا۔

ملا علی قاری رحمہ الباری اس حدیث کی تائید میں لکھتے ہیں کہ جمعہ اور عرفہ کا اجتماع زیادہ رحمت اور مغفرت کا موجب ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ منقول اور معقول سے جاہل ہے، اور امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن نیکیاں دوچند کر دی جاتی ہیں، ملا علی قاری کہتے ہیں کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ جمعہ کے دن نیکیوں کو ستر درجہ بڑھا دیا جاتا ہے اور یہ اس حدیث کے مطابق ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو حج کا ثواب ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے۔ [4]

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ملا علی بن سلطان القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۲۴۱ - ۲۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

یہاں تک ہم نے روایت اور درایت سے یہ واضح کر دیا ہے کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال کا حج، حج اکبر ہوتا ہے اور اس پر حج اکبر کا اطلاق روایۃً اور درایۃً درست ہے۔

بعض معاصرین اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے حج اکبر کے بارے میں اقوال ذکر کر کے لکھتے ہیں: شیخ نور الحق صاحب تیسیر القاری نے کہا ہم نے یہ اقوال اس لیے ذکر کیے ہیں کہ عوام کی زبان پر یہ مشہور ہے کہ جمعہ کے دن حج اکبر ہوتا ہے، اس کی کوئی سند نہیں ہے۔[۱]

ظاہر ہے کہ صرف تیسیر القاری کی بنیاد پر اس عظیم الشان مسئلہ کی تحقیق نہیں ہو سکتی!

بَابُ [۲۱۸] فَضْلِ يَوْمِ عَرَفَةَ — یوم عرفہ کی فضیلت

۳۱۸۴- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ يُوسُفَ يَقُولُ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُولُ مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا۔ اللہ (اپنے بندوں سے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: یہ بندے کس ارادے سے آئے ہیں؟

اللہ کے نزول اور قریب ہونے کا مطلب

اللہ کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رحمت قریب ہوتی ہے یا وہ اپنی رحمت کے خاص فرشتوں کو اپنے بندوں کے قریب کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول کا بھی یہ مطلب ہے کہ وہ اس آسمان پر اپنی رحمت کو متوجہ کرتا ہے شیخ ابن تیمیہ نے اپنے منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح نازل ہوتا ہے، (الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۴) العیاذ باللہ!

علم غیب

یوم عرفہ کی فضیلت سے متعلق یہ حدیث زیادہ مفصل ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص آئے ایک قبیلہ انصار کا تھا اور دوسرا ثقیف کا، انصاری نے سبقت کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقفی سے فرمایا: اے ثقفی! انصاری نے تم پر سبقت کر لی ہے، انصاری نے کہا: یا رسول اللہ میں خود اس کو مقدم کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[۱] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۷، ص ۱۵، مطبوعہ المجدد پرنٹرز لاہور۔

وسلم نے فرمایا: اے ثقفی اپنی حاجت بیان کرو اور اگر تم چاہو تو میں خود بیان کر دوں کہ تمہارا کیا سوال ہے! ثقفی نے کہا اگر آپ ایسا کریں تو زیادہ اچھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نماز، رکوع اور سجود اور روزوں کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہو اور یہ کہ تمہارے لیے ان میں کیا اجر ہے؟ ثقفی نے کہا ہاں خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، آپ نے فرمایا تم رات کے اول حصہ میں، اور اس کے آخر میں نماز پڑھو اور درمیانی حصہ میں نیند کرو، اور اگر تم رات کے درمیانی حصہ میں نماز پڑھو تو یہ بھی کافی ہے، اور جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھو اور انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھو، پھر اپنا سر اٹھاؤ حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجائے: اور جب تم سجدہ کرو تو اپنی پیشانی کو زمین پر ٹکاؤ۔ آپ نے فرمایا سفید راتوں یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کی راتوں میں روزہ رکھو۔ پھر آپ انصاری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی حاجت بیان کرو اور اگر چاہو تو تمہارا سوال میں بیان کردوں، انصاری نے کہا اگر آپ خود بیان فرمائیں تو زیادہ اچھا ہے! آپ نے فرمایا تم مجھ سے یہ سوال کرنے آئے تھے کہ وقوف عرفہ کا کیا طریقہ ہے اور اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ اور کنکریاں مارنے کا کیا طریقہ ہے اور اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ انصاری نے کہا ہاں خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! آپ نے فرمایا جب تم اپنے گھر سے بیت الحرام کے قصد سے نکلتے ہو تو تمہاری سواری کے ہر قدم کے عوض تم کو ایک نیکی ملتی ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹ جاتا ہے اور جب تم عرفات میں ٹھہرتے ہو تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آتا ہے (یعنی متوجہ ہوتا ہے) اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرے بندے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں یہ دور دراز سے آئے ہیں، یہ میری رحمت کے امیدوار ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں، حالانکہ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا اور اگر یہ مجھے دیکھ لیتے تو پھر کیا حال ہوتا! پس اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں یا ایام دنیا یا بارش کے قطروں جتنے بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ وہ سب گناہ دھو ڈالے گا، اور تم جب کنکریاں مارتے تو وہ تمہارے لیے جمع ہو جاتی ہیں، تمہارے ہر بال کے گرنے سے تمہیں ایک نیکی مل جاتی ہے اور جب تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو تو گناہوں سے اس طرح صاف اور پاک ہو جاتے ہو جیسے تم اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوئے ہو![۱]

یوم عرفہ کی فضیلت کے علاوہ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی صفت عطا کی تھی جس سے آپ پر امور غیبیہ منکشف ہو جاتے تھے، آپ دلوں کا حال جان لیتے تھے اور یہی علم غیب ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انصاری اور ثقفی صحابہ کے نزدیک یہ بات معروف اور صحیح تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جان لیتے ہیں ورنہ اعتراض کرتے کہ آپ غیب کو کیا جانیں یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور یہ آیات پڑھتے: عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو (انعام: ۵۹) قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب (انعام: ۵۰) ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر۔ (اعراف: ۱۸۸) لیکن انھوں نے یہ اعتراض نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان صحابہ کے نزدیک ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم

[۱] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۵ ص ۱۶-۱۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ

غیب کی نفی ذاتی استقلالی اور بے تعلیم الٰہی پر محمول ہے اور جو علم غیب آپ کو حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کی عطا سے ہے یا جس چیز کی نفی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہیں اور جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے وہ متناہی اور بعض ہے۔ ہمارے اعتبار سے یہ علم ایسا ہے جیسے قطرے کے سامنے سمندر ہو اور اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو سمندر کے مقابلے میں قطرہ کی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں، امام عبدالرزاق اس حدیث کے جامع ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ تمام اسلاف کا یہی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء الٰہی سے علم غیب حاصل ہے۔

بَابٌ ۳۱۹ فَضْلِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کی فضیلت

۳۱۸۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ، ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔

۳۱۸۶ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ عَنْ سُهَيْلٍ ح وَحَدَّثَنِي ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح وَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے اسی طرح روایت ہے۔

۳۱۸۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیت اللہ

جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

آئے اور بیہودہ باتیں کرے نہ گناہ کرے تو وہ اس حال میں لوٹے گا جیسے وہ اپنی ماں سے ابھی پیدا ہوا ہو۔

۳۱۸۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ وَاَبِي الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كُلُّ هٰؤُلَاۗءِ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِهِمْ جَمِيْعًا مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے جس نے حج کیا، نہ بیہودہ باتیں کیں اور نہ کوئی گناہ کیا۔

۳۱۸۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

سال میں متعدد بار عمرہ کرنے میں مذاہب

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سال میں ایک سے زیادہ مرتبہ عمرہ کیا جا سکتا ہے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اکثر اصحاب مالک اور جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ایک سال میں کئی بار عمرہ کیا جا سکتا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ عمرے کیے اور ہر سال میں ایک عمرہ کیا، حالانکہ آپ ایک سال میں کئی بار عمرہ بھی کر سکتے تھے اور بعض علماء مالکیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک ماہ میں ایک بار عمرہ کیا جائے، علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک" اس کا تقاضا عمرہ کا تکرار اور اس کی کثرت ہے۔[1]

ایام تشریق میں عمرہ کی کراہت میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام سال عمرہ کا وقت ہے اور یہ تمام سال میں کیا جا سکتا ہے البتہ جو شخص حج کر رہا ہو اس کے لیے حج کے دوران عمرہ کرنا صحیح نہیں ہے اور جو شخص حج نہ کر رہا ہو اس کا یوم عرفہ، یوم اضحیٰ اور تمام ایام تشریق میں عمرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے، امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور جمہور علماء اسلام کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

سال کے پانچ دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے یوم عرفہ، یوم اضحیٰ اور ایام تشریق اور امام ابو یوسف نے چار دن مکروہ قرار دیے ہیں یوم عرفہ اور ایام تشریق [1]

عمرہ کے حکم میں مذاہب

عمرہ کے حکم میں اختلاف ہے، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے، امام احمد اور داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں ہے [2]

امام شافعی اور امام احمد کی طرف سے عمرہ کے وجوب پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:
واتموا الحج والعمرة لله (بقرہ: ۱۹۶) "حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو" وجہ استدلال یہ ہے کہ حج کرنا واجب ہے اور عمرہ کا حج پر عطف ہے لہٰذا یہ بھی واجب ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ قران فی النظم قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شروع کرنے سے عمرہ لازم ہو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجہ تمام نوافل میں مشترک ہے۔

کیا حج مبرور سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں؟

حج مبرور کا معنی ہے وہ حج جس میں کوئی گناہ نہ کیا ہو، یا وہ حج جو دکھلاوے کے لیے نہ ہو محض اخلاص سے ہو، یا وہ حج جس کے بعد کوئی گناہ نہ ہو، یا حج مقبول لیکن یہ ایک امر باطن ہے اور تیسرا معنی بھی اس لفظ کے مفہوم پر زائد ہے اس سے پہلے دو معنی معتبر ہیں، حاکم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مبرور کی تفسیر کھانا کھلانے اور اچھی باتوں سے کی ہے۔ [3]

اس باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ جس حج میں گناہ اور بیہودہ باتیں نہ کی ہوں تو اس کے بعد وہ اس حال میں لوٹے گا جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ صغائر اور کبائر دونوں سے پاک ہو جاتا ہے، علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ قاضی ابن عربی مالکی نے کہا ہے کہ یہ عبادت کبائر کو نہیں مٹاتی، کبائر صرف تلافی اور توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور جب نماز سے کبائر معاف نہیں ہوتے تو عمرہ اور حج سے کیسے معاف ہو سکتے ہیں، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عبادت سے دل میں ایسی تاثیر پیدا ہوتی ہے جو انسان کو توبہ پر مائل کرتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بمقدار گناہ مواخذہ کے بعد انسان جنت میں چلا جائے، علامہ وشتانی کہتے ہیں کہ قاضی ابن عربی کا یہ کہنا کہ انسان گناہوں سے مواخذہ کے بعد جنت میں جائے گا۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح اس خاص عبادت یعنی حج کی کوئی تخصیص نہیں رہے گی کیونکہ بمقدار گناہ مؤاخذہ ہر گناہ گار کے لیے ثابت ہے اور ابن بزیزہ کا نظریہ ہے کہ حج سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے حاجیوں پر فخر کرتا ہے اور ملائکہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ
[2] " " شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۶،
[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۴، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

گناہوں سے پاک ہیں اور ان کے سامنے انھی پر فخر کیا جا سکتا ہے جو گناہوں سے پاک ہوں، اس لیے اگر قاتل حج کرے تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کو اس کی مظلومیت پر کوئی اور جزا عطا فرمائے اور یہ بھی جائز ہے کہ نہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کی پابندی نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی حکم دینے والا نہیں ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن دخلہ کان اٰمنا (آل عمران : ۹۷) "اور جو شخص کعبہ میں داخل ہو گیا وہ بے خوف ہو گیا" اور اس لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے عذاب سے مامون اور محفوظ ہو جائے۔ ابن مبارک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور سورج غروب ہونے والا تھا آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں کو خاموش کرو۔ حضرت بلال نے کہا لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاموش ہو جاؤ! آپ نے فرمایا اے لوگو! ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے انھوں نے مجھ پر میرے رب کا سلام پڑھا، اور کہا اللہ تعالیٰ نے اہل عرفات کو بخش دیا اور ان کے بعد کے کاموں کا ضامن ہو گیا۔ حضرت عمر نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ ہمارے لیے خاص ہے؟ فرمایا تمہارے لیے اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والوں کے لیے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ کی خیر کثیر ہے اور بہت اچھی ہے، اگر کوئی شخص کہے کہ جہاد سے قرض کے سوا ہر چیز معاف ہو جاتی ہے پس کیا وجہ ہے کہ حج سے ہر چیز معاف ہو جاتی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کو ہم نہیں جان سکتے، ہم نے جو جان لیا ہم اس پر توقف کرتے ہیں اور اس سے باہر نہیں جاتے۔[1]

حدیث میں ہے کہ کبائر کے سوا باقی گناہ نماز سے معاف ہو جاتے ہیں اور قرض کے سوا باقی گناہ جہاد سے معاف ہو جاتے ہیں اور حج مبرور کے بعد انسان نومولود بچہ کی طرح گھر لوٹتا ہے اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی بشارتوں پر ایمان لاتے اور اپنی عقل سے ان احادیث میں قیود لگا کر مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دائرہ تنگ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو توبہ سے بھی معاف کرتا ہے اور اپنے فضل محض سے بھی معاف کرتا ہے۔ اے اللہ! مصنف کے تمام گناہوں کو اور ان سطور کے پڑھنے والوں کے گناہوں کو اور سب مسلمانوں کے گناہوں کو معاف فرما اور ہمیں جنت الفردوس عطا فرما! آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

بَابُ ۴۲ نُزُولِ الْحُجَّاجِ بِمَكَّةَ وَتَوْرِيثِ دُوْرِهَا

حجاج کا مکہ میں اترنا اور مکہ کے گھروں کی وراثت کا بیان

۳۱۹۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ مکہ میں اپنے مکان پر اتریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے مکہ میں ہمارا کوئی مکان یا زمین چھوڑی ہے عقیل اور طالب،

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴، ص ۴۴۶-۴۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

أخبره عن أسامة بن زيد بن حارثة رضي الله تعالى عنهما أنه قال يا رسول الله أتنزل في دارك بمكة قال وهل ترك لنا عقيل من رباع أو دور وكان عقيل ورث أبا طالب هو وطالب ولم يرثه جعفر ولا علي لأنهما كانا مسلمين وكان عقيل وطالب كافرين.

ابو طالب کے وارث ہوئے تھے، اور حضرت جعفر اور حضرت علی کو ان کے ترکہ سے کچھ نہیں ملا تھا کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر تھے۔

۳۱۹۱ - وحدثنا محمد بن مهران الرازي وابن أبي عمر وعبد بن حميد جميعا عن عبد الرزاق قال ابن مهران نا عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن علي بن حسين عن عمرو بن عثمان عن أسامة بن زيد رضي الله تعالى عنه قلت يا رسول الله أين تنزل غدا وذلك في حجته حين دنونا من مكة فقال وهل ترك لنا عقيل منزلا.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کل کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

۳۱۹۲ - وحدثنيه محمد بن حاتم قال نا روح بن عبادة قال نا محمد بن أبي حفصة وزمعة بن صالح قالا نا ابن شهاب عن علي بن حسين عن عمرو بن عثمان عن أسامة بن زيد رضي الله تعالى عنهما أنه قال يا رسول الله أين تنزل غدا إن شاء الله تعالى وذلك زمن الفتح قال وهل ترك لنا عقيل من منزل.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول! انشاء اللہ کل آپ کہاں ٹھہریں گے؟ یہ فتح مکہ کا زمانہ تھا۔ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

مکہ میں مہاجروں کے چھوڑے ہوئے مکانوں کا حکم

علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں جس وقت ابو طالب کی وفات ہوئی اس وقت اس کے دو بیٹے طالب اور عقیل دونوں کافر تھے، عقیل نے اس کے بعد حدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ابو طالب، عبد المطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور زمانہ جاہلیت میں بڑا بیٹا تمام جائیداد کا مالک ہوتا تھا اس لیے ابو طالب نے تمام مکانوں اور زمینوں پر قبضہ کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد عقیل ان تمام مکانوں پر قابض

ہو گئے، داؤدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو عبد المطلب سے جن لوگوں نے ہجرت کی تھی ان سب کے مکانوں کو عقیل نے فروخت کر دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیل کے ان تصرفات کو یا از روئے جود و کرم برقرار رکھا، یا عقیل کی تالیف قلبی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ زمانہ جاہلیت کے تصرفات صحیح ہوتے ہیں، جیسا کہ کفار کے کیے ہوئے نکاح صحیح ہوتے ہیں لے

مکہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے؟

علامہ نووی لکھتے ہیں، اس حدیث میں امام شافعی کے مذہب پر دلیل ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے، اور اس کے مکانات مکہ والوں کی ملک ہیں اور اس مسئلہ میں اس کا حکم باقی شہروں کی طرح ہے اس میں ان کی وراثت جاری ہو گی اور ان کے لیے اس کو بیچنا، رہن رکھنا، کرایہ پر دینا، ہبہ کرنا، ان کی وصیت کرنا اور باقی تمام تصرفات صحیح ہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام اوزاعی اور دوسرے فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور اس میں یہ تمام تصرفات صحیح نہیں ہیں ٹے

جن مکانوں پر مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار نے قبضہ کر لیا ان کی ملکیت کے حکم میں اختلاف مذاہب

یہاں دو مسئلے قابل ذکر ہیں ایک یہ کہ احناف کے نزدیک مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور شوافع کے نزدیک صلح سے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کی املاک پر کفار دار الحرب میں غلبہ سے قبضہ کر لیں تو ان کا قبضہ درست ہے، اور مسلمان ان میں تصرف نہیں کر سکتے اور امام شافعی کے نزدیک یہ قبضہ درست نہیں اور مسلمان ان املاک میں تصرف کر سکتے ہیں۔ پہلے مسئلہ پر یہ حدیث دلیل ہے:

عن ابی شریح انہ قال لعمرو بن سعید وھو یبعث البعوث الی مکۃ ایذن لی ایھا الامیر احدثک قولا قام بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغد من یوم الفتح سمعتہ اذنای ووعاہ قلبی وابصرتہ عینای حین تکلم بہ حمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ان مکۃ حرمھا اللہ ولم یحرمھا الناس فلا یحل لامری یؤمن باللہ والیوم الاخر ان یسفک بھا دما ولا یعضد

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ میں فوج بھیج رہا تھا: اے امیر مجھے اجازت دیں میں آپ کو ایک حدیث سناؤں، جس کو کل میرے سامنے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کانوں نے اس کو سنا دل نے محفوظ رکھا اور میری آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے اور لوگوں نے حرم نہیں بنایا، جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اس کے لیے

لے۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
ٹے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۶-۴۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

بما شجرۃ فان احد ترخص لقتال رسول اللہ فیہا فقولوا ان اللہ قد اذن لرسولہ ولم یأذن لکم وانما اذن لی فیہا ساعۃ من نہار ثم عادت حرمتہا الیوم کحرمتہا بالامس ولیبلغ الشاہد الغائب۔[1]

مکہ میں خون بہانا اور اس کے درختوں کو کاٹنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ کی جنگ کی وجہ سے رخصت طلب کرے تو اس سے کہو کہ اللہ نے اپنے رسول کو جنگ کی اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی اور مجھے دن میں ایک ساعت کے لیے جنگ کی اجازت ملی تھی اور آج اس کی حرمت کل کی طرح پھر لوٹ آئی ہے، شاہد غائب کو یہ حدیث پہنچا دے۔

اور دوسرے مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارھم الآیۃ۔ "ان فقراء مہاجرین کے لیے جو اپنے گھروں سے نکال دیے گئے"، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو فقراء فرمایا ہے اور فقیر حقیقۃً وہ ہوتا ہے جس کی کوئی ملک نہ ہو، اور اگر مہاجرین کے اموال پر مشرکین کے غلبہ سے ملکیت صحیح نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو فقراء نہ فرماتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حضرت اسامہ نے کہا تھا کہ کیا آپ اپنے گھر نہیں جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ عقیل نے ہمارے لیے گھر کب چھوڑا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں گھر تھا جو آپ کو حضرت خدیجہ سے وراثت میں ملا تھا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد عقیل نے قبضہ کر لیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ استیلاء (غلبہ) ایک ایسا سبب ہے جس کی وجہ سے مسلمان کافر کے مال کا مالک ہو جاتا ہے، اسی طرح کافر بھی مسلمان کے مال کا مالک ہو جائے گا۔[2]

مکہ کے مکانوں کی خرید و فروخت اور انہیں کرایہ پر دینے کا جواز

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے!" اس میں اس بات پر ظاہر دلیل ہے کہ عقیل نے ان مکانوں پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کی ملک ثابت ہو گئی اور اس کا ان مکانوں کو بیچنا صحیح تھا، اگر یہ سوال ہو کہ امام طحاوی اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا یحل بیع بیوت مکۃ ولا اجارتہا "مکہ کے مکانات کو بیچنا اور کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ معارضہ میں دو حدیثوں کو قوت سند کے لحاظ سے مساوی ہونا ضروری ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث باب مذکور کی حضرت اسامہ کی حدیث کے مساوی نہیں ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر ہے جس کو یحییٰ اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(الی قولہ) علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من دخل دار ابی سفیان فھو آمن۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ مامون ہے۔" آپ نے گھر کی اضافت ابوسفیان کی طرف کی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر کا گھر تھا، حضرت زبیر کا گھر تھا، حضرت حکیم بن حزام کا گھر تھا اور کثیر تعداد میں صحابہ کے مکہ میں گھر تھے، بعض گھر بیچ دیے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں گھر خریدا، حضرت معاویہ نے حضرت حکیم بن حزام سے مکہ میں دو گھر خریدے، ایک ساٹھ ہزار درہم میں اور دوسرا چالیس ہزار درہم میں اور یہ مشہور واقعات ہیں جن کا انکار نہیں کیا گیا، پس ان پر اجماع ہو گیا، لہٰذا باقی زمینوں کی طرح مکہ کی زمینوں کا بھی بیچنا جائز ہے (الی قولہ) علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے: سواء العاکف فیہ والباد۔ "حرم میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا برابر ہے" اس آیت کی بناء پر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مکہ کی زمین سب کے لیے ہے اور اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بیت اللہ یا مسجد حرام مراد ہے اور تمام مکہ کی زمین مراد نہیں ہے، لیکن یہ استدلال اس لیے مخدوش ہے کہ حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھایا وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے[۱]

علامہ عینی نے مکہ کے مکانوں کو کرایہ پر دینے کی حرمت میں جو اثر بیان کیا ہے یہ حضرت اسامہ کی اس صحیح روایت کے مزاحم نہیں ہو سکتا اس لیے مکہ کے مکانوں کو بیچنا اور کرایہ پر دینا صحیح ہے، علامہ ابن قدامہ کے قول کے مطابق اس پر اجماع ہے اور اجماع ایک قوی دلیل ہے۔

بَابُ[۴۲۱] اِقَامَةِ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ

مہاجر کا مکہ میں قیام کرنا

۳۱۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ وَاَنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَسْاَلُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ هَلْ سَمِعْتَ فِي الْاِقَامَةِ بِمَكَّةَ شَيْئًا فَقَالَ السَّائِبُ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِلْمُهَاجِرِ اِقَامَةُ ثَلَاثٍ بَعْدَ الصَّدْرِ بِمَكَّةَ كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهَا۔

عبدالرحمان بن حمید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سائب بن یزید سے پوچھا: کیا تم نے مکہ میں اقامت کرنے کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ حضرت سائب نے کہا میں نے علاء بن حضرمی سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجر (منیٰ سے) لوٹنے کے بعد تین دن تک مکہ میں رہ سکتا ہے، آپ کی مراد یہ تھی کہ تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کرے۔

۳۱۹۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ حُمَيْدٍ

عبدالرحمان بن حمید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا مکہ میں اقامت کے

---

[۱] - علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۸-۲۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَقُولُ لِجُلَسَائِهِ مَا سَمِعْتُمْ فِي سُكْنَى مَكَّةَ فَقَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ أَوْ قَالَ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيمُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ ثَلَاثًا

بارے میں تم نے کوئی حدیث سنی ہے؟ حضرت سائب بن یزید نے کہا کہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہاجر مناسک حج ادا کرنے کے بعد تین دن تک مکہ میں قیام کر سکتا ہے۔

۳۱۹۵- وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ فَقَالَ السَّائِبُ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثَلَاثُ لَيَالٍ يَمْكُثُهُنَّ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ الصَّدَرِ

حضرت علاء بن حضرمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (منیٰ سے لوٹنے کے بعد) مہاجر تین رات تک مکہ میں رہ سکتا ہے۔

۳۱۹۶- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَمْلَاهُ عَلَيْنَا إِمْلَاءً قَالَ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ أَخْبَرَهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُكْثُ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ ثَلَاثًا۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج سے فارغ ہونے کے بعد مہاجر مکہ میں تین دن تک قیام کر سکتا ہے۔

۳۱۹۷- وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔

ف: جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی، ان پر مکہ میں اقامت کرنا اور مکہ کو

وطن بنانا حرام ہو گیا تھا، البتہ حج اور عمرہ سے فراغت کے بعد تین دن تک مکہ میں رہنے کی انہیں اجازت دی گئی تھی۔

بَابُ تَحْرِيْمِ صَيْدِ مَكَّةَ وَغَيْرِهِ [۴۲۲]

مکہ مکرمہ میں شکار وغیرہ کی حرمت کا بیان

۳۱۹۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا وَقَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب (مکہ سے) ہجرت نہیں ہے، البتہ جہاد اور نیت باقی ہے جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو جاؤ! فتح مکہ کے دن آپ نے یہ بھی فرمایا: آسمان اور زمین کی پیدائش کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنا دیا تھا، اور یہ اس خداداد حرمت کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا، مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں جنگ کرنا جائز نہیں تھا، اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں جنگ جائز ہوئی تھی۔ اور اب اس خداداد حرمت کی بناء پر یہ شہر قیامت تک کے لیے حرم ہے، اس کے کانٹے کاٹے جائیں نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے، اور کوئی شخص مکہ میں گری پڑی چیز کو نہیں اٹھا سکتا، ماسوا اس شخص کے جو اس چیز کا اعلان کر کے اس کو مالک تک پہنچا دے، اور یہاں کی گھاس بھی نہیں کاٹی جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ اذخر (گھاس) کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ یہ لوہاروں اور سناروں کے کام آتی ہے اور اس سے گھر بنائے جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا اذخر مستثنیٰ ہے۔

۳۱۹۹ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا مُفَضَّلٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ فِيْ هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَقَالَ بَدَلَ الْقِتَالِ الْقَتْلَ وَقَالَ يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

ایک اور سند سے بھی اسی طرح روایت ہے لیکن اس میں آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کا ذکر نہیں ہے اور قتال (جنگ) کی جگہ قتل کا لفظ ہے اور "یلتقط لقطتہ الا من عرفہا" مذکور ہے۔

۳۲۰۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ

سعید بن ابی سعید کہتے ہیں کہ جس وقت عمرو بن سعید (مدینہ منورہ کا اموی حاکم) مکہ مکرمہ میں فوج روانہ

شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو ابْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ أَنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ۔

کر رہا تھا (حضرت ابن الزبیر پر حملہ کے لیے) تو اس وقت حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کر دوں جو فتح مکہ کے دن صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی جس کو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ رکھا ہے اور وہ منظر بھی میرے سامنے ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث بیان فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے انسانوں نے حرم نہیں بنایا۔ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مکہ میں خون بہائے یا یہاں کا درخت کاٹے۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کی بناء پر یہاں قتال جائز سمجھتا ہو تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی، اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی تھی۔ اور آج پھر مکہ کی حرمت پہلے کی طرح لوٹ آئی ہے جیسی کل تھی، جو اس وقت حاضر ہے وہ غائب کو یہ حدیث پہنچائے حضرت ابوشریح سے پوچھا گیا کہ پھر عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا تھا؟ انھوں نے فرمایا اس نے کہا اے ابوشریح میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں! حرم کسی معصیت کرنے والے کو پناہ نہیں دیتا نہ قتل یا چوری کر کے بھاگنے والے کو۔

۳۲۰۱۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنِ الْوَلِيدِ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مَكَّةَ قَامَ فِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ عطا فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے اصحاب فیل کو روک دیا تھا، مگر اپنے رسول اور مسلمانوں کو مکہ پر غلبہ عطا کر دیا، مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ مکرمہ حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی صرف ایک

النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ وَاِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ كَانَ قَبْلِي وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّاِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِي فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُّفْدٰى وَاِمَّا اَنْ يُّقْتَلَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَاِنَّا نَجْعَلُهُ فِي قُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَقَامَ اَبُو شَاهٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبُوا لِاَبِي شَاهٍ قَالَ الْوَلِيدُ فَقُلْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۳۲۰۲ - **حَدَّثَنِي** اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو سَلَمَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ اِنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا مِّنْ بَنِي لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيلٍ مِّنْهُمْ قَتَلُوهُ فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ اَلَا وَاِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِي وَلَنْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِي وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ اَلَا وَاِنَّهَا سَاعَتِي هٰذِهِ حَرَامٌ

ساعت کے لیے مکہ حلال ہوا ہے، اور اب میرے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہے، لہٰذا یہاں کے شکار کو بھگایا جائے نہ یہاں کے کانٹے کاٹے جائیں، نہ یہاں کی گری پڑی چیز کسی کے لیے حلال ہے البتہ اعلان کرنے والا کوئی چیز اٹھا کر مالک کو دے سکتا ہے اور جس شخص کا کوئی آدمی قتل کیا جائے اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا اس کی دیت (خون بہا) لے لے یا اس کو قصاص میں قتل کر دے، حضرت عباس نے عرض کیا یارسول اللہ! اذخر (گھاس) کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے۔ تب یمن کے ایک شخص ابوشاہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ مجھے یہ خطبہ لکھوا دیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوشاہ کو لکھ دو! ولید بیان کرتے ہیں میں نے اوزاعی سے دریافت کیا کہ ابوشاہ کے اس قول کا کیا مطلب ہے یارسول اللہ! میرے لیے یہ لکھوا دیجئے! انھوں نے کہا وہ خطبہ جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنولیث نے بنوخزاعہ کا ایک شخص قتل کیا ہوا تھا۔ فتح مکہ کے دن اس مقتول کے بدلہ بنوخزاعہ نے بنولیث کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے اونٹنی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو مکہ سے روک دیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ پر غلبہ عطا فرما دیا مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا، اور اب مکہ حرم ہے یہاں کے کانٹے کاٹے جائیں گے نہ یہاں کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے گی، ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے اور

لَا يُخْبَطُ شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُعْطَى يَعْنِي الدِّيَةَ وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شَاهٍ فَقَالَ اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ۔

جس کا کوئی آدمی قتل کیا جائے، اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو اس کو دیت دی جائے گی یا وہ قاتل سے قصاص لے گا، پھر یمن کا ایک شخص آیا جس کو ابو شاہ کہتے تھے اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے یہ لکھ دیجئے، آپ نے فرمایا ابو شاہ کو لکھ دو پھر قریش کے ایک شخص نے کہا اذخر (ایک قسم کی گھاس) کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ اس کو ہم اپنے گھروں اور قبروں میں استعمال کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہو گئی یا قیامت تک باقی ہے؟

اس باب کی حدیث نمبر ۳۱۹۸ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا "اب ہجرت نہیں ہے" اور ابو سعید خدری اور رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، حالانکہ سنن ابو داؤد اور نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة ولا تنقطع التوبة حتى تطلع الشمس من مغربها - "جب تک توبہ منقطع نہ ہو اس وقت تک ہجرت منقطع نہیں ہو گی اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہو گی" اس وجہ سے ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ علامہ عینی نے اس اشکال کے جواب میں لکھا کہ علامہ خطابی اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی مستحب ہو گئی، پس جو ہجرت منقطع ہو گئی وہ فرض ہے اور جو ہجرت باقی ہے وہ مستحب ہے۔ علاوہ ازیں حضرت معاویہ کی حدیث کی سند میں کچھ ضعف بھی ہے۔ علامہ ابن اثیر نے فرمایا ہے کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی ہے ایک شخص اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جاتا اور اسے اپنے مال میں سے کچھ واپس نہیں ملتا تھا مکہ فتح ہونے کے بعد یہ ہجرت منقطع ہو گئی۔ دوسری ہجرت وہ ہے جو اعرابی کرتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ان صحابہ کی طرح ہجرت نہیں کرتے تھے جنہوں نے اپنا مال اور اہل و عیال کو چھوڑ کر ہجرت کی تھی اور یہی وہ ہجرت ہے جو توبہ منقطع ہونے تک منقطع نہیں ہو گی۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ہجرت انقطاع توبہ تک باقی رہے گی۔ یہ ہجرت برے اعمال کو چھوڑنا اور ان سے ہجرت ہے، کیونکہ حضرت معاویہ، حضرت عبد الرحمان بن عوف، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے مسند احمد میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک ہجرت برائیوں کو چھوڑنا اور ان سے ہجرت ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی جائے اور ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہو گی جب تک توبہ منقطع نہ ہو، اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا توبہ قبول ہوتی رہے گی اور جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا تو جس شخص کے دل میں جو کچھ ہو گا اللہ تعالیٰ

اسی پر مہر لگا دے گا اور لوگوں کا عمل کافی ہوگا" نیز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مسند احمد میں روایت ہے "ایک اعرابی نے آکر کہا یا رسول اللہ! آپ کی طرف ہجرت کس جگہ کرنی ہے؟ آیا کسی معروف اور معین جگہ ہجرت ہے یا جس جگہ بھی آپ ہوں وہاں ہجرت کرنی ہے؟ کیا کسی خاص قوم کے لیے ہجرت ہے یا جب آپ کا وصال ہو جائے گا تو ہجرت نہیں رہے گی؟ حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو ہجرت کے بارے میں سوال کر رہا تھا؟ اس نے کہا میں یہاں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب تک تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارض یمامہ میں فوت ہو، اور حضرت ابن عمرو سے ایک روایت میں ہے تم ظاہری اور باطنی برائیوں سے ہجرت کرو (چھوڑو) اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارض یمامہ میں فوت ہو جاؤ۔[1]

علامہ عینی کے اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو ہجرت منقطع ہوگئی یہ وہ ہجرت ہے جس پر جنت کی بشارت ہے جو صحابہ نے رسول اللہ کے لیے اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر کی اور جو ہجرت منقطع نہیں ہوگی یہ برائیوں سے نیکیوں کی طرف ہجرت ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت قیامت تک باقی ہے اور اس حدیث کی تاویل میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ فتح کے بعد اب مکہ سے آنا، ہجرت نہیں رہا کیونکہ اب مکہ دار الاسلام ہوگیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب، ہجرت کی وہ فضیلت نہیں رہی جو فتح مکہ سے پہلے تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا یستوی منکم من انفق قبل الفتح و قتل "جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا تم میں سے کوئی شخص ان کے برابر نہیں ہو سکتا"۔[2]

ہجرت کی اقسام

ہجرت کی تین اقسام ہیں (ا) دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت، یہ فرض ہے جیسے فتح مکہ سے پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت (ب) دار الخوف سے دار الامن کی طرف ہجرت، جیسے فتح مکہ سے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت یا اب بھارت سے انگلینڈ یا امریکہ کی طرف ہجرت (ج) دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت جیسے انگلینڈ سے پاکستان کی طرف ہجرت۔ اہل طریقت کہتے ہیں کہ معصیت کو ترک کر کے اطاعت کی طرف آنا ہجرت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المهاجر من هجر مانهى الله عنه[3] "مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے ہجرت کی" اور صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ ما سوا اللہ کو ترک کر کے اللہ کی طرف آنا حقیقت میں ہجرت ہے۔ ہجرت کی پہلی تین اقسام شریعت کے اعتبار سے ہیں اور بعد کی دو اقسام طریقت اور حقیقت کے اعتبار سے ہیں۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷-۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۶، مطبوعہ " " ، ۱۳۸۱ھ

انگلینڈ اور امریکہ وغیرہ دار الکفر ہیں یا دار الحرب؟

ہم نے ذکر کیا ہے کہ دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے اس لیے دار الحرب کی تعریف سمجھنا ضروری ہے۔

علامہ سرخسی نے دار الحرب کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔

والحاصل ان عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ انما تصیر دارهم دار الحرب بثلاث شرائط احدها ان تکون متاخمة ارض الترک لیس بینها وبین ارض الحرب دار للمسلمین والثانی ان لا یبقی فیها مسلم امن بایمانه ولا ذمی بامانه والثالث ان یظهروا احکام الشرک فیها۔[1]

حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کافروں کا ملک تین شرطوں سے دار الحرب ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ ملک، کفار کی سرزمین سے متصل ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہاں مسلمان اپنے ایمان کی وجہ سے محفوظ نہ ہو اور نہ ہی کسی ذمی کو امان ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہاں احکام شرک کا غلبہ ہو۔

دار الحرب میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہاں مسلمان کو اس کے اسلام اور ایمان کی وجہ سے اپنی جان، مال اور عزت اور آبرو کا خطرہ ہو اور اس ملک میں وہ بحیثیت مسلمان کے نہ رہ سکتا ہو اور مسلمان کے ساتھ وہاں عملاً جنگ اور حرب کی کیفیت ہو جیسے کسی زمانہ میں اسپین تھا ایسے ملک سے اس پر ہجرت کرنا فرض ہے اور انگلینڈ اور امریکہ اور جرمنی وغیرہ دار الکفر ہیں دار الحرب نہیں ہیں، ان ممالک سے ہجرت کرنا فرض نہیں ہے اور چونکہ ان ممالک میں مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی ہے اس لیے ان ممالک میں جمعہ اور عیدین وغیرہ جائز ہیں اور کفار سے سود لینا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے، اس مسئلہ پر مکمل بحث، انشاء اللہ ہم کتاب الربوٰ میں بیان کریں گے۔

مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا بعثت ابراہیم کے بعد؟

اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۰۰ میں ہے "مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے انسانوں نے حرم نہیں بنایا" اور اس کے چند ابواب کے بعد حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام حرم مکة[2] "حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم بنایا ہے، اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حرم بنانے کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی ہے اور حضرت ابراہیم کی طرف اسناد مجازی ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اس باب کی حدیث نمبر ۳۱۹۸ میں ہے کہ آسمان اور زمین کے بنانے کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنا دیا تھا، اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں مکہ کو حرم بنایا گیا، علامہ نووی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ابتداء آفرینش سے مکہ کو حرم بنایا گیا تھا جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے لیکن لوگوں پر اس کی تحریم مخفی رکھی گئی اور لوگ اس کے ساتھ حلال کا معاملہ کرتے رہے تا آنکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے بعد اس کی تحریم ظاہر کی گئی اور بعض علماء نے اس باب کی حدیث میں تاویل کی ہے اور کہا ہے

[1] علامہ شمس الدین محمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

کہ اس کا معنی یہ ہے کہ لوح محفوظ میں مکہ کی تحریم ابتداء آفرینش سے تھی لیکن تحریم کا حکم حضرت ابراہیم کی بعثت کے بعد جاری کیا گیا۔[1]

حرم میں حدود جاری کرنے میں مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۰۰ میں ہے "جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے" علامہ عینی فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جو شخص حرم میں پناہ حاصل کر لے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ جس شخص نے قتل، زنا اور چوری میں سے کوئی ایسا کام کیا، جس پر حد واجب ہوتی ہے، اس میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطا اور شعبی یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے حرم (مکہ) میں یہ جرم کیے ہیں تو اس پر حد لگائی جائے گی اور اگر غیر حرم میں یہ جرم کیے تھے اور پھر حرم میں پناہ لے لی تو جب تک وہ حرم سے باہر نہیں آئے گا اس پر حد نہیں لگائی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: و من دخله كان آمنا۔ "جو حرم میں داخل ہو وہ مامون ہو گیا" اور حضرت ابن الزبیر، حسن اور مجاہد کا نظریہ یہ ہے کہ جس شخص نے جرم کر کے حرم میں پناہ لے لی اس کو حرم سے باہر نکال کر حد لگائی جائے گی۔ اور عمرو بن سعد کا نظریہ یہ ہے کہ جو شخص جرم کر کے حرم میں پناہ حاصل کر لے اس پر بھی حد لگا دی جائے گی' اور علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حرم میں قتل کرے اس سے قصاص لیا جائے گا اور جو شخص خارج از حرم قتل کرے پھر حرم میں پناہ حاصل کرے اس کے متعلق امام ابو حنیفہ اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا نہ حد لگائی جائے گی اور امام شافعی اور امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اس پر حد لگائی جائے گی۔ شیخ ابن حزم نے صحابہ اور تابعین سے یہ نقل کیا ہے کہ جو خارج از حرم جرم کر کے حرم کی پناہ میں آ جائے اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ پھر ابن حزم نے امام مالک اور امام شافعی کی سخت مذمت کی ہے کہ انھوں نے صحابہ کے موقف کی مخالفت کی ہے۔ بعض علماء نے امام مالک اور امام شافعی کے نظریہ پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا خواہ وہ خانہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہو، اس کے متعدد جوابات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا۔ اس نے مسلمان کو قتل کیا تھا اور وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو کرتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ امان میں داخل نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا استثناء کیا تھا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، خواہ وہ کعبہ کے پردوں میں معلق ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو قتال کر رہے تھے، اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اسے اس ساعت میں قتل کیا گیا تھا جس ساعت میں آپ کے لیے حرم میں قتال کرنا مباح کر دیا گیا تھا۔[2]

مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل

اس باب کی حدیث نمبر ۳۱۹۸ میں ہے "مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں جنگ کرنا جائز نہیں تھا اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں جنگ جائز ہوئی تھی"، اس حدیث میں احناف کی دلیل ہے جن کا یہ نظریہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۴ - ۱۴۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

ہے اس کے برخلاف شوافع کا یہ نظریہ ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے، یہ حدیث شوافع پر حجت ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور جمہور اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کی ضرورت پیش آتی تو آپ کے لیے قتال جائز تھا لیکن آپ کو جنگ اور قتال کی ضرورت پیش نہیں آئی [1]

علامہ عینی، علامہ نووی کی اس تاویل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے: فان احد ترخص لقتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ کرنے سے استدلال کرے" یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مکہ میں بالفعل جنگ ہوئی ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من دخل دار ابی سفیان فھو امن "جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اس کو امان ہے" اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ صرف جنگ کا جواز نہیں مکہ میں بالفعل جنگ ہوئی تھی [2]

احادیث لکھنے پر دلیل

حدیث نمبر ۳۲۰۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ احکام ابوشاہ کو لکھ دو، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں قرآن مجید کے علاوہ علمی امور کو لکھنے کی دلیل ہے اور یہ جمہور علماء اور فقہاء اسلام کے نزدیک جائز ہے۔ بعض احادیث میں غیر قرآن کو لکھنے سے ممانعت آئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی منسوخ ہے۔ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جب قرآن مجید مشہور نہیں ہوا تھا اور یہ خدشہ تھا کہ قرآن مجید غیر قرآن سے مختلط نہ ہو جائے اور جب قرآن مجید مشہور اور معروف ہو گیا تو یہ خدشہ نہیں رہا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے جو شخص احادیث کو یاد کر سکتا ہے وہ یاد کرے اور نہ لکھے اور جو یاد نہیں کر سکتا وہ لکھ لے [3]

اس حدیث کے بقیہ فوائد اور احکام میں سے یہ ہے کہ عالم پر فرض ہے کہ جب لوگ غلط کام کر رہے ہوں تو ان کو ٹوکے اور ان کو اسلام کا صحیح حکم بتائے جیسا حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے کیا اور یہ کہ مکہ کے درختوں کا کاٹنا جائز نہیں نہ مکہ کے جانوروں کو شکار کرنا جائز ہے البتہ چیل، چوہا، کتا، سانپ، بچھو اور کاٹنے والے کتے کا حدیث میں استثناء کیا گیا ہے۔ ان کو حرم اور غیر حرم میں مارنا جائز ہے، نیز اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ احکام شرعیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اشیاء کے حرام اور حلال کرنے کا اختیار اور اجازت دی ہے کیونکہ آپ نے حضرت عباس کے کہنے سے اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیا۔

بَابُ ۴۲۳ النَّهْيِ عَنْ حَمْلِ السِّلَاحِ بِمَكَّةَ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ

مکہ مکرمہ میں بغیر حاجت کے ہتھیار اٹھانے کی ممانعت

۳۲۰۳ - وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

---

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] - علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

قَالَ نَا ابْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدِكُمْ اَنْ يَّحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کے لیے مکہ مکرمہ میں ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے۔

ف: جمہور فقہاء اسلام کا عمل اس حدیث کے مطابق ہے:

بَابُ ۲۳ جَوَازِ دُخُوْلِ مَكَّةَ بِغَيْرِ الْاِحْرَامِ

بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا

۳۲۰۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ اَمَّا الْقَعْنَبِيُّ فَقَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَاَمَّا قُتَيْبَةُ فَقَالَ نَا مَالِكٌ وَقَالَ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَاْسِهٖ مِغْفَرٌ فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اُقْتُلُوْهُ فَقَالَ مَالِكٌ نَعَمْ۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کیا آپ کو ابن شہاب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث سنائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے دراں حالیکہ آپ کے سر پر خود تھا۔ جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردے کو پکڑے ہوئے ہے آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو! امام مالک نے کہا ہاں!

۳۲۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمَّارٍ الدُّهْنِيُّ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَقَالَ قُتَيْبَةُ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ وَّفِيْ رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے (قتیبہ کی روایت میں ہے) آپ فتح مکہ کے دن بغیر احرام باندھے داخل ہوئے دراں حالیکہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

۳۲۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ أَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔

۳۲۰۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا أَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھے ہوئے لوگوں کو خطبہ دیا۔

۳۲۰۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ قَالَ حَدَّثَنِي وَفِي حَدِيثِ الْحُلْوَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَلَمْ يَقُلْ أَبُو بَكْرٍ عَلَى الْمِنْبَرِ۔

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہیں اور عمامہ کے دونوں کنارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان لٹک رہے ہیں۔

مکہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے سر پر خود تھا یا سیاہ عمامہ؟

بعض روایات میں ہے کہ آپ کے سر پر خود تھا اور بعض میں ہے سیاہ عمامہ تھا، قاضی عیاض نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پہلے آپ کے سر پر خود تھا پھر آپ نے سیاہ عمامہ باندھ لیا تھا۔

مکہ میں بغیر احرام کے دخول میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۲۰۵ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوئے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی نیت حج یا عمرے کی نہ ہو وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے خواہ تجارت کے لیے جائے یا زیارت کے لیے اور احناف کے نزدیک جو شخص حدود حرم سے باہر رہتا ہو وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں نہیں داخل ہو سکتا خواہ تجارت اور زیارت کے لیے جائے یا حج اور عمرہ کے لیے اس پر مفصل بحث احرام کے باب میں گذر چکی

ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر احرام کے جانا آپ کی خصوصیت تھا جس کا آپ نے خود اظہار فرمایا ہے۔

ابن خطل کو قتل کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۲۰۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا تھا اور اس نے اپنے مسلمان خادم کو قتل کر دیا تھا۔ اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور آپ کو گالیاں دیتا تھا اور اس کی دو لونڈیاں تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو گالیاں دیتی تھیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں امام مالک اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ حرم میں اقامت حدود جائز ہے[۵] لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اولاً تو وہ مرتد تھا ثانیاً اس کو اس ساعت میں قتل کیا گیا ہے جس میں آپ کے لیے مکہ میں قتال جائز تھا۔

بَابُ ۴۲۵ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَدُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا بِالْبَرَكَةِ وَبَيَانِ تَحْرِيْمِهَا وَتَحْرِيْمِ صَيْدِهَا وَبَيَانِ حُدُوْدِ حَرَمِهَا

مدینہ منورہ کی فضیلت اور حرم مدینہ کی حدود کا بیان

۳۲۰۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لِاَهْلِهَا وَاِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَاِنِّيْ دَعَوْتُ فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا بِمِثْلَيْ مَا دَعَا بِهٖ اِبْرَاهِيْمُ لِاَهْلِ مَكَّةَ۔

عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور مکہ والوں کے لیے دعا کی تھی، اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور میں مدینہ کے صاع اور مد میں (برکت کے لیے) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دو چند دعا کرتا ہوں۔

۳۲۱۰ - حَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

وہب کی روایت میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جتنی دعائیں کی تھیں میں اس کی دو چند دعائیں کرتا ہوں اور عبد العزیز بن مختار کی روایت میں ہے جتنی دعائیں حضرت ابراہیم

---

۵ - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ،

خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَنَا الْمَخْزُوْمِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا حَدِيْثُ وُهَيْبٍ فَكَرِوَايَةِ الدَّرَاوَرْدِيِّ بِمِثْلَيْ مَا دَعَا بِهٖ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَأَمَّا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ وَعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ فَفِيْ رِوَايَتِهِمَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

نے کی تھی اتنی دعائیں کرتا ہوں۔

۳۲۱۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّيْ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں اس کے دونوں پتھریلے کناروں یعنی مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔

۳۲۱۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ خَطَبَ النَّاسَ فَذَكَرَ مَكَّةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا فَنَادَاهُ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ مَالِيْ أَسْمَعُكَ ذَكَرْتَ مَكَّةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا وَلَمْ تَذْكُرِ الْمَدِيْنَةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا وَقَدْ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا وَذٰلِكَ عِنْدَنَا فِيْ أَدِيْمٍ خَوْلَانِيٍّ إِنْ شِئْتَ أَقْرَأْتُكَهُ قَالَ فَسَكَتَ مَرْوَانُ ثُمَّ قَالَ قَدْ سَمِعْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ۔

نافع بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ مروان بن حکم نے خطبہ پڑھتے ہوئے مکہ مکرمہ کا مکہ کے رہنے والوں کا اور مکہ کی حرمت کا ذکر کیا، حضرت رافع بن خدیج نے اس کو پکار کر کہا، کیا سبب ہے کہ میں یہ سن رہا ہوں کہ تم مکہ مکرمہ کا، مکہ میں رہنے والوں کا اور مکہ کی حرمت کا تذکرہ کر رہے ہو اور تم مدینہ منورہ کا، مدینہ میں رہنے والوں کا اور مدینہ کی حرمت کا تذکرہ نہیں کر رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھریلی زمین کی دونوں جانبوں کے درمیان کو حرم قرار دیا ہے۔ اور ہمارے پاس یہ حکم خولانی چمڑے پر لکھا ہوا موجود ہے، اگر تم چاہو تو پڑھ کر سنا دوں۔ مروان خاموش ہو گیا، اور کہنے لگا میں نے بھی اس میں سے کچھ سنا ہے۔

۳۲۱۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي أَحْمَدَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَسَدِيُّ قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں مدینہ کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ کسی جانور کا شکار کیا جائے گا۔

۳۲۱۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ أَنْ يُقْطَعَ عِضَاهُهَا أَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا وَقَالَ الْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ لَا يَدَعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَبْدَلَ اللهُ فِيهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَلَا يَثْبُتُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا وَجَهْدِهَا إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

عامر بن سعد اپنے والد یعنی سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں یہاں کے خاردار درختوں کو کاٹا جائے گا نہ شکار کو قتل کیا جائے گا اور فرمایا کاش اہل مدینہ اس بات کو جان لیں کہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے مدینہ کی سکونت کو ترک کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض ایسے شخص کو مدینہ کا ساکن کر دے گا جو اس سے بہتر ہوگا، اور جو شخص بھی مدینہ کی بھوک پیاس اور محنت و مشقت پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۱۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ وَلَا يُرِيدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوْءٍ إِلَّا أَذَابَهُ اللهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ أَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِي الْمَاءِ۔

ایک اور سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت ہے لیکن اس میں اتنی زیادتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں اس طرح پگھلائے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے یا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

٣٢١٦ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنِ الْعَقَدِيِّ قَالَ عَبْدٌ أَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ سَعْدًا رَكِبَ إِلَى قَصْرِهِ بِالْعَقِيقِ فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا أَوْ يَخْبِطُهُ فَسَلَبَهُ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَاءَهُ أَهْلُ الْعَبْدِ فَكَلَّمُوهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى غُلَامِهِمْ أَوْ عَلَيْهِمْ مَا أَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ فَقَالَ مَعَاذَ اللهِ أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا نَفَّلَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ.

عامر بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عقیق میں اپنے مکان پر گئے وہاں دیکھا کہ ایک غلام درخت کاٹ رہا تھا یا اس کے کانٹے توڑ رہا تھا، حضرت سعد نے اس کا سامان چھین لیا جب حضرت سعد واپس آئے تو اس کے مالکوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی، تاکہ آپ نے اس غلام سے جو سامان لیا ہے وہ انھیں یا اس غلام کو واپس کر دیں، حضرت سعد نے فرمایا معاذ اللہ میں وہ چیزیں واپس کر دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں، اور ان کو سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

٣٢١٧ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ الْتَمِسْ لِي غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرْدِفُنِي وَرَاءَهُ فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا نَزَلَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا بَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ اللَّهُمَّ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا مِثْلَ مَا حَرَّمَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَكَّةَ اللَّهُمَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنے لڑکوں میں سے میرے لیے کوئی لڑکا لاؤ جو میری خدمت کرے۔ حضرت ابو طلحہ مجھے اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھا کر لے گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی اترتے تھے میں آپ کی خدمت کرتا تھا، اسی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے تھے حتیٰ کہ جب اُحد پہاڑ آپ پر ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں پہاڑوں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا، اے اللہ! اہل مدینہ کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔

بَارِكْ لَهُمْ مُدِّهِمْ وَ صَاعِهِمْ۔

۳۲۱۸ - وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ وَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۲۱۹ - وَحَدَّثَنَاهُ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَحَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ قَالَ نَعَمْ مَا بَيْنَ كَذَا إِلَى كَذَا فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا قَالَ ثُمَّ قَالَ لِي هٰذِهٖ شَدِيدَةٌ مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا قَالَ ابْنُ أَنَسٍ أَوْ آوٰى مُحْدِثًا

عاصم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں! فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک، پس جس شخص نے مدینہ میں کوئی جرم کیا پھر مجھ سے کہا یہ بہت سخت گناہ ہے۔ پھر فرمایا جو شخص اس میں جرم کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے؛ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ ابن انس نے کہا یا کسی مجرم کو پناہ دی۔

۳۲۲۰ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَحَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ قَالَ نَعَمْ هِيَ حَرَامٌ لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

عاصم احول بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ یہاں کی گھاس تک نہیں کاٹی جائے گی اور جس شخص نے ایسا کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

۳۲۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کے پیمانے میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ان کے صاع میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ان کے مد میں برکت عطا فرما۔

فِی مِکْیَالِہِمْ وَبَارِکْ لَہُمْ فِی صَاعِہِمْ وَبَارِکْ لَہُمْ فِی مُدِّہِمْ۔

۳۲۲۲۔ وَحَدَّثَنِی زُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ اِبْرَاہِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّامِیُّ قَالَا نَا وَہْبُ بْنُ جَرِیْرٍ قَالَ نَا اَبِی قَالَ سَمِعْتُ یُوْنُسَ یُحَدِّثُ عَنِ الزُّہْرِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ جتنی برکتیں مکہ میں نازل کی ہیں اس کی دوگنی برکتیں مدینہ میں نازل فرما۔

۳۲۲۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَزُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ جَمِیْعًا عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ عِنْدَنَا شَیْئًا نَقْرَاُہٗ اِلَّا کِتَابَ اللّٰہِ وَہٰذِہِ الصَّحِیْفَۃَ قَالَ وَصَحِیْفَۃٌ مُعَلَّقَۃٌ فِیْ قِرَابِ سَیْفِہٖ فَقَدْ کَذَبَ فِیْہَا اَسْنَانُ الْاِبِلِ وَاَشْیَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَفِیْہَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ مَا بَیْنَ عَیْرٍ اِلٰی ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْہَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا وَّذِمَّۃُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَۃٌ یَسْعٰی بِہَا اَدْنَاہُمْ وَمَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ اَوِ انْتَمٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا وَّانْتَہٰی حَدِیْثُ اَبِیْ بَکْرٍ وَّزُہَیْرٍ

ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا دراں حالیکہ ان کی نیام کے ساتھ ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا حضرت علی نے اس صحیفہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور صحیفہ کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو وہ شخص جھوٹا ہے۔ اس صحیفہ میں تو اونٹوں کی عمروں کا بیان ہے اور کچھ زخموں کی دیت کا ذکر ہے اور اس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پہاڑ) عیر سے لے کر (پہاڑ) ثور تک مدینہ حرم ہے لہٰذا جو شخص مدینہ میں کوئی جرم کرے گا یا کسی مجرم کو پناہ دے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل، تمام مسلمانوں کا ایک ذمہ ہے اور ایک (عام) مسلمان بھی کسی شخص کو پناہ دے سکتا ہے اور جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا یا جس غلام نے اپنے آپ کو اپنے مالک کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل، ابوبکر کی روایت اس جگہ ختم ہوگئی اور زہیر کی روایت وہاں ختم ہے جہاں عام مسلمان کے پناہ دینے کا ذکر ہے

عِنْدَ قَوْلِهِ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ لَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا مُعَلَّقَةٌ فِي قِرَابِ سَيْفِهِ۔

اور اس کے بعد کا اس میں ذکر نہیں ہے اور ان دونوں روایتوں میں صحیفہ کے نیام میں لٹکنے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۲۲۴ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ إِلَى آخِرِهِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ وَكِيعٍ ذِكْرُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ایک اور سند کے ساتھ ابوکریب کی روایت حسب سابق منقول ہے البتہ اس میں یہ زیادتی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پناہ توڑے اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ نفل، ان دونوں روایتوں میں اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب ہونے کا ذکر نہیں ہے، اور وکیع کی روایت میں قیامت کے دن کا ذکر نہیں ہے۔

۳۲۲۵ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَوَكِيعٍ إِلَّا قَوْلَهُ مَنْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ وَذِكْرَ اللَّعْنَةِ۔

ایک اور سند کے ساتھ ایسی ہی روایت منقول ہے لیکن اس میں اپنے مالک کے علاوہ کسی کو مالک بنانے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۲۲۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِينَةُ حَرَمٌ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ حرم ہے لہٰذا جو شخص اس میں کوئی جرم کرے گا یا کسی جرم کرنے والے کو پناہ دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی، اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

۳۲۲۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ أَبُو النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ

ایک اور سند کے ساتھ اعمش سے یہ روایت منقول ہے اس میں قیامت کا ذکر نہیں ہے اور اس میں

عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزَادَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ۔

یہ اضافہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہی ہے، اور ایک عام مسلمان کے پناہ دینے کا بھی اعتبار کیا جا سکتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پناہ کو توڑے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ نفل۔

۳۲۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ تَرْتَعُ بِالْمَدِيْنَةِ مَا ذَعَرْتُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اگر میں مدینہ منورہ میں ہرنیاں چرتے دیکھوں تو انہیں ہراساں نہیں کروں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، دو پتھریلی زمینوں کی درمیانی جگہ حرام ہے۔

۳۲۲۹۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَلَوْ وَجَدْتُ الظِّبَاءَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا مَا ذَعَرْتُهَا وَجَعَلَ اثْنَيْ عَشَرَ مِيْلًا حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ حِمًى۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیا ہے، اگر میں ان پتھریلے کناروں کے درمیان ہرنیاں دیکھوں تو انہیں ہراساں نہیں کروں گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے اردگرد بارہ میل تک حد و دِ حرم مقرر فرما دی تھی۔

۳۲۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوْا بِهٖ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ پہلا پھل دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول کرنے کے بعد فرماتے، اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، ہمارے مدینہ میں برکت عطا فرما۔ ہمارے صاع میں اور ہمارے مُد میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام

فی مدینتنا وبارك لنا فی صاعنا وبارك لنا فی مدنا اللهم ان ابراهیم علیه الصلوة والسلام عبدك وخلیلك ونبیك وانی عبدك ونبیك وانه دعاك لمكة وانی ادعوك للمدینة بمثل ما دعاك لمكة ومثله معه قال ثم یدعو اصغر ولید له فیعطیه ذلك الثمر

۳۲۳۱ - وحدثنا یحیی بن یحیی قال انا عبد العزیز بن محمد المدنی عن سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كان یؤتی باول الثمر فیقول اللهم بارك لنا فی مدینتنا وفی ثمارنا وفی مدنا وفی صاعنا بركة مع بركة ثم یعطیه اصغر من یحضره من الولدان

۳۲۳۲ - وحدثنا حماد بن اسماعیل بن علیة قال نا ابی عن وهیب عن یحیی بن ابی اسحاق انه حدث عن ابی سعید مولی المهری انهم اصابهم بالمدینة جهد وشدة وانه اتی ابا سعید الخدری رضی الله تعالی عنه فقال له انی كثیر العیال وقد اصابتنا شدة فاردت ان انقل عیالی الی بعض الریف فقال ابو سعید لا تفعل الزم المدینة فانا خرجنا مع نبی الله صلی الله علیه وسلم اظن انه قال حتی قدمنا عسفان فاقام بها لیالی فقال الناس والله ما نحن ههنا فی شیء وان عیالنا لخلوف ما نامن علیهم فبلغ ذلك النبی صلی الله علیه وسلم فقال ما هذا الذی یبلغنی من

تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے، اور میں تیرا بندہ، اور تیرا نبی ہوں، انھوں نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا کی تھی میں ان کی دعاؤں کے برابر اور اس سے ایک مثل زائد مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں (یعنی مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکتیں نازل فرما) پھر آپ کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اس کو وہ پھل دے دیتے۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلا پھل پیش کیا جاتا تو آپ فرماتے: الٰہی ہمارے مدینہ، ہمارے پھلوں اور ہمارے مُد اور صاع میں برکت در برکت فرما پھر وہ پھل موجود بچوں میں سے چھوٹے بچے کو دے دیتے۔

مہری کے غلام ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ قحط اور تنگی میں مبتلا ہوئے تو مہری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میرے بال بچے بہت ہیں اور ہمیں تنگی کا سامنا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو کسی سرسبز اور شاداب جگہ پر لے جاؤں حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا: ایسا مت کرو اور مدینہ کو مت چھوڑو! کیونکہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر گئے۔ جب مقام عسفان میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چند رات قیام فرمایا، لوگ کہنے لگے یہاں تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور پیچھے ہمارے بچوں کی نگہداشت کے لیے کوئی نہیں ہے ہمیں ان کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات کی اطلاع ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میں کس قسم کی باتیں سن رہا ہوں؟ راوی

حَدِيْثِكُمْ مَا أَدْرِي كَيْفَ قَالَ وَالَّذِي أَحْلِفُ بِهِ أَوْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ إِنْ شِئْتُمْ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَ لَآمُرَنَّ بِنَاقَتِي تُرْحَلُ ثُمَّ لَا أَحُلُّ لَهَا عُقْدَةً حَتّٰى أَقْدَمَ الْمَدِيْنَةَ وَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَمًا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَأْزِمَيْهَا أَنْ لَا يُهْرَاقَ فِيْهَا دَمٌ وَلَا يُحْمَلَ فِيْهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا يُخْبَطَ فِيْهَا شَجَرَةٌ إِلَّا لِعَلْفٍ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِيْنَتِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِيْنَتِنَا اللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ شِعْبٌ وَلَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا حَتّٰى تَقْدَمُوْا إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ ارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلْنَا فَأَقْبَلْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَوَالَّذِي نَحْلِفُ بِهِ أَوْ يُحْلَفُ بِهِ شَكٌّ مِنْ حَمَّادٍ مَا وَضَعْنَا رِحَالَنَا حِيْنَ دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ حَتّٰى أَغَارَ عَلَيْنَا بَنُو عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ غَطَفَانَ وَمَا يَهِيْجُهُمْ قَبْلَ ذٰلِكَ شَيْءٌ

٣٢٣٣ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيْدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے کیا الفاظ فرمائے تھے آپ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم چاہو تو میں اونٹنی پر پالان کسنے کا حکم دوں اور جب تک مدینہ نہ پہنچوں اس کی گرہ نہ کھولوں پھر فرمایا: اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا تھا، اور میں مدینہ منورہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے' یہاں خونریزی کی جائے نہ لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں، چارہ کے علاوہ یہاں کے درختوں سے کسی اور غرض کے لیے پتے نہ توڑے جائیں۔ اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما۔ اے اللہ ہمارے صاع میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے مد میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے صاع میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے مد میں برکت نازل فرما۔ اے اللہ! اس میں (مکہ سے) دوگنی برکت کر دے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مدینہ کی ہر گھاٹی اور ہر درہ پر دو فرشتے رہتے ہیں اور تمہاری واپسی تک اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا، کوچ کرو، پھر ہم روانہ ہوئے اور مدینہ کی طرف چل پڑے، پس قسم اس ذات کی جس کی ہم قسم کھاتے ہیں ابھی ہم نے مدینہ منورہ پہنچ کر سامانِ سفر نہیں اتارا تھا کہ غطفانیوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ان میں کسی قسم کی بے چینی نہیں پائی جاتی تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں (مکہ کی) ایک برکت کے مقابلہ میں دو برکتیں عطا فرما۔

قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا وَصَاعِنَا وَ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ.

۳۲۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى قَالَ أَنَا شَيْبَانُ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا حَرْبٌ يَعْنِي ابْنَ شَدَّادٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

۳۲۳۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ أَنَّهُ جَاءَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ لَيَالِيَ الْحَرَّةِ فَاسْتَشَارَهُ فِي الْجَلَاءِ مِنَ الْمَدِينَةِ وَشَكَى إِلَيْهِ أَسْعَارَهَا وَكَثْرَةَ عِيَالِهِ وَأَخْبَرَهُ أَنْ لَا صَبْرَ لَهُ عَلَى جَهْدِ الْمَدِينَةِ وَلَأْوَائِهَا فَقَالَ لَهُ وَيْحَكَ لَا آمُرُكَ بِذٰلِكَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَصْبِرُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا فَيَمُوتُ إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِذَا كَانَ مُسْلِمًا.

ابو سعید مولی مہری بیان کرتے ہیں کہ جنگ حرہ کے زمانے میں وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور مدینہ سے چلے جانے کے بارے میں مشورہ کیا اور مدینہ کی مہنگائی اور اپنے بال بچوں کی کثرت کی شکایت کی اور کہا کہ اب میں مدینہ منورہ کی مشکلات کو برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم کو یہ مشورہ نہیں دوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مدینہ کی تکلیفوں پر صبر کر کے مرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۳۲۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي أُسَامَةَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیا ہے، جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا، چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں اگر کسی آدمی کے ہاتھ میں پرندہ دیکھ لیتے تو اس کے ہاتھ سے چھڑا کر اسے آزاد کر دیتے۔

وَالسَّلَامُ مَكَّةَ قَالَ ثُمَّ كَانَ اَبُوْسَعِيْدٍ يَاْخُذُ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَجِدُ اَحَدُنَا فِيْ يَدِهِ الطَّيْرَ فَيَفُكُّهُ مِنْ يَدِهِ ثُمَّ يُرْسِلُهُ.

۳۲۳۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ اَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّهَا حَرَمٌ اٰمِنٌ.

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا یہ حرم ہے اور امن کی جگہ ہے۔

۳۲۳۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ وَبِيْئَةٌ فَاشْتَكٰى اَبُوْبَكْرٍ وَّاشْتَكٰى بِلَالٌ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكْوٰى اَصْحَابِهِ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَّبْتَ مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَحَوِّلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو وہاں وبائی بخار آیا ہوا تھا، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال بیمار ہوگئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی بیماری دیکھی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ جس طرح تونے ہمارے نزدیک مکہ محبوب کیا ہے مدینہ کو بھی اسی طرح محبوب کر دے یا اس سے بھی زیادہ محبوب کر دے، اور مدینہ کو صحت کی جگہ بنا دے اور ہمارے صاع اور مد میں برکت کر دے اور اس کے بخار کو مقام جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

۳۲۳۹ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْكُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔

مدینہ منورہ کے حرم ہونے میں مذاہب حدیث نمبر ۳۲۱۳ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا، اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں، مدینہ کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان نہ کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ کسی جانور کا شکار کیا جائے گا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک اور امام شافعی مدینہ کے درختوں کے کاٹنے کو اور مدینہ کے جانوروں کے شکار کو حرام قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ نے اس کو مباح قرار دیا ہے، اور اس حدیث میں امام شافعی، امام مالک اور ان کے موافقین کے قول پر دلیل ہے۔[1] ———— (حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ کریں)۔

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک مدینہ حرم ہے اس کے درختوں کو کاٹنا اور اس کے جانوروں کو شکار کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ مدینہ مکہ کی طرح حرم نہیں ہے پس مدینہ کے جانوروں کا شکار کرنے سے اور مدینہ کے درختوں کو کاٹنے سے منع نہیں کیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ کے جانوروں کے شکار سے منع کیا ہے اور درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا ہے وہ بطور تحریم کے نہیں فرمایا، بلکہ اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ مدینہ کی زینت باقی رہے، کیونکہ امام طحاوی نے روایت کیا ہے حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کی عمارات کو نہ گراؤ کیونکہ یہ مدینہ کی زینت ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کے ام سلیم سے ایک بیٹے تھے۔ ابوعمیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو اس سے مزاح فرماتے تھے، ان کے پاس ایک پرندہ تھا، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ابوعمیر کو غمگین دیکھا۔ آپ نے پوچھا کہ ابوعمیر کیوں اداس ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ ان کا پرندہ مرگیا آپ نے فرمایا: یا ابا عمیر ما فعل النغیر، یہ حدیث صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی اور دوسری کتب صحاح میں ہے۔ شوافع نے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ پرندہ حل یعنی مدینہ کے باہر سے لایا گیا تھا، لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حل سے اگر کوئی جانور حرم میں لایا جائے تو اس کا حکم بھی حرم کے جانور کا ہے اور اس کو پکڑنا جائز نہیں ہے۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک وحشی جانور تھا جو گھر میں کھیلتا تھا اور بھاگتا پھرتا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو ٹھہر جاتا اور چھلانگیں نہیں لگاتا تھا، اور امام طحاوی نے تین سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شکار کرتے تھے اور شکار کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے، ایک دن انہیں دیر ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کا سبب پوچھا انھوں نے کہا یا رسول اللہ! شکار ہم سے بھاگ گیا اور ہم تیت سے لے کر قناۃ تک شکار کا پیچھا کرتے رہے آپ نے فرمایا اگر تم عقیق میں شکار کرتے تو میں بھی تمہارے ساتھ جاتا، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مدینہ میں شکار کرنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ میں شکار کرنے کی جگہ حضرت سلمہ کو بتائی ہے[۱]

احناف کہتے ہیں کہ اصل میں درختوں کا کاٹنا اور شکار کرنا حلال ہے مکہ مکرمہ میں دلائل قطعیہ سے ان کو حرام کر دیا گیا۔ اور مدینہ میں شکار اور درختوں کو کاٹنے کی حرمت پر دلیل قطعی نہیں پائی گئی اور جن احادیث میں درختوں کو کاٹنے اور شکار کرنے سے منع کیا ہے وہ تحریم کی بناء پر نہیں بلکہ مدینہ کی زینت کو باقی رکھنے کے لیے ہے کیونکہ درختوں کو کاٹنے اور شکار کرنے کا ثبوت دوسری صحیح احادیث میں ہے، اس لیے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ کی طرح حرم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مدینہ میں داخل ہونے کے لیے احرام نہیں باندھا جاتا۔

۱؎ (حاشیہ صفحہ سابقہ)۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

۱؎۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۰۔ ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اہل مدینہ کی شفاعت

حدیث نمبر ۳۲۱۴ میں ہے کہ جو شخص مدینہ کی بھوک پیاس اور محنت و مشقت کو برداشت کرے گا میں اس کے حق میں گواہی دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہاں "یا" شک کے لیے نہیں تنویع کے لیے ہے یعنی بعض اہل مدینہ کے حق میں آپ گواہی دیں گے اور بعض کی شفاعت کریں گے۔ یعنی نیکو کاروں کی نیکیوں پر گواہی دیں گے اور گنہگاروں کی شفاعت کریں گے۔
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کی خصوصی شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے درجات زیادہ بلند ہوں گے یا ان پر حساب آسان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو عرش کے سایہ میں رکھ کر ان کی عزت افزائی کرے گا، یا وہ نورانی منبروں پر ہوں گے یا وہ جنت میں جلد جائیں گے۔

احد پہاڑ کی محبت کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۲۱۰ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے بارے میں فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں: علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ میں ایسا علم اور ادراک پیدا کر دیا جس سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے اور آپ سے محبت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وان منها لما يهبط من خشية الله "بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر جاتے ہیں، اور جیسا کہ سوکھا ہوا تنا آپ کے فراق میں رو دیا، اور جیسے کنکریوں نے تسبیح کی اور جیسے پتھر موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے بھاگا۔ اور جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ پر سلام کرتا تھا اور جیسے آپ نے درختوں کو بلایا اور وہ آپ کے بلانے پر آئے اور آپ نے حراء سے فرمایا اے حراء ساکن ہو جا، تجھ پر ایک نبی ہے اور صدیق ہے اور گوشت کے زہر آلود ٹکڑے نے آپ سے کہا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: وان من شئ الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے"؛ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اہل احد ہم سے محبت کرتے ہیں۔
بعض عارفین نے کہا ہے کہ پتھر بھی حضور سے محبت کرتے ہیں جو انسان آپ سے محبت نہ کرے وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے۔ پتھر کی حقیقت میں محبت نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس کو کسی سے محبت نہ ہو اس کو سنگدل کہتے ہیں حضور کا کمال اعجاز یہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت میں محبت نہیں ہے آپ نے اس میں بھی اپنی محبت جاری کر دی۔ پھر اگر پتھر آپ سے محبت کرے تو آپ اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو مسلمان اگر آپ سے محبت کرے تو آپ کب اسے اپنی محبت سے محروم کریں گے اور جو پتھر کے دل میں چھپی ہوئی محبت کو جان لیتے ہیں ان سے کائنات کی کون سی چیز مخفی ہو گی ۔!

اہل مدینہ کو ایذاء دینے والوں پر لعنت

حدیث نمبر ۳۲۱۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے، قاضی عیاض نے فرمایا اس مضمون کی تمام احادیث میں یہی مراد ہے کہ جن لوگوں نے اہل مدینہ کو ایذاء پہنچائی اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں آگ میں پگھلائے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اہل مدینہ کو ایذاء دیں اللہ تعالیٰ انھیں دنیا میں مہلت نہ دے اور انھیں طاقت اور اقتدار نہ دے، بلکہ عنقریب ان پر موت طاری کر دے جیسا کہ بنو امیہ کی حکومت کے دور میں واقعہ حرہ کے فوراً بعد مسلم بن عقبہ ہلاک ہو گیا اور اس کے

چند ماہ بعد مسلم بن عقبہ کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ ہلاک ہو گیا، باب نمبر ۳۰۹ میں ہم نے واقعہ حرہ اور یزید بن معاویہ اور مسلم بن عقبہ کے بارے میں تفصیلاً لکھ دیا ہے اور یزید بن معاویہ اور اس پر لعنت کرنے کے سلسلہ میں ہم نے فقہاء اسلام کی آراء بیان کر دی ہیں۔

امراض متعدیہ کی شرعی حیثیت

حدیث نمبر ۳۲۳۸ میں ہے جب ہم مدینہ پہنچے تو وہاں پر وبائی بخار آیا ہوا تھا اس پر یہ سوال ہے کہ حدیث صحیح میں وباء والی جگہ پر جانے سے منع فرمایا ہے۔ قاضی عیاض نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ ہے کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے اور وباء والے علاقے میں جانے سے آپ نے بعد میں منع فرمایا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس وقت ہوتی ہے جب وہ وباء تیزی سے پھیل رہی ہو جیسے طاعون وغیرہ اور یہ بخار اس طرح نہیں تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امراض متعدی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بیماری کے جو اسباب پیدا فرمائے ہیں ان میں سے ایک سبب امراض متعدیہ ہیں، اور جن احادیث میں تعدی کی نفی ہے جیسے من اجرب البعیر الاول۔ "پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی" اس سے مراد یہ ہے کہ تعدی امراض بنفسہ نہیں ہوتی۔ اور یہ سبب حقیقی نہیں ہے۔

کفار کے لیے دعاءِ ضرر

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ! مدینہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے" اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے لیے مرض اور ہلاکت کی دعا کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کے لیے صحت اور سلامتی کی دعا کرنا مستحب ہے۔ بعض جاہل صوفیاء کہتے ہیں کہ دعا کرنا توکل کے خلاف ہے اور بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ جب پہلے تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے پھر دعا بے فائدہ ہے یہ دونوں باتیں باطل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دعا کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں اور صراط مستقیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور قرآن مجید پر عمل کرنا ہے۔

مکہ اور مدینہ میں کون افضل ہے؟

حدیث نمبر ۳۲۲۲ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں نازل فرمائی ہیں مدینہ میں اس سے دگنی برکتیں نازل فرما۔" اور حدیث نمبر ۳۲۳۸ میں آپ کی یہ دعا ہے: "اے اللہ! مدینہ کو ہمارے نزدیک مکہ سے زیادہ محبوب کر دے۔" امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے تاہم مکہ کی یہ افضلیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے ماسوا میں ہے، اور ان احادیث کے پیش نظر حق یہ ہے کہ خواہ مکہ افضل ہو لیکن اجر و ثواب اور خیر و برکات مدینہ میں مکہ سے دو چند ہیں، اور مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ سے زیادہ محبوب ہے نیز فتح مکہ کے بعد بھی حضور پر مدینہ میں رہنا فرض تھا اگر مکہ افضل ہوتا تو حضور کو مکہ میں رہنے کا حکم دیا جاتا۔

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے ایک بار فرمایا جب میں پہلی بار حج کے لیے گیا تو مجھ سے حضرت شاہ جمالی رحمۃ اللہ علیہ ملنے کے لیے آئے اور کہا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں، فقہاء کہتے ہیں کہ جب حج کے لیے جائے تو پہلے مکہ جا کر حج کرے اور پھر مدینہ منورہ میں آپ کے روضہ پر حاضر ہو اور علامہ سمہودی نے یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ کے روضہ پر جائے پھر جا کر حج کرے ان میں سے کس کی بات صحیح ہے

آپ نے فرمایا دونوں صحیح کہتے ہیں فقہاء نے ہم ایسے گنہ گاروں کے لیے لکھا ہے کہ پہلے حج کر کے پاک ہو لیں پھر روضہ منورہ کی حاضری کے لیے مدینہ جائیں اور علامہ سمہودی نے آپ ایسے نیک لوگوں کے لیے لکھا ہے جو پہلے ہی پاک ہوتے ہیں وہ پہلے مدینہ منورہ جا کر آپ کے دربار پر حاضری دیں اور پھر حج کریں، علامہ اقبال کہتے ہیں:

؎ تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم
دگرنہ جز تو مارا منزلے نیست

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

؎ ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

اس پر تفصیلی گفتگو "مکہ افضل ہے یا مدینہ" کے تحت عنقریب آ رہی ہے۔

بَابُ ۴۲۶ التَّرْغِيبِ فِي سُكْنَى الْمَدِينَةِ وَفَضْلِ الصَّبْرِ عَلَى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا

مدینہ منورہ کی تکالیف پر صبر کا بیان

۳۲۴۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ نَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهَا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کی سختیوں پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ قَطَنِ بْنِ وَهْبِ بْنِ عُوَيْمِرِ بْنِ الْأَجْدَعِ عَنْ يُحَنَّسَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي الْفِتْنَةِ فَأَتَتْهُ مَوْلَاةٌ لَهُ تُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَقَالَتْ إِنِّي أَرَدْتُ الْخُرُوجَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اشْتَدَّ عَلَيْنَا الزَّمَانُ فَقَالَ لَهَا عَبْدُ اللَّهِ اقْعُدِي لَكَاعِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَصْبِرُ عَلَى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

یحنس مولی زبیر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں فتنہ کے زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں آپ کی آزاد کردہ باندی حاضر ہوئی آکر سلام کیا اور کہا اے ابو عبد الرحمان میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں، کیونکہ اس وقت حالات بہت خراب ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے وقوف عورت یہیں رہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ

قَطَنٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ يُحَنَّسَ مَوْلَى مُصْعَبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَبَرَ عَلٰى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا أَوْ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ۔

کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۳۔ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَأْوَاءِ الْمَدِيْنَةِ وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِيْ إِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَوْ شَهِيْدًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو شخص بھی مدینہ کی تنگی اور سختی پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنْ أَبِيْ هَارُوْنَ مُوْسَى بْنِ أَبِيْ عِيْسٰى سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ الْقَرَّاظَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۲۴۵۔ وَحَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصْبِرُ أَحَدٌ عَلٰى لَأْوَاءِ الْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا ..... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

حرمین طیبین میں اقامت گزیں ہونے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء اسلام نے بیان کیا ہے کہ ان احادیث میں مدینہ کے مصائب پر صبر کے اجر اور مدینہ منورہ کی فضیلت کا بیان ہے اور مدینہ منورہ کی یہ فضیلت قیامت تک باقی ہے، مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام احمد بن حنبل کا قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مستقل

رہائش اختیار کرنا مکروہ ہے اور وجہ کراہت یہ ہے کہ پھر دل میں مکہ کا وقار اور احترام کم ہو جائے گا اور وہاں گناہ ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں گناہ کرنا باقی جگہوں کی بہ نسبت زیادہ قبیح ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ میں نیکی کا زیادہ ثواب ہے، اور جو مستحب قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہاں کی نماز وں کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے اور دیگر عبادات کا بھی بہت اجر ہے اور اقرب الی الصواب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں میں رہائش اختیار کرنا افضل اور مستحب ہے البتہ جس شخص کو برائیوں اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو اس کے حق میں مکروہ ہے سلف صالحین میں سے بہت سے لوگوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی اور جو شخص وہاں رہنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ برائیوں اور ان کے اسباب سے دست کش ہو جائے۔

بَابُ ۴۲۷ صِيَانَةِ الْمَدِيْنَةِ مِنْ دُخُوْلِ الطَّاعُوْنِ وَالدَّجَّالِ إِلَيْهَا

طاعون اور دجال سے مدینہ منورہ کے محفوظ رہنے کا بیان

۳۲۴۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلٰئِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں، اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتا۔

۳۲۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي الْمَسِيْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِيْنَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلٰئِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا وہ مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا حتیٰ کہ اُحد پہاڑ کے پیچھے اترے گا اور فرشتے وہیں سے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں (شام میں) ہلاک ہو جائے گا۔

بَابُ ۴۲۸ الْمَدِيْنَةِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَتُسَمّٰى طَابَةَ وَطَيْبَةَ

خبیث چیزوں کو مدینہ کا نکال دینا اور مدینہ کا طیبہ ہونا

۳۲۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ ایسا

عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَدْعُو الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهِ وَقَرِيْبَهُ هَلُمَّ اِلَى الرَّخَاءِ هَلُمَّ اِلَى الرَّخَاءِ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْهُ اَلَا اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَالْكِيْرِ تُخْرِجُ الْخَبِيْثَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَنْفِيَ الْمَدِيْنَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

آئے گا کہ لوگ اپنے عم زاد بھائیوں اور رشتہ داروں کو بلا کر کہیں گے کہ جہاں آسانی اور سہولت ہو اس جگہ چلو! عیش و عشرت کی طرف چلو! کاش کہ وہ اس بات کو جان لیتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے چلا جائے گا اللہ اس سے بہتر شخص کو لا کر مدینہ میں آباد کر دے گا، سنو! مدینہ ایک بھٹی کی مانند ہے جو میل کچیل کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک مدینہ خبیث لوگوں کو نکال کر باہر نہیں کر دے گا جیسا کہ لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو نکال پھینکتی ہے۔

۳۲۴۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْحُبَابِ سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں کو کھا جاتی ہے، لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے اور وہ برے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کرتی ہے۔

۳۲۵۰ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَا كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ الْخَبَثَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَدِيْدَ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے جیسے بھٹی میل کو دور کرتی ہے اور اس میں لوہے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۲۵۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَ الْاَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِيْنَةِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس اعرابی کو مدینہ میں شدت سے بخار آنے لگا، وہ فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا "میری بیعت واپس کر دو"، رسول اللہ صلی

فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَ تَنْصَعُ طَيِّبَهَا۔

اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا، وہ پھر آیا اور کہنے لگا میری بیعت واپس کر دو، آپ نے پھر انکار کیا وہ پھر آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد! میری بیعت واپس کر دو، آپ نے پھر انکار فرما دیا، وہ اعرابی چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی طرح ہے، مدینہ میں آئے ہوئے میل کو دور کرتا ہے اور پاک چیز کو خالص اور صاف کرتا ہے۔

۳۲۵۲۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ وَّ هُوَ ابْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ وَإِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ طیبہ ہے اور میل کچیل کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح چاندی کے میل کو آگ دور کرتی ہے۔

۳۲۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّ هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالُوْا نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللهَ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ طَابَةَ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

کیا مدینہ میں بد عقیدہ لوگوں کا رہنا اس کے بھٹی ہونے کے منافی ہے؟

حدیث نمبر ۳۲۴۸ میں ہے کہ مدینہ میل کچیل کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے، قاضی عیاض، علامہ نووی، علامہ عینی اور دیگر شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے یعنی آپ کے عہد میں مدینہ منورہ میں جو منافقین تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ سے باہر نکال دیا، اور آپ کے عہد کے بعد مدینہ منورہ کا یہ وصف نہیں ہے کیونکہ آپ کے وصال کے بعد بہت سارے اخیار مدینہ منورہ سے چلے گئے، پہلے حضرت معاذ، حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابن مسعود اور سعد بن عمارہ گئے اور ان کے بعد حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عمار اور دوسرے صحابہ اور اخیار تابعین مدینہ سے چلے گئے، لیکن اس جواب پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ قیامت اس وقت

تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ اپنے میل کو باہر نہیں نکال دے گا، اس کے جواب میں علامہ نووی، علامہ عینی اور علامہ وشتانی مالکی نے یہ لکھا ہے کہ قرب قیامت میں دجال کے زمانہ میں مدینہ منورہ کا یہ وصف پھر ظاہر ہوگا. ایک سوال یہ ہے کہ روافض اور دوسرے بے دین لوگ بھی مدینہ میں رہتے ہیں، علامہ وشتانی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اگر یہ وصف عہد رسالت کے ساتھ خاص ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے اگر یہ وصف عام ہو تو اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ بدعقیدہ لوگوں کی بدعقیدگیوں کو مدینہ میں فروغ نہیں ہوگا[1] بعض علماء متاخرین نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ مرنے کے بعد مدینہ منورہ سے بدعقیدہ لوگوں کو قبروں سے نکال کر دوسرے علاقہ میں ڈلوا دیا جائے گا اور نیک لوگوں کو مدینہ منورہ منتقل کر دیا جائے گا۔ لیکن اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ کفار منافقین اور بدعقیدہ لوگوں کا اخراج صرف عہد رسالت اور قرب قیامت کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثم ترجف المدینۃ باھلھا ثلث رجفات یخرج اللہ کل کافر ومنافق[2]۔ (دجال کے زمانہ میں) "پھر مدینہ اپنے رہنے والوں کو تین جھٹکے دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو نکال کر باہر کر دے گا" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دجال کے خروج سے پہلے مدینہ میں کفار اور منافقین رہ رہے ہوں گے اور خروج دجال کے بعد تین زلزلوں سے ان کا اخراج کیا جائے گا اور اس سے واضح ہو گیا کہ بدعقیدہ لوگوں کا مدینہ منورہ سے اخراج یا زمانہ رسالت میں تھا اور یا قرب قیامت میں ہوگا اور اگر اب بدعقیدہ لوگ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں تو یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی رائے ہے[3]

مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

حدیث نمبر ۳۲۴۹ میں ہے کہ مدینہ ایسی بستی ہے جو تمام بستیوں کو کھا جاتی ہے، علامہ نووی نے فرمایا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ اسلام کے لشکروں کا مرکز ہے اور تمام ممالک سے اموال غنیمت مدینہ منورہ میں لائے جاتے ہیں، امام مالک نے فرمایا مدینہ منورہ تمام شہروں کے فضائل کا جامع ہے اور اس کی فضیلت تمام شہروں سے زیادہ ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام مالک اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے[4]

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں مسند ابو یعلی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نبی پر اس جگہ موت طاری کی جاتی ہے جو جگہ نبی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے" اور جو

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴، ص ۸۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بھی سب سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہے اور جو جگہ اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب ہو گی وہی جگہ سب سے زیادہ افضل ہو گی، اس سے ثابت ہوا کہ مدینہ منورہ بشمول مکہ تمام شہروں سے افضل ہے اور مدینہ منورہ کیوں نہ افضل ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی ہے: "اے اللہ! ابراہیم نے مکہ کے لیے دعا کی تھی اور میں مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں، جن چیزوں کے لیے ابراہیم نے دعا کی تھی، ان کی، اور اتنی ہی اور دعا کرتا ہوں۔" اور اس میں کیا شک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حضرت ابراہیم کی دعا سے افضل ہے کیونکہ دعا کا مرتبہ دعا کرنے والے کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ جتنا محبوب بنا دے بلکہ اس سے زیادہ محبوب بنا دے" اور آپ کی یہ دعا قبول ہوئی کیونکہ حاکم کی روایت ہے کہ جب آپ مدینہ کو دیکھتے تو مدینہ کی محبت سے سواری کو تیز کر دیتے، نیز حاکم کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھے اس شہر سے ہجرت کا حکم دیا ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اب مجھے اس شہر میں بسانا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ مدینہ محبوب ہے۔ اس استدلال پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے: ان مکۃ خیر بلاد اللہ "تمام شہروں سے بہتر مکہ ہے" اور ایک روایت میں ہے: ان مکۃ احب ارض اللہ الی اللہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکہ تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے"۔ علامہ سمہودی نے ان احادیث کے جواب میں فرمایا ہے کہ یہ احادیث ہجرت سے پہلے کے زمانہ پر محمول ہیں کیونکہ آپ کی ہجرت سے پہلے مکہ سب سے زیادہ محبوب تھا اور آپ کی ہجرت کے بعد مدینہ سب سے زیادہ محبوب ہو گیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ میں اقامت فرض کی اور آپ نے اپنی امت کو مدینہ میں رہنے اور وہیں مرنے پر ابھارا، پس مدینہ کیونکر نہ افضل ہو گا۔

اس سلسلہ میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "مسجد نبوی میں نماز کا اجر پچاس ہزار گنا ہوتا ہے اور کعبہ میں ایک لاکھ گنا ہوتا ہے۔" غرض مکہ میں عبادات کا مدینہ سے دو گنا اجر ہوتا ہے لہٰذا مکہ، مدینہ سے افضل ہوا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی میں دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ گنا اجر ہے اور مسجد حرام میں دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ گنا اجر ہے۔ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۵۶، لہٰذا دونوں کا اجر مساوی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اس کا دوسرا جواب وہ ہے جو علامہ قسطلانی نے علامہ سمہودی سے نقل کیا ہے کہ اجر میں زیادتی مفضولیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ جو شخص میدان عرفات جا رہا ہے اس کے لیے منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اگرچہ اجر مسجد حرام میں زیادہ ہے۔ حضرت عمر مسجد حرام میں اجر کی زیادتی کے قائل تھے اس کے باوجود وہ مدینہ کو افضل قرار دیتے تھے، اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ! مکہ میں جتنی برکتیں نازل فرمائی ہیں مدینہ میں اس سے دگنی برکتیں نازل فرما۔" اور آپ کی یہ دعا دنیاوی اور دینی امور دونوں کو شامل ہے۔ اس دعا کا تقاضہ

یہ ہے کہ اگر مکہ میں ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے تو مدینہ میں دو لاکھ نمازوں کا اجر ملے گا اور چوتھا جواب یہ ہے کہ مان لیجئے کہ مکہ میں ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے اور مدینہ میں پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے لیکن مدینہ میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اجر بلحاظ عدد کم ہے لیکن قدر و قیمت کے اعتبار سے یہ پچاس ہزار نمازیں مکہ کی ایک لاکھ نمازوں سے بہت زیادہ ہیں جیسے سو روپے کا ایک نوٹ ایک ایک کے دس نوٹوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اور پانچواں جواب یہ ہے کہ مسجد حرام میں نمازوں کے اجر کی زیادتی افضلیت مدینہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مدینہ مسجد حرام کے علاوہ باقی مکہ پر افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عیاش مخزومی سے کہا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ، مدینہ سے افضل ہے؟ عبداللہ نے کہا یہ اللہ کا حرم اور امن کی جگہ ہے اور اس میں بیت اللہ ہے، حضرت عمر نے فرمایا میں اللہ کے حرم اور اس کے بیت کے بارے میں نہیں کہہ رہا۔ حضرت عمر نے پھر اپنی بات دہرائی عبداللہ نے پھر وہی جواب دیا۔ حضرت عمر نے پھر فرمایا میں اللہ کے حرم اور اس کے بیت کے بارے میں نہیں کہہ رہا، پھر عبداللہ کو اشارہ کیا گیا اور وہ چلے گئے۔

علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ مکہ میں حج کی فضیلت ہے تو اس کے مقابلہ میں مدینہ میں زیارت نبوی کی فضیلت ہے مکہ میں مسجد حرام کی فضیلت ہے تو مدینہ میں مسجد نبوی کی فضیلت ہے، مکہ میں عمرہ کی فضیلت ہے تو مدینہ میں مسجد قبا کی فضیلت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چند کہ مدینہ میں مکہ سے کم عرصہ اقامت کی ہے۔ لیکن دین اسلام کے اظہار اور اعزاز کا سبب مدینہ ہے، اکثر فرائض اور ارکان اسلام کا نزول مدینہ میں ہوا۔ حضرت جبرائیل کا زیادہ نزول بھی مدینہ میں ہوا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لیے مدینہ کو اپنا مستقر بنا لیا۔ حضرت امام مالک سے پوچھا گیا آپ مکہ میں رہنا پسند کریں گے یا مدینہ میں، حضرت امام مالک نے فرمایا میں مدینہ کو کیوں نہ ترجیح دوں کہ اس کے ہر راستہ پر حضور چلے ہیں اور جبرائیل نازل ہوئے ہیں، طبرانی میں ہے: المدینۃ خیر من مکۃ "مدینہ مکہ سے بہتر ہے۔" جندی کی روایت ہے: المدینۃ افضل من مکۃ "مدینہ مکہ سے افضل ہے"۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی تم اس کو یثرب کہتے ہو اور وہ مدینہ ہے وہ لوگوں کا میل کچیل اس طرح دور کرتی ہے جس طرح بھٹی لوہے کا میل دور کرتی ہے، قاضی عبدالوہاب نے کہا اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ مدینہ تمام بستیوں کے فضائل کو جامع ہے۔ ابن منیر نے کہا کہ مدینہ کے فضائل تمام بستیوں کے فضائل پر غالب ہیں، یہاں تک علامہ سمہودی کا کلام ہے، علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کو مکہ سے افضل قرار دینے میں طویل بحث کی ہے، حالانکہ ہمارے امام، امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مکہ، مدینہ سے افضل ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہر شخص ایسی جگہ کو افضل کہتا ہے جہاں اس کا محبوب ہوتا ہے۔ (مصنف کا بھی یہی نظریہ ہے)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں، کہ امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی تم میں سے موت تک مدینہ میں رہ سکتا ہو وہ موت تک مدینہ میں رہے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ مدینہ کے خواص میں سے یہ ہے کہ مدینہ کا غبار، برص اور جذام بلکہ ہر بیماری کے لیے شفاء ہے اور امام رزین عبدری نے اپنی جامع میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ مدینہ کی کھجور زہر کا علاج ہے۔ ابن النجار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تعلیقاً روایت کیا ہے

کہ ہر شہر تلوار سے فتح ہوا اور مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے" اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مدینہ اسلام کا گنبد اور ایمان کا گھر ہے، ہجرت کی سرزمین اور حلال اور حرام کا مرکز ہے، مدینہ کے گرد و غبار، مدینہ کی گلیاں اور راستے، مدینہ کے مکان اور ماحول سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت شامل ہے۔[۱]

مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت

حدیث نمبر ۳۲۴۹ میں ہے لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور یہ مدینہ ہے" مسند احمد میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص مدینہ کو یثرب کہے وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، یہ طابہ ہے"، مدینہ کو یثرب کہنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ تثریب کے معنی ہیں ملامت کرنا، میرے شیخ علامہ سید سعید احمد کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا مدینہ کو یثرب اس وجہ سے کہتے تھے کہ جو شخص مدینہ جاتا بیمار ہو جاتا اور لوگ اس کو ملامت کرتے تو وہاں کیوں گیا جو بیمار ہو گیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد جو جگہ دار الوبا تھی وہ دار الشفاء بن گئی پہلے وہاں صحت مند جاتے تھے تو بیمار ہو جاتے تھے اب بیمار جاتے ہیں تو صحت مند ہو جاتے ہیں پہلے لوگ جانے پر ملامت کرتے تھے اور اب اگر کوئی حج کے لیے جائے اور مدینہ جائے بغیر لوٹ آئے تو لوگ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں!

مدینہ کا لفظ یا تو دین سے ماخوذ ہے جس کے معانی اطاعت ہیں اس کو مدینہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اطاعت الٰہی کا سب سے پہلا مرکز ہے یا یہ لفظ مدن سے ماخوذ ہے اور مدن کے معنی اجتماعیت کے ہیں اور مدینہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا سب سے پہلا مرکز ہے، قرآن مجید میں بھی یہ لفظ ہے: ومن اهل المدينة (توبہ: ۱۰۱) مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبہ اور طابہ فرمایا اس کے معنی خوشبو، پاکیزگی اور راحت کے ساتھ رہنے کے ہیں۔

بَابُ تَحْرِيمِ إِرَادَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ بِسُوْءٍ وَأَنَّ مَنْ أَرَادَهُمْ بِهِ أَذَابَهُ اللهُ ۴۲۹

اہل مدینہ کو ایذاء پہنچانے پر وعید

۳۲۵۴ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يُحَنَّسَ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ الْقَرَّاظِ أَنَّهُ قَالَ أَشْهَدُ عَلٰى أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ بِسُوْءٍ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ أَذَابَهُ اللهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس شہر والوں یعنی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

---

[۱] علامہ احمد بن محمد ابوبکر قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۴۰۱-۳۹۶، ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔

۳۲۵۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ قَالَا نَا حَجَّاجٌ ح وَ حَدَّثَنِيهِ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَرَّاظَ وَ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوءٍ يُرِيدُ الْمَدِينَةَ أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ فِي حَدِيثِ ابْنِ يُحَنَّسَ بَدَلَ قَوْلِهِ بِسُوءٍ شَرًّا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

۳۲۵۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَارُونَ مُوسَى ابْنِ أَبِي عِيسَى ح وَ نَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو جَمِيعًا سَمِعَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت ہے۔

۳۲۵۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عُمَرَ بْنِ نُبَيْهٍ قَالَ أَخْبَرَنِي دِينَارٌ الْقَرَّاظُ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔

۳۲۵۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نُبَيْهٍ الْكَعْبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بِدَهْمٍ أَوْ بِسُوءٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

۳۲۵۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْقَرَّاظِ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَعْدًا يَقُوْلَانِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فِيْ مُدِّهِمْ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوْءٍ أَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اہل مدینہ کے مُد میں برکت نازل فرما اور اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

ف: ان احادیث کی تشریح کے لیے حدیث نمبر ۳۲۱۵ کا مطالعہ کر لیا جائے۔

بَابُ ۴۳ تَرْغِيْبِ النَّاسِ فِيْ سُكْنَى الْمَدِيْنَةِ عِنْدَ فَتْحِ الْأَمْصَارِ

فتوحات کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں رہنے کی ترغیب

۳۲۶۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِيْ زُهَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ الشَّامُ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَوْمٌ بِأَهْلِيْهِمْ يَبُسُّوْنَ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَخْرُجُ قَوْمٌ بِأَهْلِيْهِمْ يَبُسُّوْنَ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَوْمٌ بِأَهْلِيْهِمْ يَبُسُّوْنَ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ملک شام فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے، کاش وہ جانتے، پھر یمن فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے، کاش وہ جانتے، پھر عراق فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی اور کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔

۳۲۶۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِيْ زُهَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ

حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر چلی جائے گی۔ اور کاش وہ یہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے، پھر شام فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر شام چلی جائے گی اور کاش وہ یہ جانتے کہ مدینہ ہی ان

فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الشَّامُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔

کے لیے بہتر ہے۔ پھر عراق فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل و عیال اور خدام کو لے کر چلی جائے گی اور کاش وہ یہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔

بَابُ ۴۳ إِخْبَارِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَرْكِ النَّاسِ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ لوگ مدینہ کو خیر ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے۔

۳۲۶۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا أَبُو صَفْوَانَ يَعْنِي عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيَّ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَدِينَةِ لَيَتْرُكَنَّهَا أَهْلُهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ مُذَلَّلَةً لِلْعَوَافِي يَعْنِي السِّبَاعَ وَالطَّيْرَ قَالَ مُسْلِمٌ أَبُو صَفْوَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ يَتِيمُ ابْنِ جُرَيْجٍ عَشْرَ سِنِينَ كَانَ فِي حَجْرِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے خیر اور بہتر ہونے کے باوجود لوگ مدینہ کو درندوں اور پرندوں کے لیے چھوڑ دیں گے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ابو صفوان عبداللہ بن عبد الملک یتیم تھے اور انھوں نے ابن جریج کی گود میں دس سال پرورش پائی ہے۔

۳۲۶۳ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ ابْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ مدینہ منورہ کو اس کے خیر ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے اور درندے اور پرندے اس میں رہیں گے، کچھ عرصہ کے بعد قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ پہنچنے کے ارادے سے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَتْرُکُوْنَ الْمَدِیْنَۃَ عَلٰی خَیْرِ مَا کَانَتْ لَا یَغْشَاھَا اِلَّا الْعَوَافِیْ یُرِیْدُ عَوَافِی السِّبَاعِ وَالطَّیْرِ ثُمَّ یَخْرُجُ رَاعِیَانِ مِنْ مُّزَیْنَۃَ یُرِیْدَانِ الْمَدِیْنَۃَ یَنْعِقَانِ بِغَنَمِھِمَا فَیَجِدَانِھَا وَحْشًا حَتّٰی اِذَا بَلَغَا ثَنِیَّۃَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰی وُجُوْھِھِمَا۔

اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے آئیں گے اور مدینہ میں وحشی جانور دیکھیں گے، جب ثنیۃ الوداع کے پاس پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ مدینہ منورہ چھوڑنے کا یہ واقعہ قرب قیامت میں ہوگا اور اس کی وضاحت مزینہ کے ان دو چرواہوں سے ہوتی ہے جو قیامت آنے پر منہ کے بل گر پڑیں گے، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ عصر اول میں گزر چکا ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ جب مسلمان دین اور دنیا کے لحاظ سے بہت بہتر تھے، ان میں علماء، صلحاء اور زہاد موجود تھے اور فتوحات کی کثرت تھی اور مال و دولت کی فراوانی تھی اس وقت انہوں نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ اور دمشق کو دار الخلافت بنالیا۔

بَابُ ۴۳۲ فَضْلِ مَا بَیْنَ قَبْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمِنْبَرِہٖ وَفَضْلِ مَوْضِعِ مِنْبَرِہٖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کی فضیلت

۳۲۶۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ فِیْمَا قُرِئَ عَلَیْہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدِ الْمَازِنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ۔

حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۳۲۶۵ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدِ الْمَدَنِیُّ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ الْھَادِ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا بَیْنَ مِنْبَرِیْ وَبَیْتِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۳۲۶۶ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَا نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

قبرانور کی فضیلت کے متعلق روایات

حدیث نمبر ۳۲۶۶ میں ہے: ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ فقط ابن عساکر کی روایات میں یہ حدیث ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة کے الفاظ سے ہے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بیت کی جگہ قبر کا لفظ خطاء ہے، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام بزار نے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة۔ اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة۔[1] ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر کی مراد یہ ہو کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں بیت کی جگہ قبر کا ذکر کرنا خطاء ہے۔ بہرحال علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ قبر کے لفظ کو خطاء قرار دینا خود خطاء ہے کیونکہ امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ قبر کا لفظ روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں رجال ثقات کے ساتھ اس لفظ کو روایت کیا ہے اور بیت اور قبر کے لفظ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ بیت سے مراد بیت عائشہ ہے اور اسی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے۔[2]

ہر چند کہ بیت اور قبر کے لفظوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، تاہم قبر کے لفظ کے ساتھ اس روایت کو ہم باحوالہ پیش کر رہے ہیں۔

حافظ نور الدین الہیثمی امام بزار کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة بنت سعد عن ابیها ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما بین بیتی و منبری - او قبری و منبری روضة من ریاض الجنة۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بیت اور منبر کے درمیان، یا میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

---

[1] - حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] - حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۱۰ ص ۲۴۹، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] - حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۴۰۴ھ

علامہ علی متقی ہندی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اور خطیب اور امام ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ [1]

میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

نیز علامہ علی متقی ہندی لکھتے ہیں امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ [2]

میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

امام بیہقی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بین قبری و منبری و فی روایۃ ابن عبید قال ما بین منبری و بیتی روضۃ من ریاض الجنۃ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ اور ابن عبید کی روایت میں ہے میرے منبر اور بیت کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

کیا قبر انور حقیقۃً جنت کا باغ ہے؟

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بیت (یا میری قبر) اور منبر کے درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے،

چونکہ اس جگہ کو جنت پر محمول کرنا خلاف ظاہر تھا اس لیے فقہاء اسلام نے اس حدیث کی متعدد تاویلات کی ہیں: علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ جگہ نزول رحمت اور حصول سعادات میں جنت کی مثل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ عبادت کرنا دخول جنت کا سبب ہے یا یہ جگہ جنت میں منتقل کر دی جائے گی [4]

علامہ ابوعبد اللہ وشتانی مالکی نے ان تمام تاویلات کا رد کیا ہے اور اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے، علامہ وشتانی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ ابوعبد اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی امتناع یا استبعاد نہیں ہے کہ یہ جگہ بنفسہ جنت کا ایک ٹکڑا ہو، یہ امر ممکن ہے اور شارع علیہ السلام نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے (اس لیے اس پر ایمان لانا ضروری ہے) شیخ پر اعتراض کیا گیا کہ اس جگہ کے جنت ہونے سے مانع یہ چیز ہے کہ حدیث میں جنت کی جو صفات ذکر کی گئی ہیں وہ اس جگہ نہیں پائی جاتیں۔ شیخ نے فرمایا یہ ہو سکتا ہے کہ یہاں پر وہ صفات ہوں اور ہمیں نظر نہ آتی ہوں، شیخ پر اعتراض کیا گیا کہ حکماء نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے دریا اور پہاڑ ہیں جو ہمیں نظر نہیں آرہے تو اس کا یہ قول فاسد ہے۔ شیخ نے فرمایا اگر نبی علیہ السلام یہ فرمائیں کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اور دریا ہیں جو ہمیں نظر نہیں آرہے تو ہمیں اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۶۰، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] 〃 〃 〃 کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۶۱

[3] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۴۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

مجھے اس دیوار کے عرض میں جنت اور دوزخ دکھائی گئی اور آپ کا یہ فرمانا حقیقت پر محمول ہے[1]

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی نے اپنے شیخ رحمہ اللہ کی جو یہ تقریر نقل کی ہے یہی حق اور صواب ہے۔

قبر انور کعبہ اور عرش سے افضل ہے

اس مقام پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی افضلیت کا مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے سوا تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کائنات کی ہر جگہ سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

ولا خلاف ان موضع قبره افضل بقاع الارض۔[2]

اس بات میں علماء کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔

تمام علماء تسلسل اور تواتر کے ساتھ قبر انور کی تمام روئے زمین پر فضیلت کا اظہار کرتے رہے تا آنکہ آٹھویں صدی میں شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے اس کا سب سے پہلے انکار کیا، شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

جس مٹی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اس کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں کہ کسی نے اس کو مسجد حرام (کعبہ) مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ سے افضل کہا ہو، البتہ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے اور ہماری معلومات کے مطابق ان سے پہلے یہ کسی نے نہیں کہا[3] اور اس اجماع پر کوئی دلیل نہیں ہے، ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن تمام مساجد سے افضل ہے۔ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے یا جس جگہ مدفون ہوئے اس کا افضل ہونا لازم نہیں ہے، نہ اس کا افضل ہونا لازم جس سے آپ پیدا ہوئے، کیونکہ کوئی شخص بھی اس کا قائل نہیں ہے کہ (حضرت) عبداللہ کا بدن انبیاء (علیہم السلام) کے ابدان سے افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ، نوح نبی کریم ہیں اور ان کا بیٹا کافر تھا جو غرق کیا گیا اور ابراہیم خلیل الرحمن ہیں اور ان کا باپ آزر کافر تھا (حضرت ابراہیم کے باپ تارخ تھے) اور جن عبارات کی ان تین مسجدوں پر دلالت ہے وہ مطلق ہیں اور ان میں کوئی استثناء نہیں ہے، نہ انبیاء کی قبروں کا استثناء ہے نہ صالحین کی قبروں کا اور اگر قاضی عیاض کی بات حق ہو تو ہر نبی بلکہ ہر نیک آدمی کا مدفن ان مساجد سے افضل ہو جو اللہ کے گھر ہیں اور اس طرح مخلوقین کے گھر خالق کے ان گھروں سے افضل قرار پائیں گے جنہیں بلند کرنے اور ان میں اللہ کا نام لینے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ قول دین میں بدعت ہے اور اصول اسلام کے خلاف ہے۔[4]

۱۔ علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۷۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۲۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۷۵، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔

۳۔ قاضی عیاض سے پہلے علامہ ابن عقیل حنبلی اور علامہ ابوالولید باجی مالکی نے بھی اس اجماع کا ذکر کیا ہے جس کا ذکر آئندہ آرہا ہے۔

۴۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۳۸-۳۷ مطبوعہ بامر الفہد بن عبدالعزیز آل السعود۔

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے اس نظریہ پر جو دلائل قائم کیے ہیں یہ ان کی اس مشہور بدعت پر مبنی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کے قائل ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے اللہ تعالیٰ کے (آسمان سے) نازل ہونے کی حدیث بیان کی پھر منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر بیان کیا کہ میرے اس اترنے کی طرح (اللہ تعالیٰ اترتا ہے) اس وجہ سے یہ کہا گیا کہ ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا قائل ہے۔[1]

شیخ ابن تیمیہ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے جس طرح انبیاء علیہم السلام کی قبروں اور مساجد میں تقابل بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ انبیاء کی قبریں افضل ہوں اور اللہ کے گھر مفضول ہوں اس سے اسی عقیدہ تجسیم کی بدبو آتی ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے فاسد عقائد

شیخ ابن تیمیہ کو جن بدعات اور بدعقیدگیوں کی وجہ سے بار بار قید خانہ میں ڈالا گیا اور تادم مرگ وہ قید خانہ میں ہی رہے ان بدعات اور بدعقیدگیوں کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں شیخ ابن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ، پیر، چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ مستوی ہے، اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا میں یہ نہیں مانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہے، اس وجہ سے ابن تیمیہ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تحیز اور انقسام کا قائل ہے۔ بعض لوگوں نے ابن تیمیہ کو زندقہ (بے دینی اور گمراہی) کی طرف منسوب کیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد نہیں مانگنی چاہیے۔ اس قول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے اور آپ کی تعظیم کا انکار ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ابن تیمیہ منافق ہے کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا تھا کہ آپ نے سترہ مقامات پر خطاء کی اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وہ جہاں بھی گئے انھوں نے شکست کھائی، انھوں نے بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے، اور ان کی جنگ، حکومت کے لیے تھی دین کے لیے نہیں تھی اور ابن تیمیہ نے کہا کہ عثمان مال سے محبت کرتے تھے، حضرت ابوبکر کے بارے میں کہا وہ بوڑھے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کہ رہے ہیں۔ حضرت علی کے بارے میں کہا کہ وہ بچپن میں اسلام لائے تھے اور بچپن کا اسلام لانا ایک قول کے مطابق صحیح نہیں ہوتا[2] اور حضرت علی سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

ہم نے شیخ ابن تیمیہ کی ان بدعات اور فاسد عقائد کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی تعظیم میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جس اجماعی عقیدہ کا ذکر کیا ہے اس کو بدعت اور خلاف اسلام کہنے والے شخص کی اپنی شرعی حیثیت کا تعین کیا جا سکے اور اس پر غور کیا جا سکے کہ آیا شیخ ابن تیمیہ کو اسلام کی نمائندگی کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اس درمیانی بحث کے بعد ہم پھر اصل مبحث کی طرف لوٹتے ہیں۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار الجیل بیروت

[2] ″ ″ ″ الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۵، ″

کعبہ اور عرش پر قبر انور کی فضیلت کے بارے میں فقہاء اسلام کی تصریحات

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تمام روئے زمین سے افضل ہے اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور صرف تمام روئے زمین سے ہی افضل نہیں، بلکہ تمام آسمانوں سے، عرش سے اور کعبہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور آپ کی عالی قدر ہے۔ علامہ قرافی نے قواعد میں لکھا ہے کہ فضیلت کے کئی اسباب ہوتے ہیں، کبھی کسی چیز کی ذات میں فضیلت ہوتی ہے جیسا کہ علم میں ہے، کبھی کثرت عبادت کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے۔ کبھی ظرف کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے کبھی مجاورت (قرب اور اتصال) کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی جلد کی قرآن مجید کی وجہ سے فضیلت ہے اور کبھی کسی جگہ مقام کرنے کی وجہ سے اس مقام کی فضیلت ہوتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی فضیلت تمام روئے زمین پر ہے لہٰذا انتقاد میں جو لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سب سے افضل ہے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ افضلیت کا مدار اعمال ہیں اور قبر پر کوئی عمل نہیں ہے، اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ صرف قرآن مجید افضل ہو اور اس کی جلد افضل نہ ہو اور اس بات کا باطل ہونا بالکل بدیہی ہے۔ علامہ سبکی نے اس کی موافقت میں فرمایا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر روئے زمین میں سب سے افضل ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے تو اس سے قبر انور مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ یہ اشعار ہیں:

جزم الجمیع بان خیر الارض ما ______ قد احاط ذات المصطفیٰ وحواھا

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ روئے زمین میں سب سے افضل جگہ وہ ہے جہاں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوں

ونعم لقد صدقوا بساکنھا علت ______ کالنفس حین زکت زکی ماواھا

اور انھوں نے کیا ہی سچی بات کہی ہے کیونکہ جب کوئی شخص عظیم ہو تو اس کے رہنے کی جگہ بھی عظیم ہوتی ہے۔

اور علامہ ابن عبد السلام نے فرمایا کہ عمل کے علاوہ اور وجوہات سے بھی فضیلت ہوتی ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تمام جگہوں سے افضل ہے کیونکہ آپ کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، رضوان اور فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اس لیے یہ دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ وہاں اعمال کر رہے ہیں اور آپ کے اعمال کا بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے ہر چند کہ یہ بات صحیح ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں کہ قبر میں فی نفسہٖ کوئی فضیلت نہیں ہے تب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں رہنے کی وجہ سے اس کی فضیلت ہے اور احناف میں سے علامہ سروجی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی فضیلت کے سبب یہ کافی ہے کہ ہر شخص اس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں کی مٹی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے (علامہ خفاجی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے جن کی قبریں آپ کی قبر کے ساتھ ہیں، عوارف المعارف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجزاء بدنی زمین کی ناف سے لیے گئے ہیں جو کعبہ کی جگہ ہے اور وہی جگہ تکوین کی اصل

ہے اور تمام کائنات اس کے تابع ہے اور جب طوفان نوح آیا تو وہ مٹی بہہ کر مدینہ میں اس جگہ آگئی جہاں آپ کی قبر ہے، لیکن یہ بات تعجب خیز ہے اور بغیر نقل کے ثابت نہیں ہو گی، اور اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ کی زیارت کی اور یہ خبر دی کہ عنقریب آپ کو اس جگہ دفن کیا جائے گا پھر بنی اسرائیل کے چار سو حبر (یہ) وہاں آپ کی بعثت کا انتظار کرتے رہے اور جب آپ مبعوث ہو گئے تو انھوں نے نہیں پہچانا فلعنة الله على الكافرين ، اور اس مقام پر یہ بحث کی جاتی ہے کہ قبر کی جو جگہ آپ کے جسد اطہر سے متصل ہے جب وہ تمام روئے زمین سے افضل ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ بغیر کسی اختلاف کے مدینہ، مکہ سے افضل ہو کیونکہ اسی زمین کے ٹکڑے کا کچھ زیادتی کے ساتھ نام مدینہ ہے اور خبر کی زیادتی بھی خیر ہوتی ہے۔ پھر فقہاء اسلام نے مدینہ کی افضلیت میں کیوں اختلاف کیا؟ علاوہ ازیں ہم یہ کہیں گے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور وہاں رہائش اختیار کی تو مدینہ، مکہ سے افضل ہو گیا کیونکہ مکان کا شرف مکین سے ہوتا ہے اور ہمارے شیخ علامہ قاسم کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم متصل ہے اس جگہ کی فضیلت آپ کے دفن بلکہ آپ کے وصال بلکہ آپ کی ہجرت سے بھی پہلے ثابت ہے، ان اس جگہ کی کعبہ، عرش، اور کرسی پر فضیلت آپ کے دفن کے بعد ہوئی ہے، پھر ایک بحث یہ ہے کہ جنت میں جو آپ کا مقام ہو گا کیا یہ جگہ اس سے بھی افضل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ اس جگہ پر ہیں یہ جگہ افضل ہے اور جب آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے تو جنت افضل ہو گی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جگہ جنت سے نقل کی گئی ہے یا جنت اس جگہ منتقل کر دی جائے گی۔[1]

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم متصل ہے وہ تمام روئے زمین حتیٰ کہ کعبہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ امام ابن عساکر، علامہ باجی اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے (یاد رہے کہ قاضی عیاض کی وفات ۵۴۴ھ میں ہے، امام ابن عساکر کی وفات ۵۷۱ھ میں ہے اور علامہ ابو الولید باجی کی وفات ۴۹۴ھ میں ہے، اس لیے شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قاضی عیاض سے پہلے یہ اجماع کسی نے ذکر نہیں کیا، لگتا ہے کہ امام ابن عساکر اور علامہ ابو الولید باجی کی تصریحات شیخ ابن تیمیہ کی نظر سے نہیں گزریں، سعیدی) بلکہ تاج الدین سبکی نے بھی یہ اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ سید سمہودی نے فضائل مدینہ میں ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے اور علامہ فاکہانی نے تصریح کی ہے کہ "یہ جگہ آسمانوں سے افضل ہے اور ان کی عبارت یہ ہے کہ ہر چند کہ کسی نے اس کا صراحت سے ذکر نہیں کیا تاہم علماء امت پر یہ بات پیش کی جاتی تو ان کا اس میں اختلاف نہ ہوتا کہ یہ جگہ آسمانوں سے افضل ہے، بلکہ احادیث میں وارد ہے کہ آسمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ساتھ مشرف کیا گیا، بلکہ اگر یہ بھی کہا جائے کہ تمام زمین کے حصے تمام آسمانوں سے افضل ہیں، تو مستبعد نہیں ہے کیونکہ زمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں آپ فروکش ہیں بلکہ میرے نزدیک یہی متعین ہے"۔ اور بعض علماء نے یہ حکایت کی ہے کہ زمین کی مٹی سے انبیاء علیہم السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں دفن ہوئے اس

[1] علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۳۱-۵۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

لیے زمین آسمانوں سے افضل ہے۔ لیکن علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ آسمان زمین سے افضل ہیں یعنی زمین کے ان حصوں کے ماسوا سے جن میں انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ جس جگہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن متصل ہے وہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ زمان ومکان کے تمام حصص اور افراد فی ذاتہ متساوی ہیں اور ان کی فضیلت ان میں کیے جانے والے اعمال سے ہوتی ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اعمال کے علاوہ بھی زمان اور مکان کو فضیلت حاصل ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، رضوان اور فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اس جگہ اور اس میں رہنے والے کو جو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہے اس کا ادراک کرنے سے عقول عاجز ہیں، علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور وہاں آپ کے اعمال دو گنے چوگنے ہو رہے ہیں اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہیں اس کی فضیلت دو اعتبار سے ہے ایک اس لحاظ سے کہ آپ اس جگہ کی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور دوسرے اس لحاظ سے کہ اس جگہ فرشتوں کا اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور ہم یہ نہیں مانتے کہ اس جگہ کی فی نفسہ کوئی فضیلت ہے، بلکہ اس جگہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ آپ اس جگہ آرام فرما ہیں[1]

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں: قاضی عیاض اور دوسرے علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جس جگہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک متصل ہے وہ کعبہ سے بھی افضل ہے، اور اختلاف قبر مبارک کے ماسوا میں ہے، اور ابن عقیل حنبلی نے نقل کیا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے اور فاکہانی نے تصریح کی ہے کہ یہ جگہ آسمانوں سے افضل ہے، اور کہا ہے کہ ظاہر اور متعین یہ ہے کہ تمام روئے زمین تمام آسمانوں سے افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر آرام فرما ہیں اور اس لیے بھی کہ انبیاء علیہم السلام زمین سے پیدا ہوئے اور زمین میں دفن ہوئے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ جمہور کا موقف یہ ہے آسمان زمین سے افضل ہے یعنی اس جگہ کے ماسوا جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم متصل ہے[2]

علامہ علائی لکھتے ہیں کہ جو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ متصل ہے وہ مطلقاً افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے[3]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ صاحب لباب نے کہا ہے کہ جو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے متصل ہے وہ جگہ تمام روئے زمین سے افضل ہے[4]

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی لکھتے ہیں: علامہ ابو الولید باجی اور قاضی عیاض وغیرہ نے لکھا ہے کہ جو جگہ نبی صلی

---

[1] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۳۹۶ - ۳۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[2] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ ۱۳۹۰ھ
[3] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ھامش الرد ج ۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ
[4] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ۔

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متصل ہے وہ کعبہ سے افضل ہے ، اسی طرح علامہ ابوالیمن بن عساکر نے تحفہ میں لکھا ہے اور ابو محمد عبداللہ بن ابی عمر بسکری نے بھی اس پر یقین کیا ہے بلکہ قاضی تاج الدین سبکی نے ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے [۱]

نوٹ : یاد رہے کہ علامہ ابوالولید باجی کا سن وفات ۴۹۴ھ ہے اور ابن عقیل حنبلی کا سن وفات ۵۱۳ھ ہے ان دونوں نے تصریح کی ہے کہ یہ جگہ کعبہ اور عرش سے افضل ہے اور یہ دونوں قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ سے مقدم ہیں ، اس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ شیخ ابن تیمیہ کا یہ لکھنا کہ قاضی عیاض سے پہلے کسی نے یہ قول نہیں کیا ، خلاف واقع ، کذب اور غلط بیانی ہے ۔

نیز علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی لکھتے ہیں : نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی فضیلت کا باعث ہیں ، یہ امت خیر امت آپ ہی کی وجہ سے ہے تو پھر آپ کی قبر انور تمام روئے زمین سے افضل کیوں نہیں ہوگی جبکہ آپ منبع فیض و خیرات ہیں اور آپ کی قبر شریف پر آنا اور آپ کی زیارت کرنا ، آپ کی شفاعت اور آپ کے وسیلہ کا سوال کرنا تمام عبادات سے افضل ہے اور آپ کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں پھر آپ کی قبر افضل کیوں نہ ہوگی جبکہ وہ ان خیرات کا سبب ہے اور وہ روضۃ من ریاض الجنۃ ہے بلکہ افضل ریاض الجنۃ ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جنت میں ایک کمان جتنی جگہ بھی مل جائے تو دنیا و ما فیہا سے افضل ہے [۲]

قبر انور کے افضل از عرش ہونے پر دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی افضلیت پر میرے شیخ علامہ سید سید احمد کاظمی قدس سرہ نے یہ دلیل دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں ، اور وہ اللہ کے شکر گذار بندے ہیں کیونکہ تمام انبیاء شاکرین ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : : لئن شکرتم لازیدنکم (ابراھیم : ۷) " اگر تم شکر کرو تو میں تمہاری نعمتوں میں زیادتی کروں گا " اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو زمین سے چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گیا اگر اس سے زیادہ بلندی اور عظمت عرش پر ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر لے جاتا کیونکہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو زمین پر لاکر قرب قیامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کرائے گا ، معلوم ہوا کہ عظمت اور بلندی عرش پر نہیں آپ کے قرب اور جوار میں ہے اور اس جگہ ہے جہاں آپ مدفون ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قبر انور عرش معلیٰ سے افضل ہے ۔

میرے استاذ علامہ عطا محمد بندیالوی مدظلہ نے فرمایا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا اقسم بھذا البلد ۝ وانت حل بھذا البلد (بلد : ۲-۱) " میں اس شہر کی قسم صرف اس وجہ سے کھاتا ہوں کہ آپ اس شہر میں چلتے ہیں " مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ کی وجہ قسم بننے کی عزت اور کرامت صرف اس وجہ سے ملی ہے کہ آپ اس شہر میں ہیں اور جب آپ مدینہ منورہ گئے تو وہ فضیلت مدینہ کو حاصل ہوئی ، جب آسمانوں پر گئے ، تو آسمانوں کو عزت ملی ، عرش پر پہنچے تو عرش کو کرامت ملی اور اب جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ سب سے افضل ہے ۔

---

[۱] علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ ، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۳ ، ص ۴۵۱ مطبوعہ المجلس الاعلیٰ للشیون الاسلامیہ قاہرہ ، ۱۳۹۵ھ

[۲] " " " ، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۳ ، ص ۴۵۵ - ۴۵۶

مجھے یہ وجہ سمجھ آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ مدفون ہیں (خواہ اس کو بیت قرار دیں یا قبر) اس کے متعلق آپ نے فرمایا یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے (اس حدیث کے حوالے اس باب کی شرح میں آ چکے ہیں) اور جنت کے بارے میں حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موضع سوط فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیھا ۔ [1] "ایک چابک کے برابر بھی جنت کی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔" اس سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے پس کعبہ، بیت المقدس، وغیرہ ہر جگہ ــــــ سے افضل وہ جگہ ہے جہاں آپ آرام فرما ہیں۔

مواجہ اقدس میں سلام کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب زائر منہ کرے یا پیٹھ؟

جس وقت زائرین سلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو اگر آپ کی طرف زائرین منہ کریں تو قبلہ کی جانب پیٹھ ہوتی ہے۔ اہل اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ زائر کا منہ آپ کی جانب ہونا چاہیے، خواہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ایسا مسئلہ ہوتا تو آپ ہی کی طرف منہ کیا جاتا خواہ قبلہ کو پیٹھ ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی قبر انور میں زندہ ہیں، اس لیے اب بھی آپ ہی کی طرف منہ کرنا چاہیئے اور جب مسجد میں علماء کرام خطبہ دیتے ہیں یا تقریریں کرتے ہیں یا دعا کرتے ہیں تو ان کا منہ لوگوں کی جانب ہوتا ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے تو جب عام لوگوں کی رعایت سے ان کی طرف منہ کیا جاتا ہے خواہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت اور آپ کے ادب کے پیش نظر آپ کی طرف منہ کیوں نہیں کیا جائیگا اور آپ کی طرف پیٹھ کرنا کیونکر جائز ہوگا۔

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے سوا تمام اہل اسلام کا یہی نظریہ ہے، شیخ ابن تیمیہ یہ کہتے ہیں کہ زائر آپ کی طرف پیٹھ کر کے آپ کو سلام کرے اور منہ کعبہ کی طرف کرے، لکھتے ہیں:

وتنازعوا فی السلام علیہ فقال الاکثرون کمالک واحمد وغیرھما: یسلم علیہ مستقبل القبر وھو الذی ذکرہ اصحاب الشافعی اظنہ منقولاً عنہ وقال ابو حنیفۃ واصحابہ بل یسلم علیہ مستقبل القبلۃ بل نص ائمۃ السلف علی انہ لا یوقف عندہ للدعاء مطلقاً۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، امام مالک، امام احمد اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ آپ کی قبر کی طرف منہ کرے، امام شافعی اور ان کے اصحاب سے بھی یہی منقول ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے بلکہ ائمہ متقدمین نے اس کی تصریح کی ہے کہ دعا کے لیے قبر پر مطلقاً نہ ٹھہرے۔

شیخ ابن تیمیہ نے امام ابوحنیفہ کی طرف جو یہ منسوب کیا ہے کہ وہ قبر کو پیٹھ اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ کذب اور خلاف واقع ہے۔ امام ابوحنیفہ نے اپنی مسند میں قبر انور کی طرف منہ کرنے کی روایت بیان کی ہے اور

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۱ ۔ ۴۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۶ ص ۱۱۷، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود سعودی عربیہ

تمام احناف کا یہی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں:

عن نافع عن ابن عمر قال من السنة (ای بسنة الصحابة ومن تبعهم من الامة۔ علی قاری) ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل القبر بوجهك هذا ثم تقول السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ صحابہ اور تابعین کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آؤ تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو اور منہ قبر انور کی طرف کرو پھر کہو السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته۔

"پھر قبر شریف پر آئے اور اس کی دیواروں کی طرف منہ کرے اور قبلہ کو پیٹھ کرے اور قبر کے سر کی جانب سے آئے، چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور ابو اللیث سے جو یہ منقول ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے یہ اس لیے مردود ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاؤ تو قبر کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرو پھر کہو السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته۔[2]

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

پھر ہاتھ باندھ کر ادب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو اور آپ کے چہرہ اقدس کی طرف منہ کرے خواہ اس سے قبلہ کی طرف پیٹھ ہو۔[3]

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے اور دعا مانگے تو قبلہ کی بجائے آپ کی قبر کی طرف منہ کرے۔[4]

علامہ ابن الحاج مالکی لکھتے ہیں کہ ابن وہب کی روایت ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ جب زائر آپ کو سلام کرے اور دعا مانگے تو قبلہ کی بجائے قبر کی طرف منہ کرے۔[5]

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

پھر قبر پر آؤ اور کعبہ کی طرف پیٹھ پھیر لو اور قبر کے وسط کی طرف منہ کر کے کہو السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته۔[6]

علامہ نووی لکھتے ہیں: پھر قبر کریم پر آئے اور قبلہ کو پیٹھ کرے اور قبر کی دیوار کی طرف منہ کرے۔[7]

---

[1] ۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم مع شرحہ للقاری ص ۱۰۳، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور۔

[2] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] ۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

[5] علامہ محمد بن محمد ابن الحاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ، المدخل ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ قاہرہ مصر۔

[6] ۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[7] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۸ ص ۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

علامہ قسطلانی آداب زیارت کے سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"زائر کو چاہیے کہ دعا اور عاجزی اور استغاثت اور تشفع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرنے میں کثرت کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شفاعت طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے حق میں شفیع بنا دیتا ہے[۵]

بَابُ ۲۳۳ فَضْلِ اُحُدٍ

اُحد پہاڑ کی فضیلت

۳۲۶۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا وَادِيَ الْقُرٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ مُسْرِعٌ فَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فَلْيُسْرِعْ مَعِيَ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَمْكُثْ فَخَرَجْنَا حَتّٰى اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هٰذِهٖ طَابَةُ وَهٰذَا اُحُدٌ وَهُوَ جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے جب ہم واپس آئے اور وادی قُرٰی میں پہنچے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جلدی ہے تم میں سے جو شخص چاہے وہ میرے ساتھ جلد چلے اور جو ٹھہرنا چاہے وہ ٹھہر جائے، ہم آپ کے ساتھ چل دیے، جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا یہ طابہ ہے اور یہ احد ہے، یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۳۲۶۸ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُحُدًا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۳۲۶۹ - وَحَدَّثَنِيْهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ نَا قُرَّةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُحُدٍ فَقَالَ اِنَّ اُحُدًا جَبَلٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کی طرف دیکھ کر فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

[۵] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ، المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۳۹۲، مطبوعہ دار المکتبۃ العلمیہ بیروت۔

یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ ۔

باب ۲۵۱ ۴، حدیث نمبر ۳۲۱۳ کی تشریح میں ان احادیث کی تشریح آچکی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

بَابُ ۳۴۳ فَضْلِ الصَّلٰوۃِ بِمَسْجِدَیْ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ

مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت

۳۲۷۰ - وَحَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَبْلُغُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے ماسوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔

۳۲۷۱ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْ غَیْرِہٖ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے ماسوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔

۳۲۷۲ - وَحَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عِیْسَی بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِمْصِیُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الزُّبَیْدِیُّ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَغَرِّ مَوْلَی الْجُھَنِیِّیْنَ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّھُمَا سَمِعَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ

ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور ابوعبداللہ اغر کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا باقی مساجد میں نماز سے ایک ہزار گنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء اور آپ کی مسجد آخر المساجد ہے۔ ابوسلمہ اور ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حیثیت

صَلٰوةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاِنَّ مَسْجِدَهٗ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ نَشُكَّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يَقُوْلُ عَنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَا ذٰلِكَ اَنْ نَسْتَثْبِتَ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حَتّٰى اِذَا تُوُفِّيَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ تَذَاكَرْنَا ذٰلِكَ وَتَلَاوَمْنَا اَنْ لَّا نَكُوْنَ كَلَّمْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى يُسْنِدَهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ سَمِعَهٗ مِنْهُ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ جَالَسَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ وَالَّذِيْ فَرَّطْنَا فِيْهِ مِنْ نَصِّ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاِنَّ مَسْجِدِيْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔

سے بیان کیا تھا۔ ہم اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ کی سند کے ساتھ یقینی طور پر نہیں معلوم کر سکے، حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، بعد میں ہم کو یہ حدیث یاد آئی پھر ہم کو افسوس ہوا کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تحقیق کیوں نہ کر لی تاکہ وہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کر کے سنا دیتے، ہم اسی مسئلہ میں بات کر رہے تھے کہ ہمارے پاس عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ آ کر بیٹھ گئے۔ ہم نے اس حدیث کی سند کے بارے میں ان سے وہ سوال کیا جو ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنا تھا۔ عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔

۳۲۷۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَاَلْتُ اَبَا صَالِحٍ هَلْ سَمِعْتَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَذْكُرُ فَضْلَ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابوصالح سے دریافت کیا: کیا تم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے تھے، انھوں نے کہا نہیں، لیکن میں نے عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرمار ہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا

اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ اَوْ كَاَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔

مسجد حرام کے سوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

۳۲۷۴۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ وَّ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالُوْا نَا يَحْيَى الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۲۷۵۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

۳۲۷۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَّ اَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

حضرت عبید اللہ سے بھی ایک سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

۳۲۷۷۔ وَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مُّوْسَى الْجُهَنِيِّ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

۳۲۷۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت بیان کی گئی ہے۔

۳۲۷۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ امْرَأَةً اشْتَكَتْ شَكْوَى فَقَالَتْ إِنْ شَفَانِيَ اللهُ لَأَخْرُجَنَّ فَلَأُصَلِّيَنَّ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَبَرَأَتْ ثُمَّ تَجَهَّزَتْ تُرِيدُ الْخُرُوجَ فَجَاءَتْ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَأَخْبَرَتْهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ اجْلِسِي فَكُلِي مَا صَنَعْتِ وَصَلِّي فِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَلٰوةٌ فِيهِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلٰوةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا مَسْجِدَ الْكَعْبَةِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کچھ بیمار ہو گئی وہ کہنے لگی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں بیت المقدس جا کر نماز پڑھوں گی، کچھ دنوں کے بعد وہ ٹھیک ہو گئی اور اس نے وہاں جانے کی تیاری شروع کر دی اور زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام عرض کرنے کے بعد اپنا حال بیان کیا، انھوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور تو نے جو کھانا پکایا ہے اس کو کھاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھ لو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد کعبہ کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے یا مسجد حرام میں؟

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت مسجد نبوی میں نماز پڑھنا لاکھوں نمازوں سے افضل ہے، اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۷۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے" اس حدیث میں مسجد حرام کے استثناء کا بیان کرتے ہوئے علامہ سمہودی فرماتے ہیں: اشہب کی روایت کے مطابق امام مالک نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ باقی مساجد سے مسجد نبوی کی ایک نماز ہزار درجہ افضل ہے اور مسجد حرام سے بھی افضل ہے لیکن ایک ہزار درجہ افضل نہیں ہے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسجد حرام کی نماز باقی مساجد سے سو گنا افضل ہے لہٰذا مسجد نبوی کی نماز باقی مساجد سے ایک ہزار درجہ افضل ہوئی اور مسجد حرام سے نو سو درجہ زیادہ ہوئی۔[1]

اسی بحث میں علامہ سمہودی نے مسند احمد، مسند بزار اور صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد

[1] علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۴۸۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس سے یعنی مسجد مدینہ سے (بروایت ابن خزیمہ) ایک سو نمازوں سے افضل ہے، اور ابن حزم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ زیادہ افضل ہے۔" اور شیخ ابن حزم ظاہری اور علامہ ابن عبد اللہ مالکی کا یہی رجحان ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا، مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک لاکھ گنا افضل ہے[1]

علامہ سمہودی نے مسجد حرام اور مسجد نبوی دونوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کے بارے میں احادیث نقل کر دی ہیں اور یہ دونوں حدیثیں بظاہر متعارض ہیں اور کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا مشکل ہے اس سلسلہ میں آسان بات یہ ہے کہ علامہ عینی نے ابن ماجہ کے حوالے سے سند جید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلوٰۃ فی مسجدی افضل من مأۃ الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام وصلوٰۃ فی المسجد الحرام افضل من مأۃ الف صلوٰۃ فیما سواہ۔

"میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا باقی مسجدوں کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے[2]۔" اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ[3] "اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں رکھی ہیں مدینہ میں اس کی دوگنی برکتیں نازل فرما۔" اور یہ دعا دین اور دنیا کی تمام برکتوں کو شامل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کے لفظ کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں عموم اور شمول ہی مناسب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ کے لیے مکہ سے زیادہ محبوب ہونے کی دعا فرمائی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے، علامہ سمہودی، علامہ قسطلانی، علامہ زرقانی[4] اور دیگر اہل محبت کا یہی نظریہ ہے اس کے برخلاف بعض معاصرین نے لکھا ہے:

"اگر یہ سوال ہو تو اس دعا کا مقتضی یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں نماز کا ثواب بھی مکہ مکرمہ میں نماز کے ثواب سے دگنا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ برکت کا لفظ دین اور دنیا کی برکت میں مجمل ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت دے "نے اس کو دنیا کی برکت سے خاص کر دیا، یا دنیاوی برکت مراد ہے، یا خارجی دلیل سے نماز خاص کر لی گئی ہے[5]۔"

بعض معاصرین کا یہ کلام متعدد وجوہ سے باطل ہے اول اس وجہ سے کہ ضعفین، ضعف کا تثنیہ ہے اور ضعف کا

---

[1] ۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۴۱۹ - ۴۱۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۵۶، مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ۔ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۸ ص ۳۲۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[5] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۳ ص ۱۷۸، الجدہ پرنٹرز فیصل آباد

معنی دوگنا ہے، علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں ضعف الشئ مثلاہ[1] کسی شئ کا ضعف اس کی دو مثلیں ہوتی ہیں اور ضعفین کا معنی ہے دو ضعف اس لیے لغت اور قواعد عرب سے ضعفین کا معنی چار گنا ہوا، اس لیے ان کا اس کے ترجمہ میں دوگنا لکھنا غلط ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ انھوں نے برکت کے لفظ کو مجمل قرار دیا ہے حالانکہ مجمل اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے متعدد معانی ہوں جو ایک دوسرے سے متعارض ہوں جن کی وجہ سے ایسا اشتباہ پیدا ہو جائے جو مخاطب سے تفسیر معلوم کیے بغیر نفس عبارت سے دور نہ ہو[2] اور یہاں پر برکت کے متعدد معانی نہیں ہیں بلکہ متعدد افراد ہیں دنیاوی برکت اور دینی برکت اور جس لفظ کے متعدد افراد ہوں وہ مجمل نہیں عام ہوتا ہے، علامہ جیون لکھتے ہیں: واما العام فما یتناول افرادا متفقة الحد وعلی سبیل الشمول[3] "لفظ عام ایسے افراد کو اجتماعی طور پر شامل ہوتا ہے جن کی تعریف ایک ہو" اسی لیے برکت کے لفظ کو عام کے بجائے مجمل قرار دینا غلط ہے اور عدم تدبر کا نتیجہ ہے، دراصل ابتداءً شیخ ابن حزم ظاہری نے اس حدیث میں برکت کے لفظ کے عموم کا انکار کیا جس کو علامہ کرمانی، علامہ عسقلانی اور علامہ عینی وغیرہم نے نقل کیا اور یہ صاحب بالعموم علامہ عینی ہی کی عبارت سے استفادہ کرتے ہیں اور اُن کی شرح کے بعض حصوں کا لفظی ترجمہ پیش کر دیتے ہیں لیکن غالباً ان سے یہاں چوک ہو گئی، انھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ علامہ عینی نے آگے چل کر ابن حزم کا رد بھی نقل کیا ہے، لکھتے ہیں:

وقال ابن حزم لاحجة فی حدیث الباب لهم لان تکثیر البرکة بها لا یستلزم الفضل فی امور الآخرة ورده القاضی عیاض بان البرکة اعم من ان تکون فی امور الدین او الدنیا لانها بمعنی النماء والزیادة فاما فی الامور الدینیة فلما یتعلق بها من حق الله من الزکوٰت والکفارات ولا سیما فی وقوع البرکة فی الصاع والمد۔[4]

اس باب کی حدیث میں افضلیت مدینہ کے قائلین کی دلیل نہیں ہے کیونکہ برکت میں کثرت سے یہ لازم نہیں ہے کہ اُخروی اُمور میں بھی اجر حاصل ہو، قاضی عیاض نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ یہاں برکت عام ہے خواہ دین میں ہو یا دنیا میں ہو، کیونکہ برکت کے معنی بڑھنا اور زیادتی ہے، اور مدینہ کی دینی برکت یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور دنیاوی برکت یہ ہے کہ صاع اور مد کی پیداوار والی چیزوں میں زیادتی ہوتی ہے۔

باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ دوسرے قرائن سے یہاں برکت کو خاص کر لیا جائے گا اور برکت سے مراد دنیاوی برکت ہوگی سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ مکہ میں جو برکتیں ہیں ان کو مدینے میں دوگنا کر دے اور مکہ میں دنیاوی برکت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دینی برکت پر دلیل ہے کیونکہ مکہ کے صاع اور مد میں برکت اور زیادتی کا ثبوت

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۲۰۴، مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ،

[2] علامہ احمد جیون متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۹۱، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی کراچی۔

[3] " " نور الانوار ص ۶۷۔

[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۸ - ۲۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

نہیں ہے بلکہ نمازوں کے اجر میں زیادتی کا ثبوت ہے اس لیے اس دعا کا ثمرہ یہی ہے کہ مکہ میں نمازوں کا جتنا اجر ہوتا ہے مدینہ میں اس کا چار گنا زیادہ ہو جائے۔ اے اللہ اس کتاب کے مصنف اور اس کے قارئین کو مسجد نبوی اور مسجد حرام کی نمازوں کی لذت اور برکت عطا فرما! (آمین)

مدینہ منورہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دعائیں منقول ہیں ایک دعا میں صاع اور مُد کے الفاظ ہیں اے اللہ اہل مدینہ کے صاع اور مد میں برکت دے (صاع اور مُد، ناپنے کے پیمانے ہیں) اور دوسری دعا میں برکت کا لفظ عام ہے۔ علامہ باجی نے ان دونوں دعاؤں کی تشریح عمومی برکت کے ساتھ کی ہے جس کو قارئین کی علمی ضیافت کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

علامہ باجی صاع اور مد میں برکت والی حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ برکت سے دنیا اور آخرت کی برکت مراد ہو۔ دنیاوی برکت یہ ہے کہ جس طعام کی ان پیمانوں سے پیمائش کی جائے، اس میں برکت ہو کہ وہ طعام اتنے لوگوں کو کافی ہو جائے جتنے لوگوں کو دوسرے پیمانوں سے حاصل شدہ طعام کافی نہیں ہوتا، یا ان پیمانوں سے تجارت میں برکت اور غیر معمولی نفع حاصل ہو یا ان پیمانوں کا مظروف مراد ہے یعنی ان کے پھلوں اور غلوں کی پیداوار میں برکت ہو، اور دینی برکت اس عشر اور زکوٰۃ میں ہے جو ان پھلوں سے ادا کی جائے گی اور ان کی وجہ سے جو مالی عبادات اور کفارات ادا کیے جائیں گے، ان میں برکت مراد ہے اور یہ دینی برکت ہے۔[1]

قاضی ابوالولید باجی رحمہ اللہ لکھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی ادعوك للمدينة بمثل ما دعاك به لمكة ومثله معه۔ "اے اللہ! میں تجھ سے مدینہ کے لیے ان چیزوں کی دعا کرتا ہوں جن چیزوں کی حضرت ابراہیم نے مکہ کے لیے دعا کی تھی اور اس جیسی ایک اور مثل کی دعا کرتا ہوں۔" علامہ باجی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ مدینہ کے لیے آپ نے دگنی دعائیں اسی لیے مانگی ہیں کہ اس کو وہ فضیلت حاصل ہو جس سے مکہ قاصر ہے، علامہ باجی فرماتے ہیں کہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بالخصوص اہل مکہ کی دنیا کے لیے دعا مانگی اور کہا وارزق اهله من الثمرات "اہل مکہ کو پھل عطا فرما۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے اس کی دعا کی ہے اور اس کے ساتھ ایک اور مثل بھی مانگی ہے اور اس دوسری مثل سے ہو سکتا ہے اہل مدینہ کی آخرت کے لیے دعا ہو اور مدینہ میں بھی نیکیاں اسی طرح دگنی ہو جائیں جس طرح مکہ میں ہوتی ہیں۔[2]

قاضی ابوالولید باجی کے اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لیے جو برکت کی دعا کی ہے اس سے مراد عام ہے دینی برکت ہو یا دنیاوی برکت، اور صحیح بخاری میں چونکہ یہ الفاظ ہیں اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما جعلت بمكة من البركة[3] "اے اللہ! مکہ میں جتنی برکتیں نازل فرمائی ہیں مدینہ

---

[1] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۷، ص ۱۸۷، مطبوعہ دار الفکر العربی۔

[2] " " " ، المنتقی ج ۷، ص ۱۸۸ "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

میں اس سے چار گنی برکتیں نازل فرما"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد حرام میں پڑھی ہوئی نمازوں کا جتنا اجر ہوتا ہے مسجد نبوی میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اجر اس سے چار گنا زیادہ ہوگا۔ اہل محبت کا یہی مختار ہے۔

کیا مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ میں بھی ثواب زیادہ ہوتا ہے؟

مسجد نبوی میں جو نمازوں کا اجر و ثواب بڑھا دیا جاتا ہے آیا یہ اضافہ صرف اس جگہ کے ساتھ خاص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں مسجد تھی یا اس توسیع کو بھی شامل ہے جو بعد میں کی گئی ہے علامہ نووی فرماتے ہیں یہ اس جگہ کے ساتھ خاص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد تھی اور نمازیوں کو اسی جگہ نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور علامہ عینی کا رجحان یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جو بعد میں توسیع کی گئی ہے اس میں نماز پڑھنے سے بھی وہی اضافہ ہوگا، اس اختلاف کی وجہ اس اصول میں اختلاف ہے کہ جب کسی چیز کا نام لیا جائے اور اس کی طرف اشارہ بھی کیا جائے تو اعتبار نام کا ہوتا ہے یا اشارے کا، احناف کے نزدیک نام کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے جس جگہ کا نام مسجد نبوی ہے اس میں نماز پڑھنے سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا، اور شوافع کے نزدیک اشارے کا اعتبار ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میری اس مسجد میں ...... اس لیے اس وقت جو جگہ مسجد نبوی تھی اس میں اجر و ثواب کے اضافہ کا اعتبار ہے اور مسجد حرام میں آپ نے اشارہ کا ذکر نہیں کیا صرف نام لیا ہے اس لیے مسجد حرام میں جتنی توسیع کی گئی ہے اس سب کو یہ بشارت شامل ہے۔

کیا مسجد نبوی میں ثواب کے اضافہ سے قضا نمازوں کی تلافی ہو جاتی ہے؟

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس نماز کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اس سے فرض نماز مراد ہے جیسا کہ امام طحاوی کا نظریہ ہے یا عام نمازیں مراد ہیں خواہ فرض ہوں یا نفل، مطرف مالکی کا یہی نظریہ ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عام نمازیں مراد ہیں خواہ فرض ہوں یا نفل نیز ان مساجد کی فضیلت سے نماز کے صرف اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے، اجر و ثواب کا یہ اضافہ فوت شدہ اور قضاء نمازوں کا بدل نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص پر دو نمازیں ہوں، اور وہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھ لے تو وہ ایک نماز ان دو نمازوں سے کافی نہیں ہوگی، اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک عالم نے میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ سے یہ سوال کیا کہ جب اللہ تعالیٰ ایک نیکی کی دس گنا جزا دیتا ہے تو کیا ایک نماز دس نمازوں سے کفایت کر جائے گی؟ شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس نماز کا مکلف کیا ہے وہ ایسی نماز ہے جس کا اجر دس گنا یا دس مثلوں کے برابر ہے اور ان دس مثلوں میں سے کوئی مثل دس مثلوں کے برابر نہیں ہے۔ لہٰذا ایک نماز کی ادائیگی سے دس نمازیں ساقط نہیں ہوں گی فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ

آخر المساجد پر قادیانیوں کے ایک اشکال کا جواب

حدیث نمبر ۳۲۷۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے، مرزائی حضرات اس حدیث سے اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب مسجد نبوی کے بعد اور مساجد کا بننا مسجد نبوی کے آخر المساجد ہونے کے خلاف نہیں ہے تو آپ کے بعد دیگر انبیاء کی بعثت آپ کے آخر الانبیاء ہونے کے منافی نہیں ہونی چاہیے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب ہے: "مسجدی آخر مساجد الانبیاء" میری مسجد نبیوں کی آخری مسجد ہے، اس جواب کی تائید میں مسند بزار کی یہ حدیث ہے: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء" میں خاتم النبیین ہوں اور میری مسجد، مساجد انبیاء کی خاتم ہے"۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ)

حدیث نمبر ۳۲۷۹ کی سند پر محدثین نے بحث کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس سے نہیں بلکہ معبد بن ابن عباس سے مروی ہے، اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی نذر مان لے تو وہیں نماز پڑھنا ضروری ہے، البتہ اگر مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے بھی نذر پوری ہو جائیگی[1]

بَابٌ ۳۵ فَضْلِ الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ

تین مسجدوں کی فضیلت

۳۲۸۰ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں، میری یہ مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔

۳۲۸۱ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ ان تین مساجد کے لیے کجاوے کسے جائیں۔ (سامانِ سفر باندھا جائے)۔

۳۲۸۲ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ أَبِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف ان تین مسجدوں کے لیے سفر کیا جائے۔ مسجد الکعبہ، میری

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

اَنَسٍ حَدَّثَہٗ اَنَّ سُلَیْمَانَ الْاَغَرَّ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یُخْبِرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یُسَافَرُ اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْکَعْبَۃِ وَ مَسْجِدِیْ وَ مَسْجِدِ اِیْلِیَا۔

مسجد اور مسجد ایلیاء (یعنی بیت المقدس)۔

گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا حکم

اس باب کی احادیث میں ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا سامان سفر نہ باندھا جائے، شیخ ابن تیمیہ نے ان احادیث کے پیش نظر یہ لکھا ہے کہ قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کرنا ناجائز ہے۔ میری نظر سے شیخ ابن تیمیہ کے بعض رسائل گذرے ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کرتا ہے اس کا یہ سفر معصیت اور حرام ہے اور اس سفر میں نمازوں کی قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: جب کسی شخص کا سفر کرنے سے یہ ارادہ ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرے گا اور اس سفر میں آپ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت نہ کی ہو تو یہ اکثر ائمہ اور علماء کے نزدیک ناجائز ہے اور نہ اس کا حکم کیا گیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صرف تین مسجدوں کے لیے سامان سفر باندھا جائے مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان تین مساجد کے علاوہ سفر کرنے میں اختلاف ہے، جیسے زندہ اور فوت شدہ صالحین کی زیارت کے لیے سفر کرنا، یا متبرک مقامات سے برکت حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا اور وہاں نماز پڑھنے کے ارادے سے سفر کرنا۔ شیخ ابو محمد جوینی نے اس حدیث کے پیش نظر کہا کہ ان مساجد کے علاوہ شد رحال (سفر) کرنا حرام ہے، قاضی حسین، قاضی عیاض اور ایک جماعت کا یہی مختار ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بصرہ غفاری نے حضرت ابو ہریرہ کے کوہ طور پر جانے کو برا جانا اور کہا اگر جانے سے پہلے آپ مجھے مل جاتے تو میں آپ کو نہ جانے دیتا، امام الحرمین اور دیگر ائمہ شافعیہ کے نزدیک یہ سفر حرام نہیں ہے اور انھوں نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں اول یہ کہ: مکمل فضیلت ان مساجد کے لیے شد رحال میں ہے اور ان مساجد کے غیر کے لیے شد رحال ہر چند کہ جائز ہے لیکن اس میں کامل فضیلت نہیں ہے اور اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے ہوتی ہے "ان مساجد کے علاوہ سواری نہیں لے جانی چاہیے"! دوسرا جواب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی زیارت کے لیے نذر ماننے اگر اس نے نذر مان لی تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کے لیے شد رحال (سفر) سے منع کیا ہے مطلقاً سفر سے منع نہیں کیا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہے جس کو امام احمد نے شہر بن حوشب کی سند سے روایت کیا

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۷۔ ص ۲۷۔ ۲۶ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود۔

ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمصلی ان یشد رحالہ الی مسجد تبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام و المسجد الاقصی و مسجدی . "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھنے کے ارادے سے نمازی کو مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے علاوہ کسی مسجد کے لیے شد رحال نہیں کرنا چاہیے" اور شہر بن حوشب میں اگرچہ کچھ ضعف بھی ہے لیکن ان کی یہ حدیث حسن ہے، چوتھا جواب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد میں اعتکاف کے لیے شد رحال نہ کرے، امام مالک، امام احمد، امام شافعی اور بویطی یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تین مساجد میں سے کسی مسجد میں جانے کی نذر مان لے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مطلق واجب نہیں ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں شام کے شہروں میں اس مسئلہ میں بہت مناظرے ہوئے ہیں اور جانبین سے رسالے لکھے گئے ہیں (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کا اشارہ ان کتابوں کی طرف ہے جو شیخ تقی الدین سبکی وغیرہ نے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کے رد میں لکھی ہیں اور ابن تیمیہ کی موافقت میں شمس الدین بن عبد الہادی نے لکھی ہیں، ہمارے شہروں میں یہ کتابیں مشہور ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان علماء نے ابن تیمیہ پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ حدیث شد رحال کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دیتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ ناگوار صورت حال ہے، دونوں جانب سے اس کے دلائل کے ذکر کرنے میں طوالت ہے اور ابن تیمیہ سے جو انتہائی مکروہ مسائل منقول ہیں یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے۔[1]

شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں لیکن عقل اور نقل کے مطابق یہی جواب ہے کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے نہیں منع کیا گیا ورنہ طلب علم، ماں باپ اور رشتہ داروں کی زیارت اور تجارت وغیرہ کے لیے تمام سفر ممنوع ہوں گے اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف سفر کرنے کی ممانعت ہے مطلقاً سفر کی نہیں ہے، اور امام احمد بن حنبل نے جو شہر بن حوشب سے روایت بیان کی ہے اس میں بھی اسی کی تائید ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شیخ ابن تیمیہ کے اس نظریہ کو (من ابشع المسائل) انتہائی مکروہ قرار دیا ہے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اسی بناء پر شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر کو صحیح قرار دیا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وقد فرط ابن تیمیۃ من الحنابلۃ حیث حرم السفر لزیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما افرط غیرہ حیث قال کون الزیارۃ قربۃ معلومۃ بالضرورۃ وجاحدہ محکوم علیہ بالکفر ولعل الثانی اقرب الی الصواب لان

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے افراط کیا ہے کیونکہ انھوں نے کہا کہ زیارت کا عبادت ہونا ضروریات دینیہ سے ہے۔ اور اس کا منکر کافر

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳، ص ۶۶۔ ۶۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

تحریم ما اجمع العلماء فیہ بالاستحباب یکون کفرا لانہ فوق تحریم المباح المتفق علیہ فی ھذا الباب۔[1]

ہے اور دوسرا قول (یعنی ابن تیمیہ کی تکفیر کا) صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بطریق اولیٰ کفر ہوگا۔

یاد رہے کہ ملا علی قاری رحمہ الباری کی کتاب مرقاۃ شرح المشکوٰۃ، شرح الشفاء سے پہلے لکھی گئی ہے کیونکہ شرح الشفاء میں وہ مرقاۃ کے حوالے دیتے ہیں اس لیے مرقاۃ میں جو انھوں نے ابن تیمیہ کو اس امت کے اولیاء سے لکھا ہے وہ ان کی پہلی رائے تھی۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ کو نامراد کیا، اس کو گمراہ کیا، اس کو اندھا اور بہرا کیا اور ذلیل و رسوا کیا، اس کی تصریح ان ائمہ نے کی ہے جنھوں نے ابن تیمیہ کے احوال کا فساد لکھا اور اس کے اقوال کا کذب بیان کیا، اور جو شخص یہ جاننا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ شیخ ابوالحسن سبکی کی ان کتابوں کا مطالعہ کرے جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان کی جلالت علمی پر سب کا اتفاق ہے اور وہ مرتبہ اجتہاد کے بزرگ ہیں اسی طرح ان کے بیٹے علامہ تاج الدین سبکی، امام عز بن جماعۃ اور دیگر شافعی مالکی، اور حنفی علماء جو ان کے معاصر تھے ان سب نے ابن تیمیہ کی خرابیوں کو بیان کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے صرف متاخرین صوفیہ پر اعتراضات کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس نے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما پر بھی اعتراضات کیے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کا کلام بے وزن ہے اور پھینک دیے جانے کے لائق ہے' اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کرنے والا، جاہل اور دین میں غلو کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عدل کرے اور ہمیں اس کے عقیدہ، طریقہ اور فعل سے محفوظ رکھے۔[2] (آمین)

نیز علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم اور ان جیسے لوگوں کی کتابوں سے اپنے آپ کو بچانا، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا، اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ کو باوجود اس کے علم کے گمراہ کر دیا، اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے، اور اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا تھا۔ ان بے دینوں نے کس طرح حدود کو پھلانگا، شریعت سے تجاوز کیا اور طریقت اور حقیقت کے لباس کو تار تار کر دیا اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں، نہیں! بلکہ وہ انتہائی گمراہی پر ہیں اور غضب الٰہی اور آخرت کی رسوائی ان کا انجام ہے۔[3]

قبر انور کی زیارت کے ثبوت میں روایات

حدیث شد رحال کے ضمن میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ شہاب الدین ابن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۹۹، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر، الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۵۶ھ

[3] 〃 〃 〃 ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۴۳،

کی قبر مبارک کی زیارت کی بحث آگئی ہے اس سے اور ملا علی قاری کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زیارت قبر نبوی کے لیے سفر جائز ہے اس سے ہم وہ احادیث بیان کر رہے ہیں جن میں قبر انور کی زیارت کے استحباب کا بیان ہے۔

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج فزار قبری بعد وفاتی کانما زارنی فی حیاتی۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے[2] حافظ الہیثمی نے اسے معجم اوسط اور معجم صغیر کے حوالے سے بیان کیا ہے[3] اور علامہ علی متقی ہندی نے بھی طبرانی اور دارقطنی کے حوالے سے بیان کیا ہے[4] حافظ دیلمی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے[5]

عن حاطب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن مات باحد الحرمین بعث من الآمنین یوم القیامۃ۔[6]

حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا کہ میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک جگہ فوت ہوا، وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا۔

اس حدیث کو علامہ علی متقی ہندی نے بھی ذکر کیا ہے[7]

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔[8]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

---

[1] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار نشر السنۃ ملتان۔

[2] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۴۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵، ص ۱۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

[5] حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۴ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ

[6] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵، ص ۱۳۵-۱۳۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

[8] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

حافظ الہیثمی نے اس کو امام بزار کے حوالہ سے ذکر کیا ہے [1] حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری ضعیف راوی ہے [2]

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت کے لیے نہیں آیا اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کا بیان کیا ہے [4]

بَابُ ٣٦ بَيَانِ الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى

اس مسجد کا بیان جس کی بنیاد تقوٰی پر رکھی گئی ہے

۳۲۸۳۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ الْخَرَّاطِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ مَرَّبِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لَهُ كَيْفَ سَمِعْتَ أَبَاكَ يَذْكُرُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى قَالَ قَالَ لِيْ أَبِيْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ بَعْضِ نِسَائِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْمَسْجِدَيْنِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى قَالَ فَأَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصْبَاءٍ فَضَرَبَ بِهِ الْأَرْضَ ثُمَّ قَالَ هُوَ مَسْجِدُكُمْ هٰذَا مَسْجِدُ الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَقُلْتُ أَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُ أَبَاكَ

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے تو میں نے ان سے پوچھا جس مسجد کی بنیاد تقوٰی پر رکھی گئی آپ نے اس کے متعلق اپنے والد سے کیا سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی کے گھر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ان دو میں سے وہ کونسی مسجد ہے جس کی بنیاد تقوٰی پر رکھی گئی ہے؟ آپ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر زمین پر ماری اور فرمایا: وہ تمہاری یہی مسجد ہے، مدینہ منورہ کی مسجد! میں نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے تمہارے والد سے اسی طرح سنا ہے۔

---

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۴ھ

[2] // // مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ

[3] حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۴ ص ۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ

[4] علامہ علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵ ص ۱۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

هٰكَذَا يَذْكُرُهُ۔

۳۲۸۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ قَالَ سَعِيدٌ أَنَا وَ قَالَ أَبُوبَكْرٍ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يُذْكَرْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ فِي الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اسس علی التقوی کا مصداق مسجد نبوی ہے یا مسجد قبا؟

اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ قرآن مجید میں جس مسجد کے بارے میں اسس علی التقویٰ وارد ہے اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ حضرت ابن عباس اور ضحاک سے روایت ہے کہ یہ آیت مسجد قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس وجہ سے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت مسجد قبا کے بارے میں ہے لیکن صحیح مسلم، جامع ترمذی، اور سنن نسائی وغیرہ میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسجد مدینہ ہے۔ علامہ سمہودی نے ان کے درمیان اس طرح تطبیق دی ہے کہ دونوں مسجدوں کی تاسیس تقویٰ پر ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا: لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ۔ (توبہ: ۱۰۸) "جس مسجد کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں قیام کریں" اور اس سے پہلے مسجد ضرار کے بارے میں فرمایا ہے: لاتقم فیہ ابدا۔ (توبہ: ۱۰۷) "اس میں کبھی نہ قیام کریں" اور یہ تاکید اس بات کو مستلزم ہے کہ جس مسجد کی تاسیس تقویٰ پر ہے اس میں ہمیشہ قیام کریں اور آپ کا دائمی قیام مسجد نبوی میں رہا ہے نہ کہ مسجد قبا میں اس سے پتہ چلا کہ یہ آیت مسجد نبوی کے بارے میں نازل ہوئی ہے[1]

بَابُ ۴۳۷: فَضْلِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَفَضْلِ الصَّلٰوةِ فِيْهِ وَزِيَارَتِهِ

مسجد قبا کی فضیلت اور اس کی زیارت کا بیان

۳۲۸۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُوجَعْفَرٍ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کے لیے کبھی پیدل جاتے اور کبھی سواری پر۔

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۰ - ۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

قُبَآءَ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا۔

٣٢٨٦ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِىْ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِىْ مَسْجِدَ قُبَآءٍ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا فَيُصَلِّىْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فِىْ رِوَايَتِهٖ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَيُصَلِّىْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پیدل مسجد قباء جاتے تھے، کبھی سواری پر اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

٣٢٨٧ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْتِىْ قُبَآءَ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدل اور سواری پر مسجد قبا جاتے تھے

٣٢٨٨ - وَحَدَّثَنِىْ اَبُوْ مَعْنٍ الرَّقَاشِىُّ زَيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الثَّقَفِىُّ بَصْرِىٌّ ثِقَةٌ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِى ابْنَ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَحْيَى الْقَطَّانِ۔

ایک اور حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مثل سابق مروی ہے۔

٣٢٨٩ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْتِىْ قُبَآءَ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جاتے تھے۔

٣٢٩٠ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جاتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي قُبَاءً رَاكِبًا وَمَاشِيًا۔

۳۲۹۱ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَأْتِي قُبَاءً كُلَّ سَبْتٍ وَكَانَ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِ كُلَّ سَبْتٍ۔

عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ہفتہ کے دن قباء جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

۳۲۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبَاءً كُلَّ سَبْتٍ كَانَ يَأْتِيهِ رَاكِبًا وَمَاشِيًا قَالَ ابْنُ دِينَارٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے، آپ پیدل بھی تشریف لے جاتے اور سواری پر بھی، ابن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۳۲۹۳ - وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ كُلَّ سَبْتٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی عبداللہ بن دینار سے ایسی ہی روایت ہے۔ لیکن اس میں ہفتہ کے دن کا ذکر نہیں ہے۔

مسجد قباء اور اس کے فضائل

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ مطالع میں ہے کہ قباء مدینہ سے تین میل ہے، یاقوت نے کہا کہ مدینہ سے بائیں جانب مکہ جاتے ہوئے قباء دو میل پر واقع ہے یہ مدینہ کا بالائی علاقہ ہے، یہاں قباء نام کا ایک کنواں ہے اسی وجہ سے اس مسجد کو مسجد قباء کہتے ہیں، جس مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے بنایا تھا وہ یہی مسجد ہے اور اول مسجد اسس علی التقوی کا مصداق یہ مسجد ہے یا مسجد نبوی؟ اس میں اختلاف ہے۔ عمر بن شیبہ نے اسناد صحیح کے ساتھ اخبار مدینہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مجھے مسجد قباء میں دو رکعت نماز پڑھنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بیت المقدس میں دو بار جا کر نماز پڑھوں، اور اگر یہ لوگ جان لیں کہ قباء میں نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہوتا ہے، تو وہ اونٹوں کا جگر پگھلاتے ہوئے سفر کر کے قباء آئیں [1]

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنے سے عمرہ کے برابر اجر ہوتا ہے، اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد قباء جا کر نماز پڑھی اس کو عمرہ کے برابر اجر ہوگا اور امام طبرانی نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۶۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

طرح وضو کیا، پھر صرف مسجد قبا میں نماز پڑھنے کے ارادے سے مسجد قبا گیا اور وہاں چار رکعات نماز پڑھی جس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھی تو اس کو بیت اللہ میں عمرے کا اجر ملے گا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسجدوں کے علاوہ شد رحال سے منع فرمایا ہے حالانکہ آپ ہر ہفتے کے دن قبا جاتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کی نذر نہ مانی جائے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کے لیے دور دراز سے سفر کر کے جانے کی ممانعت ہے مطلقاً سفر یا آنے جانے کی ممانعت نہیں ہے۔

ہفتہ کے دن مسجد قبا جانے کی خصوصیت

حدیث نمبر ۳۲۹۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔ ہفتہ کے دن کی خصوصیت اور حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں: ابتداء ہجرت میں سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا بنائی، پھر اس کے بعد مسجد مدینہ بنائی اور اسی میں آپ جمعہ پڑھاتے تھے اور اہل قباء اور مدینہ کے بالائی علاقہ کے تمام لوگ، مدینہ آ کر جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور مسجد قباء میں جمعہ کے وقت نماز نہیں ہوتی تھی اور وہ بالکل معطل ہو جاتی تھی۔ اس کی تلافی اور تدارک کے لیے آپ ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لاتے تھے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ہفتہ کے دن آپ فارغ ہوتے تھے اس لیے اپنے احباب سے ملاقات کے لیے قبا تشریف لے جاتے تھے تیسری وجہ یہ ہے کہ اکثر اہل قباء جمعہ کے دن مدینہ چلے جاتے اور آپ کی زیارت سے شاد کام ہوتے اور بعض لوگ کسی عذر کی بناء پر مدینہ نہیں جا سکتے تھے وہ آپ کی زیارت سے محروم رہتے تھے اس لیے آپ کرم فرما کر خود قبا تشریف لے جاتے تاکہ جو لوگ نہیں جا سکے تھے وہ بھی آپ کی زیارت سے شاد کام ہوں۔

اعمال صالحہ کی بعض ایام میں تخصیص

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ نفلی عبادات کو بعض ایام کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے، البتہ جن ایام میں آپ نے کسی عبادت سے منع کر دیا ہے وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں جیسے آپ نے جمعہ کی شب کو عبادت کے ساتھ خاص کر لینے سے منع کیا ہے، یا خصوصیت کے ساتھ جمعہ کا روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے" اور عمرو بن شیبہ نے اخبار مدینہ میں حضرت جابر کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ستائیس رمضان کی صبح کو مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے اور دراوردی نے شریک بن عبداللہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن قبا تشریف لے جاتے تھے، صاحب المفہم نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کسی عبادت کو کسی وقت کے ساتھ خاص کرنا مکروہ ہے الا یہ کہ شریعت میں اس خصوصیت کا ثبوت ہو[2] یعنی باقی ائمہ کے نزدیک اس میں کراہت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض اعمال کو بعض ایام کے ساتھ خاص کر

---

[1] حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۹-۲۵۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

[2] ،،　　،،　　،،　عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۹،　　،،　　،،　　،،

لینا جائز ہے اور ان اعمال پر مداومت اور ہمیشگی کرنا بھی جائز ہے۔[۱]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض ایام کو زیارت کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے۔[۲]

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عبادت کے ساتھ کسی دن کو خاص کر لینا جائز ہے، البتہ ابن مسلمہ نے اس کو اس خیال سے مکروہ قرار دیا ہے کہ کہیں لوگ اس کو سنت سمجھ لیں، شاید ان تک یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی اور ائمہ اور صالحین جو اپنے بھائیوں کی زیارت کے لیے ایک دن خاص کر لیتے ہیں اس کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔[۳]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لیے تعیین یوم اگر باعتقاد قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لیے ہو جائز ہے، جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لیے گھنٹے متعین ہوتے ہیں اور اگر باعتقاد قربت ہو منہی عنہ ہے پس عرس میں جو تاریخ معین ہوتی ہے اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے یہ تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تاکہ تداعی کی صعوبت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کر کے حب فی اللہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے اور کثیر مقدار میں ہو کہ اجتماع میں حاصل ہے فائدہ پہنچانا ہے بے تکلف میسر ہو جاوے نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لیے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے یہ تو ظاہری مصالح ہیں جو مشاہد ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے جس کا کوئی تکذیب عقلی یا نقلی موجود نہیں ہے اس لیے صاحب کشف کو یا اس صاحب کشف کے معتقد کو بدرجہ ظن اس کی رعایت کرنا جائز ہے۔ البتہ جزم جائز نہیں بہر حال اگر ایسے مصالح سے یہ تعیین ہو تو فی نفسہ جائز ہے۔[۴]

شیخ تھانوی، اپنے شیخ حاجی امداد اللہ کا ملفوظ بیان کر کے اس کی تشریح کرتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں:

جب منکر نکیر آتے ہیں مقبولان الٰہی سے کہتے ہیں "نم کنومة العروس" عرس کہ رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے، اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔

تھانوی صاحب کا حاشیہ: تعیین یوم میں آنے والوں کو سہولت ہے باقی اس تعیین کو مثل احکام مقصودہ کے سمجھنا غلو ہے۔[۵]

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۶۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۴۸۳ - ۴۸۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۴۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر نوادر ص ۵۰۴، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۲ء،

۵۔ " " ، امداد المشتاق، ص ۸۹، ۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور۔

الحمد للہ کتاب الحج کا ترجمہ اور شرح مکمل ہوئی۔ الہ العلمین مصنف اور قارئین کو حج اور عمرہ کی سعادت عطا فرمائے اور بیت اللہ، مسجد نبوی، اور گنبد خضراء کے انوار و تجلیات سے بہرہ مند فرما، ایمان پر خاتمہ فرما، تمام گناہوں کو معاف فرما، سکرات موت کو آسان کر دے، ہر قسم کے عذاب اور بالخصوص عذاب نار سے بچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شفاعت سے سرفراز فرما۔ آمین یارب العٰلمین بحرمۃ حبیبک سید المرسلین خاتم النبیین سید الاولین والآخرین وبوسیلۃ آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

۱۹ جمادی الثانیہ، ۱۴۰۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب النکاح

نکاح کا معنی علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: ازہری نے کہا ہے کہ کلام عرب میں نکاح کا معنی عمل ازدواج ہے اور تزویج (شادی) کو بھی نکاح اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عمل ازدواج کا سبب ہے، جوہری نے کہا ہے کہ نکاح کا اطلاق عمل ازدواج پر ہوتا ہے اور کبھی عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔[1]

نکاح کے حکم میں مذاہب فقہاء امام غزالی فرماتے ہیں کہ نکاح کی فضیلت میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے نکاح کی فضیلت میں مبالغہ کیا اور کہا تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے نکاح افضل ہے، اور بعض دوسرے علماء نے کہا کہ نکاح میں فضیلت ہے لیکن عبادت الٰہی سے افضل نہیں ہے اور نفلی عبادات نکاح سے افضل ہیں تا وقتیکہ خواہشات نفسانیہ اتنی بڑھ جائیں جس سے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔[2]

قرآن مجید کی روشنی میں نکاح کی فضیلت امام غزالی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وانکحوا الایامی منکم۔ "اپنے غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کرو" یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نیز فرمایا: ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن "(مطلقہ) عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح سے نہ روکو" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح سے روکنے کی ممانعت فرمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی مدح میں فرمایا: ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا وذریۃ ------ "ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے ازواج اور اولاد کے رشتے قائم کیے" اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور احسان کے طور پر ذکر فرمایا، نیز فرمایا: والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین۔ "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ایسی بیویاں اور اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی یہ دعا بطور تحسین کے ذکر کی ہے۔

احادیث اور آثار کی روشنی میں نکاح کی فضیلت احادیث میں بھی نکاح کی ترغیب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۲ ص ۶۲۶ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

فقد رغب عنی ۔ (ابن عساکر) "نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس نے مجھ سے اعراض کیا" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: النکاح سنتی فمن احب فطرتی فیستن بسنتی (مسند ابو یعلی) "نکاح میری سنت ہے جو میرے طریقے سے محبت رکھے وہ میری سنت پر عمل کرے۔" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تناکحوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیامۃ حتی بالسقط۔ (المعرفۃ للبیہقی وتفسیر ابن مردویہ) "نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن فخر کروں گا خواہ یہ کثرت نامکمل بچے کی وجہ سے حاصل ہو۔" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من رغب عن سنتی فلیس منی و ان من سنتی النکاح فمن احبنی فلیستن بسنتی۔ (بیہقی و ابن عساکر) "جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے، نکاح کرنا میری سنت ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت پر عمل کرے۔" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ترک التزویج مخافۃ العیلۃ فلیس منا (مسند الفردوس للدیلمی بسند ضعیف، مسند دارمی والمعجم للبغوی) "جس شخص نے فقر کے خدشہ سے شادی نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" امام غزالی فرماتے ہیں رسول اللہ نے خدشۂ فقر کی بناء پر شادی نہ کرنے کی مذمت کی ہے مطلقاً شادی نہ کرنے کی مذمت نہیں فرمائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من کان ذا طول فلیتزوج ۔ (سنن ابن ماجہ ومسند احمد) "جو شخص استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لا فلیصم فان الصوم لہ وجاء ۔۔۔۔۔۔۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) "تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ نکاح سے نظر نہیں بہکتی اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کر دیتے ہیں۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کی ترغیب کا سبب آنکھ اور شرمگاہ میں گناہ واقع ہونے کا خوف ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا اتاکم من ترضون دینہ و امانتہ فزوجوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر (بیہقی) "جب تمہارے پاس ایسے شخص کا رشتہ آئے جس کی دینداری اور امانتداری پسندیدہ ہو تو اس کے ساتھ شادی کر دو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فساد واقع ہوگا" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ ۔ (الادب المفرد للبخاری) "جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، البتہ تین اعمال منقطع نہیں ہوتے ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے، تیسرا نیک اولاد کی دعا۔"

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں آثار بھی بکثرت ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نکاح نہ کرنے کی دو وجہیں ہیں عجز یا گناہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تک انسان شادی نہ کرے اس کی عبادت مکمل نہیں ہوتی؛ حضرت ابن عباس کا ارادہ یہ تھا کہ انسان شادی کے بغیر وساوس شہوانیہ سے محفوظ نہیں رہتا اور جب تک وساوس شہوانی سے دل محفوظ نہیں ہوگا خضوع وخشوع سے عبادت نہیں کر سکے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر میری عمر میں دس روز بھی باقی ہوں گے تو میں نکاح کرنا پسند کروں گا۔ کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ میں غیر شادی شدہ ہوں[1]

نکاح کے فوائد نکاح کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ اولاد کا حصول ہے، اسی مقصد کے لیے نکاح کو مشروع کیا گیا ہے، اس سے مطلوب نسل انسانی کی بقا اور اس کا فروغ ہے، انسان میں شہوت اس لیے رکھی گئی ہے کہ مذکر بیج کا اخراج کرے اور مؤنث کی کھیتی میں اس کی کاشت کرے، اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کے بغیر بھی نسل انسانی کی افزائش کو عمل میں لا سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ اسباب کا مسببات پر ترتب ہو، انسان حصول اولاد کے لیے جو کوشش کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت کا دخل ہے کیونکہ وہ اس کے حکم کی اطاعت میں طلب اولاد کی کوشش کرتا ہے، دوسرے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی محبت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت میں تکثیر کے لیے جدوجہد کرتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ نیک اولاد کی دعا سے برکت حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے، چوتھے یہ کہ وہ اولاد کی عمدہ تربیت کر کے ملک و ملت کی تعمیر اور اس کے استحکام کے لیے افراد مہیا کرتا ہے، پانچویں یہ کہ اولاد کی وجہ سے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اس حصہ پر عمل کا موقع ملتا ہے جس کا تعلق اولاد سے ہے، چھٹے یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے جن احکام کا تعلق اولاد سے ہے اولاد کی وجہ سے ان احکام پر عمل کا موقع ملتا ہے، ساتویں یہ کہ اولاد کی تربیت اور پرورش کر کے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا مظہر ہو جاتا ہے، آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اولاد اس کی دست و بازو بن جاتی ہے، نواں فائدہ یہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو ان کی وجہ سے انسان کا گھر میں دل بہلتا ہے بیمار ہو جائے تو بچے اس کی تیمارداری کرتے ہیں، بچوں کی کفالت کی وجہ سے انسان کے دل میں زیادہ سے زیادہ کمائی اور محنت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جس سے ملک و ملت کی تعمیر اور ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔ بچوں کی وجہ سے انسان کے دل میں رحم اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ معاشرہ میں وہ الگ تھلگ نہیں رہتا اور اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے نیز اولاد کی وجہ سے انسان کی تمدنی زندگی میں اضافہ ہوتا ہے، اولاد کی شادی، بیاہ کے معاملات کی وجہ سے نئے نئے لوگوں سے تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور دسواں فائدہ یہ ہے کہ اولاد اگر بچپن میں فوت ہو جائے تو ماں باپ کی شفاعت کرتی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان السقط لیراغم ربہ اذا ادخل ابویہ النار فیقال ایھا السقط المراغم ربہ ادخل ابویک الجنۃ فیجرھما بسررہ حتی یدخلھما الجنۃ۔[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک ناتمام (کچے) بچے کے ماں باپ کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو وہ بچہ اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا پھر کہا جائے گا اے جھگڑالو ناتمام بچے اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے! پھر وہ بچہ اپنی ناف کے ذریعہ اپنے ماں باپ کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا، گیارہواں فائدہ یہ ہے کہ ماں باپ کی تعلیم سے اولاد جو نیکیاں کرتی ہے ان کا اجر ماں باپ کو ملتا رہتا ہے، بارہواں فائدہ یہ ہے کہ بسا اوقات اولاد کی نیکیوں سے

---

[1] امام محمد بن غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

[2] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ماں باپ کی مغفرت ہو جاتی ہے، امام رازی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ایک قبر سے گذر ہوا تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، جب دوبارہ اس قبر سے گذرے تو دیکھا کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس نور کے طباق لیے بیٹھے ہیں۔ حضرت عیسیٰ یہ دیکھ کر حیران ہوئے انھوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی، اے عیسیٰ! یہ شخص گناہ گار تھا اور جب سے مرا ہے عذاب میں گرفتار تھا۔ جب یہ مرا تھا تو اس کی بیوی امید سے تھی اس کا بچہ پیدا ہوا اور جب بڑا ہوا تو اس کی ماں نے اس کو مدرسہ میں داخل کر دیا اور عالم نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اس سے مراد یہ الفاظ نہیں اس کا معنیٰ مراد ہے خواہ کسی الفاظ میں ہو) پڑھائی، پھر مجھے اس بات سے حیا آئی کہ میں اس شخص کو زمین کے نیچے عذاب دوں جس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لیتا ہے[1]!

نکاح کے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان کی شہوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور شہوانی خرابیوں کا سد باب ہو جاتا ہے، اس کی نظر پاکیزہ ہوتی ہے اور شرمگاہ گناہوں سے بچی رہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نکاح کر لیتا ہے وہ اپنے نصف دین کو محفوظ کر لیتا ہے پس باقی نصف دین کو محفوظ کرنے کے لیے خدا سے ڈرنا چاہیے۔ (طبرانی) جو شخص بغیر نکاح کے مجرد زندگی گزارتا ہے اس کو معاشرے میں زیادہ عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ایسے شخص کو بسا اوقات کسی مہذب سوسائٹی میں رہنے کے لیے مکان کے حصول میں بھی بڑی دشواری ہوتی ہے۔

نکاح کے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان کو بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے لیے حضرت حواء کو زوج بنانے کی حکمت بیان فرمائی لیسکن الیہا (اعراف: ۱۸۹) تاکہ حضرت آدم کو حواء سے سکون حاصل ہو اور جب انسان بیوی کے ساتھ بات چیت اور ملاعبت میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو راحت ملتی ہے اور اس کے بعد وہ عبادات کو یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ بیوی اس کی زندگی کے تمام معاملات میں رفیق ہوتی ہے، محرم راز ہوتی ہے مونس اور غمگسار ہوتی ہے، ذہنی اور جسمانی قرب جس قدر انسان کو اپنی بیوی سے ہوتا ہے کسی اور سے نہیں ہوتا۔ سنن نسائی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں خوشبو اور عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان باللہ کے بعد انسان پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔

نکاح کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ نکاح کی وجہ سے انسان کی قوت عمل میں اضافہ ہوتا ہے اس پر بیوی اور بچوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ان کے حقوق اور فرائض اس کے ساتھ متعلق ہو جاتے ہیں، وہ ان کی بہتری کے لیے کوشش کرتا ہے ان کو برے اور ناجائز کاموں سے دور رکھتا ہے اور ان کے لیے نیکی اور اچھائی کے حصول کی کوشش کرتا ہے، بسا اوقات ان کی ناگوار اور ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرتا ہے اور صبر کا اجر لامحدود ہے: انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (زمر: ۱۰) "صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا" وہ اپنے اہل اور اولاد کا والی، راعی اور حاکم ہوتا ہے، اور ولایت اور حکومت کا اجر بہت زیادہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

وسلم نے فرمایا: عادل والی (حاکم) کا ایک دن ستر سال کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔ (طبرانی) نیز آپ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے اور ہر شخص اپنی رعیت کی طرف سے جواب دہ ہوگا (بخاری ومسلم) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ (تحریم: ٦) "اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کے عذاب سے بچاؤ" اور جو شخص اپنی اور اپنے اہل وعیال کی اصلاح میں مصروف ہو اس کا مرتبہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو صرف اپنی اصلاح میں مشغول ہو، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اچھی طرح نماز پڑھتا ہو، اس کے بچے زیادہ ہوں اور مال کم ہو اور وہ شخص مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو، میں اور وہ جنت میں ایک ساتھ ہوں گے (مسند ابویعلی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو بال بچوں کے غم میں مبتلا کر دیتا ہے (مسند احمد) حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ صرف روزی کی طلب سے ہوجاتا ہے۔ (طبرانی)

خلاصہ یہ ہے کہ نکاح کی وجہ سے زوجہ کا انس اور اس کی رفاقت حاصل ہوتی ہے اور انسان کو معاشرہ میں ایک باعزت مقام ملتا ہے اور نکاح کی وجہ سے اس کو اولاد کی نعمت حاصل ہوتی ہے اور اولاد کی تربیت سے انسان کو دنیا اور آخرت کی بہت سی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں اور نکاح ہی کی وجہ سے انسان اپنے بال بچوں کی ذمہ داریاں سنبھالتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صرف اپنے لیے جینا اور کسب کمال کرنا اتنی اہم چیز نہیں ہے جتنا اوروں کے لیے جینا اور انہیں باکمال بنانا ہے۔

بَابُ ۴۳۸ اِسْتِحْبَابِ النِّكَاحِ لِمَنِ اسْتَطَاعَ

صاحب استطاعت کے لیے نکاح کرنے کا استحباب

٣٢٩٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بِمِنًى فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علقمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں جارہا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، حضرت عبداللہ، حضرت عثمان سے کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے، حضرت عثمان نے حضرت عبداللہ سے کہا اے ابوعبدالرحمن کیا ہم تمہاری شادی ایک ایسی نوجوان لڑکی سے نہ کردیں جو تمہیں گزرے ہوئے دنوں کی یاد دلادے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا اگر تم یہ کہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اے جوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے، کیونکہ نکاح سے آنکھوں میں حیاء آتی ہے اور شرمگاہ گناہ سے

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ۔

محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے، کیونکہ روزے شہوت کو توڑ دیتے ہیں۔

۳۲۹۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ إِنِّي لَأَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ بِمِنًى إِذْ لَقِيَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ هَلُمَّ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَاسْتَخْلَاهُ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللّٰهِ أَنْ لَيْسَتْ لَهُ حَاجَةٌ قَالَ قَالَ لِي تَعَالَ يَا عَلْقَمَةُ قَالَ فَجِئْتُ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ أَلَا نُزَوِّجُكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ جَارِيَةً بِكْرًا لَعَلَّهُ يَرْجِعُ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ ۔

علقمہ کہتے ہیں کہ میں منیٰ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا، اس وقت ان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، حضرت عثمان نے کہا اے ابو عبدالرحمان! ادھر آؤ! اور ان کو خلوت میں لے گئے جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ دیکھا کہ انھیں کوئی خاص کام نہیں ہے تو انھوں نے مجھ سے کہا: اے علقمہ تم بھی آجاؤ! حضرت عثمان نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمن ہم تمہارا نکاح ایک کنواری لڑکی سے نہ کر دیں، تاکہ تمہارے گذرے ہوئے دنوں کی یاد پھر تازہ ہو جائے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۲۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اے جوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے آنکھوں میں حیا آتی ہے اور شرمگاہ گناہوں سے محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزوں سے شہوت ٹوٹتی ہے۔

۳۲۹۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے چچا علقمہ اور اسود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس

عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعَمِّيْ عَلْقَمَةُ وَالْاَسْوَدُ عَلٰى عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَأَنَا شَابٌّ يَوْمَئِذٍ فَذَكَرَ حَدِيْثًا رَأَيْتُ أَنَّهُ حَدَّثَ بِهِ مِنْ أَجْلِيْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَزَادَ وَلَمْ أَلْبَثْ حَتّٰى تَزَوَّجْتُ۔

۳۲۹۸ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ دَخَلْنَا عَلَيْهِ وَأَنَا أَحْدَثُ الْقَوْمِ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ وَلَمْ أَلْبَثْ حَتّٰى تَزَوَّجْتُ۔

۳۲۹۹ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوْا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا آكُلُ اللَّحْمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا أَنَامُ عَلٰى فِرَاشٍ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوْا كَذَا وَكَذَا لٰكِنِّيْ أُصَلِّيْ وَأَنَامُ وَأَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

۳۳۰۰ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُبَارَكٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

گئے یعنی ان دنوں میں نوجوان تھا حضرت ابن مسعود نے ایک حدیث بیان کی اور میرا خیال ہے کہ وہ حدیث میری وجہ سے بیان کی تھی، اور وہ حدیث مثل سابق ہے اس کے بعد میں نے نکاح کرنے میں تاخیر نہیں کی۔

ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مثل سابق حدیث مروی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ کے پاس گیا اور میں سب سے کم سن تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت کے اعمال معلوم کیے، پھر ایک نے کہا میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا۔ اور ایک نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور ایک نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا، (یہ سن کر) آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور فرمایا، ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس طرح کہتے ہیں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور (دن میں) افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جو شخص میری سنت سے اعراض کریگا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون نے جب عورتوں سے علیحدہ رہنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو رد کر دیا، اور اگر آپ ان کو اس کی

سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا۔

اجازت دے دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

۳۳۰۱ - وَحَدَّثَنِي أَبُو عِمْرَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُولُ رَدَّ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کے عورتوں سے علیحدگی کے ارادے کو رد کر دیا اور اگر آپ اسے اجازت دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

۳۳۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ أَرَادَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَتَبَتَّلَ فَنَهَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ أَجَازَ لَهُ ذٰلِكَ لَاخْتَصَيْنَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے علیحدگی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اگر آپ ان کو اس کی اجازت دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

نکاح کی اقسام میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۲۹۴ میں ہے "تم میں سے جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔" جمہور علماء کا یہ نظریہ ہے کہ جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے، علامہ نووی کہتے ہیں کہ جس شخص کو زنا کا خطرہ ہو اور نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے بھی نکاح کرنا مستحب ہے، شوافع کا یہی مذہب ہے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ داؤد ظاہری کے نزدیک ایسے شخص پر نکاح کرنا واجب ہے اور امام احمد کے نزدیک ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ نکاح کرے یا لونڈی رکھے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے اور لونڈی رکھنے میں اختیار دیا ہے کیونکہ ارشاد ہے فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم۔ (نساء: ۳) "جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، اور اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو ایک عورت سے شادی کرو یا لونڈیوں سے (حظ نفس حاصل کرو) اس کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں: لوگوں کے اعتبار سے نکاح کی چار قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت بھی ہو اور نکاح کرنے کی طاقت بھی ہو، اس شخص کے لیے نکاح کرنا

مستحب ہے۔ دوسری قسم ہے غلبہ شہوت ہو نہ نکاح کی طاقت ہو، اس کے حق میں نکاح مکروہ ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت ہو اور نکاح کی طاقت نہ ہو اس کے حق میں بھی نکاح مکروہ ہے۔ اور اس شخص کو اپنی شہوت کم کرنے کے لیے روزے رکھنے چاہئیں اور چوتھی قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت نہ ہو اور نکاح کی طاقت ہو۔ جمہور شافعیہ کے نزدیک اس کے حق میں نکاح مکروہ تو نہیں ہے لیکن اس کے لیے افضل یہ ہے کہ نکاح نہ کرے اور عبادت کے لیے خلوت اختیار کرے، اور امام ابوحنیفہ، بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کے لیے نکاح کرنا افضل ہے۔[1]

علامہ نووی نے امام ابوحنیفہ کا جو مذہب بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جس شخص پر شہوت کا غلبہ ہو اس کے لیے نکاح کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب نہیں واجب ہے، اور جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ نکاح نہیں کرے گا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ علامہ آلوسی، علامہ نووی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آپ کو معلوم ہوگا کہ احناف کی کتابوں میں امام اعظم کا جو مذہب بیان کیا گیا ہے وہ علامہ نووی کے ذکر کردہ بیان کے خلاف ہے، تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے کہ غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہوتا ہے اور اگر اس کو یقین ہو کہ اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے، اسی طرح نہایہ میں لکھا ہے یہ اس وقت ہے کہ جب وہ مہر ادا کرنے اور بیوی کا خرچ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو ورنہ نکاح نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح بدائع میں ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ نکاح سنت مؤکدہ ہے اور اس کے ترک سے انسان گنہ گار ہوگا اور جب اسے مہر، بیوی کے خرچ اور عمل ازدواج پر قدرت ہو اور وہ پاکیزگی اور اولاد کے حصول کے لیے نکاح کرے تو اس کو ثواب ملے گا۔[2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن فرس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو نکاح کو بعینہ واجب قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے اور لونڈیاں رکھنے کے درمیان اختیار دیا ہے، اور لونڈیاں رکھنا بالاتفاق واجب نہیں ہے، پس اگر نکاح واجب ہوتا تو نکاح اور لونڈیوں کے درمیان اختیار نہ دیا جاتا کیونکہ واجب اور غیر واجب کے درمیان اختیار صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے واجب، واجب نہیں رہتا اور اس کا تارک گنہ گار نہیں ہوتا، البتہ اگر کوئی شخص لونڈیاں رکھنے کو بھی واجب مانے اور دو چیزوں میں سے کسی ایک کو واجب قرار دے تو اس پر یہ دلیل جاری نہیں ہوگی، بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ عورتوں کے ذکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنیات سے نکاح جائز نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب کسی چیز کا ذکر کسی نکتہ اور فائدہ پر مبنی ہو تو جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔ علامہ سیوطی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ نکاح کے قصد سے عورت کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اپنی پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرو اور بغیر دیکھے عورت پسند نہیں کی جا سکتی۔[3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۱۹۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[3] روح المعانی ج ۴، ص ۱۹۶، 〃 〃 〃 〃 〃

نکاح کرنا افضل ہے یا نفلی عبادت

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک عبادت کے لیے خلوت میں بیٹھنا نکاح کرنے سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مدح میں فرمایا وسیدا وحصورا "وہ سردار ہیں اور عورتوں سے بچنے والے" یعنی وہ قدرت کے باوجود عورتوں کے قریب نہیں جاتے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے، اور اگر نکاح کرنا افضل ہوتا تو اللہ ان کی مدح نہ فرماتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک بھی انبیاء سابقین کی شریعت مطلقاً حجت نہیں ہے پس اس چیز سے ان کا استدلال کس طرح صحیح ہوگا جو ان کے نزدیک بھی حجت نہیں ہے۔ البتہ انبیاء سابقین کی شریعت اس وقت حجت ہوتی ہے جب ہماری شریعت میں اس کے خلاف دلیل نہ ہو، امام شافعی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ نکاح معاملات میں سے ایک معاملہ ہے اس لیے یہ (نفلی) عبادات سے افضل نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح اپنی معنویت کے اعتبار سے نفلی عبادات سے افضل ہے کیونکہ نکاح کی وجہ سے انسان گناہوں سے بچتا ہے اور نکاح کے سبب سے انسان نیک اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور بیوی اور بچوں کے لیے کسب کرتا ہے اور ان کا پیٹ پالتا ہے، اسی اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے، اس نکتہ پر صرف امام ابوحنیفہ متنبہ ہوئے اور وہ علماء جو امام ابوحنیفہ کے متبع ہیں [۱]۔

ترک سنت کے دو محمل

حدیث نمبر ۳۲۹۹ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا ذکر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے من ترک سنتی فلیس منی۔ اس حدیث کے دو مطلب ہیں ایک یہ ہے کہ جس شخص نے سستی، غفلت یا کوتاہی کی بناء پر میری سنت کو ترک کیا وہ میرے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے میری سنت کو حقیر اور بے کار جان کر ترک کیا وہ میرے طریقہ یعنی دین اسلام پر نہیں ہے۔

تبتل کا معنی

حدیث نمبر ۳۳۰۰ میں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبتل کی اجازت چاہی لیکن آپ نے اس کو مسترد کر دیا۔ تبتل کا لغوی معنی ہے انقطاع، امام طبری نے کہا کہ دنیا کی لذات اور شہوات کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہونا تبتل ہے۔ عیسائیت میں یہ امر جائز تھا اسلام نے اس سے منع کر دیا۔ صحابہ کا خیال یہ تھا کہ اگر حضرت عثمان بن مظعون کو تبتل کی اجازت مل جاتی تو وہ خصی ہو جاتے کیونکہ تبتل میں کمال خصی ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۹ بَابُ نَدْبِ مَنْ رَاٰی اِمْرَاَةً فَوَقَعَتْ فِیْ نَفْسِهٖ اِلٰی اَنْ یَّاْتِیَ اِمْرَاَتَهٗ اَوْجَارِیَتَهٗ فَیُوَاقِعُهَا

اگر کسی عورت کو دیکھ کر نفس مائل ہو تو اپنی اہلیہ سے خواہش پوری کر لے!

[۱] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

۳۳۰۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى امْرَأَةً فَأَتَى امْرَأَتَهُ زَيْنَبَ وَهِيَ تَمْعَسُ مَنِيئَةً لَهَا فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا أَبْصَرَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عورت پر نظر پڑ گئی تو آپ فوراً اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ اس وقت ایک کھال کو رنگ رہی تھیں آپ نے ان سے اپنی خواہش پوری کی، پھر آپ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا کہ عورت شیطان کی شکل میں آتی جاتی ہے جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے تو اپنی اہلیہ کے پاس جائے یہ عمل اس کے خیالات کو دور کر دے گا۔

۳۳۰۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا حَرْبُ بْنُ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى امْرَأَةً فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَأَتَى امْرَأَتَهُ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ تَمْعَسُ مَنِيئَةً وَلَمْ يَذْكُرْ تُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا اس کے بعد حسب سابق ہے اور اس میں ہے کہ آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ کھال کو رنگ رہی تھیں، البتہ اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا عورت شیطان کی شکل میں جاتی ہے۔

۳۳۰۵ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ جَابِرٌ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَحَدُكُمْ أَعْجَبَتْهُ الْمَرْأَةُ فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ فَلْيَعْمِدْ إِلَى امْرَأَتِهِ فَلْيُوَاقِعْهَا فَإِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو کوئی عورت اچھی لگے اور دل میں اس کا خیال آئے تو اسے چاہیے کہ اپنی اہلیہ کے پاس جائے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرے اس طرح اس کے دل سے وہ خیال جاتا رہیگا۔

عورت کو دیکھ کر شیطانی وسوسہ سے بچنے کا طریقہ

حدیث نمبر ۳۳۰۳ میں ہے "آپ نے فرمایا کہ عورت شیطان کی شکل میں آتی جاتی ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو آتے جاتے دیکھ کر شیطانی خیالات پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ مرد کی فطرت میں عورت کی طرف میلان ہے اور عورتوں کو دیکھ کر ان سے لذت محسوس ہوتی ہے اور شیطانی وسوسے پیدا ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا

حل یہ بتلایا ہے کہ جب کسی شخص کے دل میں کسی عورت کو دیکھ کر یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو وہ اپنی اہلیہ کے پاس جاکر اپنی خواہش پوری کرے اس طرح اس کے دل میں جو شیطانی وسوسہ پیدا ہوا تھا وہ دور ہو جائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی یہ ہدایت دی اور اس پر عمل بھی کیا تاکہ مسلمانوں کو اس عمل میں بھی آپ کی اقتداء اور سنت کا ثواب مل جائے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ دن میں بھی عمل ازدواج کرنا جائز ہے۔

بَابُ ۲۲۰ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَبَيَانِ اَنَّهُ اُبِيحَ ثُمَّ نُسِخَ ثُمَّ اُبِيحَ ثُمَّ نُسِخَ وَاسْتَقَرَّ تَحْرِيمُهُ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

۳۳۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا اَبِي وَوَكِيعٌ وَابْنُ بِشْرٍ عَنْ اِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُولُ كُنَّا نَغْزُوا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا نِسَآءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِيْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلَى اَجَلٍ ثُمَّ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔

۳۳۰۷ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَلَمْ يَقُلْ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ۔

۳۳۰۸ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ كُنَّا وَنَحْنُ شَبَابٌ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَسْتَخْصِيْ وَلَمْ يَقُلْ نَغْزُوْ۔

۳۳۰۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُحَمَّدٍ

حرمت متعہ کا بیان

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد پر جاتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم خصی نہ ہو جائیں؟ آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا پھر آپ نے ہم کو اس کی اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض ایک مدت معین کے لیے نکاح (یعنی متعہ) کر لیں۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

(ترجمہ:) اے ایمان والو! اللہ تعالی نے تمہارے لیے جو چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالی حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اس آیت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

ایک اور سند سے یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ ہم جوان تھے اور ہم نے کہا یا رسول! ہم خصی نہ ہو جائیں؟ اور یہ نہیں کہا کہ ہم جہاد کے لیے جاتے تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ہمارے سامنے آکر اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَسَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ قَالَا خَرَجَ عَلَيْنَا مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَذِنَ لَكُمْ اَنْ تَسْتَمْتِعُوْا يَعْنِيْ مُتْعَةَ النِّسَآءِ۔

تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

۳۳۱۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ الْعَيْشِيُّ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانَا فَاَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں متعہ کی اجازت دی۔

۳۳۱۱۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ عَطَاءٌ قَدِمَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مُعْتَمِرًا فَجِئْنَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَسَاَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ اَشْيَاءَ ثُمَّ ذَكَرُوا الْمُتْعَةَ فَقَالَ نَعَمْ اِسْتَمْتَعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عمرہ کرنے آئے تو ہم ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے لوگوں نے آپ سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا، پھر لوگوں نے متعہ کا مسئلہ چھیڑا، حضرت جابر نے کہا ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں متعہ کیا

۳۳۱۲۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ كُنَّا نَسْتَمْتِعُ بِالْقُبْضَةِ مِنَ التَّمْرِ وَالدَّقِيْقِ الْاَيَّامَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى نَهٰى عَنْهُ عُمَرُ فِيْ شَاْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں ایک مٹھی چھوہاروں یا ایک مٹھی آٹے کے عوض متعہ کر لیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر نے عمرو بن حریث کے واقعہ سے اس کی ممانعت کا اعلان کر دیا۔

۳۳۱۳۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ عَنْ

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ ایک آنے والا

عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فَاَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ اخْتَلَفَا فِی الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ جَابِرٌ فَعَلْنَاهُمَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا۔

آیا اور اس نے کہا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کے درمیان عورتوں سے متعہ اور حج تمتع کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے ساتھ متعہ بھی کیا ہے اور حج تمتع بھی کیا ہے، پھر حضرت عمر نے ہمیں ان دونوں سے منع کر دیا اس کے بعد ہم نے ان دونوں کاموں کو نہیں کیا۔

۳۳۱۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا اَبُوْ عُمَيْسٍ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ اَوْطَاسٍ فِی الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهٰی۔

ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس (فتح مکہ) کے سال ہمیں تین دن متعہ کرنے کی اجازت دی پھر آپ نے اس سے منع کر دیا۔

۳۳۱۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِیِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ اَذِنَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُتْعَةِ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ اِلٰی امْرَاَۃٍ مِّنْ بَنِیْ عَامِرٍ كَاَنَّهَا بَكْرَۃٌ عَيْطَاءُ فَعَرَضْنَا عَلَيْهَا اَنْفُسَنَا فَقَالَتْ مَا تُعْطِیْنِیْ فَقُلْتُ رِدَائِیْ وَقَالَ صَاحِبِیْ رِدَائِیْ وَكَانَ رِدَاءُ صَاحِبِیْ اَجْوَدَ مِنْ رِدَائِیْ وَكُنْتُ اَشَبَّ مِنْهُ فَاِذَا نَظَرَتْ اِلٰی رِدَاءِ صَاحِبِیْ اَعْجَبَهَا وَاِذَا نَظَرَتْ اِلَیَّ اَعْجَبْتُهَا ثُمَّ قَالَتْ اَنْتَ وَرِدَاءُكَ يَكْفِيْنِیْ فَمَكَثْتُ مَعَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ شَیْءٌ مِّنْ هٰذِهِ النِّسَاءِ الَّتِیْ يَتَمَتَّعُ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهَا۔

ربیع بن سبرہ جہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دی تو میں اور ایک شخص بنو عامر کی ایک عورت کے پاس گئے، وہ عورت نوجوان اور دراز گردن تھی۔ ہم نے اس پر اپنے آپ کو پیش کیا وہ کہنے لگی کیا دو گے؟ میں نے کہا میری چادر حاضر ہے، میرا ساتھی بولا میری بھی چادر حاضر ہے اصل میں میرے ساتھی کی چادر میری چادر سے اچھی تھی مگر میں اپنے ساتھی سے زیادہ جوان تھا، وہ عورت جب میرے ساتھی کی چادر دیکھتی تو اس کو پسند کرتی اور جب میری طرف دیکھتی تو میں اسے اچھا لگتا، پھر مجھ سے کہنے لگی تو اور تیری چادر مجھے کافی ہے! پھر میں اس کے پاس تین دن رہا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا جس کے پاس متعہ والی عورتیں ہوں وہ ان کو چھوڑ دے۔

۳۳۱۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ ابْنُ

ربیع بن سبرہ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے فتح مکہ

حسين الجحدري قال نا بشر يعني ابن مفضل قال نا عمارة بن غزية عن الربيع بن سبرة ان اباه غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فتح مكة قال فاقمنا بها خمس عشرة ثلاثين بين ليلة ويوم فاذن لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في متعة النساء فخرجت انا ورجل من قومي ولي عليه فضل في الجمال وهو قريب من الدمامة مع كل واحد منا برد فبردي خلق واما برد ابن عمي فبرد جديد غض حتى اذا كنا باسفل مكة او باعلاها فتلقتنا فتاة مثل البكرة العنطنطة فقلنا هل لك ان يستمتع منك احدنا قالت وما ذا تبذلان فنشر كل واحد برده فجعلت تنظر الى الرجلين ويراها صاحبي ينظر الى عطفها فقال ان برد هذا خلق وبردي جديد غض فتقول برد هذا لا باس به ثلث مرار او مرتين ثم استمتعت منها فلم اخرج حتى حرمها رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

۳۳۱۷۔ حدثنا احمد بن صخر الدارمي قال نا ابو النعمان قال نا وهيب قال نا عمارة بن غزية قال حدثني ربيع بن سبرة الجهني عن ابيه قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح الى مكة فذكر بمثل حديث بشر وزاد قالت وهل يصلح ذاك وفيه

کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ان کے والد نے کہا کہ ہم مکہ میں پندرہ دن ٹھہرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دے دی، میں اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ گیا مجھے اپنے ساتھی پر خوبصورتی کی فضیلت حاصل تھی اور میرا ساتھی بدصورتی کے قریب تھا، ہم دونوں میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک چادر تھی مگر میری چادر پرانی تھی اور اس کی چادر نئی اور اچھی تھی، جب ہم مکہ کی ایک جانب پہنچے تو ایک عورت سے ملاقات ہوئی وہ عورت جوان تندرست اور دراز گردن تھی ہم نے اس سے کہا تم ہم میں سے ایک کے ساتھ متعہ کر سکتی ہو؟ اس عورت نے کہا تم کیا خرچ کرو گے؟ ہم میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی چادر دکھا دی، وہ عورت ہم دونوں کو بغور دیکھنے لگی۔ میرا ساتھی اس کی توجہ کا منتظر تھا، کہنے لگا اس کی چادر پرانی ہے اور میری چادر نئی اور عمدہ ہے، اس عورت نے دو یا تین بار کہا اس کی چادر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے اس عورت سے متعہ کیا، پھر میں اس عورت کے پاس سے اس وقت تک نہیں گیا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام نہیں کر دیا۔

ربیع بن سبرہ جہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ گئے اس کے بعد حسب سابق ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس عورت نے کہا کیا یہ ٹھیک ہے؟ اور اس کے ساتھی نے کہا اس کی چادر پرانی اور بے کار ہے۔

قَالَ اِنَّ بُرْدَ هٰذَا خَلَقٌ مَحٌّ۔

۳۳۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيْعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهَا وَلَا تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا۔

ربیع بن سبرہ جہنی کہتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک متعہ کو حرام کر دیا ہے پس جس شخص کے پاس متعہ والی عورت ہو وہ اس کو چھوڑ دے اور جو کچھ اس عورت کو دے چکے ہو وہ اس سے واپس نہ لو۔

۳۳۱۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

اسی سند کے ساتھ روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کعبہ کے رکن اور دروازے کے درمیان کھڑے ہوئے فرما رہے تھے... حسب سابق روایت ہے۔

۳۳۲۰۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُتْعَةِ عَامَ الْفَتْحِ حِيْنَ دَخَلْنَا مَكَّةَ ثُمَّ لَمْ نَخْرُجْ حَتّٰى نَهَانَا عَنْهَا۔

عبد الملک بن ربیع بن سبرہ جہنی اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ میں داخل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کا حکم دیا پھر مکہ سے واپس ہونے سے پہلے آپ نے ہمیں متعہ سے منع فرما دیا۔

۳۳۲۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الرَّبِيْعِ ابْنِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ رَبِيْعَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال اپنے اصحاب کو عورتوں سے متعہ کرنے کا حکم دیا، میں اور بنو سلیم سے میرا ایک ساتھی گئے، حتیٰ کہ ہمیں بنو عامر کی ایک لڑکی ملی،

نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ اَمَرَ اَصْحَابَهُ بِالتَّمَتُّعِ مِنَ النِّسَآءِ قَالَ فَخَرَجْتُ اَنَا وَصَاحِبٌ لِّي مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ حَتّٰى وَجَدْنَا جَارِيَةً مِّنْ بَنِي عَامِرٍ كَاَنَّهَا بَكْرَةٌ عَيْطَآءُ فَخَطَبْنَاهَا اِلٰى نَفْسِهَا وَعَرَضْنَا عَلَيْهَا بُرْدَيْنَا فَجَعَلَتْ تَنْظُرُ فَتَرَانِي اَجْمَلَ مِنْ صَاحِبِي وَتَرٰى بُرْدَ صَاحِبِي اَحْسَنَ مِنْ بُرْدِي فَآمَرَتْ نَفْسَهَا سَاعَةً ثُمَّ اخْتَارَتْنِي عَلٰى صَاحِبِي فَكُنَّ مَعَنَا ثَلَاثًا ثُمَّ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِهِنَّ۔

وہ نوجوان اور کنواری لگتی تھی، ہم نے اس سے متعہ کی درخواست کی اور اس پر اپنی اپنی چادریں پیش کیں، کبھی وہ لڑکی مجھے غور سے دیکھتی کیونکہ میں اپنے ساتھی سے زیادہ خوبصورت تھا۔ اور کبھی میرے ساتھی کی چادر کو دیکھتی کیونکہ اس کی چادر میری چادر سے زیادہ اچھی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر میرے ساتھی کے مقابلہ میں مجھے پسند کر لیا، وہ لڑکی میرے ساتھ تین دن رہی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ والی عورتوں سے علیحدہ ہونے کا حکم دے دیا۔

۳۳۲۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ۔

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرما دیا تھا۔

۳۳۲۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ الْفَتْحِ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ۔

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرما دیا تھا۔

۳۳۲۴۔ وَحَدَّثَنِيْهِ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ قَالَ اَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ زَمَانَ الْفَتْحِ مُتْعَةِ النِّسَآءِ وَاَنَّ اَبَاهُ كَانَ تَمَتَّعَ بِبُرْدَيْنِ اَحْمَرَيْنِ۔

ربیع بن سبرہ جہنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے زمانہ میں عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرما دیا تھا اور ان کے والد نے دو سرخ چادروں کے عوض متعہ کیا تھا۔

۳۳۲۵ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَامَ بِمَكَّةَ فَقَالَ اِنَّ نَاسًا اَعْمَى اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ كَمَا اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ يُفْتُوْنَ بِالْمُتْعَةِ يُعَرِّضُ بِرَجُلٍ فَنَادَاهُ فَقَالَ اِنَّكَ لَجِلْفٌ جَافٍ فَلَعَمْرِيْ لَقَدْ كَانَتِ الْمُتْعَةُ تُفْعَلُ فِيْ عَهْدِ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ يُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَجَرِّبْ بِنَفْسِكَ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَاَرْجُمَنَّكَ بِاَحْجَارِكَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ خَالِدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ بْنِ سَيْفِ اللّٰهِ اَنَّهُ بَيْنَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَجُلٍ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَاهُ فِي الْمُتْعَةِ فَاَمَرَهُ بِهَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَهْلًا قَالَ مَا هِيَ وَاللّٰهِ لَقَدْ فُعِلَتْ فِيْ عَهْدِ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ قَالَ ابْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ اِنَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ لِمَنِ اضْطُرَّ اِلَيْهَا كَالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيْرِ ثُمَّ اَحْكَمَ اللّٰهُ الدِّيْنَ وَنَهٰى عَنْهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ رَبِيْعُ ابْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ اَنَّ اَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدْ كُنْتُ اسْتَمْتَعْتُ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ امْرَاَةٍ مِّنْ بَنِيْ عَامِرٍ بِبُرْدَيْنِ اَحْمَرَيْنِ ثُمَّ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُتْعَةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَسَمِعْتُ رَبِيْعَ

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ میں کھڑے ہوئے فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کے دلوں کو اس طرح اندھا کر دیا ہے جس طرح ان کی آنکھیں اندھی ہیں، یہ لوگ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، حضرت ابن الزبیر ایک شخص پر طنز کر رہے تھے اس شخص نے حضرت ابن الزبیر سے باآواز بلند کہا تم بے وقوف اور کم علم ہو، مجھے اپنی زندگی کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں متعہ کیا جاتا تھا۔ حضرت ابن الزبیر نے کہا تم متعہ کر کے دیکھو میں تم کو سنگسار کرا دوں گا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ خالد بن مہاجر بن سیف اللہ نے مجھے خبر دی کہ میں ایک شخص کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسی اثناء میں ایک آدمی آیا اور اس نے اس شخص سے متعہ کا حکم دریافت کیا، اس شخص نے اس کو متعہ کی اجازت دے دی۔ حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا ٹھہرو! اس شخص نے کہا کیا بات ہے؟ قسم بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں متعہ کیا ہے، حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا ابتداء اسلام میں ضرورت کی وجہ سے متعہ کی اجازت تھی۔ جیسے ضرورت کے مطابق مردار، خون اور خنزیر کی اجازت ہوتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو محکم کر دیا اور متعہ سے منع فرما دیا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے ربیع بن سبرہ جہنی نے بتایا کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بنو عامر کی ایک عورت سے دو سرخ چادروں کے عوض متعہ کیا تھا، پھر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے روک دیا، ابن شہاب کہتے ہیں کہ میرے سامنے ربیع بن سبرہ نے یہ حدیث عمر بن عبد العزیز کو سنائی۔

بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ ذٰلِكَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَاَنَا جَالِسٌ۔

۳۳۲۶ - وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَبْلَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيْعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَقَالَ اَلَا اِنَّهَا حَرَامٌ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ كَانَ اَعْطٰى شَيْئًا فَلَا يَاْخُذْهُ۔

ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی ممانعت کر دی اور فرمایا سنو! آج سے قیامت تک کے لیے متعہ حرام ہے اور جس شخص نے متعہ کے عوض کچھ دیا ہے وہ اس میں سے واپس نہ لے

۳۳۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔

۳۳۲۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ سَمِعَ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لِفُلَانٍ اِنَّكَ رَجُلٌ تَائِهٌ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا تو ایک ایسا شخص ہے جو راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (متعہ سے) منع فرمایا ہے۔

۳۳۲۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَسَنٍ وَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے ہمیں منع فرما دیا تھا۔

عَبْدِ اللّٰهِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِمَا عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ نِکَاحِ الْمُتْعَةِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ۔

۳۳۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِمَا عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یُلَیِّنُ فِیْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ مَهْلًا یَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهَا یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ۔

محمد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا عورتوں سے متعہ کے مسئلہ میں نرم گوشہ رکھتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: اے ابن عباس ٹھہرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کو کھانے سے منع فرمادیا تھا۔

۳۳۳۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ اَبِیْهِمَا اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ یَقُوْلُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ۔

محمد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت ابن عباس سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔

فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ پر استدلال

فقہ جعفری میں متعہ کو جائز قرار دیا ہے اور متعہ کرنے والے کے لیے مغفرت اور اجر وثواب کی بشارت ہے۔ شیخ کلینی متعہ پر استدلال کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

عن ابی بصیر قال: سالت ابا جعفر علیہ السلام عن المتعۃ فقال نزلت فی القرآن فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ ولاجناح علیکم فیما تراضیتم بہ

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ متعہ کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: تم نے عورتوں سے جو متعہ کیا ہے ان سے جسمانی لذت حاصل

من بعد الفریضۃ ۔
(نساء : ۲۴)

کی ہے) توان کو اس کا معاوضہ ادا کرو اور اگر معاوضہ مقرر کرنے کے بعد تم کسی مقدار کی ادائیگی پر باہم رضامند ہو جاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاء اہل سنت کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی بیوی سے عمل ازدواج کا فائدہ حاصل کر لو خواہ ایک بار ہی ہو تو تم پر اس کا پورا مہر ادا کرنا لازم ہے اور مہر مقرر ہونے کے بعد اگر تم باہمی رضامندی سے مہر کی مقدار کم یا زیادہ کر دو یا مہر کو بالکل ساقط کر دو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس آیت کے سیاق و سباق میں ازدواج کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔
(سعیدی غفرلہٗ)

عن عبد اللہ بن سلیمان قال: سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول کان علی علیہ السلام یقول لولا ما سبقنی بہ بنو الخطاب ما زنی الا شقی۔[1]

عبد اللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ ابو جعفر علیہ السلام نے بیان کیا کہ علی علیہ السلام فرماتے تھے اگر بنو الخطاب مجھ پر سبقت حاصل نہ کرتے تو کوئی بدبخت ہی زنا کرتا۔

(یعنی اگر حضرت عمر متعہ کے منسوخ ہونے کو قرآن اور حدیث سے واضح نہ کرتے اور متعہ کی ممانعت پر سختی سے عمل نہ کراتے تو زنا بالکل ختم ہو جاتا اور سوائے ازلی بدبخت کے اور کوئی زنا نہ کرتا کیونکہ جو شخص بھی باہمی رضامندی سے زنا کرنا چاہتا وہ بجائے زنا کے متعہ کر لیتا کیونکہ اجرت اور وقت کے تعین کے بعد زنا اور متعہ میں سوائے نام کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ کی فضیلت

فقہ جعفری سے دلائل نقل کرنے کے بعد اب ہم بیان کر رہے ہیں کہ فقہ جعفری میں متعہ پر کتنا اجر و ثواب ملتا ہے، شیخ قمی روایت کرتے ہیں:

روی صالح بن عقبۃ عن ابیہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ للمتمتع ثواب؟ قال: ان کان یرید بذلک وجہ اللہ تعالیٰ وخلافا علی من انکرھا لم یکلمھا کلمۃ الا کتب اللہ لہ بھا حسنۃ ولم یمد یدہ الیھا الا کتب اللہ لہ حسنۃ، فاذا دنی منھا غفر اللہ تعالیٰ لہ بذلک ذنبا فاذا اغتسل غفر اللہ لہ بقدر ما مر من الماء علی شعرہ قلت بعدد الشعر قال نعم بعدد الشعر۔[2]

عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا کیا متعہ کرنے والے کو اجر ملتا ہے؟ انھوں نے کہا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور منکرین کی مخالفت کے لیے متعہ کرے تو اجر ملے گا جب وہ عورت سے بات کرے گا تو ایک نیکی ملے گی، اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو دوسری نیکی ملے گی اور جب اس سے مقاربت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ بخش دے گا اور جب وہ غسل کرے گا تو اس کے جسم کے بالوں کے برابر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۹ ھ، الفروع من الکافی، ج ۵ ص ۴۴۸، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۲ ھ
[2] " " " " الفروع من الکافی، ج ۵ ص ۴۴۸ " "
[3] شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی متوفی ۳۸۱ ھ، من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۹۵، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۱ ھ

فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ کے احکام

فقہ جعفریہ کی روشنی میں جس عورت سے نفسانی خواہش پوری کرنی مقصود ہو اس سے متعہ کر لیا جائے اور متعہ کا رکن یہ ہے کہ عورت سے وقت اور مدت کا تعین کیا جائے کہ کتنے پیسوں کے عوض وہ عورت کتنے وقت کے لیے اپنا جسم حوالے کرے گی، وقت پورا ہو جانے کے بعد متعہ از خود ختم ہو جاتا ہے طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ممتوعہ عورت کے لیے مسلمان یا اہل کتاب ہونا ضروری نہیں ہے مجوسی عورت سے بھی متعہ ہو سکتا ہے، عقد متعہ کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ممتوعہ عورتوں میں تعداد کی کوئی حد ہے حتیٰ کہ بیک وقت ستر عورتوں سے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے، ممتوعہ عورت وراثت کی حقدار نہیں ہوتی نہ متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے، ان احکام کے ثبوت میں ائمہ جعفریہ کی حسب ذیل روایات ہیں:

شیخ ابوجعفر طوسی بیان کرتے ہیں:

عن زرارۃ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: لا تکون متعۃ الا بأمرین بأجل مسمی و بأجر مسمی۔ [1]

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا متعہ صرف دو چیزوں سے منعقد ہوتا ہے، مدت کا تعین ہو اور اجرت کا تعین ہو۔

شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر طوسی روایت کرتے ہیں:

عن محمد بن اسماعیل عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام قال: قلت لہ الرجل یتزوج متعۃ سنۃ و اقل و اکثر قال: اذا کان بشیء معلوم الی اجل معلوم قال: قلت وتبین بغیر طلاق قال: نعم۔ [2]

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے پوچھا ایک شخص ایک سال یا اس سے کم یا زیادہ کے لیے متعہ کر سکتا ہے؟ کہا جب مدت اور اجرت معلوم ہو تو کر سکتا ہے، میں نے پوچھا کیا وہ اس سے بغیر طلاق کے علیحدہ ہو جاتی ہے؟ کہا ہاں!

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عمیر عن ہشام بن سالم قال: قلت کیف یتزوج المتعۃ؟ قال تقول یا امۃ اللہ اتزوجک کذا وکذا یوما بکذا وکذا درھما فاذا مضت تلک الایام کان طلاقھا فی شرطھا ولا عدۃ لھا علیک۔ [3]

ابو عمیر کہتے ہیں میں نے ہشام بن سالم سے متعہ کا طریقہ پوچھا انہوں نے کہا تم یوں کہو اے اللہ کی بندی میں اتنے پیسوں کے عوض اتنے دنوں کے لیے تم سے متعہ کرتا ہوں، جب وہ ایام گذر جائیں گے تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور اس کی کوئی عدت نہیں ہے۔

شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر طوسی روایت کرتے ہیں:

---

[1] شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

[2] 〃 〃 〃، استبصار ج ۳ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۰ھ

[3] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۵ ص ۴۵۶-۴۵۵، مطبوعہ 〃 〃 ۱۳۶۲ھ

عن منصور الصیقل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا بأس بالرجل ان یتمتع بالمجوسیۃ۔ [1]

منصور صیقل بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مجوسی (آتش پرست) عورت سے متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شیخ الطائفہ روایت کرتے ہیں:

عن عبید بن زرارۃ عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال، ذکر لہ المتعۃ اھی من الاربع قال: تزوج منھن الفا فانھن مستاجرات۔ [2]

زرارہ کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا متعہ صرف چار عورتوں سے کیا جا سکتا ہے؟ انھوں نے کہا متعہ اجرت کے عوض ہوتا ہے خواہ ہزار عورتوں سے کر لو۔

شیخ قمی روایت کرتے ہیں:

وسألہ محمد بن النعمان الاحول فقال: ادنی ما یتزوج بہ الرجل متعۃ؟ قال کفین من بر یقول لھا تزوجنی نفسک متعۃ علی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ نکاحا غیر سفاح علی ان لا ارثک ولا ترثنی ولا اطلب ولدک الی اجل مسمی فان بدالی زدتک وزدتنی۔ [3]

محمد بن نعمان نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا: کم از کم کتنی چیز کے عوض متعہ ہو سکتا ہے؟ انھوں نے کہا دو مٹھی گندم سے، تم اس سے کہو کہ میں تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق متعہ کرتا ہوں جو نکاح ہے زنا نہیں ہے اس شرط پر کہ نہ میں تمہارا وارث ہوں اور نہ تم میری وارث ہو نہ میں تم سے اولاد کا مطالبہ کروں گا یہ نکاح ایک معین مدت تک ہے پھر اگر میں نے چاہا تو میں اس مدت میں اضافہ کر دوں گا اور تم بھی اضافہ کر دینا۔

اور شیخ الطائفہ نے عمر بن حنظلہ کی روایت میں لکھا ہے:

ولیس بینھما میراث۔ [4]

متعہ میں فریقین کے درمیان میراث نہیں ہوتی۔

شیخ روح اللہ خمینی متعہ کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۲۴۲۱) متعہ والی عورت اگرچہ حاملہ ہو جائے خرچ کا حق نہیں رکھتی۔

(۲۴۲۲) متعہ والی عورت (چار راتوں میں سے ایک رات) ایک بستر پر سونے اور شوہر سے ارث پانے اور شوہر بھی اس کا وارث بننے کا حق نہیں رکھتا۔

(۲۴۲۳) متعہ والی عورت کو اگرچہ علم نہ ہو کہ وہ اخراجات اور اکٹھا سونے کا حق نہیں رکھتی تب بھی اس کا عقد صحیح ہے اور

---

[1] شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۵ھ۔

[2] " " " ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۷، " "

[3] شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین قمی متوفی ۳۸۱ھ، من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۹۴، " " ۱۳۶۱ھ۔

[4] شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۵۳، " " ۱۳۶۵ھ۔

نہ جاننے کی وجہ سے بھی شوہر پر کوئی حق نہیں رکھتی۔[1]

علامہ نووی شافعی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں متعہ کے متعلق صحیح مسلم میں مختلف روایات ہیں، اس میں ایک روایت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو متعہ کی ممانعت کر دی، اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے دن متعہ کی ممانعت کی، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ سے اباحت متعہ کے متعلق احادیث مروی ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہم سے اباحت متعہ کے بارے میں احادیث مروی ہیں لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وطن میں تمتع کی اجازت دی گئی ہو۔ ان تمام احادیث میں یہ ہے کہ متعہ کی اجازت سفر میں دی گئی تھی جہاں ان صحابہ کی عورتیں نہیں تھیں جبکہ وہ گرم علاقے تھے اور عورتوں کے بغیر ان کا رہنا مشکل تھا۔ اس سبب سے جہاد کے مواقع پر بربناء ضرورت متعہ کی اجازت دی گئی، اور حضرت ابن ابی عمر کی روایت میں یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں ضرورت کی بناء پر متعہ کی اجازت تھی۔ جیسے ضرورت کے وقت مردار کا کھانا مباح ہو جاتا ہے، سلمہ بن اکوع نے فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی اباحت روایت کی ہے اسی طرح حضرت سبرہ بن معبد نے روایت کیا ہے اور انھوں نے یہ تصریح کی ہے کہ اسی دن سے متعہ حرام کر دیا گیا، حضرت علی کی روایت میں فتح مکہ سے پہلے جنگ خیبر کے دن حرمت متعہ کی روایت بیان کی گئی ہے۔ اسحاق بن راشد نے زہری سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر متعہ کو حرام کیا گیا، مؤطا امام مالک میں یوم خیبر کے وقت حرمت کی روایت ہے اور سنن ابو داؤد میں حجۃ الوداع کے وقت ممانعت کی روایت ہے، تاہم صحیح یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر متعہ کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اس کی حرمت کو تاکیداً دہرایا ہے۔

صحیح اور صواب یہ ہے کہ متعہ کی تحریم اور اباحت دو بار واقع ہوئی، خیبر سے پہلے مباح تھا پھر خیبر کے موقع پر حرام کیا گیا، پھر فتح مکہ کے دن مباح کیا گیا اور یہی یوم اوطاس ہے پھر قیامت تک کے لیے متعہ حرام کر دیا گیا اور اس کی حرمت قائم رہی، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ متعہ میں ایک مدت کے لیے عقد ہوتا ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور بغیر طلاق کے اس میں انقطاع ہو جاتا ہے اور سوائے شیعہ کے تمام علماء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے، حضرت ابن عباس سے متعہ کی اباحت منقول ہے لیکن ان سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا۔[2]

صحیح مسلم میں حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد اسانید کے ساتھ یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر قیامت تک کے لیے متعہ حرام کر دیا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں متعہ کیا ہے یہ اس پر محمول ہے کہ ان تک حرمت متعہ کے احکام نہیں پہنچے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی اچھی طرح تبلیغ کرنے کے بعد متعہ کی حرمت اور ممانعت پر سختی سے عمل کرایا اور بدکاری کے ارتکاب کے لیے اس چور دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

---

[1] شیخ روح اللہ خمینی، توضیح المسائل اردو، ۳۶۹، ۳۶۸، مطبوعہ سازمان تبلیغات

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

علامہ وشتانی مالکی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ ابن عربی کہتے ہیں کہ متعہ اولاً مباح کیا گیا پھر حرام کیا گیا۔ پھر مباح کیا گیا پھر حرام کیا گیا اباحت اولی یہ ہے کہ شروع اسلام میں لوگ اپنی عادت کے مطابق متعہ کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے سکوت فرمایا پھر خیبر کے موقع پر متعہ حرام کر دیا گیا جیسا کہ احادیث میں ہے پھر حضرت جابر کی روایت کے مطابق فتح مکہ کے دن متعہ پھر مباح کیا گیا پھر چند دن بعد قیامت تک کے لیے متعہ حرام کر دیا گیا جیسا کہ حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اصحاب مالک کے درمیان اس چیز میں اختلاف ہے کہ متعہ کرنے والے پر آیا وہ حد لگائی جائے گی جو کنوارے زانی پر لگائی جاتی ہے یا وہ حد لگائی جائے گی جو شادی شدہ زانی پر لگائی جاتی ہے یا عقد میں شبہ کا فائدہ دیتے ہوئے اس سے حد ساقط کر دی جائے گی البتہ اس کو سخت سزا دی جائے گی، امام مالک سے یہی مروی ہے[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جس عقد میں مدت اور معاوضہ کا تعین ہو اس کو متعہ کہتے ہیں خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول (جیسے فصل کی کٹائی تک عقد کیا جائے) امام احمد نے تصریح کی ہے کہ متعہ حرام ہے۔ علامہ ابو بکر نے کہا ہے کہ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ متعہ مکروہ ہے کیونکہ ابن منصور کے جواب میں امام احمد نے فرمایا میرے نزدیک متعہ سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے علامہ ابو بکر کے علاوہ باقی اصحاب نے امام احمد سے ممانعت اور تحریم کی روایت کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اس مسئلہ میں امام احمد سے صرف ایک روایت ہے اور وہ تحریم کی ہے، جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے تحریم متعہ کی احادیث مروی ہیں۔ علامہ ابن عبد البر نے فرمایا اہل مدینہ میں سے امام مالک، اہل کوفہ میں سے امام ابو حنیفہ، اہل شام میں سے امام اوزاعی اور اہل مصر میں سے امام شافعی اور امام لیث کا اس پر اتفاق ہے کہ متعہ حرام ہے، البتہ امام زفر نے یہ کہا ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے اور تعیین مدت کی شرط باطل ہے۔

حضرت ابن عباس کا نظریہ یہ تھا کہ متعہ جائز ہے اور ان کے تلامذہ میں سے عطاء، طاؤس، ابن جریج کا بھی یہی خیال ہے، حضرت جابر اور حضرت ابو سعید خدری سے بھی جواز کی روایت ہے، شیعہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو متعہ جائز تھے عورتوں سے متع اور حج کا متعہ (تمتع) کیا میں ان سے منع کر دوں گا اور ان پر سزا دوں گا؟ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ کرائے کی طرح ایک عقد منفعت ہے۔

تحریم متعہ پر جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ربیع بن سبرہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ میرے باپ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں متعہ سے منع فرما دیا، اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا، (سنن ابو داؤد) اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! میں نے تم کو متعہ کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کے لیے متعہ کو حرام کر دیا ہے اور مؤطا امام امالک اور سنن نسائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت اور عورتوں سے متعہ کی ممانعت کر دی، بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے خیبر کے دن منع کیا، اور عورتوں سے متعہ کرنے کو منع فرمایا؛ اور اس کا وقت نہیں بیان کیا اور ربیع بن سبرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر منع فرمایا (بلکہ فتح مکہ کے موقع پر ابدی ممانعت فرمائی اور حجۃ الوداع کے موقع پر اس ممانعت کو تاکیداً دہرایا جیسے قتل وغیرہ اور دیگر کاموں کی حرمت کو آپ نے اس موقعہ پر دہرایا۔ سعیدی) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے موقعہ پر متعہ کو حرام کیا اور فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے متعہ کو مباح کیا اور پھر قیامت تک کے لیے حرام کر دیا، متعہ کی حرمت اس وجہ سے بھی ہے کہ طلاق، ظہار، لعان اور وراثت وغیرہ نکاح کے احکام میں سے متعہ میں کوئی حکم نہیں ہے اس لیے باقی باطل نکاحوں کی طرح یہ بھی باطل نکاح ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے متعہ کے جواز کے قول سے رجوع کر لیا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا خون، مردار اور خنزیر کے گوشت کی طرح متعہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی اور پھر اس کو منسوخ کر دیا۔ [1]

علامہ سرخسی حنفی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک غزوہ میں جب صحابہ پر ازواج سے علیحدگی بہت شاق ہو گئی تو آپ نے تین دن کے لیے متعہ کو مباح کر دیا پھر آپ نے متعہ سے ممانعت کر دی، متعہ کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ میں تجھ سے اتنے پیسوں کے عوض اتنی مدت کے لیے فائدہ حاصل کروں گا اور یہ ہمارے نزدیک باطل ہے اور امام مالک بن انس کے نزدیک جائز ہے (امام مالک کے نزدیک متعہ جائز نہیں ہے جیسا کہ ہم علامہ وشتانی مالکی سے نقل کر چکے ہیں اور عنقریب مدونہ سے امام مالک کی تصریح پیش کریں گے، علامہ شمس الدین سرخسی کو اس معاملہ میں تسامح ہوا ہے۔ سعیدی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے اور ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن "تم نے اپنی بیویوں سے جو فائدہ اٹھایا ہے تو ان کو اس کی اجرت (مہر) ادا کر دو" اور اس لیے کہ اس پر اتفاق ہے کہ پہلے متعہ مباح تھا اور جو حکم ثابت ہو جب تک اس کا نسخ ظاہر نہ ہو وہ ثابت ہی رہتا ہے، لیکن احادیث مشہورہ سے اس کا منسوخ ہونا ظاہر ہو چکا ہے، محمد بن حنفیہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی، سنو! اللہ اور اس کا رسول تم کو متعہ سے منع کرتے ہیں اور حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے لیے متعہ مباح کر دیا اس کے بعد حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے متعہ کا واقعہ بیان کیا اور کہا جب میں نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی "سنو! اللہ اور اس کا رسول تم کو متعہ سے منع کرتے ہیں" اس کے بعد لوگ اس سے رک گئے پھر متعہ میں مطلقاً اباحت ثابت نہیں ہوئی تھی

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۷، ص ۱۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

بلکہ متعہ میں تین دن کی مقید اباحت ثابت ہوئی تھی اور تین دن پورے ہونے کے بعد متعہ کی اباحت باقی نہیں رہی کہ اس کے لیے ناسخ کی ضرورت ہو، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متعہ کو طلاق، عدت اور میراث کی آیات نے منسوخ کر دیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اگر تم نے متعہ کیا تو میں تم کو رجم کر دوں گا، اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے متعہ اور صرف سے رجوع کر لیا تھا، پس اجماع صحابہ سے متعہ کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی، والذین ھم لفروجھم حافظون الایۃ "وہ لوگ جو ازواج اور اپنی باندیوں کے سوا اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں" اور جس عورت سے متعہ کیا جائے وہ زوجہ نہیں ہے اور نہ ہی باندی ہے، زوجہ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ وارث ہوتی ہے نہ اس پر طلاق ہوتی ہے اور نہ اس کے ساتھ ایلاء ہوتا ہے اور زوجہ کے ساتھ یہ تمام معاملات ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں جو ہے فما استمتعتم بہ منھن الایۃ اس سے مراد ازواج ہیں جیسا کہ اس آیت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے [1]

متعہ کے عدم جواز اور بطلان پر امام مالک کی تصریح

شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک متعہ جائز ہے اور غالباً انھیں کو دیکھ کر علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے بھی یہی لکھا ہے:

وقال مالک رحمہ اللہ ھو جائز [2]

امام مالک نے کہا ہے کہ متعہ جائز ہے۔

غالباً اس تسامح کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے مالکیہ کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی بیان مذاہب میں صاحب ہدایہ کا تسامح ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں اب ہم مدونہ سے امام مالک کا قول پیش کر رہے ہیں۔

علامہ ابن سحنون تنوخی، امام ابن قاسم سے روایت کرتے ہیں:

(قلت) ارءیت اذا تزوج امراۃ باذن ولی بصداق قد سماہ تزوجھا الی شھر او سنۃ او سنتین ایصلح ھذا النکاح (قال) قال مالک ھذا النکاح باطل اذا تزوجھا الی اجل من الاجال فھذا النکاح باطل (الی قولہ) قلت ارایت ان قال اتزوجک شھرا یبطل النکاح ام یجعل النکاح صحیحا ویبطل الشرط (قال) قال مالک النکاح باطل یفسخ وھذہ المتعۃ

امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا یہ بتلائیے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے اس کے ولی کی اجازت سے مہر مقرر کر کے ایک ماہ، ایک سال یا دو سال کی مدت کے لیے نکاح کرے تو آیا یہ جائز ہے؟ امام مالک نے فرمایا یہ نکاح باطل ہے، جب کوئی شخص کسی مدت معین کے لیے نکاح کرے تو وہ نکاح باطل ہے۔ امام ابن قاسم کہتے ہیں میں نے کہا یہ بتلائیے کہ جب کوئی شخص کسی مدت کے لیے نکاح کرے تو آیا

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۱۵۲-۱۵۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

و قد ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریمھا۔ [۱]

سرے سے نکاح باطل ہے یا نکاح ہو جائے گا اور مدت کی شرط باطل ہے، امام مالک نے فرمایا نکاح ہی باطل ہے اور وہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ یہ متعہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی تحریم ثابت ہے۔

علامہ ابن ہمام نے بھی صاحب ہدایہ کے اس تسامح کا بیان کیا ہے لکھتے ہیں:

نسبتہ الی مالک غلط۔ [۲]

امام مالک کی طرف جواز متعہ کی نسبت کرنا غلط ہے

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن متعۃ النساء واکل لحوم الحمر الانسیۃ۔ [۳]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

علامہ ابو الولید باجی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ابتداء اسلام میں متعہ مباح تھا حضرت ابن عباس کو اباحت کا علم تھا اور تحریم کا علم نہیں تھا، حضرت علی نے ان کے سامنے اباحت کا انکار کیا اور انہیں تحریم کی خبر دی۔ [۴]

حرمت متعہ پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم۔ (النساء: ۳)

جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، اور اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ ان کے درمیان انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک نکاح کرو یا اپنی کنیزوں پر اکتفاء کرو۔

یہ آیت سورۂ نساء سے لی گئی ہے جو مدنی سورت ہے، اور ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقضاء شہوت کی صرف دو جائز صورتیں بیان فرمائی ہیں، کہ وہ ایک سے چار تک نکاح کر سکتے ہیں، اور اگر ان میں عدل قائم نہ رکھ سکیں تو پھر اپنی باندیوں سے نفسانی خواہش پوری کر سکتے ہیں اور بس! اگر متعہ بھی قضاء شہوت کی جائز شکل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ان دو صورتوں کے ساتھ ذکر فرما دیتا اور اس جگہ متعہ کا بیان نہ کرنا ہی اس بات کا بیان ہے کہ وہ جائز نہیں ہے۔ اوائل اسلام سے لے کر فتح مکہ تک متعہ کی جو شکل معمول اور مباح تھی اس آیت کے ذریعہ

---

[۱] علامہ سحنون بن سعید تنوخی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبری ج ۲ ص ۱۲۰ - ۱۵۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ
[۲] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[۳] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۳۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور
[۴] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۳۳۴، دار الفکر العربی، بیروت۔

اس کو منسوخ کر دیا گیا۔

شیعہ حضرات کو اگر شبہ ہو کہ اس آیت میں لفظ نکاح متعہ کو بھی شامل ہے لہٰذا نکاح کے ساتھ متعہ کا جواز بھی ثابت ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کی حد صرف چار عورتوں تک ہے اور متعہ میں عورتوں کی تعداد کے لیے کوئی قید نہیں ہے' اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ نکاح اور متعہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں نکاح میں عقد دائمی ہوتا ہے اور متعہ میں عقد عارضی ہوتا ہے، نکاح میں منکوحات کی تعداد محدود ہے اور متعہ میں ممتوعات کی کوئی حد نہیں' نکاح میں نفقہ، سکنی، نسب اور میراث لازم ہوتے ہیں اور ایلاء، ظہار، لعان اور طلاق عارض ہوتے ہیں، اور متعہ میں ان میں سے کوئی امر لازم ہے نہ عارض، لہٰذا نکاح اور متعہ دو متضاد حقیقتیں ہیں اور نکاح سے متعہ کا ارادہ غیر معقول ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات (الی قولہ) ذلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم۔ (نساء: ۲۵)

اور جو شخص تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمان کنیزوں سے نکاح کرے اور یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جسے غلبہ شہوت کی وجہ سے اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو، اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اس آیت میں غلبہ شہوت رکھنے والے شخص کے لیے صرف دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں، ایک یہ کہ وہ باندیوں سے نکاح کرے، دوسرا یہ کہ وہ ضبط نفس کرے اور تجرد کی زندگی گزارے، اگر متعہ جائز ہوتا تو کنیزوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اس کو متعہ کی ہدایت دی جاتی، لیکن ایسا نہیں کیا گیا پس معلوم ہوا کہ کوئی شخص متعہ نہیں کر سکتا اسے نکاح ہی کرنا پڑے گا خواہ باندیوں سے کرے اور اگر ان سے بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اسے صبر کرنا پڑے گا۔ متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ۔ (نور: ۳۳)

اور جو لوگ نکاح کی طاقت نہیں رکھتے ان پر لازم ہے کہ وہ ضبط نفس کریں حتی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مبہم الفاظ میں واضح فرما دیا ہے کہ اگر نکاح نہیں کر سکتے تو ضبط نفس کرو، اگر متعہ جائز ہوتا تو نکاح کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں متعہ کی اجازت دے دی جاتی، جب کہ متعہ کی اجازت کی بجائے ضبط نفس کا حکم دیا گیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسلام میں متعہ کے جواز کا کوئی تصور نہیں ہے۔

احادیث سے حرمت متعہ پر استدلال

اس سے پہلے باب کے شروع میں اور اس کی تشریح میں متعہ کے منسوخ ہونے اور اس کی تحریم کے سلسلے میں احادیث کا بیان گذر چکا ہے تاہم چند مزید احادیث بیان کی جاتی ہیں:

عن سبرۃ الجھنی قال خرجنا مع رسول

حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

الله صلی الله علیه وسلم عام الفتح (الی قوله) قال فاستمتع منها فلم نخرج من مكة حتى حرمها رسول الله صلی الله علیه وسلم رواه احمد و رجاله رجال الصحيح ۔[1]

عن جابر بن عبد الله الانصاری قال خرجنا ومعنا النساء اللاتی استمتعنا بهن حتى أتينا ثنية الركاب فقلنا يا رسول الله هؤلاء النسوة اللاتی استمتعنا بهن فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هن حرام الى يوم القيامة فودعننا عند ذلك فسميت عند ذلك ثنية الوداع وما كانت قبل ذلك الا ثنية الركاب رواه الطبرانی فی الاوسط ۔[2]

عن سالم بن عبد الله قال اتى عبد الله بن عمر فقيل له ان ابن عباس يامر بنكاح المتعة فقال ابن عمر سبحان الله ما أظن ابن عباس يفعل هذا قالوا بلى انه يامر به قال وهل كان ابن عباس الا غلاما صغيرا اذ كان رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قال ابن عمر نهانا رسول الله صلی الله علیه وسلم وما كنا مسافحين ۔

رواه الطبرانی فی الاوسط و رجاله رجال الصحيح خلا المعافى بن سليمان وهو ثقة ۔[3]

عن سعيد بن جبير قال قلت لابن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم فتح مکہ کے دن گئے وہاں حضرت سبرہ نے ایک عورت سے متعہ کیا پھر مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا، اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم گئے اور ہمارے ساتھ وہ عورتیں تھیں جن کے ساتھ ہم نے متعہ کیا تھا حتیٰ کہ ہم ثنیۃ الرکاب پر پہنچے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ ہم نے متعہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عورتیں قیامت تک کے لیے حرام ہیں اس جگہ ان عورتوں کو ہم نے الوداع کہا اس وجہ سے اس جگہ کا نام ثنیۃ الوداع پڑ گیا اور اس سے پہلے اس کا نام ثنیۃ الرکاب تھا (طبرانی فی الاوسط)

سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ حضرت ابن عباس متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا میرا گمان ہے کہ حضرت ابن عباس ایسا نہیں کرتے ہوں گے، لوگوں نے کہا نہیں! وہ ایسا ہی کرتے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حضرت ابن عباس بہت چھوٹے تھے پھر حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع کر دیا ہے اور ہم زنا کرنے والے نہیں ہیں، اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں معافی بن سلیمان ہر چند کہ غیر صحاح کا راوی ہے لیکن ثقہ ہے اور باقی کتب صحاح کے راوی ہیں۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۴ " " "

[3] ۔ " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۵ " " "

عباس اتدری ما صنعت وبما افتیت سارت بفتیاك الرکبان (الی قوله) فقال انا لله وانا الیه راجعون ولا ما بهذا افتیت ولا هذا اردت ولا احللت منها الا ما احل الله من المیتة والدم ولحم الخنزیر وفیه الحجاج بن ارطاۃ وهو ثقة ولکنه مدلس وبقیة رجاله رجال الصحیح۔[۱]

کہا کہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے فتویٰ نے کیا گل کھلایا ہے نوجوان آپ کے فتویٰ کی وجہ سے شہوت کے گھوڑے پر سوار ہو گئے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون، نہ میں نے یہ فتویٰ دیا، نہ میرا یہ ارادہ تھا۔ میں نے تو متعہ کو حالتِ اضطرار میں اس طرح مباح کیا تھا جس طرح حالتِ اضطرار میں مردار، خون اور خنزیر کا گوشت مباح ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے لیکن ثقہ راوی ہے باقی راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

عن الحارث بن غزیه قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یوم فتح مکة یقول متعة النساء حرام ثلاث مرات رواه الطبرانی وفیه اسحاق بن عبد الله بن ابی فروۃ وهو ضعیف۔[۲]

حارث بن غزیہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا عورتوں سے متعہ حرام ہے، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند میں اسحاق بن عبد اللہ ایک ضعیف راوی ہے۔

ہر چند کہ اس آخری حدیث میں ایک ضعیف راوی ہے لیکن چونکہ اس کی موید صحیح الاسانید بہت ساری روایات ہیں اس لیے اس کی تقویت ہو گئی اور اس کا ضعف جاتا رہا اور اسی سبب کے پیشِ نظر ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

شیعہ حضرات کی احادیث سے حرمت متعہ پر استدلال

عن زید بن علی عن اٰبائه عن علی علیهم السلام قال: حرم رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم یوم خیبر لحوم الحمر الاهلیة ونکاح المتعة۔[۳]

زید بن علی اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام کر دیا۔

ہو سکتا ہے کہ شیعہ حضرات یہ کہیں کہ اگر خیبر کے دن متعہ حرام کر دیا گیا تھا تو پھر فتح مکہ کے موقع پر متعہ کیوں ہوا، اس کا ایک جواب علامہ ابن قدامہ کے حوالے سے گزر چکا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ متعہ خیبر کے موقع پر ہی حرام کر دیا گیا تھا، فتح مکہ کے موقع پر ضرورت کی وجہ سے تین دن کے لیے عارضی رخصت دی گئی اور پھر حرمت مؤبدہ کر دی گئی۔

---

[۱] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ،

[۲] " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۶ "

[۳] شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۵ھ،

عن زید بن علی عن آبائه عن علی علیہم السلام قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ۔[1]

زید بن علی اپنے اباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام کر دیا۔

اس روایت میں یوم خیبر کی قید نہیں ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوا کہ متعہ کے لیے جو پہلے رخصت دی گئی تھی وہ اس روایت کے بعد منسوخ کر دی گئی، شیخ ابو جعفر طوسی نے اس حدیث سے جان چھڑانے کے لیے یہ لکھا ہے کہ چونکہ یہ حدیث شیعہ حضرات کے اجماعی مؤقف کے خلاف ہے اس لیے اس روایت کا محمل یہ ہے کہ یہ تقیۃً بیان کی گئی ہے، شیعہ حضرات کا یہ بہت پرانا طریقہ ہے کہ ان کی کتابوں میں جو چیز ان کے موقف کے خلاف ہو اس کو تقیہ پر محمول کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ روایت بیان کرنے میں تقیہ کا کیا دخل ہے؟ اگر جان بچانے کے لیے حق کو چھپانا ہی ہے تو آپ خاموش رہیے اور اپنے مخالفین کے خلاف کوئی بات مت کہیے اس بات پر کونسی یقینی اور قطعی شہادت ہے کہ زید بن علی نے جان بچانے کے لیے یہ روایت تقیۃً بیان کی تھی اور اگر یہ روایت بیان نہ کرتے تو ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا! اس بے بنیاد مفروضہ کی وجہ سے اس حدیث کو کیوں ترک کیا جائے، جو قرآن مجید کی متعدد آیات کے مطابق ہے، اصول کافی میں ہے، من لا تقیۃ لہ لا دین لہ[2] "جو آدمی تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے" اگر ایسا ہی ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر کے کیوں جان نہیں بچائی؟ حضرت مسلم بن عقیل نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے اور تقیۃً حضرت حسین کو برا بھلا کہہ کر اپنی جان کیوں نہیں بچائی؟ اور حضرت حسین اور ان کے رفقاء نے جو تقیہ کو ترک کیا تو انہیں کیا کہا جائے گا؟ تقیہ کا اصول تو شہادت حسین کی تمام تر عظمت کو ختم کر کے اس کو بے دینی سے بدل دیتا ہے، العیاذ باللہ!

اس موضوع پر مقالات سعیدی میں بھی ایک مبسوط مقالہ ہے۔ جس میں اس پہلو سے بحث کی گئی ہے کہ بعض قرأت میں 'الی اجل مسمی' کے الفاظ ہیں اور اس سے متعہ ثابت ہوتا ہے، ہم نے یہاں اس بحث کو اس لیے نہیں چھیڑا کہ مقالات سعیدی میں ہم اس بحث کو مکمل بیان کر چکے ہیں۔

بَابُ تَحْرِيمِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَخَالَتِهَا فِي النِّكَاحِ

پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت

۳۳۳۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بھتیجی اور پھوپھی کو اور بھانجی اور خالہ کو نکاح میں ایک ساتھ نہ جمع کیا جائے۔

[1] شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۹۰ھ
[2] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۲ھ۔

لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔

۳۳۳۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُنَّ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَالْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بھتیجی اور اس کی پھوپھی اور بھانجی اور اس کی خالہ۔

۳۳۳۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ ابْنُ مَسْلَمَةَ مَدَنِيٌّ مِّنَ الْأَنْصَارِ مِنْ وُلْدِ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُنْكَحُ الْعَمَّةُ عَلَى بِنْتِ الْأَخِ وَلَا ابْنَةُ الْأُخْتِ عَلَى الْخَالَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھتیجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے پھوپھی سے نکاح نہ کیا جائے اور خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔

۳۳۳۵۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي قَبِيصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ الْكَعْبِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرَى خَالَةَ أَبِيهَا وَعَمَّةَ أَبِيهَا بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بھتیجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی سے یا بھانجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی خالہ سے نکاح کرے، ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ بیوی کے باپ کی پھوپھی اور بیوی کے باپ کی خالہ کا بھی یہی حکم ہے۔

۳۳۳۶۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى اَنَّهُ كَتَبَ اِلَيْهِ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔

۳۳۳۷ - وَحَدَّثَنِىْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۳۳۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ وَلَا يَسُوْمُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ وَلَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا وَلَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَاِنَّمَا لَهَا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام نہ دے، اور اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور کسی عورت سے نکاح کر کے اس کی پھوپھی اور خالہ سے نکاح نہ کیا جائے اور کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کے برتن کو اپنے لیے خاص کر لے، وہ (بغیر شرط کے) نکاح کر لے جو اس کی تقدیر میں ہے اسے مل جائیگا۔

۳۳۳۹ - وَحَدَّثَنِىْ مُحْرِزُ بْنُ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ عَوْنٍ قَالَ نَا عَلِىُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِىْ هِنْدٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا اَوْ تَسْاَلَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ مَا فِىْ صَحْفَتِهَا فَاِنَّ اللّٰهَ رَازِقُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا خالہ کے ہوتے ہوئے نکاح کیا جائے یا کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا سوال کرے تاکہ اس کے برتن کو اپنے لیے خاص کرے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے۔

۳۳۴۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى وَابْنِ نَافِعٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِىٍّ عَنْ شُعْبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا خالہ کے

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔

نکاح میں ہوتے ہوئے نکاح کیا جائے۔

۳۳۴۱- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے۔

جن رشتوں میں دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ممنوع ہے ان میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۳۳۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر ہے۔ بھتیجی اور پھوپھی کو اور بھانجی اور خالہ کو نکاح میں ایک ساتھ جمع نہ کیا جائے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی حقیقی ہوں یا مجازی ان کو ایک نکاح میں جمع کرنا ممنوع ہے، مجازی پھوپھی کی مثال ہے دادا یا پردادا کی بہن اور مجازی خالہ کی مثال ہے نانی کی بہن، ان کی حرمت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ بعض شیعہ اور خوارج نے ان کے نکاح میں جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: واحل لکم ما وراء ذلکم (النساء ۲۴) "مذکورہ محرمات کے ماسوا تمام عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں" اور مذکورہ محرمات میں پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ خبر واحد سے قرآن مجید کے عموم کو منسوخ کرنا جائز ہے۔ اس لیے اس آیت کا عموم اس حدیث سے منسوخ ہو گیا۔[۱]

قرآن مجید کے عموم کی خبر واحد سے منسوخ ہونے کی بحث

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ہے اور عصر اول میں یہ حدیث صحابہ اور تابعین میں مقبول رہی ہے، اور صحابہ کے ایک جم غفیر مثلاً حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اس آیت کا عموم قطعی نہیں ہے کیونکہ محرمات مذکورہ میں مشرکات اور مجوسیات کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس آیت کے عموم کے اعتبار سے وہ بھی حلال ہو گئیں اور لاتنکحوا المشرکات (بقرۃ ۲۲۱) "مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو" نے ان سے نکاح کو ناجائز قرار دیا اور اس آیت کا عموم منسوخ ہو گیا اس لیے اس آیت کے عموم کی تخصیص ہر چند کہ خبر واحد سے ہے لیکن یہ عموم قطعی نہیں ہے ظنی ہے کیونکہ لاتنکحوا المشرکات سے اس کا عموم پہلے ہی منسوخ ہو چکا ہے اس لیے یہ نسخ اصول احناف کے خلاف نہیں ہے۔[۲]

اس کی پوری بحث مباحث کنز کے ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جن رشتوں میں دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے ان کی تفصیل اور احکام

عالمگیری میں ہے کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح جو دو باندیاں آپس میں بہنیں ہوں ان دونوں کے ساتھ وطی کرنا جائز نہیں ہے، خواہ یہ

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳، ۴۵۲- مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۲۵- ۱۲۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

دونوں نسباً بہنیں ہوں یا دودھ کے رشتہ سے بہنیں ہوں ۔ (سراج وہاج) اور قاعدہ یہ ہے کہ جن دو عورتوں میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے اور ان کے درمیان جانبین سے نکاح حرام ہو، خواہ یہ حرمت دودھ کے رشتہ سے ہو یا نسبی رشتہ سے ۔ ان کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے (محیط) اس لیے بھانجی اور خالہ اور بھتیجی اور پھوپھی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے خواہ یہ رشتہ نسب سے ہو یا دودھ سے البتہ کسی عورت اور اس کے سابقہ خاوند کی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اگر عورت کو مرد فرض کر لیا جائے تو اس لڑکی سے اس کا نکاح جائز ہے ۔ البتہ اس کے برعکس جائز نہیں ہے ۔

اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کر لیا تو دونوں سے اس کی تفریق کر دی جائے گی ، اگر عمل ازدواج سے پہلے تفریق ہو گئی تو ان کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر عمل ازدواج کے بعد تفریق ہوئی ہے تو ان دونوں کو مہر مثل ملے گا اور اگر الگ الگ عقد کے ساتھ ان سے نکاح کیا ہے تو بعد والا نکاح فاسد ہو گا اور اس پر دوسری بہن سے علیحدہ ہونا واجب ہے ، اور اگر قاضی کو علم ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان میں تفریق کر دے ۔ اگر عمل ازدواج سے پہلے ان میں تفریق ہو گئی تو عورت کے لیے کچھ واجب نہیں اور اگر عمل ازدواج کے بعد تفریق ہوئی ہے تو مہر مثلی اور مقرر شدہ مہر میں سے جو کم ہو گا اس کا ادا کرنا واجب ہو گا اور اس عورت پر عدت لازم ہو گی اور نسب ثابت ہو گا اور جب تک بیوی کی بہن کی عدت نہیں پوری ہو گی اس وقت تک وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمل ازدواج سے احتراز کرے گا۔[1]

بَابُ تَحْرِيمِ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ وَكَرَاهَةِ خِطْبَتِهٖ

حالت احرام میں نکاح اور پیغام نکاح کا بیان

٣٣٤٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ بِنْتَ شَيْبَةَ ابْنِ جُبَيْرٍ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ فَحَضَرَ ذٰلِكَ وَهُوَ أَمِيرُ الْحَجِّ فَقَالَ أَبَانٌ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ .

نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ نے طلحہ بن عمر کا بنت شیبہ بن جبیر سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے ابان بن عثمان کے پاس ایک قاصد بھیجا جو اس وقت امیر حج تھے وہ آئے اور انھوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محرم اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا نہ نکاح کا پیغام دے ۔

٣٣٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنِي نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ

نُبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر اپنے لڑکے کی منگنی شیبہ بن عثمان کی بیٹی سے کرنا چاہتے تھے ۔ چنانچہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے انھوں نے

[1] ملا نظام الدین متوفی ١١٥١ھ، عالم گیری ج ١ ص ٢٧٧، ٢٧٨، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، ١٣١٠ھ

بَعَثَنِي عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَعْمَرٍ وَكَانَ يَخْطُبُ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ عَلَى ابْنِهِ فَأَرْسَلَنِي إِلَى أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ فَقَالَ أَلَا أُرَاهُ أَعْرَابِيًّا إِنَّ الْمُحْرِمَ لَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكَحُ أَنَا بِذٰلِكَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مجھے ابان بن عثمان کے پاس بھیجا جو حج کے امیر تھے، انھوں نے (سوال سن کر کہا) میرا گمان ہے کہ وہ اعرابی ہیں، کیونکہ محرم خود اپنا نکاح کر سکتا ہے نہ دوسرے کا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۳۳۴۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى ح قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ مَطَرٍ وَيَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكَحُ وَلَا يَخْطُبُ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم اپنا نکاح کر سکتا ہے نہ کسی اور کا۔ نہ نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔

۳۳۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُحْرِمُ لَا يَنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے۔

۳۳۴۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ نَا أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍ أَرَادَ أَنْ يُنْكِحَ ابْنَهُ طَلْحَةَ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ جُبَيْرٍ فِي الْحَجِّ

نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کی خواہش تھی کہ حج کے دوران اپنے بیٹے طلحہ کا نکاح شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے کر دیں۔ اس زمانہ میں ابان بن عثمان امیر حج تھے، ابان نے مجھے ان کے پاس یہ پیغام دینے کے لیے بھیجا کہ میں طلحہ کا نکاح کرنا چاہتا ہوں، اور میری خواہش ہے کہ آپ بھی اس میں شرکت کریں،

وَاَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ يَوْمَئِذٍ اَمِيْرُ الْحُجَّاجِ فَاَرْسَلَ اِلٰى اَبَانٍ اِنِّىْ قَدْ اَرَدْتُّ اَنْ اُنْكِحَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ فَاُحِبُّ اَنْ تَحْضُرَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ اَبَانٌ اَلَا اَرَاكَ عِرَاقِيًّا جَافِيًا اِنِّىْ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ۔

حضرت ابان نے فرمایا میں تو تجھ کو بے وقوف عراقی سمجھتا ہوں کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم نکاح نہ کرے۔

۳۳۴۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاِسْحَاقُ الْحَنْظَلِىُّ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِى الشَّعْثَاءِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ وَهُوَ مُحْرِمٌ زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ الزُّهْرِىَّ فَقَالَ اَخْبَرَنِىْ يَزِيْدُ بْنُ الْاَصَمِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ نَكَحَهَا وَهُوَ حَلَالٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح کیا، ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ زہری نے کہا مجھے یزید بن اصم نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا تھا۔

۳۳۴۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا دَاوٗدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ اَبِى الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔

۳۳۴۹ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ نَا اَبُوْ فَزَارَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ قَالَ حَدَّثَتْنِىْ مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ قَالَ وَكَانَتْ خَالَتِىْ وَخَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا، حضرت میمونہ میری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

تعالیٰ عنہما۔

محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ نظریہ ہے کہ محرم کا حالت احرام میں عقد نکاح کرنا شرعاً جائز ہے البتہ حالت احرام میں عمل ازدواج کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو حلال کیا ہے اور کسی وقت میں نکاح سے ممانعت نہیں کی اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور عمل ازدواج اس لیے ناجائز ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کی ممانعت ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حالت احرام میں محرم کا نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: محرم کے نکاح میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور صحابہ اور تابعین کے نزدیک محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، ان کا استدلال صحیح مسلم کے اس باب کی احادیث سے ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ محرم کا حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے [1]

امام ابوحنیفہ کے موقف پر علامہ نووی کے اعتراضات

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے واقعہ سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث کے متعدد جوابات ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے اس وقت نکاح کیا تھا جب آپ حلال تھے، اکثر صحابہ نے اسی طرح روایت کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تاویل ہے اور بحالت احرام نکاح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حرم میں نکاح کیا تھا اور جو شخص حرم میں ہو اس پر بھی محرم کا اطلاق کیا جاتا ہے خواہ وہ حلال ہو چنانچہ یہ شعر مشہور ہے ؎

قتلوا ابن عفان الخلیفۃ محرما ای فی حرم المدینۃ " ابن عفان خلیفۃ المسلمین کو قتل کر دیا دراں حالیکہ وہ محرم تھے یعنی حرم مدینہ میں تھے، تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یہ ہے: "محرم خود نکاح کرے نہ کسی کا نکاح کرے (مسلم)" اور آپ کا فعل یہ ہے کہ آپ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور اصولیین کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے اور چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے [2]

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ بدر الدین عینی حنفی علامہ نووی کے پہلے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں اکثر صحابہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید اور موافقت میں روایات ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت معاذ اور حضرت ابو عبد اللہ بن مسعود سے اسی طرح روایت ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے تھے محرم کے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے، اور امام طحاوی نے روایت کیا ہے کہ محمد بن

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،

[2] " " " ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳، " " "

ابی بکر نے حضرت انس بن مالک سے محرم کے نکاح کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں، عقد نکاح بیع کی طرح ایک عقد ہے، اور امام طحاوی نے روایت کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا درآں حالیکہ آپ محرم تھے، اسی طرح امام طحاوی نے روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے نیز اس روایت کو امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے اور حضرت معاذ کی روایت کو ابن حزم نے روایت کیا ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جنھوں نے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اہل علم اصحاب ہیں۔ سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، عکرمہ اور جابر بن زید یہ سب حضرات فقہاء ہیں ان کی آراء اور روایات سے استدلال کیا جاتا ہے اور جن راویوں نے ان سے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ بھی اہل علم اور ثقہ حضرات ہیں، مثلاً عمرو بن دینار، ایوب سختیانی، عبداللہ بن ابی نجیح وغیرہ یہ وہ ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس کی حدیث کے معارضہ میں امام مسلم نے جو یزید بن اصم کی روایت ذکر کی ہے (دیکھئے صحیح مسلم ج ا ص ۴۵۳، ایضاً حدیث نمبر ۳۳۴۹، ۳۳۴۷، سعیدی غفرلہ) اس کو عمرو بن دینار نے ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک اعرابی تھا جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا تھا، ہر چند کہ زہری نے اس کی روایت سے استدلال کیا ہے لیکن اس استدلال کی وجہ سے عمرو بن دینار کی جرح اس سے ساقط نہیں ہوتی اور امام ترمذی نے جو اس کے معارض حدیث ذکر کی ہے اس میں مطر وراق نام کا راوی ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مطر وراق، مخالفین کے نزدیک بھی لائق استدلال نہیں ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ مطر بن طہمان وراق قوی نہیں ہے، امام احمد نے کہا اس کا حافظہ خراب تھا، اور یہ حدیث کسی حیثیت سے بھی ایسی نہیں ہے جو حضرت ابن عباس کی روایت کے مزاحم ہو سکے، علامہ عینی، علامہ نووی کے دوسرے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ محرم کی یہ تاویل کرنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص حرم میں ہو خواہ وہ حلال ہو، اس لیے صحیح نہیں ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ انه صلی الله علیه وسلم تزوجها وهو محرم وبنی بها وهو حلال "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا درآں حالیکہ آپ محرم تھے اور ان کو اپنے گھر میں لائے درآں حالیکہ آپ حلال تھے۔" اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ علامہ نووی کی تفسیر درست نہیں اور محرم سے مراد ساکن حرم نہیں بلکہ صاحب احرام ہے، اور علامہ نووی کا تیسرا اعتراض کہ نبیہ بن وہب کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے المحرم لا ینکح ولا ینکح ولا یخطب "محرم خود نکاح کرے نہ کسی کا نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے۔" اور عمرو بن دینار کی روایت جس میں حضرت ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا آپ کا فعل ہے، اور قول اور فعل میں تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تعارض اس وقت ہوگا جب دونوں حدیثیں سند کے اعتبار سے مساوی ہوں اور عمرو بن دینار کی روایت نبیہ بن وہب سے قوی ہے وہ امام بخاری کے رجال سے ہیں اور نبیہ بن وہب رجال مسلم میں سے ہیں اور بخاری کی روایت کو مسلم کی روایت پر ترجیح ہے، اور اگر بالفرض دونوں روایات مساوی ہوں تو مسلم کی حدیث میں تاویل ہے اور نکاح کا حقیقی معنی وطی مراد ہے یعنی محرم

نہ وطی کرے نہ کسی کو وطی کرنے دے یا یہ نہی کراہت تنزیہی کے لیے ہے اور صحیح بخاری میں جو حضرت ابن عباس کی روایت ہے وہ بیان جواز کے لیے ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ عقد نکاح مباشرت کا سبب ہے اس لیے حالت احرام میں اس سے منع کیا اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ منگنی (پیغام نکاح) کی بھی ممانعت کر دی۔ حالانکہ منگنی کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے خواہ بالکراہت ہو لہٰذا اپنا نکاح یا دوسرے کا نکاح کرنا مع الکراہت جائز ہوگا، اور چوتھے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت میمونہ سے نکاح کرنے کو آپ کی خصوصیت پر محمول کرنا چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے صحیح نہیں ہے [1]

بَابُ تَحْرِيمِ الْخِطْبَةِ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتّٰى يَأْذَنَ أَوْ يَتْرُكَ

بلا اجازت کسی کی منگنی پر منگنی کرنے کی ممانعت

۳۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا يَخْطُبُ بَعْضُكُمْ عَلٰى خِطْبَةِ بَعْضٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع کرے نہ دوسرے کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۵۱۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۵۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۳۵۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا

ایک اور سند سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱۱-۱۱۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الْإِسْنَادِ۔

۳۳۵۴- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ أَوْ يَتَنَاجَشُوا أَوْ يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ أَوْ يَبِيعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ مَا فِي إِنَائِهَا أَوْ مَا فِي صَحْفَتِهَا زَادَ عَمْرٌو فِي رِوَايَتِهِ وَلَا يَسُمِ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ شہر والا گاؤں والے کا مال (اس کو شہر کا نرخ بتائے بغیر) خریدے اور اس سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو پھانسنے کے لیے کسی چیز کی قیمت بڑھائے اور اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے یا اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے اور اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی عورت اپنی بہن (سوکن) کو طلاق دینے کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے اپنے لیے انڈیل لے، اور عمرو کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ نہ کوئی شخص اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرے۔

۳۳۵۵- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنَاجَشُوا وَلَا يَبِيعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا يَخْطُبُ الْمَرْءُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ الْأُخْرَى لِتَكْتَفِئَ مَا فِي إِنَائِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محض دوسروں کو ترغیب دینے کے لیے قیمت نہ بڑھاؤ (جبکہ خود خریدنے کا ارادہ نہ ہو) اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور شہری (بھاؤ بتائے بغیر) دیہاتی کا مال نہ بیچے اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے اور نہ کوئی عورت اس لیے اپنی بہن (سوکن) کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے اپنے لیے انڈیل لے۔

۳۳۵۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ وَلَا يَزِدِ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے اس میں ہے کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر قیمت نہ بڑھائے۔

۳۳۵۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوبَ نَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلٰى سَوْمِ الْمُسْلِمِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَتِهِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی قیمت پر قیمت نہ لگائے نہ اس کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۵۸ - وَحَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَلَاءِ وَسُهَيْلٍ عَنْ اَبِيهِمَا عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

۳۳۵۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنَّهُمْ قَالُوْا عَلٰى سَوْمِ اَخِيهِ وَخِطْبَةِ اَخِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور نہ اس کی منگنی پر منگنی کرے

۳۳۶۰ - وَحَدَّثَنِي اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ وَغَيْرِهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُمَاسَةَ اَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ فَلَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيهِ حَتّٰى يَذَرَ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن، مومن کا بھائی ہے اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے یا اس کی منگنی پر منگنی کرے حتیٰ کہ وہ اسے چھوڑ دے۔

منگنی پر منگنی کرنے میں مذاہب

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب منگنی کرنے والے کا پیغام صراحۃً منظور کر لیا جائے اور وہ اس رشتہ کو ترک نہ کرے تو اب کسی اور شخص کے لیے پیغام دینا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے اس صورت میں پیغام دیا اور نکاح کر لیا تو گنہ گار ہوگا، لیکن

نکاح صحیح ہے اور فسخ نہیں ہو گا، اور داؤد ظاہری یہ کہتے ہیں کہ نکاح فسخ ہو جائے گا امام مالک سے اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں، بعض اصحاب مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ دخول سے پہلے نکاح فسخ ہو جائے گا اور دخول کے بعد نکاح فسخ نہیں ہو گا۔ منگنی پر منگنی کی تحریم اس صورت میں ہے جب رشتہ منظور کر لیا گیا ہو اور اگر رشتہ یا پیغام منظور نہ کیا ہو تو منگنی پر منگنی جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ انہیں ابو جہم اور معاویہ دونوں نے نکاح کا پیغام دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ آپ نے انہیں حضرت اسامہ کے لیے ایک تیسرا پیغام دیا۔ ابن قاسم مالکی نے کہا کہ فاسق کی منگنی اگر منظور بھی کر لی گئی ہو پھر بھی نکاح کا پیغام دینا جائز ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں عموم اور اطلاق ہے[1]

اس باب کی احادیث میں بیوع کے جو احکام آگئے ہیں ان کو تفصیل سے انشاء اللہ ہم کتاب البیوع میں بیان کریں گے۔

بَابُ تَحْرِيْمِ نِكَاحِ الشِّغَارِ وَبُطْلَانِهٖ — نکاح شغار کی حرمت کا بیان

۳۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ وَ الشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهٗ عَلٰۤى اَنْ يُّزَوِّجَهُ ابْنَتَهٗ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے شخص سے اس کی بیٹی کے عوض کر دے (یعنی وہ بھی اپنی بیٹی کا نکاح پہلے شخص سے کر دے) اور ان کے درمیان مہر نہ ہو۔

۳۳۶۲ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا الشِّغَارُ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

۳۳۶۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّرَّاجِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

۳۳۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں شغار نہیں ہے۔

۳۳۶۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ وَزَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَالشِّغَارُ اَنْ يَّقُوْلَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ زَوِّجْنِيْ ابْنَتَكَ وَاُزَوِّجُكَ ابْنَتِيْ اَوْ زَوِّجْنِيْ اُخْتَكَ وَاُزَوِّجُكَ اُخْتِيْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا، ابن نمیر کی روایت میں ہے شغار یہ ہے کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو اور میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دونگا یا کہے تم اپنی بہن کا نکاح مجھ سے کر دو اور میں اپنی بہن کا نکاح تم سے کر دوں گا۔

۳۳۶۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ زِيَادَةَ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۳۶۷ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

شغار میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ لغت میں شغار کا معنی ہے اٹھانا، جب کتا پیشاب کے لیے ٹانگ اٹھاتا ہے تو کہتے ہیں شغر الکلب (اس صورت میں اس کی نکاح شغار کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس عقد میں دونوں نکاح کرنے والے ایک دوسرے سے تقاضائے مہر اٹھا لیتے ہیں، سعیدی) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے خالی ہونا، جب شہر خالی ہو جائے تو کہتے ہیں شغر البلد، اس صورت میں مناسبت یہ ہے کہ یہ

نکاح مہر سے خالی ہوتا ہے، شغار جاہلیت کا نکاح ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح منہی عنہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس نہی سے نکاح باطل ہوتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ دخول سے پہلے نکاح فسخ ہوگا اور دخول کے بعد فسخ نہیں ہوگا اور ایک روایت یہ ہے کہ ہر صورت میں نکاح فسخ ہو جائے گا، اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوگا اور مہر مثل لازم ہوگا امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔[1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا کسی شخص سے اس کی بیٹی یا بہن کے ساتھ اپنے نکاح کے عوض میں نکاح کرے اور ہر ایک کا عقد دوسرے عقد کے عوض میں ہو یہ نکاح صحیح ہے اور اس میں مہر مثل واجب ہے۔[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حدیث میں نکاح شغار کی ممانعت ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے بلا مہر نکاح کرنے اور فرج کو مہر قرار دینے سے منع فرمایا ہے، اور ہم بھی اس کو باطل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چیز شرعاً مہر نہیں ہے پس یہ ایسا نکاح ہو گیا جس میں ایسی چیز کو مہر بنایا گیا جو مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی جیسے کوئی شخص خمر یا خنزیر کو مہر مقرر کر کے نکاح کرے تو ایسی صورت میں بالاتفاق نکاح ہو جائے گا اور خمر یا خنزیر کی جگہ مہر مثل دینا واجب ہوگا، نکاح شغار بھی اسی طرح ہے۔[3]

بَابُ الْوَفَاءِ بِالشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ

شرائط نکاح کو پورا کرنے کا بیان

۳۳۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَقَّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرائط میں سے جو شرط سب سے زیادہ پوری کی جانے کی مستحق ہے یہ وہ ہے جس کی وجہ سے تم عورتوں کو اپنے لیے حلال کرتے ہو۔

1۔ علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵۔۴۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

2۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

3۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

الشَّرْطِ اَنْ تُوْفِيَ بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ هٰذَا لَفْظُ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ وَابْنُ مُثَنّٰى غَيْرَ اَنَّ ابْنَ مُثَنّٰى قَالَ الشُّرُوْطُ۔

حقوق زوجین علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء اور فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ شرائط ہیں جو نکاح کے مقتضیٰ کے خلاف نہیں ہیں یعنی ایسی شرائط مراد ہیں جو نکاح کے تقاضوں اور اس کے مقاصد کے مطابق ہیں جیسے اچھائی کے ساتھ زندگی گزارنا، اور بیوی کو کھانے کپڑے اور رہائش کا خرچ دستور کے مطابق ادا کرنا، شوہر بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرے اگر دو بیویاں ہوں تو دونوں کے پاس باری باری رہے، اور عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ جائے، اس کی نافرمانی نہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اس سے پوچھے بغیر گھر میں کسی کو آنے نہ دے اور اس کے مال میں اس کی مرضی کے بغیر تصرف نہ کرے اور جو شرائط تقاضائے نکاح کے خلاف ہیں وہ یہ ہیں مثلاً بیوی کو خرچ نہ دے، اس کی باری میں اس کے پاس نہ رہے، اس کو اپنے ساتھ سفر میں نہ لے جائے۔[۵]

بَابُ اسْتِئْذَانِ الثَّيِّبِ فِي النِّكَاحِ بِالنُّطْقِ وَالْبِكْرِ بِالسُّكُوْتِ [۴۴۶]

نکاح میں بیوہ کی زبان سے اجازت اور کنواری کے سکوت کا کافی ہونا

۳۳۶۹ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ نَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر شادی شدہ لڑکی سے مشورہ لیے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے اور کنواری کی اجازت لیے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کنواری کی اجازت کس طرح ہے؟ فرمایا اس کی خاموشی!۔

۳۳۷۰ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرٰهِيْمَ قَالَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِيْ عُثْمَانَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اِبْرٰهِيْمُ بْنُ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،

مُوْسٰی قَالَ اَنَا عِیْسٰی یَعْنِی ابْنَ یُوْنُسَ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَیْبَانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الدَّارِمِیُّ قَالَ اَنَا یَحْیٰی بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِیَةُ کُلُّهُمْ عَنْ یَحْیٰی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ بِمِثْلِ مَعْنٰی حَدِیْثِ هِشَامٍ وَّشَیْبَانَ وَ مُعَاوِیَةَ بْنِ سَلَامٍ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ۔

۳۳۷۱- وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ جَمِیْعًا عَنْ عَبْدِالرَّزَّاقِ وَ اللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ مُلَیْکَةَ یَقُوْلُ قَالَ ذَکْوَانُ مَوْلٰی عَائِشَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَارِیَةِ یُنْکِحُهَا اَهْلُهَا اَتُسْتَاْمَرُ اَمْ لَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ تُسْتَاْمَرُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهٗ فَاِنَّهَا تَسْتَحْیِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ اِذْنُهَا اِذَا هِیَ سَکَتَتْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جب گھر والے لڑکی کا نکاح کریں تو اس سے اجازت لینی چاہیے یا نہیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اجازت لینی چاہیے، حضرت عائشہ نے کہا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کو شرم آئے گی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا خاموش ہو جانا ہی اس کی اجازت ہے۔

۳۳۷۲- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّ قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی وَ اللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کی بہ نسبت غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا۔

اور باکرہ سے بھی اس کے بارے میں اجازت لینی چاہیے اور اس کی اجازت خاموشی ہے۔

۳۳۷۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ وَإِذْنُهَا سُكُوتُهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ اپنے ولی کی بہ نسبت اپنی زیادہ حقدار ہے، اور کنواری لڑکی سے بھی اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

۳۳۷۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَرُبَّمَا قَالَ وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا۔

اسی سند سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولی کی بہ نسبت بیوہ اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔ کنواری سے بھی اس کا باپ اجازت لے۔ اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے اس کی خاموشی اس کا اقرار ہے۔

ولی کے بغیر عورت کے عقد نکاح کے بارے میں شوافع کا نظریہ

حدیث نمبر ۳۳۷۲ میں ہے "ولی کی بہ نسبت غیر شادی شدہ لڑکی اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔" علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا نکاح کی صحت کے لیے ولی شرط ہے یا نہیں؟ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ولی شرط ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بیوہ یا مطلقہ اور بالغہ کنواری کے نکاح کی صحت کے لیے ولی کی اجازت شرط نہیں ہے اور وہ ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کر سکتی ہیں، داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ کنواری کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اور بیوہ یا مطلقہ کے لیے شرط نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: لا نکاح الا بولی "ولی (کی اجازت) کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔" اور اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہ ہو، داؤد ظاہری کا استدلال اس حدیث سے ہے جو اس باب میں مذکور ہے کہ ثیب (بیوہ) اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور باکرہ (کنواری) سے اجازت لی جائے گی" اور ہمارے اصحاب نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ بھی حق میں ولی کے ساتھ شریک ہے یعنی اس پر جبر نہیں کیا جائے گا اور شوہر کے انتخاب میں اس کا زیادہ حق ہے، اور امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ کو بیع وغیرہ پر قیاس کیا ہے یعنی جب عورت ولی کی اجازت کے بغیر خرید و فروخت کر سکتی ہے تو ولی کی اجازت

کے بغیر اپنا عقد بھی کر سکتی ہے اور جس حدیث میں ہے: "ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا" اس کو امام ابوحنیفہ صغیرہ (نابالغہ) پر محمول کرتے ہیں اور اس حدیث کے عموم کو قیاس سے خاص کرتے ہیں اور عموم کو قیاس سے خاص کرنا اکثر اصولیین کے نزدیک جائز ہے۔ شیخ داؤد ظاہری نے اس مختلف فیہ مسئلہ میں ایک نئے قول کو اختیار کیا ہے اور یہ خود ان کے اپنے مذہب کے خلاف ہے۔[1]

ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ اشہب کی روایت یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک ولی کی اجازت شرط ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہے، اور ابن القاسم کی روایت یہ ہے کہ ولی کی شرط سنت ہے فرض نہیں ہے کیونکہ امام مالک سے روایت ہے کہ بغیر ولی کے زوجین میں وراثت ہو جاتی ہے اور غیر شریفہ (غیر سیدہ) عورت اپنے نکاح کے لیے کسی بھی شخص کو ولی بنا سکتی ہے اور ثیبہ کے عقد کے لیے ولی کو امام مالک مستحب قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک ولی کی شرط صحت نکاح کے لیے نہیں کامل نکاح کے لیے ہے، البتہ بغداد کے مالکی علماء نے اس کو نکاح کی صحت کی شرط قرار دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شرط کے ثبوت میں قرآن مجید کی کوئی صریح آیت ہے نہ سنت مشہورہ ہے اور اس سلسلے میں طرفین سے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ قطعی الدلالۃ نہیں ہیں۔[2]

ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح صحیح نہیں ہوتا، اور عورت اپنا یا کسی اور کا نکاح کرنے کی مالک نہیں ہے، نہ اپنے نکاح کے لیے غیر ولی کو ولی بنا سکتی ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے، اور سعید بن مسیب، حسن، عمر بن عبدالعزیز، جابر بن زید، ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، ابن المبارک، عبداللہ العنبری، شافعی، اسحاق اور ابوعبید کا یہی نظریہ ہے، اور ابن سیرین، قاسم بن محمد، حسن بن صالح، ابوصالح اور ابویوسف سے روایت ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے نکاح کر لیا تو یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہے، امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے اپنا نکاح خود کرنا جائز ہے اور کسی کو نکاح میں وکیل بنانا بھی جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن (البقرہ: ۲۳۲)" (مطلقہ) عورتوں کو اپنے خاوندوں سے (دوبارہ) نکاح کرنے سے نہ روکو۔ اس آیت میں نکاح کرنے کا اسناد عورتوں کی طرف کیا ہے اور ان کو روکنے سے منع کیا ہے اور اس لیے بھی کہ یہ خاص ان کا حق ہے کیونکہ وہی اہل مباشرت ہیں اس لیے ان کا یہ تصرف صحیح ہے جس طرح عورت کا اپنی باندی کو بیچنا صحیح ہے اور اس لیے کہ جب وہ اپنی باندی کی بیع کی مالک ہے اور یہ اس کے سارے جسم کے منافع پر تصرف ہے تو اپنے ایک عضو کے تصرف پر وہ بطریق اولیٰ مالک ہوگی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا نکاح الا بولی "ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا" امام احمد اور یحییٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ،

[2] قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۷-۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۶-۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ،

ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں احناف کا نظریہ

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی رضامندی سے کر دیا، اس کے اولیاء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پیش کر دیا انھوں نے اس نکاح کو جائز قرار دیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت اپنا نکاح خود کرے، یا غیر ولی سے اپنا نکاح کرنے کے لیے کہے تو اس کا نکاح جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کا اسی روایت پر عمل ہے خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ اور جب اس نے اپنا نکاح کر لیا تو اس کا نکاح جائز ہے خواہ خاوند اس کا کفو (ذات اور برادری کا شخص) ہو یا نہ ہو، نکاح صحیح ہے، البتہ اگر خاوند اس کا کفو نہیں ہے تو اس کے اولیاء (باپ، دادا، بھائی، چچا وغیرہ) کو اس نکاح پر اعتراض کا حق ہے، اور حسن رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اگر خاوند اس کا کفو ہے تو نکاح جائز ہے اور اگر کفو نہیں ہے تو نکاح ناجائز ہے، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا پہلے قول یہ تھا کہ جب عورت کا ولی ہو تو وہ از خود اپنا نکاح کفو میں کرے یا غیر کفو میں جائز نہیں ہے، پھر انھوں نے اس قول سے رجوع کر لیا اور کہا اگر وہ کفو میں نکاح کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں، اس کے بعد اس قول سے پھر رجوع کیا اور کہا عورت کا از خود نکاح کرنا صحیح ہے خواہ کفو میں نکاح کرے یا غیر کفو میں، اور امام طحاوی نے امام ابویوسف کا قول اس طرح ذکر کیا ہے اگر زوج کفو ہو تو قاضی ولی کو حکم دے کہ وہ عقد کی اجازت دیدے اگر ولی نے اجازت دیدی تو عقد جائز ہے اور اگر ولی نے اجازت نہیں دی تو عقد فسخ نہیں ہوگا اور قاضی کی اجازت سے جائز ہو جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر عورت نے از خود نکاح کیا تو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر اس نے اجازت دی تو جائز ہے ورنہ نہیں خواہ یہ نکاح کفو میں ہو یا غیر کفو میں، البتہ اگر کفو میں نکاح کیا ہو اور ولی اجازت نہ دے تو قاضی دوبارہ عقد کر سکتا ہے اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ عورت کا از خود نکاح کرنا ہر حال میں باطل ہے (ہم قاضی ابن رشد مالکی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام مالک کے دو قول ہیں۔ امام مالک کا مسلک نقل کرنے میں علامہ سرخسی اور علامہ نووی دونوں کو تسامح ہوا ہے۔ سعیدی) اور عورت کا کیا ہوا نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوتا خواہ اپنا نکاح کرے، اپنی بیٹی کا نکاح یا اپنی باندی کا نکاح کرے یا کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کرے، اور بعض فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جب عورت مالدار اور سیدہ (آل رسول) ہو تو اس کا نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے اور اگر نادار کم حیثیت یا کم ذات کی ہو تو ولی کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح کر سکتی ہے، اور بعض فقہاء نے کنواری اور ثیبہ کا فرق کیا ہے یہ لوگ غیر مقلدین ہیں، جن فقہاء نے صحت نکاح کے لیے ولی کی شرط عائد کی ہے انھوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن "اور (مطلقہ) عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع نہ کرو"، امام شافعی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ولی کو منع کرنے سے منع فرمایا اور ولی کو نکاح سے منع کرنا اس وقت متحقق ہوگا جب نکاح کا معاملہ ولی کے اختیار میں ہو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل "جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔ تو اس کو مہر (مثل) دینا ہوگا نہ کم نہ زیادہ اور یہ اس کے جسم کو بطور حلال استعمال کرنے کا معاوضہ ہے اور اگر وہ جھگڑا کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا سلطان ولی ہے" اور حدیث مشہور میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا نکاح الا بولی "بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا" حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نکاح میں (یہ) چار نہ ہوں وہ زنا ہے، نکاح کا پیغام دینے والا، ولی اور دو گواہ، اور حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کسی اور عورت کا نکاح کرے نہ اپنا، صرف زنا کرنے والی عورت ہی اپنا عقد خود کرتی ہے (یعنی اجرت طے کرتی ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کی تقریب میں شریک ہوتیں اور نکاح کا پیغام دیتیں فرماتیں عقد کرو کیونکہ عورتیں عقد نہیں کرتیں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے قصور فطری کی بناء پر عقد نکاح نہیں کرسکتیں، جس طرح صغیرہ اور مجنونہ اپنا نکاح نہیں کرسکتیں، کیونکہ نکاح ایک عقد عظیم ہے، اس کے مقاصد بہت بلند ہیں اور اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ عقود کے برخلاف شریعت نے نکاح میں دو گواہوں کی شرط عائد کی اور اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے نکاح کے معاملے کا اختیار مردوں کو دیا جن کی عقل اور رائے عورتوں کی بہ نسبت کامل اور پختہ ہوتی ہے کیونکہ از روئے حدیث عورتوں کا دین اور ان کی عقل ناقص ہے، اور عورتیں اپنی عقل میں کمی کی وجہ سے صغیرہ (نابالغہ) کے قائم مقام ہیں، اسی لیے امام محمد نے فرمایا عورت کا کیا ہوا عقد ولی کی اجازت پر موقوف ہے جس طرح صغیرہ (نابالغہ) کا کیا ہوا عقد ولی کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اور امام شافعی کے مذہب میں عورت کا کیا ہوا نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوتا جس طرح ان کے نزدیک نابالغہ کا تصرف اصلاً معتبر نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس پر عورت کے اولیاء (باپ دادا وغیرہ) کو اعتراض کا حق ہے اگر عورت اس عقد کے تصرف میں خود مختار ہوتی تو اس کے عقد پر اعتراض کا حق نہ ہوتا جس طرح مرد کے کیے ہوئے عقد پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہوتا، نیز عورت کو حق ہے کہ وہ ولی سے اپنے نکاح کا مطالبہ کرے اگر وہ خود مختار ہوتی تو ایسا نہ ہوتا، اور عورت کے ناقص العقل ہونے کی بناء پر عقد نکاح کے ارتفاع یعنی طلاق کا اختیار عورت کو نہیں دیا گیا بلکہ یہ معاملہ کلیتہً مرد کے اختیار میں ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جو فقہاء بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال اس آیت سے ہے: فلا جناح علیھن فیما فعلن فی انفسھن "عورتوں نے اپنے بارے میں جو تصرف کیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے" اور آیت کے اس ٹکڑے سے بھی استدلال کیا ہے حتی تنکح زوجا غیرہ "حتیٰ کہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح کرے" ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عقد کی اضافت عورتوں کی طرف کی ہے اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو نکاح کرنے کا اختیار ہے اور ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کا جواب یہ ہے کہ ان کو حسی طور پر منع نہ کرو یاں طور کہ ان کو گھروں میں بند کر دیا جائے اور نکاح سے روکا جائے اور اس آیت میں ان کے سابق شوہروں سے خطاب ہے، کیونکہ آیت کے شروع میں ہے واذا طلقتم النساء "جب تم عورتوں کو طلاق دے دو" اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس کی عدت گزر گئی تو اب اس کے سابق شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو دوسرے شوہر کے ساتھ شادی کرنے سے منع کرے، اور احادیث سے استدلال اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایم احق بنفسھا من ولیھا "ایم اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے" اور ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو خواہ کنواری ہو یا بیوہ، اہل لغت کے نزدیک یہی معنی صحیح ہے اور کرخی رحمہ اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے انھوں نے کہا کہ ایم عورتوں میں ایسی ہے جیسے مردوں میں اعزب ہے، البتہ امام محمد نے کہا کہ ایم بیوہ کو کہتے ہیں اور ہم نے شرح الجامع میں اس کا بیان کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس للولی

مع الثیب امر۔ ’’ (نکاح کے معاملے میں) بیوہ پر ولی کا حکم لاگو نہیں ہوگا، اور خنساء نے عورتوں کو بتلانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا لیس الی الاباء من امور بنا تھم شیء‘‘ بیٹیوں کے معاملات میں ان کے آباء کو اختیار نہیں ہے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے یہ عذر پیش کیا کہ اس وقت ان کے اولیاء موجود نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اولیاء میں سے ایسا کوئی نہیں ہے جو میرے ساتھ نکاح پر ناخوش ہو، اے عمر! کھڑے ہو اور اپنی ماں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کرو، آپ نے یہ حکم عمر بن ابی سلمہ کو دیا تھا اور ان کی عمر اس وقت سات سال کی تھی اور حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن کا منذر بن زبیر سے نکاح کیا، حالانکہ اس وقت عبدالرحمان موجود نہیں تھے، جب وہ لوٹے تو انھوں نے شکایۃً کہا کیا مجھ جیسے شخص کی غیر موجودگی میں اور اس سے پوچھے بغیر اس کی بیٹی کا نکاح کیا جا سکتا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم منذر کو ناپسند کرتے ہو قسم بخدا تم خود بھی اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا معاملہ کر دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ سے اس کے برخلاف جو احادیث مروی ہیں وہ غیر صحیح ہیں کیونکہ جب کسی راوی کا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے اور مخالفین کی حدیثوں کا مدار زہری پر ہے اور زہری ولی کی شرط کا انکار کرتے ہیں اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کو صحیح قرار دیتے ہیں، اور بالفرض اگر یہ روایت (لا نکاح الا بولی، ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں) صحیح ہو تو یہ باندی پر محمول ہے کیونکہ باندی کا اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا صحیح نہیں ہے، یا صغیرہ اور مجنونہ پر محمول ہے کیونکہ ولی کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح صحیح نہیں ہے) اس سلسلہ میں جس قدر احادیث بیان کی گئی ہیں ان سب کا یہی محمل ہے اور یا یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں یعنی مستحب یہ ہے کہ عورت بغیر ولی کے از خود نکاح نہ کرے، کیونکہ یہ خالص عورت کا حق ہے اور عورت کے سوا کسی اور کو اس کا ضرر لاحق نہیں ہوتا اس لیے اس عقد میں اس کا تصرف اسی طرح نافذ ہوگا جیسے مال میں اس کا تصرف نافذ ہوتا ہے اور اگر عورت کے ناقص العقل ہونے کا اس کے عقد میں دخل ہوتا اور اس وجہ سے اس کا کیا ہوا نکاح صحیح نہ ہوتا تو اس کا خاوند کو اختیار کرنا اور نکاح کا اقرار بھی صحیح نہیں ہوتا اور اگر عورت بمنزلہ صغیرہ ہوتی تو اس کا اقرار نکاح صحیح نہ ہوتا، اور ولی کے تصرف میں عورت کی رضامندی شرعاً معتبر ہوتی ہے، اگر عورت بمنزلہ صغیرہ ہوتی تو اس کی رضامندی کا اعتبار نہ ہوتا، اگر عورت اپنے ولی سے نکاح کا مطالبہ کرے تو ولی پر اس کا نکاح کرنا واجب ہے اور اگر وہ بمنزلہ صغیرہ ہوتی تو یہ مطالبہ پورا کرنا واجب نہ ہوتا، ولی سے نکاح کا مطالبہ کرنا بھی اسی لیے ہے کہ اگر عورت بغیر ولی کے خود اپنا نکاح کرے تو یہ اس کی روایتی شرم و حیا اور تہذیب کے خلاف ہے اور اس کو معاشرے میں معیوب سمجھا جاتا ہے تاہم اگر وہ از خود اپنا عقد کرے تو یہ شرعاً درست اور نافذ العمل ہوگا، البتہ اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس سے اس کے اولیاء کو ضرر اور عار لاحق ہوگا چنانچہ دفع ضرر کے لیے ان کو اس عقد پر اعتراض کا حق دیا گیا ہے، جیسا کہ شفیع کو دفع ضرر کی وجہ سے شفعہ کا حق دیا جاتا ہے۔[۵]

---

[۵] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۱۳۔۱۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۸ھ

عورت کے از خود نکاح کرنے کے ثبوت میں احادیث

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم الایم احق بنفسها من ولیها۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) ولی کی بہ نسبت اپنے نکاح کی زیادہ حقدار ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول الله وکیف اذنها قال ان تسکت۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر شادی شدہ لڑکی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ فرمایا اس کی خاموشی۔

عن خنساء بنت خذام الانصاریۃ ان اباها زوجها وهی ثیب فکرهت ذلک فاتت رسول الله صلی الله علیہ وسلم فرد نکاحها۔ [3]

حضرت خنساء بنت خذام انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا درآں حالیکہ وہ بیوہ تھیں اور ان کو یہ نکاح ناپسند تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے اس نکاح کو رد کر دیا۔

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن قال: جاءت امراۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت، یا رسول الله! ان عم ولدی خطبنی فرده ابی وزوجنی وانا کارهة قال، فدعا اباها، فسالہ عن ذلک فقال: انی انکحتها ولم آل ما خیرا فقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا نکاح اذهبی فانکحی من شئت۔ [4]

حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بیٹے کے چچا (دیور) نے مجھے نکاح کا پیغام دیا اور میرے باپ نے اس کو مسترد کر دیا اور میرا نکاح وہاں کر دیا جہاں مجھے پسند نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد کو بلایا اور اس سے یہ معاملہ دریافت فرمایا، اس کے باپ نے کہا میں نے اس کے نکاح میں کسی بہتری کو ترک نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نکاح نہیں ہوا، اور (عورت سے فرمایا) جاؤ جس سے چاہو نکاح کر لو۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۷۲، " " ۱۳۸۱ھ

[3] " " " صحیح البخاری ج ۱ ص ۷۷۸-۷۷۹ " "

[4] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۳۲-۱۳۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

عن القاسم بن محمد ان عائشة انكحت حفصة ابنة عبد الرحمن بن ابی بكر المنذر بن الزبير وعبد الرحمن غائب فلما قدم عبد الرحمن غضب وقال ای عباد الله ! امثلی يفتات عليه فی بناته فغضبت عائشة وقالت اترغب عن المنذر ؟ [1]

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے عبدالرحمان بن ابی بکر کی بیٹی حفصہ کا نکاح منذر بن الزبیر سے کر دیا اس وقت عبدالرحمان موجود نہیں تھے، جب وہ آئے تو انھوں نے ناراض ہو کر کہا اے خدا کے بندو ! کیا مجھ ایسے شخص کی بیٹی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر کیا جا سکتا ہے؟ حضرت عائشہ نے ناراض ہو کر فرمایا: کیا تم منذر کو ناپسند کرتے ہو؟

عن علی انه اجاز نكاح امرأة بغير ولی انكحتها امها برضاها۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک ایسی عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا جس کا نکاح بغیر ولی کے اس کی ماں نے اس کی مرضی سے کیا تھا۔

عن معمر قال سألت الزهری عن الرجل يتزوج بغير ولی قال: ان كان كفوا لم يفرق بينهما۔ [3]

معمر کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے سوال کیا کہ کوئی شخص بغیر ولی کے نکاح کرے (تو آیا یہ صحیح ہے) ؟ انھوں نے کہا اگر کفو میں نکاح کیا جائے تو ان کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی۔

نکاح کی گواہی میں مذاہب نکاح کے منعقد اور صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کیا جائے۔ امام ابوحنیفہ، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک کے نزدیک گواہوں کے بجائے اعلان شرط ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن ابن عباس ان النبی صلی الله عليه وسلم قال البغايا اللاتی ينكحن انفسهن بغير بينة۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدکار عورتیں وہ ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کرتی ہیں۔

حافظ زیلعی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

قال عليه السلام لا نكاح الا بشهود۔ [5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

---

[1] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۲، ص ۱۳۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " المصنف ج ۴/۲ ص ۱۳۳

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] حافظ جمال الدین محمد عبداللہ زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۶۷ مطبوعہ مجلس علمی ہند، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۷ھ

دو مسلمانوں کی گواہی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، خواہ نکاح کرنے والے عورت اور مرد دونوں مسلمان ہوں، یا صرف مرد مسلمان ہو، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت ذمیہ ہو تو دو ذمیوں کی گواہی سے بھی نکاح ہو جائے گا۔[1]

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ لا نکاح الا بشہود۔ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے علماء (حنفیہ) اسی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، اور عثمان بتی رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ نکاح میں گواہ شرط نہیں ہیں بلکہ اعلان شرط ہے حتیٰ کہ بچوں اور مجنونوں کے سامنے بھی نکاح کا اعلان کر دیا تو نکاح درست ہو گا اور اگر گواہوں کو یہ حکم دیا کہ وہ گواہی ظاہر نہ کریں تو نکاح درست نہیں ہو گا۔[2]

ٹیلیفون پر نکاح کا حکم

بعض اوقات لڑکا ایک ملک میں اور لڑکی دوسرے ملک میں ہوتی ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ لڑکی کا نکاح کر کے اس کو لڑکے کے پاس بھیج دیں مثلاً لڑکی پاکستان میں اور لڑکا انگلینڈ میں ہے ایسے مواقع پر لوگ پوچھتے ہیں کہ آیا ٹیلیفون پر نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بتا چکے ہیں کہ نکاح میں یہ ضروری ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کیا جائے، اور جب لڑکا انگلینڈ میں ٹیلیفون پر قبول کر رہا ہے، تو اس کا یہ قبول کرنا، مجلس میں موجود دو گواہوں کے سامنے نہیں ہے اور وہ شرعاً اور قانوناً لڑکے کے قبول کرنے کی گواہی نہیں دے سکتے، اس لیے ٹیلیفون پر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

لڑکی ایک ملک میں اور لڑکا دوسرے ملک میں ہو تو نکاح کیسے ہو گا؟

سطور بالا میں یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ جب لڑکا مثلاً انگلینڈ میں ہو اور لڑکی پاکستان میں ہو اور ٹیلیفون کے ذریعہ ان کا نکاح نہیں ہو سکتا، نکاح کی صورت یہ ہے کہ لڑکا خط یا ٹیلیفون کے ذریعہ کسی شخص کو اپنا وکیل بنا دے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے پاکستان میں ایجاب و قبول کر لے اور یہ ایجاب و قبول حسب دستور دو گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ہو، اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا اور لڑکی کو لڑکے کے پاس بھیجا جا سکتا ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: اگر غائب کسی حاضر شخص کو وکیل بنا دے اور وہ وکیل لڑکی کا نکاح اس غائب شخص سے کر دے تو نکاح صحیح ہے۔ (الی قولہ) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف خط لکھا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا اور نجاشی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام حبیبہ کا نکاح کر دیا، کیونکہ وہ سلطان ہونے کے اعتبار سے حضرت ام حبیبہ کا ولی تھا۔[3]

بَابُ ۴۷ جَوَازِ تَزْوِیجِ الْاَبِ الْبِکْرَ الصَّغِیرَۃَ — باپ کے لیے نابالغہ لڑکی کے نکاح کرنے کا جواز

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ شمس الدین سرخسی محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۳۱، دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[3] " " " " " ، المبسوط ج ۵ ص ۱۶ - ۱۵

۳۳۷۵ - حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء قال نا ابو اسامة ح قال وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال وجدت فی کتابی عن ابی اسامة عن هشام عن ابیه عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت تزوجنی رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا ابنة ست سنین وبنی بی وانا ابنة تسع سنین قالت فقدمنا المدینة فوعکت شهرا فوفی شعری جمیمة فاتتنی ام رومان وانا علی ارجوحة ومعی صواحبی فصرخت بی فاتیتها وما ادری ما ترید بی فاخذت بیدی فاوقفتنی علی الباب فقلت هه هه حتی ذهب نفسی فادخلتنی بیتا فاذا نسوة من الانصار فقلن علی الخیر والبرکة وعلی خیر طائر فاسلمتنی الیهن فغسلن راسی واصلحننی فلم یرعنی الا ورسول الله صلی الله علیه وسلم ضحی فاسلمتنی الیه۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میری عمر چھ سال تھی اور میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر نو سال تھی جب ہم مدینہ منورہ آئے تو ایک ماہ تک مجھے بخار آتا رہا، اور کانوں تک میرے بال رہ گئے، میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولے پر تھی کہ حضرت ام رومان نے مجھے پکارا، میں ان کے پاس گئی دراں حالیکہ مجھے کچھ خبر نہ تھی، انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دروازے پر لے جا کر کھڑا کر دیا میں ہاہ ہاہ کہتی رہی حتی کہ میرا سانس رک گیا، انھوں نے مجھے ایک کمرے میں داخل کر دیا جس میں انصار کی کچھ عورتیں بیٹھی تھیں، انھوں نے خیر اور برکت کی دعا دی، حضرت ام رومان (حضرت عائشہ کی والدہ) نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، انھوں نے میرا سر دھو کر میرا بناؤ سنگھار کیا، میں اس وقت ڈر گئی جب چاشت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ان عورتوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا۔

۳۳۷۶ - وحدثنا یحیی بن یحیی قال انا ابو معاویة عن هشام بن عروة ح قال وحدثنا ابن نمیر واللفظ له قال نا عبدة عن هشام عن ابیه عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت تزوجنی النبی صلی الله علیه وسلم وانا بنت ست سنین وبنی بی وانا بنت تسع۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میری عمر چھ سال تھی اور میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر نو سال تھی

۳۳۷۷ - وحدثنا عبد بن حمید قال انا عبد الرزاق قال انا معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله تعالی عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم تزوجها وهی بنت سبع سنین وزفت الیه وهی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میری عمر سات سال تھی اور میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر نو سال تھی۔ دراں حالیکہ میری گڑیاں بھی میرے ساتھ تھیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ۔

ہوا اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی

۳۳۷۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى وَإِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ وَبَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور جب آپ کا وصال ہوا تو میری عمر اٹھارہ برس کی تھی۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر کا بیان

حدیث نمبر ۳۳۷۵، ۳۳۷۶ اور ۳۳۷۸ میں ہے جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی، صحیح بخاری[1] میں بھی اسی طرح روایت ہے البتہ صحیح مسلم کی روایت نمبر ۳۳۷۷ میں ہے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سات سال تھی، علامہ بدرالدین عینی حنفی ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد ہوا اس وقت ان کی عمر چھ سال اور کچھ ماہ تھی۔ ایک روایت میں ان مہینوں کو ساقط کر کے چھ سال فرمایا اور دوسری روایت میں ان مہینوں کو تغلیباً ایک سال قرار دے کر سات سال فرمایا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے چھ اور سات کے دو قول اندازے سے بتلائے ہیں تحقیقاً نہیں بتلائے۔[2]

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ صاحب اکمال فی اسماء الرجال کی تصریح کے مطابق آپ کی بہن اسماء رضی اللہ عنہا آپ سے دس سال بڑی تھیں اور اصابہ اور اُسد الغابہ میں تصریح ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر ستائیس سال تھی اس حساب سے ہجرت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سترہ سال قرار پائی ہے اور نکاح کے وقت چودہ سال، لیکن یہ تاریخی روایات ہیں جن کی سند میں جانچ پڑتال کا اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا، جس قدر احادیث کی سند میں راویوں کو جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور جب صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نکاح کے وقت آپ کی عمر چھ سال تھی تو اس کے خلاف جو تاریخی روایات ہیں ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

نابالغہ لڑکی کے نکاح کا اختیار

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ باپ اور دادا نابالغہ لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں اور بالغہ ہونے کے بعد اس لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، امام مالک، امام شافعی اور تمام فقہاء حجاز کا یہی مسلک ہے اور اہل عراق کے نزدیک اس کو خیار بلوغ ہوتا ہے۔

---

۱ - امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲ - علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

امام مالک، امام شافعی اور جمہور کے نزدیک باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور ولی کے لیے نابالغہ کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہ اور بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک باپ اور دادا کے علاوہ نابالغہ لڑکی کے دوسرے ولی بھی اس کا نکاح کر سکتے ہیں لیکن لڑکی کے لیے خیار بلوغ ہوتا ہے البتہ امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے لیے خیار بلوغ نہیں ہے۔[۱]

گڑیوں سے کھیلنے کا حکم | اس حدیث میں لڑکیوں کے گڑیوں سے کھیلنے کا بھی جواز ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت عائشہ کے ساتھ خاص ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تصویر بنانے کی ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہو۔

بَابُ ۴۴۸ اِسْتِحْبَابِ التَّزَوُّجِ فِیْ شَوَّالٍ وَالدُّخُوْلِ فِیْهِ

شوال میں نکاح کرنے کا استحباب

۳۳۷۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاللَّفْظُ لِزُهَیْرٍ قَالَا نَا وَكِیْعٌ نَا سُفْیَانُ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اُمَیَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَوَّالٍ وَّبَنٰی بِیْ فِیْ شَوَّالٍ فَاَیُّ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ اَحْظٰی عِنْدَهٗ مِنِّیْ قَالَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَسْتَحِبُّ اَنْ تُدْخِلَ نِسَاءَهَا فِیْ شَوَّالٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے مہینہ میں مجھ سے نکاح کیا اور شوال کے مہینہ ہی میں میری رخصتی ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں مجھ سے زیادہ خوش نصیب اور آپ کی نگاہ میں پسندیدہ اور کون تھا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ پسند تھا کہ عورتوں کی رخصتی شوال میں کی جائے۔

۳۳۸۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا سُفْیَانُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْكُرْ فِعْلَ عَائِشَةَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

ف: زمانہ جاہلیت میں شوال کے مہینہ میں نکاح اور رخصتی کو برا سمجھا جاتا تھا، چنانچہ دور جاہلیت کے کام کی تردید کے لیے شوال میں نکاح اور رخصتی کرنا، پسندیدہ امر ہے۔

بَابُ ۴۴۹ نَدْبِ مَنْ اَرَادَ نِكَاحَ امْرَاَةٍ اِلٰی اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی وَجْهِهَا وَكَفَّیْهَا قَبْلَ خِطْبَتِهَا

جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کا چہرہ دیکھنے کا جواز

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۳۸۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ کَیْسَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَظَرْتَ اِلَیْهَا قَالَ لَا قَالَ فَاذْهَبْ فَانْظُرْ فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ اس نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا تھا؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا جاؤ جا کر دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہوتا ہے۔

۳۳۸۲ وَحَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ الْفَزَارِیُّ قَالَ نَا یَزِیْدُ بْنُ کَیْسَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ عُیُوْنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا قَالَ قَدْ نَظَرْتُ اِلَیْهَا قَالَ عَلٰی کَمْ تَزَوَّجْتَهَا قَالَ عَلٰی اَرْبَعِ اَوَاقٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَرْبَعِ اَوَاقٍ کَاَنَّمَا تَنْحِتُوْنَ الْفِضَّةَ مِنْ عُرْضِ هٰذَا الْجَبَلِ مَا عِنْدَنَا مَا نُعْطِیْكَ وَلٰکِنْ عَسٰی اَنْ نَّبْعَثَكَ فِیْ بَعْثٍ تُصِیْبُ مِنْهُ قَالَ فَبَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ عَبْسٍ فَبَعَثَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فِیْهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ایک شخص نے عرض کیا: میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا تھا؟ کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہوتا ہے۔ اس نے عرض کیا جی! میں نے اس کو دیکھ لیا تھا، آپ نے فرمایا تم نے اس سے کتنے مہر کے عوض نکاح کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ چار اوقیہ چاندی پر! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار اوقیہ چاندی پر؟ کیا تم اس پہاڑ کی پہنائی سے چاندی کھرچ لیتے ہو؟ ہمارے پاس تو تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، البتہ ہم تمہیں اپنے آدمیوں کے ساتھ بھیجتے ہیں تاکہ تمہیں کچھ مل جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبس کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس میں اس شخص کو بھی بھیجا تھا۔

نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ نکاح سے پہلے اس عورت کو دیکھ لے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یہ مکروہ ہے، لیکن یہ قول خطاء پر مبنی ہے اور اس باب کی احادیث کے خلاف ہے نیز امت کا اس پر اجماع ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، مثلاً خرید و فروخت یا شہادت کے وقت۔ نکاح کے

لیے صرف عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ ان اعضاء کا چھپانا ضروری نہیں ہے، نیز چہرے سے عورت کے حسین ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ہاتھوں سے بدن کی خصوصیات کا اندازہ لگایا جاتا ہے، ہمارا اور جمہور کا یہی نظریہ ہے، اور شیخ داؤد ظاہری (غیر مقلدین کے امام) نے یہ کہا ہے کہ عورت کے تمام بدن کو دیکھنا جائز ہے یہ قول غلط اور فاحش ہے اور اصول سنت اور اجماع کے خلاف ہے، پھر ہمارا اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عورت کو دیکھنے کے لیے اس کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ عورت کو اطلاع دیے بغیر اس کی لاعلمی میں اس کو دیکھ لینا چاہیے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کی لاعلمی میں دیکھنا مکروہ ہے، مبادا اس کی شرمگاہ پر نظر پڑ جائے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت کی اجازت کے بغیر اسے دیکھنا جائز نہیں ہے، لیکن یہ ضعیف قول ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے کی مطلقاً اجازت دی ہے اور اجازت طلب کرنے کی شرط نہیں لگائی، اور اس لیے بھی کہ اجازت لینے سے عورت کو شرم آئے گی اور ہو سکتا ہے کہ عورت اسے پسند نہ آئے اور وہ اس سے نکاح کا ارادہ ترک کر دے، اور اگر عورت سے اجازت لینے کے بعد اس کو دیکھ کر مسترد کیا جائے تو یہ اس عورت کی دل شکنی کا موجب ہو گا اور اگر اس کی لاعلمی میں اسے دیکھا اور ناپسند کیا تو اس سے اس عورت کو پتہ چلے گا نہ رنج ہو گا، اسی وجہ سے ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ منگنی کرنے سے پہلے عورت کو دیکھ لینا چاہیے، تاکہ منگنی کے بعد اس کو مسترد کرنا لازم نہ آئے جس سے عورت کی دل آزاری ہو [1]

بَابُ الصَّدَاقِ وَجَوَازِ كَوْنِهٖ تَعْلِيْمَ قُرْاٰنٍ وَّخَاتَمَ حَدِيْدٍ وَّغَيْرَ ذٰلِكَ [450]

کیا تعلیم قرآن اور لوہے کی انگوٹھی کو بھی مہر قرار دیا جا سکتا ہے؟

۳۳۸۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ اَهَبُ لَكَ نَفْسِيْ فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيْهَا وَصَوَّبَهٗ ثُمَّ طَاْطَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ فَلَمَّا رَاَتِ الْمَرْاَةُ اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آ کر عرض کرنے لگی: یا رسول اللہ میں آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا، جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ پھر آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس سے میرا نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۷-۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ لَّمْ تَكُنْ لَّكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا فَقَالَ فَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَا وَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اذْهَبْ اِلٰى اَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيْدٍ وَّلٰكِنْ هٰذَا اِزَارِيْ قَالَ سَهْلٌ مَالَهٗ رِدَآءٌ فَلَهَا نِصْفُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَصْنَعُ بِاِزَارِكَ اِنْ لَّبِسْتَهٗ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَّاِنْ لَبِسَتْهُ . . . . لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى اِذَا طَالَ مَجْلِسُهٗ قَامَ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَلِّيًا فَاَمَرَ بِهٖ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَآءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ مَعِيْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا عَدَّدَهَا فَقَالَ تَقْرَاُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ هٰذَا حَدِيْثُ ابْنِ اَبِيْ حَازِمٍ وَّحَدِيْثُ يَعْقُوْبَ مُقَارِبُهٗ فِي اللَّفْظِ.

انھوں نے کہا یارسول اللہ! بخدا! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے! آپ نے فرمایا: جاؤ، گھر جاؤ! شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے، وہ گھر گئے اور لوٹ آئے اور آکر کہا: خدا کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں ملی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ ڈھونڈو، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو، وہ گئے اور لوٹ آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! خدا کی قسم مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، میرے پاس صرف یہ میری چادر ہے! آدھی چادر میں اس عورت کو دے دوں گا۔ راوی سہل کہتے ہیں کہ اس کے پاس اوپر والی چادر نہیں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ چادر کیا کرے گی، اگر تم نے اس کو پہن لیا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ اور اگر یہ پہن لے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ وہ مجبوراً بیٹھ گئے اور جب کافی دیر گزر گئی تو کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں جاتے ہوئے دیکھا تو انھیں بلانے کا حکم دیا، جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا: تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انھوں نے کہا مجھے فلاں، فلاں سورتیں یاد ہیں اور وہ سورتیں گن کر بتلائیں۔ آپ نے پوچھا: تم یہ سورتیں زبانی پڑھ سکتے ہو؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا جاؤ! تم کو جو قرآن مجید یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا۔

۳۳۸۴ - وَحَدَّثَنَاهُ خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کچھ کمی اور بیشی کے ساتھ ایسی ہی روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا، اب اس کو قرآن مجید کی تعلیم دو۔

زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ زَائِدَةَ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ.

۳۳۸۵ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهٗ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهٗ لِأَزْوَاجِهٖ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشًّا قَالَتْ أَتَدْرِي مَا النَّشُّ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ أُوقِيَّةٍ فَتِلْكَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَهٰذَا صَدَاقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَزْوَاجِهٖ.

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی ازواج کا) مہر کتنا رکھتے تھے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش رکھتے تھے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ نش کی کتنی مقدار ہے؟ میں نے کہا نہیں! فرمایا نصف اوقیہ، اور یہ (کل مقدار) پانچ سو درہم ہیں اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر ہے۔

۳۳۸۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْعَتَكِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ قَالَ مَا هٰذَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَبَارَكَ اللّٰهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بدن پر زرد رنگ کی خوشبو کے آثار دیکھے تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک عورت سے کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن سونے کے عوض نکاح کر لیا ہے! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، اب ولیمہ کرو، خواہ ایک بکری کا ہے۔

۳۳۸۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَزَوَّجَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا، آپ نے ان سے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

۳۳۸۸ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَحُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کسی عورت سے کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہو۔

۳۳۸۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَّ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيْرٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُمَيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے۔

۳۳۹۰ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَا اَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ بَشَاشَةُ الْعُرْسِ فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بدن پر شادی کے آثار دیکھے میں نے عرض کیا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کرلی ہے، آپ نے پوچھا تم نے اس کا کتنا مہر مقرر کیا ہے؟ میں نے کہا ایک گٹھلی کے برابر سونا۔

امْرَاَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ کَمْ اَصْدَقْتَھَا فَقُلْتُ نَوَاۃً فِیْ حَدِیْثِ اِسْحٰقَ مِنْ ذَھَبٍ۔

۳۳۹۱۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ قَالَ شُعْبَۃُ وَاسْمُہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَاَۃً عَلٰی وَزْنِ نَوَاۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا۔

۳۳۹۲۔ وَحَدَّثَنِیْہِ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا وَھْبٌ قَالَ نَا شُعْبَۃُ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ وُّلْدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ مِّنْ ذَھَبٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے، حضرت عبدالرحمن کے لڑکوں میں سے کسی ایک نے سونے (کی گٹھلی) کا ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورت کی تعیین

حدیث نمبر ۳۳۸۳ میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو بلا مہر بھی اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں، اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے کسی اور مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے: وامرأۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المومنین (احزاب: ۵۰) "اگر کوئی مسلمان عورت اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے اور نبی اس کو اپنے نکاح میں لانا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو اس کی اجازت نہیں ہے" اس اجازت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال ۷ھ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عقد کر لیا تھا لیکن آپ نے یہ پسند نہیں کیا کہ مہر کے بغیر ان سے فائدہ اٹھائیں، اس لیے آپ نے ان کی کسی خواہش اور مطالبہ کے بغیر ان کو مہر عطا فرمایا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کوئی موہوبہ بیوی نہ تھی مگر اس کا مطلب درحقیقت یہ ہے کہ آپ نے ہبہ کرنے والی بیوی کو بھی مہر دیے بغیر نہیں رکھا تھا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کرنے والی عورت کو اپنے نکاح میں لیا ہے البتہ ہبہ کرنے والی کی تعیین میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس، قتادہ اور عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا ہیں، مواہب میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا تو وہ ایک اونٹ پر سوار تھیں، انھوں نے پیغام سن کر کہا "اس اونٹ پر جو کچھ ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے" یہ غزوہ خیبر کے بعد سات ہجری کا واقعہ ہے، مکہ سے دس میل پر مقام سرف میں ان کی رخصتی عمل میں آئی، حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما، ضحاک اور مقاتل سے روایت ہے کہ غزیہ بنت جابر بن حکیم الدوسیہ نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا، صاحب صفوہ نے لکھا ہے کہ اکثر

علماء کا اس پر اتفاق ہے جس عورت نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا وہ یہی عورت ہے آپ نے اس کو قبول نہیں کیا حتی کہ اس کی وفات ہوگئی، در منثور میں منیر بن عبد اللہ الدوسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا تھا، عروہ اور شعبی سے روایت ہے کہ یہ زینب بنت خزیمہ انصاریہ تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو ام المساکین کہا جاتا تھا کیونکہ یہ لوگوں کو کھانا کھلاتی تھیں، یہ تین ہجری کا واقعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھوڑا عرصہ رہیں پھر اُن کا وصال ہوگیا، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ جس عورت نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا وہ خولہ بنت حکیم تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول نہیں کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت عثمان بن مظعون نے ان سے عقد کر لیا، بعض علماء نے کہا ہے کہ ہبہ کرنے والی عورتیں متعدد تھیں کیونکہ بخاری اور مسلم میں عروہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ حضرت عائشہ نے کہا اس عورت کو حیاء نہیں آتی جو اپنا نفس مرد کو ہبہ کرتی ہے؟ اور جب یہ آیت نازل ہوئی ترجی من تشاء منهن — الخ "تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہو اپنے سے الگ رکھو اور جس کو چاہو اپنے پاس رکھو" تو حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔ اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ ہبہ کرنے والی عورتیں متعدد تھیں کیونکہ اس میں ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا[1]

تعلیم قرآن کے مہر ہونے کا حکم

حدیث نمبر ۳۳۸۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا تم کو جو قرآن مجید یاد ہو اس کے سبب میں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن کو مہر بنانا درست ہے اور قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا صحیح ہے، یہ دونوں امور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک جائز ہیں۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا امام ابو حنیفہ کے علاوہ تمام فقہاء کے نزدیک صحیح ہے۔[2]

امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر نہیں بنایا بلکہ اس سبب سے اس کا نکاح اس عورت سے کیا کہ اس کو قرآن مجید یاد تھا اور یہ اسلام کی علامت ہے یعنی یہاں "با" عوض کی نہیں بلکہ سببیت کی ہے، اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اگر "با" عوض کی ہو پھر بھی احناف کو مضر نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہوگا۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم

تعلیم قرآن پر اجرت لینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اسی وجہ سے متاخرین احناف نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور متقدمین احناف نے جو اس کو ناجائز لکھا ہے اس سلسلہ میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان بزرگوں کے پیش نظر یہ احادیث نہیں تھیں مثلاً صحیح بخاری میں ہے:-

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲، ۶۰، ۵۹، مطبوعہ، دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ ك جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں کتاب اللہ پر اجرت لینے کا سب سے زیادہ حق ہے۔"

حدیث نمبر ۳۳۸۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر پانچ سو درہم تھا، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا اس کا جواب علامہ نووی نے یہ دیا ہے کہ یہ زائد مقدار نجاشی نے اپنی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے پیش نظر دی تھی۔

بَابُ[۴۵۲] فَضِيْلَةِ اِعْتَاقِهٖ اَمَتَهٗ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا

۳۳۹۳- حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ يَعْنِيْ ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ قَالَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ اَبُوْ طَلْحَةَ وَاَنَا رَدِيْفُ اَبِيْ طَلْحَةَ فَاَجْرٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زُقَاقِ خَيْبَرَ وَاِنَّ رُكْبَتِيْ لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْحَسَرَ الْاِزَارُ عَنْ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ لَاَرٰى بَيَاضَ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ وَقَدْ خَرَجَ الْقَوْمُ اِلٰى اَعْمَالِهِمْ فَقَالُوْا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا وَالْخَمِيْسُ قَالَ وَاَصَبْنَاهَا عَنْوَةً وَّجُمِعَ السَّبْيُ فَجَآءَهٗ دِحْيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اپنی باندی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرنے کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں جہاد کے لیے گئے حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم نے وہاں منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوطلحہ (اپنی اپنی سواریوں پر) سوار ہوئے۔ میں حضرت ابوطلحہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کو خیبر کی گلیوں میں دوڑایا۔ اس وقت میرا گھٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے مس کر رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ کی ران سے سرک گئی تھی اور میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی پر پڑ گئی، جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر، خیبر ویران ہو گیا ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جنہیں وعید سنائی گئی ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے آپ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے حضرت انس نے کہا لوگ اس وقت اپنے کام کاج کے لیے جا رہے تھے، انہوں نے کہا محمد اور ان کا لشکر آپہنچا ہے۔ ہم نے جنگ سے خیبر کو فتح کر لیا اور قیدیوں کو جمع کر لیا گیا۔ دحیہ کلبی حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ان قیدیوں میں سے مجھے بھی ایک باندی عنایت کیجئے،

ك۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عَنْهُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطِنِي جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ فَقَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَجَاءَ رَجُلٌ إِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوهُ بِهَا قَالَ فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ وَبَسَطَ نِطَعًا قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالْأَقِطِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ فَحَاسُوا حَيْسًا فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپ نے فرمایا: اچھا ایک باندی لے لو! انھوں نے صفیہ بنت حیّی رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے نبی اللہ! آپ نے قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حیّی دحیہ کو دے دی۔ وہ آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہے، آپ نے فرمایا دحیہ اور اس باندی کو بلاؤ، دحیہ ان کو لے کر آ گئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا، تو آپ نے فرمایا، ان کے علاوہ اور کوئی باندی لے لو، اور آپ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان کے ساتھ شادی کر لی، حضرت انس سے ثابت نے پوچھا: اے ابو حمزہ! حضرت صفیہ کا مہر کتنا تھا؟ حضرت انس نے کہا ان کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر قرار پایا تھا، آپ نے راستہ میں ان سے نکاح کیا، راستہ ہی میں رات کو حضرت امّ سلیم نے ان کو تیار کر کے آپ کے پاس بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت عروسی صبح کی اور آپ نے فرمایا جس شخص کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے۔ اور چمڑے کا ایک دستر خوان بچھا دیا، کوئی شخص پنیر لے کر آیا اور کوئی کھجوریں اور کوئی گھی لے کر آیا، ان سب چیزوں کو ملایا گیا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

۳۳۹۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَشُعَيْبِ بْنِ حَبْحَابٍ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَ

پھر مختلف سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کے آزاد کرنے ہی کو ان کا مہر قرار دیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کو آزاد کیا اور ان کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر قرار پایا۔

حدثني زهير بن حرب قال نا معاذ بن هشام قال حدثني أبي عن شعيب بن الحبحاب عن أنس ح قال وحدثني محمد بن رافع قال نا يحيى بن آدم وعمر بن سعيد وعبد الرزاق جميعا عن سفيان عن يونس بن عبيد عن شعيب بن الحبحاب عن أنس كلهم عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه أعتق صفية رضي الله تعالى عنها وجعل عتقها صداقها وفي حديث معاذ عن أبيه تزوج صفية رضي الله تعالى عنها وأصدقها عتقها۔

۳۳۹۵ - وحدثنا يحيى بن يحيى قال أنا خالد بن عبد الله عن مطرف عن عامر عن أبي بردة عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في الذي يعتق جاريته ثم يتزوجها له أجران۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے شادی کرے اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔

۳۳۹۶ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا عفان قال نا حماد بن سلمة قال نا ثابت عن أنس رضي الله تعالى عنه قال كنت ردف أبي طلحة يوم خيبر وقدمي تمس قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فأتيناهم حين بزغت الشمس وقد أخرجوا مواشيهم وخرجوا بفؤسهم ومكاتلهم ومرورهم فقالوا محمد والخميس قال فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خربت خيبر إنا إذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين قال وهزمهم الله ووقعت في سهم

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن میں حضرت ابوطلحہ کی سواری کے پیچھے بیٹھا تھا اور میرا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے مس کر رہا تھا۔ ہم جس وقت خیبر پہنچے تو سورج چمک رہا تھا، اس وقت لوگ اپنے مویشی اور کدالیں ٹوکریاں اور بیلچے لے کر جا رہے تھے انھوں نے کہا محمد، لشکر کے ساتھ آ گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیبر برباد ہو گیا، ہم جس قوم کے صحن اترتے ہیں تو جنھیں وعید سنائی گئی ہے، ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے، حضرت انس نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی، حضرت دحیہ کے حصہ میں ایک خوبصورت باندی آئی، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باندیوں

دِحْيَةَ جَارِيَةٌ جَمِيلَةٌ فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ أَرْؤُسٍ ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تُصَنِّعُهَا وَتُهَيِّئُهَا قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَتَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا وَهِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَ وَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيمَتَهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ فُحِصَتِ الْأَرْضُ أَفَاحِيصَ وَجِيءَ بِالْأَنْطَاعِ فَوُضِعَتْ فِيهَا وَجِيءَ بِالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ فَشَبِعَ النَّاسُ قَالَ وَقَالَ النَّاسُ لَا نَدْرِي أَتَزَوَّجَهَا أَمِ اتَّخَذَهَا أُمَّ وَلَدٍ قَالُوا إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ أُمُّ وَلَدٍ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَبَ حَجَبَهَا فَقَعَدَتْ عَلَى عَجُزِ الْبَعِيرِ فَعَرَفُوا أَنَّهُ قَدْ تَزَوَّجَهَا فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَفَعْنَا قَالَ فَعَثَرَتِ النَّاقَةُ الْعَضْبَاءُ وَنَدَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَدَرَتْ فَقَامَ فَسَتَرَهَا وَقَدْ أَشْرَفَتِ النِّسَاءُ يَقُلْنَ أَبْعَدَ اللّٰهُ الْيَهُودِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا حَمْزَةَ أَوَقَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِي وَاللّٰهِ لَقَدْ وَقَعَ قَالَ أَنَسٌ وَشَهِدْتُ وَلِيمَةَ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا وَكَانَ يَبْعَثُنِي فَأَدْعُو النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ وَتَبِعْتُهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلَانِ اسْتَأْنَسَ بِهِمَا الْحَدِيثُ لَمْ يَخْرُجَا فَجَعَلَ يَمُرُّ عَلَى نِسَائِهِ فَيُسَلِّمُ عَلَى كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَيْفَ أَنْتُمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَيَقُولُونَ بِخَيْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

کے عوض خرید لیا۔ اور انھیں حضرت ام سلیم کے سپرد کر دیا، تاکہ وہ انھیں بنا سنوار کر تیار کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے ان کے سپرد اس لیے کیا تھا تاکہ وہ ان کے گھر میں عدت پوری کریں، اور وہ باندی حضرت صفیہ تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ولیمہ میں چھوارے، پنیر اور گھی کا کھانا تیار کیا، زمین کو کھود کر اس میں چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا، اس میں پنیر اور گھی رکھا گیا، لوگوں سیر ہو کر کھایا، لوگ کہنے لگے ہمیں پتا نہیں آپ نے ان سے شادی کی ہے یا ان کو ام ولد بنایا ہے، لوگوں نے کہا اگر آپ ان کا پردہ کرائیں تو وہ آپ کی بیوی ہیں اور اگر پردہ نہ کرائیں تو ام ولد ہیں۔ جب آپ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کے لیے پردہ لگوا دیا، اور وہ اونٹ کے پچھلے حصہ پر بیٹھ گئیں، اس لیے لوگوں نے جان لیا کہ آپ نے ان سے شادی کر لی ہے، جب مدینہ کے قریب پہنچے تو حضور نے اونٹنی دوڑائی، ہم نے بھی اپنی سواریاں دوڑائیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء نے ٹھوکر کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ گر پڑے، آپ نے کھڑے ہو کر ان کا پردہ کیا، عورتیں دیکھ کر کہنے لگیں "اللہ تعالیٰ یہودیہ کو دور کرے"۔ راوی نے حضرت انس سے پوچھا اے ابو حمزہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں! خدا کی قسم آپ گر پڑے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کے موقع پر حاضر تھا آپ نے لوگوں کو روٹی اور گوشت سے سیر کر دیا تھا، لوگوں کو بلانے کے لیے آپ مجھے بھیجتے تھے جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ کھڑے ہو گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے گیا۔ کھانے کے بعد دو آدمی نہیں گئے تھے، اور محویت سے باتیں کر رہے تھے، آپ اپنی ازواج

كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ فَيَقُولُ بِخَيْرٍ فَلَمَّا فَرَغَ رَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ إِذَا هُوَ بِالرَّجُلَيْنِ قَدِ اسْتَأْنَسَ بِهِمَا الْحَدِيثُ فَلَمَّا رَآيَاهُ قَدْ رَجَعَ قَامَا فَخَرَجَا فَوَاللَّهِ مَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ أَمْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بِأَنَّهُمَا قَدْ خَرَجَا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ الْبَابِ أَرْخَى الْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأَنْزَلَ اللَّهُ هَذِهِ الْآيَةَ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ.

(مطہرات) کے پاس گئے۔ ان میں سے ہر ایک سے فرماتے السلام علیکم اے اہل بیت! تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہتیں یا رسول اللہ! خیریت ہے! آپ نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا اچھی ہیں، جب آپ فارغ ہو کر لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا جب دروازے پر پہنچے تو دیکھا وہ دونوں شخص ہنوز باتوں میں مصروف ہیں، جب انھوں نے دیکھا کہ آپ لوٹ آتے ہیں تو وہ نکلنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ خدا کی قسم مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے ان کے جانے کی خبر دی تھی یا آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ وہ جا چکے ہیں، آپ لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا جب آپ نے دروازے کی چوکھٹ پر قدم رکھا تو میرے اور اپنے درمیان پردہ چھوڑ دیا اس وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم۔ "نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو۔"

۳۳۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمِ بْنِ حَيَّانَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ نَا أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَارَتْ صَفِيَّةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا لِدِحْيَةَ فِي مَقْسَمِهِ وَجَعَلُوا يَمْدَحُونَهَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيَقُولُونَ مَا رَأَيْنَا فِي السَّبْيِ مِثْلَهَا قَالَ فَبَعَثَ إِلَى دِحْيَةَ فَأَعْطَاهُ بِهَا مَا أَرَادَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کے حصہ میں آئی تھیں، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی تعریف کی، حضرت انس کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہم نے باندیوں میں ایسی عورت نہیں دیکھی۔ حضور نے حضرت دحیہ کو بلوایا، اور حضرت صفیہ کے عوض جو کچھ انھوں نے مانگا انھیں دے دیا، پھر حضرت صفیہ کو میری والدہ کے سپرد کر کے فرمایا ان کا بناؤ سنگھار کرو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے روانہ ہوئے حتی کہ خیبر آپ کے پیچھے رہ گیا آپ اترے پھر آپ نے حضرت صفیہ کے لیے خیمہ لگوایا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس کھانا

ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّي فَقَالَ أَصْلِحِيهَا قَالَ ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا جَعَلَهَا فِي ظَهْرِهٖ نَزَلَ ثُمَّ ضَرَبَ عَلَيْهَا الْقُبَّةَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَأْتِنَا بِهٖ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِفَضْلِ التَّمْرِ وَفَضْلِ السَّوِيْقِ حَتّٰى جَعَلُوْا مِنْ ذٰلِكَ سَوَادًا حَيْسًا فَجَعَلُوْا يَأْكُلُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ الْحَيْسِ وَيَشْرَبُوْنَ مِنْ حِيَاضٍ إِلٰى جَنْبِهِمْ مِنْ مَّاءِ السَّمَاءِ قَالَ فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا قَالَ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى إِذَا رَأَيْنَا جُدُرَ الْمَدِيْنَةِ هَشِشْنَا إِلَيْهَا فَرَفَعْنَا مَطِيَّتَنَا وَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطِيَّتَهٗ قَالَ وَصَفِيَّةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا خَلْفَهٗ قَدْ أَرْدَفَهَا قَالَ فَعَثَرَتْ مَطِيَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُرِعَ وَصُرِعَتْ قَالَ فَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَلَا إِلَيْهَا حَتّٰى قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَتَرَهَا قَالَ فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ لَمْ نُضَرَّ قَالَ فَدَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ فَخَرَجَ جَوَارِيْ نِسَائِهٖ يَتَرَاءَيْنَهَا وَيَشْمَتْنَ بِصَرْعَتِهَا۔

بچا ہوا ہو وہ ہمارے پاس لے آئے، حضرت انس کہتے ہیں کہ لوگ اپنی بچی کھجوریں اور بچے ہوئے ستو لیکر آئے حتیٰ کہ اس سے کھانے کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ لوگوں نے اس طعام سے کھایا اور ان کے پہلو میں ایک حوض تھا جس میں بارش کا پانی جمع تھا، اس سے پانی پیا، حضرت انس نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کی دیواریں دیکھیں تو ہمیں مدینہ پہنچنے کا اشتیاق دامن گیر ہوا، ہم نے اپنی سواریاں دوڑائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی سواری دوڑائی، در آں حالیکہ آپ کے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری لڑکھڑائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ گر پڑے، لوگوں میں سے کسی شخص نے حضور کی طرف دیکھا نہ حضرت صفیہ کی طرف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور حضرت صفیہ کو حجاب میں لیا۔ ہم آپ کے پاس آئے آپ نے فرمایا ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے اور آپ کی ازواج مطہرات کی کنیزیں آکر حضرت صفیہ کو دیکھنے لگیں اور ان کے گرنے پر افسوس کرنے لگیں۔

ران کے شرمگاہ ہونے میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۳۹۳ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ کی ران سے سرک گئی، حضرت انس کہتے ہیں میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر پڑی، صحیح البخاری میں محمد بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفخذ عورۃ "ران شرمگاہ ہے" [۱] علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے اصحاب مالک وغیرہ نے یہ

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ۔

استدلال کیا ہے کہ ران شرمگاہ نہیں ہے اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ ران شرمگاہ ہے اور اس حدیث کا انھوں نے یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد اور اختیار کے بغیر چادر سرک گئی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نظر اتفاقاً پڑ گئی تھی اسی طرح بھیڑ کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گھٹنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے سے لگ گیا تھا۔[1] احناف کے نزدیک بھی ران شرمگاہ ہے اس لیے علامہ عینی حنفی نے اس حدیث کی یہ توجیہ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کو تیز دوڑا رہے تھے، اس تیزی کی وجہ سے یا بھیڑ کی وجہ سے آپ کی ران سے چادر سرک گئی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نظر اتفاقاً پڑی تھی۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کو باندی ہبہ کر کے کیوں واپس لی تھی؟

حدیث نمبر ۳۳۹۲ میں ہے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک باندی لینے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: ایک باندی لے لو، انھوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا، بعد میں جب دوسرے صحابہ کو اعتراض ہوا کہ انھوں نے سب سے اچھے حسب و نسب کی لونڈی کو لے لیا ہے تو آپ نے ان سے حضرت صفیہ کو واپس لے لیا، اور فرمایا ان کے بدلہ میں اور لونڈی لے لو، حدیث کے اس ٹکڑے پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کسی چیز کو ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں اوّل یہ کہ صحیح مسلم کی بعض روایات میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باندیوں کے عوض حضرت صفیہ کو ان سے خرید لیا تھا، ثانی یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کوئی باندی لے لو اس کا مطلب یہ تھا کہ باندیوں میں سے کوئی باندی لے لو نہ یہ کہ سب سے افضل باندی کو لو چونکہ انھوں نے آپ کی اجازت کے تقاضے پر عمل نہیں کیا تھا اس لیے آپ نے ان سے حضرت صفیہ کو واپس لے لیا، ثالث یہ کہ ہر چند کہ ہبہ واپس لینا مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن ہبہ واپس نہ لینے کی صورت میں اس سے بڑی خرابی متوقع تھی اور وہ تھی فتنہ اور فساد، کیونکہ حضرت صفیہ بنت حیی بہت حسین و جمیل خاتون تھیں اور بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی تھیں اگر یہ حضرت دحیہ کو دی جاتیں تو دوسرے صحابہ کو یہ برا لگتا اور یہ خطرہ تھا کہ اس وجہ سے کوئی فتنہ کھڑا ہو جاتا، لہٰذا آپ نے اس فتنہ کے سد باب کے لیے یہ ہبہ واپس لے لیا اور یہ تعلیم دی کہ فتنہ اور فساد کے خطرہ کی بناء پر ہبہ واپس لیا جا سکتا ہے، رابع یہ ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے ہبہ واپس کر لیا، خامس یہ کہ والد کا اولاد سے ہبہ واپس لینا بلا کراہت جائز ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ والد ہیں اس لیے آپ کے ہبہ واپس لینے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے، سادس یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کی جانوں اور ان کے اموال کے مالک ہیں، بلکہ مسلمانوں کو ان کی اپنی جانوں اور اموال پر اتنا تصرف اور اختیار نہیں ہے جتنا تصرف اور اختیار آپ کو حاصل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم (احزاب: ۶) "نبی مسلمانوں کی جانوں کے ان سے زیادہ مالک ہیں۔"

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ
[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

لونڈی کے آزاد کرنے کو مہر قرار دینے میں مذاہب

جس شخص نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ اس سے نکاح کرے گا اور اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے گا، جمہور کا قول یہ ہے کہ اس لونڈی پر اس شخص سے شادی کرنا لازم نہیں ہے اور نہ یہ شرط صحیح ہے، امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ، محمد بن الحسن شیبانی اور امام زفر کا یہی قول ہے، امام شافعی کہتے ہیں: اگر اس لونڈی نے اس شرط کو قبول کر لیا اور وہ آزاد کر دی گئی پھر بھی اس لونڈی کو اس شخص کے ساتھ شادی کرنا لازم نہیں ہے، البتہ اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت مالک کو ادا کرے، کیونکہ مالک اس کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرنے پر راضی نہیں تھا۔ اور امام احمد اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنی باندی کو اس شرط پر آزاد کرے کہ وہ اس سے نکاح کرے گا اور اس لونڈی پر لازم ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے اور اس کے آزاد کرنے کو اپنا مہر مان لے جیسا کہ بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور جمہور کے نزدیک اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو بغیر کسی عوض اور بغیر کسی شرط کے تبرعاً آزاد کر دیا تھا، پھر آپ نے حضرت صفیہ کی مرضی سے بغیر مہر کے ان سے نکاح کر لیا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ بغیر مہر کے شادی کر سکتے ہیں [1] علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بغیر مہر کے شادی کر سکتے ہیں تو آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ آزاد کرنے کو مہر قرار دے دیں البتہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں اگر وہ ایسا کرے گا تو آزاد کرنا مہر نہیں ہوگا بلکہ اس کو مہر مثل ادا کرنا لازم ہوگا۔ [2]

بَابُ زَوَاجِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَنُزُوْلِ الْحِجَابِ وَاِثْبَاتِ الْوَلِيْمَةِ [452]

حضرت زینب کے نکاح، نزول حجاب اور ولیمہ کا بیان

۳۳۹۸ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ نَا بَهْزٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا اَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَا جَمِيْعًا نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهٰذَا حَدِيْثُ بَهْزٍ قَالَ لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ قَالَ فَانْطَلَقَ زَيْدٌ حَتّٰى اَتَاهَا وَهِيَ تُخَمِّرُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے فرمایا: حضرت زینب سے میرا ذکر کرو، جس وقت حضرت زید حضرت زینب کے پاس گئے تو وہ اپنے آٹے کا خمیر کر رہی تھیں۔ زید کہتے ہیں کہ جب میں نے انہیں دیکھا تو میرے دل میں ان کی اس قدر عظمت پیدا ہوئی کہ میں ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا، میں ایڑیوں کے بل

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰، ص ۸۸ - ۸۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر۔

عَجِبْتُهَا قَالَ فَلَمَّا رَأَيْتُهَا عَظُمَتْ فِي صَدْرِي حَتَّى مَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِي وَنَكَصْتُ عَلَى عَقِبِي فَقُلْتُ يَا زَيْنَبُ أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُكِ قَالَتْ مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا وَنَزَلَ الْقُرْآنُ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ قَالَ فَقَالَ وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمَنَا الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ حِينَ امْتَدَّ النَّهَارُ فَخَرَجَ النَّاسُ وَبَقِيَ رِجَالٌ يَتَحَدَّثُونَ فِي الْبَيْتِ بَعْدَ الطَّعَامِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّبَعْتُهُ فَجَعَلَ يَتَتَبَّعُ حُجَرَ نِسَائِهِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيَقُلْنَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ قَالَ فَمَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ قَدْ خَرَجُوا أَوْ أَخْبَرَنِي قَالَ فَانْطَلَقَ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ مَعَهُ فَأَلْقَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَنَزَلَ الْحِجَابُ قَالَ وَوُعِظَ الْقَوْمُ بِمَا وُعِظُوا بِهِ زَادَ ابْنُ رَافِعٍ فِي حَدِيثِهِ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ إِلَى قَوْلِهِ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ۔

گھوما اور پشت پھیر کر کہا: اے زینب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پیغام بھیجا ہے، حضرت زینب نے کہا میں اپنے رب سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کرتی، وہ اپنے مصلے پر کھڑی ہوگئیں، قرآن مجید نازل ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت ان کے گھر آئے، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روٹیاں اور گوشت خوب کھلایا سب لوگ چلے گئے اور چند آدمی کھانے کے بعد بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ نکلا، آپ ازواج مطہرات کے حجرات میں گئے، انھیں سلام کیا، ازواج نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اہل کو کیسا پایا، راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو خبر دی تھی یا آپ نے بتایا تھا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں پھر آپ گھر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے ساتھ گیا۔ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور حجاب کے احکام نازل ہوگئے اور لوگوں کو جو نصیحت کی جانی تھی وہ کی گئی۔ ابن رافع نے اپنی روایت میں اس آیت کا ذکر کیا ہے، (ترجمہ:) نبی کے گھروں میں بلا اجازت مت داخل ہو ... اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے میں حیا نہیں فرماتا۔

۳۳۹۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَقُتَيْبَةُ قَالُوا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حضرت زینب کے نکاح پر ولیمہ کیا تھا کسی اور زوجہ کے نکاح پر ایسا ولیمہ نہیں کیا آپ

عَنْ اَنَسٍ وَّفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ كَامِلٍ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلَى امْرَاَةٍ وَّقَالَ اَبُوْ كَامِلٍ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ نِّسَائِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ فَاِنَّهٗ ذَبَحَ شَاةً۔

۳۴۰۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَّهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ مِّنْ نِّسَائِهٖ اَكْثَرَ اَوْ اَفْضَلَ مِمَّا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بِمَا اَوْلَمَ قَالَ اَطْعَمَهُمْ خُبْزًا وَّلَحْمًا حَتّٰى تَرَكُوْهُ۔

۳۴۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ وَعَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى كُلُّهُمْ عَنْ مُّعْتَمِرٍ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ حَبِيْبٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ نَا اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ قَالَ فَاَخَذَ كَاَنَّهٗ يَتَهَيَّاُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُوْمُوْا فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ مِنَ الْقَوْمِ زَادَ عَاصِمٌ وَّابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى فِيْ حَدِيْثِهِمَا قَالَ فَقَعَدَ ثَلٰثَةٌ وَّاِنَّ النَّبِيَّ

نے حضرت زینب کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح کی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے ولیمہ سے بڑھ کر اور عمدہ ولیمہ کسی اور زوجہ سے نکاح کے موقع پر نہیں کیا، راوی نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ میں کیا کھلایا تھا انھوں نے کہا لوگوں کو اس قدر روٹیاں اور گوشت کھلایا کہ لوگوں نے کھانا چھوڑ دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو لوگوں کو بلا کر کھانا کھلایا، لوگ کھانا کھانے کے بعد بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھنے کے لیے تیار ہوئے مگر پھر بھی وہ لوگ نہیں اٹھے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے جب آپ کھڑے ہو گئے تو لوگوں میں سے جنھوں نے اٹھنا تھا وہ کھڑے ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین آدمی بیٹھے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر جانے کے لیے تشریف لائے لیکن وہ لوگ ہنوز بیٹھے ہوئے تھے، پھر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے، اور میں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور میں بھی داخل ہونے لگا کہ آپ نے اپنے اور میرے درمیان

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوْا فَانْطَلَقُوْا قَالَ فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا قَالَ فَجَآءَ حَتّٰى دَخَلَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ قَالَ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ إِنٰهُ إِلٰى قَوْلِهٖ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔

۳۴۰۲ - **وَحَدَّثَنِيْ** عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ إِنَّ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحِجَابِ لَقَدْ كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُنِيْ عَنْهَا قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِيْنَةِ فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ مَعَهُ رِجَالٌ بَعْدَ مَا قَامَ الْقَوْمُ حَتّٰى قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَشٰى فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتّٰى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوْا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوْسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ حُجْرَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ

حجاب ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت مت داخل ہو نہ کھانے کا وقت تاکتے رہا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ لیکن کھانا کھانے کے بعد اٹھ کھڑے ہوا کرو، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو، تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا۔ ان ذلکم کان عند اللہ عظیماً تک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں احکام حجاب کے بارے میں باقی لوگوں سے زیادہ واقف ہوں، حضرت ابی بن کعب بھی احکام حجاب کے بارے میں مجھ سے سوال کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اس حال میں کی کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی ہوئی تھی آپ نے ان سے مدینہ میں نکاح کیا تھا اور دن چڑھنے کے بعد آپ نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور سب لوگوں کے جانے کے بعد آپ کے ساتھ کچھ آدمی بھی بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے تک گئے پھر خیال فرمایا کہ شاید لوگ چلے گئے ہوں گے۔ آپ لوٹ پڑے، میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا، وہ لوگ اس وقت بھی اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے، آپ پھر واپس چل پڑے، میں بھی واپس ہوا، آپ دوبارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے تک گئے، اس کے بعد پھر آپ واپس (گھر) گئے، میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا، اس بار وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، پھر آپ نے میرے اور اپنے درمیان حجاب

قَامُوْا فَضَرَبَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ السِّتْرَ وَ
اُنْزِلَ اٰيَةُ الْحِجَابِ۔

٣٤٠٣ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ
قَالَ نَا جَعْفَرٌ يَعْنِيْ ابْنَ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ
اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ
تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بِاَهْلِهٖ قَالَ
فَصَنَعَتْ اُمِّيْ اُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ
فِيْ تَوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَنَسُ اذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ
بَعَثَتْ بِهٰذَا اِلَيْكَ اُمِّيْ وَهِيَ تُقْرِئُكَ
السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ
اِنَّ اُمِّيْ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا
لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ
فَادْعُ لَنَا فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّمَنْ لَقِيْتَ
وَسَمّٰى رِجَالًا قَالَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى
وَمَنْ لَقِيْتُ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ عَدَدَ كَمْ
كَانُوْا قَالَ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ وَّقَالَ
لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا
اَنَسُ هَاتِ التَّوْرَ قَالَ فَدَخَلُوْا حَتّٰى امْتَلَاَتِ
الصُّفَّةُ وَالْحُجْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَحَلَّقْ عَشَرَةٌ عَشَرَةٌ
وَلْيَاْكُلْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّمَّا يَلِيْهِ قَالَ فَاَكَلُوْا
حَتّٰى شَبِعُوْا قَالَ فَخَرَجَتْ طَآئِفَةٌ وَّ
دَخَلَتْ طَآئِفَةٌ حَتّٰى اَكَلُوْا كُلُّهُمْ فَقَالَ
لِيْ يَا اَنَسُ ارْفَعْ قَالَ فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِيْ
حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ اَكْثَرَ اَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ

ڈال دیا اور آیت حجاب نازل ہو گئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا، اور اپنی زوجہ مطہرہ کے پاس گئے، میری والدہ ام سلیم نے حیس (کھجور، ستو اور گھی سے بنایا ہوا کھانا) پکایا، اسے ایک طباق میں رکھ کر کہا "اے انس اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور جاکر عرض کرو" اس کو میری ماں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور سلام عرض کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ یا رسول اللہ! یہ ہماری طرف سے آپ کی خدمت میں ایک تھوڑا سا نذرانہ ہے۔" حضرت انس کہتے ہیں کہ میں وہ کھانا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور کہا "میری ماں آپ کو سلام کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ آپ کے لیے تھوڑا سا نذرانہ ہے، آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو، پھر آپ نے فرمایا جاؤ فلاں فلاں کو بلا لاؤ، اور جو تم کو ملیں ان کو اور چند لوگوں کا نام لیا، جن لوگوں کا آپ نے نام لیا تھا میں انہیں بلا لایا اور جو لوگ مجھے ملے انہیں بھی بلا لایا، (راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت انس سے پوچھا ان لوگوں کی کتنی تعداد تھی؟ انہوں نے کہا اندازاً تین سو آدمی تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس وہ طباق لے آؤ، پھر وہ لوگ اندر آئے حتی کہ چبوترہ اور کمرہ بھر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس، دس آدمی ایک حلقہ بنا لیں اور ہر شخص اپنے آگے سے کھائے حضرت انس کہتے ہیں ان لوگوں نے اس قدر کھایا کہ وہ سیر ہو گئے ایک گروہ کھا کر جاتا پھر دوسرا آجاتا، جب سب لوگ کھا چکے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: "اے انس! اس برتن کو اٹھا لو" حضرت انس کہتے ہیں میں نہیں فیصلہ کر سکا کہ جس وقت میں نے برتن رکھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا جب میں نے وہ برتن اٹھایا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا" بعض لوگوں نے کھانے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ وَجَلَسَ طَوَائِفُ مِنْهُمْ يَتَحَدَّثُونَ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَزَوْجَتُهُ مُوَلِّيَةٌ وَجْهَهَا إِلَى الْحَائِطِ فَثَقُلُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَى نِسَائِهِ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَمَّا رَأَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَجَعَ ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ ثَقُلُوا عَلَيْهِ قَالَ فَابْتَدَرُوا الْبَابَ فَخَرَجُوا كُلُّهُمْ وَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَرْخَى السِّتْرَ وَدَخَلَ وَأَنَا جَالِسٌ فِي الْحُجْرَةِ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى خَرَجَ عَلَيَّ وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ الْجَعْدُ قَالَ أَنَسٌ أَنَا أَحْدَثُ النَّاسِ عَهْدًا بِهٰذِهِ الْآيَاتِ وَحُجِبْنَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کے گھر میں بیٹھ کر باتیں شروع کر دیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ کی زوجہ مطہرہ دیوار کی طرف چہرہ کیے ہوئے بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں کا بیٹھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزر رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے اپنی ازواج مطہرات کو سلام کیا اور واپس آ گئے، جب ان لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ آئے ہیں تب انہوں نے سمجھا کہ ان کا یہاں بیٹھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بار گزر رہا ہے، وہ سب جلدی سے دروازے کی طرف بڑھے اور چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے پردہ گرا دیا۔ آپ حجرہ میں تشریف لائے وہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ تھوڑی دیر ٹھہرے پھر میرے پاس آئے در آں حالیکہ آپ کے اوپر یہ آیت نازل ہوئی تھی پھر آپ نے باہر آ کے لوگوں پر وہ آیات پڑھیں: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو نہ کھانے کا وقت دیکھتے رہا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ لیکن کھانا کھانے کے بعد اٹھ کھڑے ہوا کرو، تمہاری ان حرکتوں سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے مگر وہ شرم کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا۔ جعدی کہتے ہیں کہ حضرت انس نے کہا کہ ان آیات کے نازل ہونے کا واقعہ مجھے سب سے زیادہ یاد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کیلئے پردے کے احکام نازل ہو گئے۔

۳۴۰۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَهْدَتْ لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ فَقَالَ أَنَسٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو (میری والدہ) حضرت ام سلیم نے آپ کے لیے ایک طباق میں حیس (ستو، گھی، اور کھجور سے بنایا ہوا کھانا) بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور مسلمانوں میں سے تمہیں جو ملے اس کو بلا لاؤ، لہٰذا مجھے جو ملا اس کو میں بلا لایا، وہ لوگ گھر میں داخل ہوتے، کھانا کھاتے اور

فَادْعُ لِي مَنْ لَقِيتَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
فَدَعَوْتُ لَهُ مَنْ لَقِيتُ فَجَعَلُوا يَدْخُلُونَ
عَلَيْهِ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ وَوَضَعَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى
الطَّعَامِ فَدَعَا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ مَا شَاءَ
اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ وَلَمْ أَدَعْ أَحَدًا لَقِيتُهُ إِلَّا
دَعَوْتُهُ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَخَرَجُوا وَ
بَقِيَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَطَالُوا عَلَيْهِ الْحَدِيثَ
فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحْيِي
مِنْهُمْ أَنْ يَقُولَ لَهُمْ شَيْئًا فَخَرَجَ وَتَرَكَهُمْ
فِي الْبَيْتِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ
يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ
إِنَاهُ قَالَ قَتَادَةُ غَيْرَ مُتَحَيِّنِينَ طَعَامًا
وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا حَتَّى بَلَغَ
ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ

نکل جاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ
کھانے پر رکھا اور دعا فرمائی اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ
کلمات آپ نے دعا میں کہے، مجھے جو شخص بھی ملا تھا میں
اس کو لے آیا تھا ان سب نے سیر ہو کر کھایا اور چلے
گئے، کچھ لوگ بیٹھے رہے، انھوں نے لمبی باتیں شروع کر
دیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کچھ کہنے سے حیاء کرتے
تھے، آپ گھر سے باہر آگئے وہ وہیں بیٹھے رہے اس
وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: اے ایمان
والو نبی کے گھروں میں بلا اجازت مت داخل ہو، نہ
کھانے کا وقت تاکتے رہا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر
بلایا جائے تو ضرور آؤ، لیکن کھانا کھانے کے بعد اٹھ کر چلے
ہوا کرو، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو، تمہاری یہ حرکتیں
نبی کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں
کہتے، اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا، آخر
آیت تک۔

حضرت زینب سے نکاح کی تفصیل

حدیث نمبر ۳۳۶۸ میں ہے جب حضرت زید نے حضرت زینب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے کہا میں اپنے رب سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کروں گی اور مصلے کی طرف بڑھ گئیں، ان کا مقصد یہ تھا کہ میں استخارہ کر دوں گی، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سب کاموں کے لیے استخارہ کی تعلیم دیتے تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے استخارہ اس لیے کیا تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی میں ان سے تقصیر نہ ہو جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت لیے ان کے پاس چلے گئے۔ یعنی جب یہ آیت نازل ہو گئی: فلما قضی زید منها وطرا زوجنکها (احزاب: ۳۷) "جب زید نے ان سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے ان سے آپ کا نکاح کر دیا" اس آیت کے نازل ہوتے ہی حضرت زینب آپ کے عقد میں آگئیں، اس نکاح میں ایجاب و قبول کا عقد تھا، نہ گواہ تھے نہ کوئی ولی تھا۔ غالباً اس عظیم نعمت پر شکر ادا کرنے کے لیے ہی آپ نے حضرت زینب سے نکاح کا ولیمہ بہت اہتمام سے کیا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بھی ذکر ہے کہ آپ کا ہاتھ لگانے سے اور آپ کی دعا کی برکت سے تھوڑا سا کھانا، تین سو کے قریب آدمیوں کے لیے کافی ہو گیا اور ان کے سیر ہونے کے باوجود کھانا اتنا ہی باقی تھا حضرت انس فرماتے ہیں میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ کھانا اب زیادہ ہے یا پہلے زیادہ تھا۔

مساوات سے بے پردگی پر استدلال

پردہ سے متعلق قرآن مجید میں جو احکام دیے گئے ہیں اور احادیث ہیں جن کی وضاحت کی گئی ہے ان کے مطابق عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا، ان سے بات چیت کرنا اور میل جول رکھنا سب ناجائز ہیں اسی طرح مردوں کا اجنبی عورتوں کو دیکھنا ان سے بات کرنا اور ان سے میل جول رکھنا سب ناجائز ہیں۔ عورتوں کا پردہ کے بغیر گھر سے نکلنا ناجائز ہے، بازاروں میں شاپنگ کرنا اور سیر و تفریح کے لیے گھومنا جائز نہیں ہے۔ عورت اصل میں چراغ خانہ ہے، شمع محفل نہیں ہے۔ اس کے برعکس آج کے معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں برقع اور کسی بھی قسم کے پردہ سے آزاد تنگ اور چست، نیم عریاں اور شوخ و شنگ لباس پہنے سڑکوں اور بازاروں میں دعوت نظارہ دیتی پھرتی ہیں، دوپٹہ سے سر اور سینے کو نہیں ڈھانپا جاتا بلکہ مفلر کی طرح گلے میں ڈالا جاتا ہے، کوئی دن جاتا ہے کہ برقع کی طرح دوپٹہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ مخلوط تعلیم عام ہے اور لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ اسکولوں میں پڑھتے ہیں، اسکولوں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھانے والے بھی مخلوط ہیں مرد اور عورتیں دونوں پڑھاتے ہیں۔ بینکوں، پی آئی اے اور دوسرے محکموں اور دفاتر میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی نظر آتی ہیں، اور پولیس اور فوج میں بھی عورتیں کام کر رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مرد اور عورت ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں دونوں کو مل جل کر کام کرنا چاہیے۔ اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے اس لیے معیشت کا بوجھ اٹھانے کے لیے دونوں کو مساوی جدوجہد کرنی چاہیے۔ وہ دن گئے جب عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید رکھا جاتا تھا۔ اب آزادی نسواں کا دور ہے عورت کو گھر میں غلام بنا کے رکھنا روح مساوات کے خلاف ہے۔

مرد اور عورت میں مساوات کا دائرہ

یہ صحیح ہے کہ انسان ہونے میں مرد اور عورت دونوں مساوی ہیں۔ تہذیب و تمدن کی تعمیر و تشکیل اور انسانیت کی خدمت میں دونوں برابر ہیں، دل، دماغ، عقل، جذبات، خواہشات اور بشری تقاضے دونوں رکھتے ہیں، سوسائٹی اور معاشرہ کی فلاح و بہبود دونوں کی فکری اور نظری صلاحیتوں پر موقوف ہے، اس اعتبار سے مساوات کا دعویٰ بالکل صحیح ہے اور ہر صالح معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنی فطری استعداد اور صلاحیت کے مطابق اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کا موقع دے۔ لیکن مساوات کا جو پہلو آج زیر بحث ہے کہ مرد اور عورت دونوں کا ایک حلقہ عمل ہو، دونوں ایک نوعیت کے کام کریں۔ دونوں معیشت کے تمام شعبوں کی ذمہ داریوں کو یکساں قبول کریں، یہ دعویٰ اس وقت تک صحیح ثابت نہیں ہو گی جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ دونوں کے نظام جسمانی بھی ایک جیسے ہیں۔ دونوں پر فطرت نے ایک جیسی خدمات کا بار ڈالا ہے اور دونوں کی نفسی کیفیات بھی ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔

عورت کو معاش اور تہذیب کی سرگرمیوں میں شریک رکھنا مساوات کے خلاف ہے

علم الحیات کی رو سے ثابت ہو چکا ہے کہ عورت اپنی شکل و صورت اور ظاہری اعضاء سے لے کر اپنے جسم کی ساخت کے ہر ہر مرحلہ میں مرد سے مختلف ہے، اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ فطرت نے مرد اور عورت دونوں پر یکساں بار نہیں ڈالا۔ بقائے نوع کی خدمت میں مرد کے ذمہ تخم ریزی کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے اس کے بعد وہ زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرنے کے لیے آزاد ہے، اس کے برخلاف فطرت نے عورت پر اس خدمت کی مکمل ذمہ داری ڈال دی ہے، اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے عورت

کہ اس وقت سے تیار کیا گیا ہے جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں محض گوشت کا ایک لوتھڑا تھی، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس کے جسم کی ساری مشین موزوں کی گئی، اسی لیے اس پر جوانی کے زمانہ میں ایام حیض کے دور آتے ہیں جو ہر مہینہ میں تین سے لے کر سات دن یا دس دن تک اس کو کسی بڑی ذمہ داری کا بار سنبھالنے کے قابل نہیں رکھتے۔ جن کی وجہ سے وہ اس دوران کوئی قابل ذکر جسمانی یا دماغی محنت نہیں کر پاتی، حمل اور اس کے بعد پورا ایک سال اسے سختیاں جھیلتے گذرتا ہے جس میں درحقیقت وہ نیم جاں ہوتی ہے، اس کے بعد وہ رضاعت کے پورے دو سال اس طرح گزرتے ہیں کہ وہ اپنے خون سے کشت انسانیت کو سیراب کرتی ہے۔ بچے کی ابتدائی پرورش کے کئی سال اس طرح محنت اور مشقت میں گذرتے ہیں کہ اس پر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی راحت، اپنے آرام و آسائش اپنی ہر خوشی اور ہر خواہش کو آنے والی نسل پر قربان کر دیتی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر غور کیجیے کہ عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ ان فطری ذمہ داریوں کی بجا آوری کے باوجود عورت سے معاشی اور تہذیب و ثقافت کی ان ذمہ داریوں کا مطالبہ بھی کیا جائے جن کو پورا کرنے کے لیے مرد فطرت کی تمام تر ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے۔ عورت سے یہ کہا جائے کہ تو ولادت سے متعلق ساری فطری ذمہ داریاں بھی برداشت کر اور ہمارے شانہ بشانہ روزی کمانے کی مشقت بھی اٹھا، سیاست اور عدالت صنعت و حرفت، زراعت و تجارت، قیام امن اور مدافعت وطن کی خدمات میں بھی برابر کا حصہ لے۔ ریڈیو، ٹی وی، فلم آرٹ گیلری اور ثقافتی شو کے ذریعہ ہمارے لیے تفریح کا سامان بھی مہیا کر۔ ہوٹلوں، کلبوں اور سوسائٹی کی محافل میں آکر ہمارا دل بھی بہلا اور ہمارے لیے عیش و مسرت اور لطف و لذت کے سامان بھی فراہم کر، یہ عدل نہیں ظلم ہے!! مساوات نہیں صریح نامساوات ہے، عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جس پر فطرت نے کوئی بار نہیں ڈالا اس پر تمدن کی اہم اور زیادہ محنت طلب ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا جائے اور اسی کے سپرد یہ خدمت ہو کہ وہ خاندان کی پرورش اور حفاظت کرے اور جس پر فطرت نے بہت زیادہ بوجھ رکھا ہے اس کو تمدن کے ہلکے اور سبک کام سپرد کیے جائیں، اور مساوات کا یہ تقاضا اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب عورت پردے میں رہے اور اسلامی احکام کے مطابق چادر اور چار دیواری میں زندگی گذارے۔ مساوات سے قطع نظر بے پردگی کے نتیجہ میں عورت ہوا و ہوس کا نشانہ بنتی ہے جس سے بے حیائی اور فحاشی کے لاتعداد پہلو نکلتے ہیں جس کی وجہ سے اسقاط حمل، ناجائز اولاد اور گھناؤنی بیماریاں وجود میں آتی ہیں۔

بَابُ [۵۳] الْاَمْرِ بِاِجَابَةِ الدَّاعِيِ اِلٰى دَعْوَتِهٖ

دعوت قبول کرنے کا حکم

۳۴۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَأْتِهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کسی شخص کو ولیمے میں بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

۳۴۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيُجِبْ قَالَ خَالِدٌ فَإِذَا عُبَيْدُ اللهِ يُنَزِّلُهُ عَلَى الْعُرْسِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو جب شادی کی دعوت پر بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

۳۴۰۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى وَلِيمَةِ عُرْسٍ فَلْيُجِبْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو جب شادی کی دعوت پر بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

۳۴۰۸ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتُوا الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں دعوت میں مدعو کیا جائے تو جایا کرو۔

۳۴۰۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی دعوت کرے تو اس کو قبول کرنی چاہیے خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا اس جیسی کسی اور تقریب کی۔

۳۴۱۰ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ نَا بَقِيَّةُ قَالَ نَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ إِلَى عُرْسٍ أَوْ نَحْوِهِ فَلْيُجِبْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو شادی یا اس جیسی کسی تقریب کی دعوت دی جائے تو وہ اس کو قبول کرے۔

۳۴۱۱ - حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

الباهلي قال نا بشر بن المفضل قال نا إسماعيل بن أمية عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ائتوا الدعوة إذا دعيتم

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں دعوت دی جائے تو اس میں جاؤ۔

۳۴۱۲ - وحدثني هارون بن عبد الله قال نا حجاج بن محمد عن ابن جريج قال أخبرني موسى بن عقبة عن نافع قال سمعت عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أجيبوا هذه الدعوة إذا دعيتم لها قال وكان عبد الله يأتي الدعوة في العرس وغير العرس ويأتيها وهو صائم.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں مدعو کیا جائے تو دعوت کو قبول کرو، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما شادی وغیرہ کی دعوت میں روزہ دار ہونے کے باوجود چلے جاتے تھے۔

۳۴۱۳ - وحدثني حرملة بن يحيى قال أنا ابن وهب قال حدثني عمر بن محمد عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن دعيتم إلى كراع فأجيبوا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم بکری کے پائے کی بھی دعوت دی جائے تو اس کو ضرور قبول کرو۔

۳۴۱۴ - وحدثنا محمد بن مثنى قال نا عبد الرحمن بن مهدي ح قال وحدثنا محمد بن عبد الله بن نمير قال نا أبي قالا نا سفيان عن أبي الزبير عن جابر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دعي أحدكم إلى طعام فليجب فإن شاء طعم وإن شاء ترك ولم يذكر ابن مثنى إلى طعام.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے وہ اس کو ضرور قبول کرے، خواہ کھائے یا نہ کھائے۔

۳۴۱۵ - وحدثنا ابن نمير قال نا أبو عاصم عن ابن جريج عن أبي الزبير بهذا الإسناد مثله.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

٣٤١٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی دعوت کی جائے تو وہ ضرور قبول کرے اگر روزہ دار ہو تو دعا کرے اگر روزہ نہ ہو تو کھالے۔

٣٤١٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى إِلَيْهِ الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِينُ فَمَنْ لَمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس دعوت ولیمہ کا کھانا بہت برا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جو شخص دعوت میں نہیں گیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

٣٤١٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ هَذَا الْحَدِيثُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْأَغْنِيَاءِ فَضَحِكَ فَقَالَ لَيْسَ هُوَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْأَغْنِيَاءِ قَالَ سُفْيَانُ وَكَانَ أَبِي غَنِيًّا فَأَفْزَعَنِي هَذَا الْحَدِيثُ حِينَ سَمِعْتُ بِهِ فَسَأَلْتُ عَنْهُ الزُّهْرِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ .

سفیان کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے پوچھا یہ حدیث کس طرح ہے کہ بدترین کھانا امیروں کا کھانا ہے؟ انھوں نے ہنس کر کہا اس طرح حدیث نہیں ہے کہ بدترین کھانا امیروں کا کھانا ہے، سفیان کہتے ہیں کہ میرے والد امیر تھے اس لیے مجھے اس حدیث سے بہت پریشانی رہتی تھی، جب میں نے زہری سے پوچھا تو انھوں نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس دعوت ولیمہ کا کھانا بہت برا ہے ... اس کے بعد حسب سابق ہے۔

٣٤١٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اس دعوت ولیمہ کا کھانا بہت برا ہے اس کے بعد حسب سابق ہے۔

قَالَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

۳۴۲۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ نَحْوَ ذٰلِكَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی روایت ہے۔

۳۴۲۱۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ زِيَادَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْأَعْرَجَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین کھانا اس دعوت ولیمہ کا کھانا ہے کہ جو اس میں آنا چاہتا ہے اسے روک دیا جاتا ہے اور جو نہیں آنا چاہتا اسے بلایا جاتا ہے اور جو دعوت میں نہیں گیا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

ولیمہ کے حکم میں مذاہب علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ (غیر مقلدین) کے نزدیک ولیمہ کرنا فرض عین ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب مشہور ہے، امام احمد کے نزدیک ولیمہ مستحب ہے، بعض شافعیہ کے نزدیک ولیمہ واجب ہے، بعض مالکیہ کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب ہے۔[۵]
احناف میں سے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ولیمہ کرنا سنت ہے۔[۶]

عام دعوت اور ولیمہ قبول کرنے میں مذاہب علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کے اقوال میں سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے البتہ کسی عذر کی بناء پر فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ یہ قول خاص شادی کی دعوت کے بارے میں ہیں، بقیہ دعوتوں میں امام مالک اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہے ظاہر یہ کہتے ہیں کہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور ہر دعوت کو قبول کرنا واجب ہے جن عذروں کی وجہ سے دعوت قبول کرنے کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں طعام مشتبہ ہونا، دعوت کا امیروں کے ساتھ مخصوص ہونا، اس جگہ کوئی ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے جانے والے کو تکلیف پہنچے، یا مدعو کو کسی خوف یا لالچ کی بناء پر بلایا گیا ہو، یا مدعو کو کسی حرام

۵۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۴۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
۶۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کام پر مدد کے لیے بلایا گیا ہو یا اس دعوت میں شراب، گانا بجانا، ریشم کا فرش، جاندار کی تصاویر، سونے، چاندی کے برتن یا کوئی اور شرعی خرابی ہو، ان اعذار میں سے کوئی ایک بھی ہو تو دعوت قبول کرنے کا وجوب یا استحباب ساقط ہو جاتا ہے، بلکہ ایسی دعوت کو قبول کرنا مکروہ ہے۔[۱]

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں، ہندیہ میں تمرتاشی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور عام فقہاء نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ شادی کی دعوت ہو تو قبول کرے ورنہ اسے اختیار ہے اور قبول کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمان کا دل خوش ہوتا ہے، جب دعوت میں چلا گیا تو حکم پر عمل ہو گیا خواہ کھانا کھائے یا نہ کھائے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا افضل ہے اور بنایہ میں یہ ہے کہ دعوت کو قبول کرنا سنت ہے، خواہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور تقریب ہو، البتہ جس دعوت میں دکھاوا، نام آوری اور خود ستائی مقصود ہو اس میں نہیں جانا چاہیے۔ خصوصاً علماء کو اس سے احتراز کرنا چاہیے، اور "اختیار" میں ہے کہ شادی کی دعوت (ولیمہ) سنت قدیمہ ہے اگر اس کو قبول نہیں کرے گا تو گنہ گار ہو گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے دعوت نہیں قبول کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی" اگر روزہ دار ہو تو دعوت میں جائے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہیں ہے تو کھائے اور دعا کرے اور اگر اس نے نہ کھایا اور نہ دعا کی تو وہ گنہگار ہو گا کیونکہ اس نے میزبان کی توہین کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر مجھے بکری کے کھر کی بھی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کروں گا، اس عبارت کا مقتضی یہ ہے کہ ولیمہ کو قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے اور شارحین ہدایہ نے تصریح کی کہ ولیمہ کو قبول کرنا واجب کے قریب ہے، تتارخانیہ میں ینابیع سے نقل ہے کہ اگر دعوت میں معصیت اور بدعت نہ ہو تو دعوت کو قبول کرنا واجب ہے اور ہمارے زمانہ میں کسی دعوت کا معصیت اور بدعت سے محفوظ ہونا مشکل ہے۔[۲]

بَابُ لَا تَحِلُّ الْمُطَلَّقَةُ ثَلٰثًا لِمُطَلِّقِهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ وَيَطَأَهَا ثُمَّ يُفَارِقَهَا وَتَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا

جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بغیر تحلیل شرعی کے حلال نہیں ہے

۳۴۴۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتِ امْرَاَةُ رِفَاعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں رفاعہ کے نکاح میں تھی، انہوں نے مجھے طلاق مغلظہ دے دی۔ میں نے عبد الرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، اور ان

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

صلى الله عليه وسلم فقالت كنت عند رفاعة فطلقني فبت طلاقي فتزوجت عبد الرحمن ابن الزبير رضي الله تعالى عنه وإنما معه مثل هدبة الثوب فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة لا حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك قالت وأبو بكر عنده وخالد بن سعيد بالباب ينتظر أن يؤذن له فنادى يا أبا بكر ألا تسمع هذه ما تجهر به عند رسول الله صلى الله عليه وسلم

۳۴۲۳ - حدثني أبو الطاهر وحرملة بن يحيى واللفظ لحرملة قال أبو الطاهر نا وقال حرملة أنا ابن وهب قال أخبرني يونس عن ابن شهاب قال حدثني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم أخبرته أن رفاعة القرظي رضي الله تعالى عنه طلق امرأته فبت طلاقها فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير رضي الله تعالى عنه فجاءت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إنها كانت تحت رفاعة رضي الله تعالى عنه فطلقها آخر ثلاث تطليقات فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير رضي الله تعالى عنه وإنه والله ما معه إلا مثل الهدبة وأخذت بهدبة من جلبابها قال فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم ضاحكا فقال لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة لا حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته وأبو بكر الصديق رضي الله تعالى عنه جالس

کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی طرح تھا (یعنی وہ نامرد تھے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کیا تم دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو، نہیں! یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم ان کی مٹھاس نہ چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس نہ چکھ لیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر حضور کے پاس تھے اور حضرت خالد بن سعید دروازے پر اجازت کے منتظر تھے، حضرت خالد نے پکار کر کہا اے ابوبکر کیا آپ نہیں سن رہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیسی باتیں کر رہی ہے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ قرظی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی اس کے بعد انھوں نے حضرت عبد الرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھی انھوں نے مجھے آخری تین طلاقیں دے دیں، میں نے اس کے بعد حضرت عبد الرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور وہ خدا کی قسم! انھوں نے اپنی چادر کا پلو پکڑ کر کہا، ان کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی طرح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے پھر فرمایا: شاید تم دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو، نہیں! جب تک کہ وہ تمہاری لذت نہ چکھ لے اور تم اس کی لذت نہ چکھ لو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ دروازے پر اجازت کے منتظر تھے، پھر حضرت خالد نے حضرت ابوبکر سے باآواز بلند کہا: اے ابوبکر تم اس عورت کو ڈانٹتے کیوں نہیں! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا کہہ رہی ہے۔!

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَالِسٌ بِبَابِ الْحُجْرَةِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ قَالَ فَطَفِقَ خَالِدٌ يُنَادِيْ اَبَا بَكْرٍ اَلَا تَزْجُرُ هٰذِهٖ عَمَّا تَجْهَرُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۳۴۲۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَهَا اٰخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا: یا رسول اللہ حضرت رفاعہ نے مجھے آخری تین طلاقیں دے دیں ..... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۴۲۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْمَرْاَةِ يَتَزَوَّجُهَا الرَّجُلُ فَيُطَلِّقُهَا فَتَتَزَوَّجُ رَجُلًا اٰخَرَ فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا اَتَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ قَالَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک عورت نے ایک شخص سے شادی کی، اس شخص نے اس کو طلاق (مغلظہ) دے دی، پھر اس نے دوسرے شخص سے شادی کر لی اور اس نے اس کو قبل ازدواج سے پہلے طلاق دے دی، کیا اب وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ اس کی لذت نہ چکھ لے۔

۳۴۲۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۳۴۲۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَلَّقَ رَجُلٌ اِمْرَاَتَهٗ ثَلٰثًا فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا فَاَرَادَ زَوْجُهَا الْاَوَّلُ اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ الْاٰخِرُ مِنْ عُسَيْلَتِهَا مَا ذَاقَ الْاَوَّلُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، اور اس نے عمل ازدواج سے پہلے اسے طلاق دے دی، اور اس کا پہلا شوہر پھر اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ دوسرا شوہر اس لذت کو نہ چکھ لے جو پہلے شوہر نے چکھی تھی۔

۳۴۲۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت عائشہ سے ایسی روایت منقول ہے۔

بَابُ ۵۵ مَا يُسْتَحَبُّ اَنْ يَّقُوْلَهٗ عِنْدَ الْجِمَاعِ

جماع کے وقت کی دعا

۳۴۲۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَا اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْتِيَ اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنَّهٗ اِنْ يُّقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطٰنٌ اَبَدًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے (ترجمہ) اللہ کے نام سے "اے اللہ ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) ہمیں دے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ" پس اگر ان کے لیے کوئی بچہ مقدر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ شیطان کے ضرر سے محفوظ رکھے گا۔

۳۴۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيْعًا عَنِ الثَّوْرِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ جَرِيْرٍ غَيْرَ اَنَّ شُعْبَةَ لَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهٖ ذِكْرُ بِسْمِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ بِسْمِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ مَنْصُوْرٌ اُرَاهُ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

ف: علامہ نووی فرماتے ہیں اس کی برکت سے بچہ شیطان کے ٹھونگ مارنے سے محفوظ رہے گا کیونکہ ہر وہ پیدا ہونے والے بچے کے ٹھونگ مارتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ شیطانی وساوس سے محفوظ رہے گا۔

بَابُ جَوَازِ جِمَاعِهٖ امْرَاَتَهٗ فِيْ قُبُلِهَا مِنْ قُدَّامِهَا وَمِنْ وَّرَآئِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلدُّبُرِ[56]

بیوی کے اندام نہانی میں ہر طرف سے جماع کی اجازت

۳۴۳۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ مِنْ دُبُرِهَا فِيْ قُبُلِهَا كَانَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود یہ کہتے تھے اگر کوئی شخص اپنی عورت کے اندام نہانی میں پیچھے سے جماع کرے گا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتوں میں جس طرف سے چاہو تخم ریزی کرو۔

۳۴۳۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود یہ کہتے تھے کہ جب عورت کے اندام نہانی میں پشت کی جانب سے جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ یَہُوْدَ کَانَتْ تَقُوْلُ اِذَا اُتِیَتِ الْمَرْاَۃُ مِنْ دُبُرِھَا فِیْ قُبُلِھَا ثُمَّ حَمَلَتْ کَانَ وَلَدُھَا اَحْوَلَ قَالَ فَاُنْزِلَتْ نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ۔

ہوتا ہے اس پر یہ آیت نازل کی گئی (ترجمہ:) —— تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتیوں میں جس جانب سے چاہو تخم ریزی کرو۔

۳۴۳۳- وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَۃَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ اَیُّوْبَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا وَھْبُ بْنُ جَرِیْرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْیَانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ سَعِیْدٍ وَّھَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَبُوْ مَعْنِ الرَّقَاشِیُّ قَالُوْا نَا وَھْبُ ابْنُ جَرِیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ رَاشِدٍ یُّحَدِّثُ عَنِ الزُّھْرِیِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ نَا مُعَلَّی بْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ وَھُوَ ابْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُھَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ کُلُّ ھٰٓؤُلَآءِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ وَزَادَ فِیْ حَدِیْثِ النُّعْمَانِ عَنِ الزُّھْرِیِّ اِنْ شَآءَ مُجَبِّیَۃً وَّاِنْ شَآءَ غَیْرَ مُجَبِّیَۃٍ غَیْرَ اَنَّ ذٰلِکَ فِیْ صِمَامٍ وَّاحِدٍ۔

چھ اسانید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ہے اس میں زہری نے یہ اضافہ کیا ہے شوہر عورت کو الٹا لٹائے یا سیدھا مجامعت اندام نہانی میں ہی ہونی چاہیے۔

بَابُ تَحْرِیْمِ امْتِنَاعِھَا مِنْ فِرَاشِ زَوْجِھَا

عورت کو اپنے شوہر کا بستر چھوڑنے کی ممانعت

۳۴۳۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰی قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت

جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ۔

اپنے شوہر سے علیحدہ بستر پر رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

۳۴۳۵- وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ حَتّٰى تَرْجِعَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یوں ہے کہ جب تک وہ شوہر کے بستر پر واپس نہ جائے (فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں)۔

۳۴۳۶- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهَا فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، جس شخص کی بیوی اپنے شوہر کے بلانے پر انکار کر دیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

۳۴۳۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور مرد بیوی سے ناراض ہو تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

زوجین کے حقوق وفرائض

بیوی پر فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے اور خاوند کی غیر موجودگی میں اس کے مال و دولت اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نیک بیویوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغیب بما حفظ اللہ۔ (نساء: ۳۴)

نیک عورتیں (خاوند کی) فرمانبرداری کرتی ہیں اور خاوند کی غیر موجودگی میں (اس کے مال اور عزت کی) حفاظت کرتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کی عزت یعنی اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرنا اور شوہر کے مال کی حفاظت کرنا عورت پر فرض ہے اور یہ عورت پر شوہر کا حق ہے، شوہر کے حقوق کی مزید تفصیل درج ذیل احادیث میں ہے:

عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اریت النار فاذا اکثر اھلھا النساء یکفرن قیل ایکفرن باللہ قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان لو احسنت الی احدٰھن الدھر ثم رأت منک شیئا قالت ما رأیت منک خیرا قط۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جہنم کی آگ دکھائی گئی، جہنم میں ان عورتوں کی تعداد زیادہ تھی جو ناشکری کرتی ہیں پوچھا گیا کیا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں اور اس کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرتیں، اگر تم ساری عمر ان کے ساتھ احسان کرتے رہو اور صرف ایک دن وہ تم سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھیں تو کہتی ہیں کہ مجھے تم سے کبھی بھلائی نہیں پہنچی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کی فرمانبرداری کرنا اور اس کے احسانات پر اس کا شکر ادا کرنا عورت پر واجب ہے۔

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا من عظم حقہ ولا تجد امرأۃ حلاوۃ الایمان حتی تؤدی حق زوجھا ولو سألھا نفسھا وھی علی ظھر قتب۔ رواہ البزار واحمد ورجالہ رجال الصحیح۔ [2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی شخص کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، کیونکہ شوہر کا بہت عظیم حق ہے اور کوئی عورت اس وقت تک ایمان کی چاشنی نہیں پا سکتی جب تک وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے اگر وہ سفر کے لیے جا رہی ہو اور اس کا خاوند اسے مقاربت کے لیے بلائے تو سفر چھوڑ کر چلی آئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کی تعظیم و توقیر کرنا واجب ہے اور اگر شوہر اس کو کوئی ایسا حکم دے جس کی تعمیل

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

اس کے منصوبہ اور پروگرام کے خلاف ہو تو اپنے پروگرام کو چھوڑ کر شوہر کی اطاعت کرے۔

عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها وحفظت فرجها واطاعت زوجها قيل لها ادخلي من اى ابواب الجنة شئت رواه احمد والطبرانى فى الاوسط وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن، وبقية رجاله رجال الصحيح۔ [1]

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت پانچ وقت کی نمازیں پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی فرج (عصمت) کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجا۔ یہ حدیث مسند احمد اور معجم طبرانی میں ہے اور اس کے راوی حسن اور صحیح ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی پاکدامنی کی حفاظت اور شوہر کی اطاعت بیوی پر فرض ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان حق الزوج على زوجته ان سألها نفسها وهى على ظهر بعير ان لا تمنعه نفسها ومن حق الزوج على الزوجة ان لا تصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت ولا يقبل منها ولا تخرج من بيتها الا باذنه فان فعلت لعنتها ملائكة السماء وملائكة الرحمة وملائكة العذاب حتى ترجع الحديث رواه البزار فيه حسين بن قيس وهو ضعيف وقد وثقه حصين بن نمير وبقية رجاله ثقات۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوی پر خاوند کا حق یہ ہے کہ جب خاوند اسے (مقاربت کے لیے) بلائے تو وہ فوراً آجائے خواہ اس وقت وہ سفر کے لیے اونٹ کی پشت پر ہو، اور بیوی پر خاوند کا حق یہ ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اور اگر رکھے تو وہ قبول نہیں ہوں گے وہ صرف بھوک اور پیاس ہے، اور گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے، اگر گئی تو آسمان کے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے سب اس پر لعنت کریں گے جب تک کہ وہ لوٹ کر نہیں آتی۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اس حدیث کی سند میں حسین بن قیس کی ثقاہت میں اختلاف ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا نفلی روزے رکھنا اور گھر سے باہر نکلنا ممنوع ہے۔

عن ابى سعيد الخدرى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حق الزوج

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاوند کا حق بیوی پر

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۷ " " "

علی زوجہ لوکانت بہ قرحۃ فلستھا او انتثر منخراہ صدیدا او دما ثم ابتلعتہ ما ادت حقہ رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح ۔[۱]

یہ ہے کہ اگر خاوند کو چھالا ہو اور بیوی اس کو چاٹ لے یا اس کے نتھنوں سے خون یا پیپ بہ رہا ہو اور وہ اس کو نگل لے پھر بھی خاوند کا حق ادا نہیں ہوا۔ (بزار)

خون اور پیپ شرعاً نجس اور حرام ہیں اور ان کا پینا ناجائز ہے اس حدیث میں یہ ارشاد بطور مبالغہ ہے یعنی اگر عورت بالفرض خاوند کے زخموں کا خون اور پیپ بھی پی لے پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ خاوند اگر بیمار ہو تو بیوی پر اس کی تیمارداری فرض ہے۔

عن تمیم الداری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حق الزوج علی الزوجۃ ان لا تھجر فراشہ وان تبر قسمہ وان تطیع امرہ وان لا تخرج الا باذنہ وان لا تدخل علیہ من یکرہ رواہ الطبرانی ۔[۲]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاوند کا بیوی پر یہ حق ہے کہ بیوی خاوند کے بستر کو نہ چھوڑے، خاوند کی قسم پوری کرے، اس کا حکم مانے، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور جس کو خاوند ناپسند کرتا ہو اس کو گھر میں نہ آنے دے۔ (طبرانی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر نہ گھر سے جائے نہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے، خلاصہ یہ ہے کہ بیوی پر فرض ہے کہ وہ شوہر کی فرمانبرداری کرے، اس کا شکر ادا کرتی رہے، اس کی تعظیم و توقیر کرے، اس کے مال کی حفاظت کرے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے، شوہر اگر بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرے، اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اس کی اجازت کے بغیر نہ گھر سے جائے نہ گھر میں کسی کو بلائے اور شوہر کو ناراض نہ کرے کیونکہ جو عورت شوہر کو ناراض رکھتی ہے اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ (طبرانی)

مردوں کے عورتوں پر حقوق بیان کرنے کے بعد اب ہم عورتوں کے مردوں پر حقوق بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ (نساء: ۱۹)

اپنی بیویوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی گزارو، ہو سکتا ہے تم ان کی کسی بات کو ناپسند کرو، اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو!

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ۔ (بقرہ: ۲۲۸)

اور عورتوں کے مردوں پر وہی حقوق ہیں جو دستور کے مطابق مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں، البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔

وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن

اور جس کا بچہ ہے اس پر حسب دستور عورتوں کو

---

[۱] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۷، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ
[۲] 〃 〃 〃 مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۱۴، 〃 〃 〃

بالمعروف لاتکلف نفس الا وسعها۔
(بقرہ : ۲۳۳)

کھانا اور کپڑا دینا لازم ہے، کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا۔

عن عائشة قالت جاءت هند بنت عتبة فقالت يا رسول الله ان اباسفيان رجل مسيك فهل على حرج ان اطعم من الذى له عيالنا قال لا الا بالمعروف۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی) ہندہ آئیں اور کہنے لگیں ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں اگر میں ان کے مال میں سے کچھ رقم ان کو راضی بنائے بغیر) بچوں پر خرچ کروں تو کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا اگر دستور کے مطابق مال سے کر خرچ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

سورہ بقرہ کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کے کھانے، کپڑے اور رہائش کا خرچ اٹھانا مرد پر فرض ہے، بچوں کا خرچ اٹھانا بھی مرد پر فرض ہے، اور صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر مرد پورا خرچ نہ دے تو عورت کو یہ حق ہے کہ مرد کے مال سے از خود بقدر ضرورت لے کر خرچ کر سکتی ہے۔

عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال اذا انفقت المرأة من كسب زوجها عن غير امره فلها نصف اجره۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت مرد کی کمائی سے اس کے کہے بغیر خرچ کرے تو آدھا اجر عورت کو ملتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد سے پوچھے بغیر بھی عورت اس کی کمائی سے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کر سکتی ہے البتہ یہ اس وقت ہے کہ جب عورت کو یہ علم ہو کہ مرد عورت کے اس تصرف پر ناراض نہیں ہوگا۔

عن حكيم بن معاوية عن ابيه ان رجلا سأل النبى صلى الله عليه وسلم ما حق المرأة على الزوج قال ان يطعمها اذا طعم وان يكسوها اذا اكتسى ولا يضرب الوجه ولا يقبح ولا يهجر الا فى البيت۔ [3]

حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عورت کا خاوند پر کیا حق ہے؟ تو آپ نے فرمایا جب مرد خود کھائے تو اپنی بیوی کو کھلائے جب خود پہنے تو عورت کو پہنائے۔ اس کے چہرے پر مارے نہ اس کی برائی بیان کرے اور (اگر سزا دینی ہو تو) صرف گھر میں اس سے علیحدگی کرے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۷

[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۱۳۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن سلیمان بن عمرو بن الاحوص حدثنی ابی انہ شہد حجۃ الوداع مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر ووعظ ثم قال استوصوا بالنساء خیرا فانھن عندکم عوان لیس تملکون منھن شیئا غیر ذلک الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرح فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان لکم من نساءکم حقا ولنساءکم علیکم حقا فاما حقکم علی نساءکم فلا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن وطعامھن ۔ ؎۱

سلیمان بن عمرو بن احوص کہتے ہیں مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور وعظ ونصیحت کی پھر فرمایا عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو، وہ تمہارے ہاتھوں میں مقید ہیں، تم سوا اس کے اور کسی بات کا حق نہیں رکھتے، البتہ اگر وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں تو انہیں ان کی خواب گاہوں میں علیحدہ کرو، اور ان کو معمولی طور پر مار بھی سکتے ہو پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان پر الزام تراشی مت کرو، عورتوں کا تم پر اور تمہارا عورتوں پر حق ہے، عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہیں اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور سنو تمہاری بیویوں کا تم پر حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھا کھانا اور اچھے کپڑے مہیا کرو۔

ان احادیث میں یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کی بہتری اور فلاح وبہبود کی کوشش کرے اس کو اچھا کھانا اور اچھے کپڑے پہنائے اگر کسی بات پر سرزنش کرنی ہو تو خوابگاہ میں علیحدہ کردے اور حتی الامکان مار پیٹ سے گریز کرے، اور ناگزیر حالات میں معمولی طور پر مارنے کی اجازت ہے۔ آپ نے عورت پر تہمت لگانے اور الزام تراشی سے بھی منع فرمایا ہے۔

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وھی یستمتع بھا علی عوج رواہ احمد والطبرانی ۔ ؎۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اس سے اس کی کجی کے ساتھ ہی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ (احمد، طبرانی)

عن الزبیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا یستحی احدکم ان یضرب امرأتہ ضرب الامۃ الا خیرکم خیرکم لاھلہ رواہ البزار ۔ ؎۳

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح مارے گا، سنو تم میں اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہو۔ (بزار)

؎۱ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

؎۲ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ

؎۳ " " "، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۳، " "

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارھم لنسائھم رواہ احمد۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں میں ان لوگوں کا ایمان کامل ہوگا جن کے اخلاق اچھے ہوں اور جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتے ہوں۔

ان آیات اور احادیث میں جو شوہر کے فرائض اور بیوی کے حقوق بیان کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ بیوی کے شوہر پر اتنے ہی حقوق ہیں جتنے شوہر کے بیوی پر ہیں لیکن شوہر کو بیوی پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے اور شوہر پر یہ لازم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ نیکی اور اچھائی کے ساتھ رہے اور شوہر پر بیوی اور بچوں کے کھانے، کپڑے اور رہائش کی ذمہ داری ہے۔ بیوی کو یہ بھی حق دیا ہے کہ وہ شوہر سے پوچھے بغیر اس کی آمدنی کو نیکی کے کاموں میں صرف کر سکتی ہے بشرطیکہ اس پر خاوند کی رضامندی کا اسے علم ہو، اگر خاوند اپنے اہل وعیال پر دستور کے مطابق خرچ نہ کرتا ہو تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ از خود بقدر ضرورت شوہر کے مال سے لے کر خرچ کر سکتی ہے، بیوی کو مارنے پیٹنے سے اسلام میں منع کیا ہے، البتہ تادیب کے لیے انہیں ان کی خواب گاہوں میں علیحدہ چھوڑا جا سکتا ہے اور معمولی سی مار کے ساتھ تادیب بھی جائز ہے لیکن چہرہ پر مارنے سے گریز کیا جائے یہ اجازت صرف ناگزیر حالات میں ہے۔ آپ نے بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنے کو کمال ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔

بَابُ تَحْرِيْمِ اِفْشَاءِ سِرِّ الْمَرْاَةِ

عورت کا راز ظاہر کرنے کی ممانعت

۳۴۳۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ الْعُمَرِیِّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلُ يُفْضِیْ اِلٰی امْرَاَتِهٖ وَتُفْضِیْ اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی عورت کے قریب جائے، عورت اپنا جسم اس کے حوالے کر دے پھر وہ اس کا راز افشاء کر دے۔

۳۴۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہے

---

[1] حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْاَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الرَّجُلُ يُفْضِيْ اِلٰى امْرَاَتِهٖ وَتُفْضِيْ اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ اِنَّ اَعْظَمَ۔

کہ مرد اپنی عورت کے قریب جائے عورت اپنا جسم اس کے حوالے کر دے اور پھر مرد اس بھید کو ظاہر کر دے۔

ف: یعنی عورت کے مخصوص اعضاء اور ان کی ساخت کے بارے میں کسی کو بتائے یا جماع کے وقت جو بات چیت ہوتی ہے یا جس قسم کے افعال ہوتے ہیں ان کا کسی سے ذکر کرے۔

بَابُ ۴۵۹ حُكْمِ الْعَزْلِ

عزل کا حکم

۳۴۴۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوْا نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَبِيْعَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ اَنَّهٗ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُو الصِّرْمَةِ عَلٰى اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَاَلَهٗ اَبُو الصِّرْمَةِ فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْعَزْلَ فَقَالَ نَعَمْ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ بِالْمُصْطَلِقِ فَسَبَيْنَا كَرَائِمَ الْعَرَبِ فَطَالَتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَرَغِبْنَا فِي الْفِدَاءِ فَاَرَدْنَا اَنْ نَسْتَمْتِعَ وَنَعْزِلَ فَقُلْنَا نَفْعَلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لَا نَسْاَلُهٗ فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ خَلْقَ نَسَمَةٍ هِيَ كَائِنَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

ابن محیریز بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابو صرمہ دونوں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ابو صرمہ نے ان سے پوچھا کہ اے ابو سعید خدری! کیا آپ نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنو مصطلق میں گئے۔ اور ہم نے عرب کی معزز عورتوں کو قید کر لیا، ہمیں عورتوں سے الگ ہوئے کافی دن گزر چکے تھے، ہم نے چاہا کہ مشرکین سے فدیہ لے کر ان عورتوں کو چھوڑ دیں اور ہم نے یہ بھی چاہا کہ ان عورتوں سے (جسمانی) فائدہ بھی حاصل کریں اور عزل کر لیں (یعنی انزال کے وقت عضو تناسل باہر نکال لیں تاکہ حمل قائم نہ ہو) پھر ہم نے سوچا کہ ہم عزل کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں تو کیوں نہ آپ سے اس کا حکم معلوم کریں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ قیامت تک اللہ تعالیٰ نے جس روح کے پیدا ہونے کے بارے میں لکھ دیا ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

إِلَّا سَتَكُوْنُ۔

۳۴۴۱۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ مَوْلٰی بَنِیْ هَاشِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ قَالَ نَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِیْ مَعْنٰی حَدِيْثِ رَبِيْعَةَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ مَنْ هُوَ خَالِقٌ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قیامت تک پیدا کرنے والا ہے اس کو اس نے لکھ دیا ہے۔

۳۴۴۲۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ الضُّبَعِیُّ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ فَقَالَ اَصَبْنَا سَبَايَا فَكُنَّا نَعْزِلُ ثُمَّ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَنَا وَاِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ وَاِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ وَاِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّا هِیَ كَائِنَةٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک جنگ میں کچھ عورتیں قید کر لیں ہم ان سے عزل کرتے تھے، پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تم ضرور ایسا کرو گے! تم ضرور ایسا کرو گے! تم ضرور ایسا کرو گے! قیامت تک جو روح پیدا ہونے والی ہے وہ بہر حال پیدا ہو کر رہے گی۔

۳۴۴۳۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الْجَهْضَمِیُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ سَمِعْتَهٗ مِنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ نَعَمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا فَاِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم عزل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ہر چیز مقدر ہو چکی ہے۔

۳۴۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِی ابْنَ الْحَارِثِ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ

حضرت انس بن سیرین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کے بارے میں فرمایا: اگر تم یہ نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ چیز مقدر ہو چکی ہے

قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبَهْزٌ قَالُوْا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْعَزْلِ لَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا ذٰلِكُمْ فَاِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ وَفِيْ رِوَايَةِ بَهْزٍ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لَهٗ سَمِعْتَهٗ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ نَعَمْ۔

۳۴۴۵۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ وَّهُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَدَّهٗ اِلٰى اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ لَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا ذَاكُمْ فَاِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّقَوْلُهٗ لَا عَلَيْكُمْ اَقْرَبُ اِلَى النَّهْيِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر نہ کرو تو کیا حرج ہے! یہ تو تقدیر کی بات ہے۔

۳۴۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ فَرَدَّ الْحَدِيْثَ حَتّٰى رَدَّهٗ اِلٰى اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ الْعَزْلُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَمَا ذَاكُمْ قَالُوا الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْمَرْاَةُ تُرْضِعُ فَيُصِيْبُ مِنْهَا وَيَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ مِنْهُ وَالرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْاَمَةُ فَيُصِيْبُ مِنْهَا وَيَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ مِنْهُ قَالَ فَلَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا ذَاكُمْ فَاِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ الْحَسَنَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ هٰذَا زَجْرٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا تم عزل کیوں کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کسی وقت آدمی کے پاس ایک عورت ہوتی ہے جو بچہ کو دودھ پلاتی ہے وہ اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہے۔ کسی شخص کے پاس ایک باندی ہوتی ہے وہ اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس کا حاملہ ہونا ناپسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم یہ نہ کرو تو کیا حرج ہے! کیونکہ یہ (حمل ہونا) تو تقدیر کی بات ہے۔ حسن نے یہ حدیث سن کر کہا بخدا اس میں عزل پر ناراضگی کا اظہار ہے۔

۳۴۴۷۔ حَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثْتُ مُحَمَّدًا عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بِحَدِیْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ یَعْنِیْ حَدِیْثَ الْعَزْلِ فَقَالَ اِیَّایَ حَدَّثَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۳۴۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ قُلْنَا لِاَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْكُرُ فِی الْعَزْلِ شَیْئًا قَالَ نَعَمْ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ ابْنِ عَوْنٍ اِلٰی قَوْلِهِ الْقَدَرُ۔

معبد بن سیرین کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں کچھ سنا ہے، انھوں نے کہا ہاں! اور بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۳۴۴۹۔ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ اَنَا سُفْیَانُ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ الْعَزْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَلِمَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ وَلَمْ یَقُلْ فَلَا یَفْعَلْ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَاِنَّهٗ لَیْسَتْ نَفْسٌ مَخْلُوْقَةٌ اِلَّا اللّٰهُ خَالِقُهَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا تذکرہ کیا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اور یہ نہیں فرمایا کہ یہ نہ کرو، کیونکہ جو نفس بھی پیدا ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کر کے رہے گا۔

۳۴۵۰۔ حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُعَاوِیَةُ یَعْنِی ابْنَ صَالِحٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِی الْوَدَّاكِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعَهٗ یَقُوْلُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہر پانی (منی) سے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

كُلِّ الْمَاءِ يَكُونُ الْوَلَدُ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ خَلْقَ شَيْءٍ لَمْ يَمْنَعْهُ شَيْءٌ۔

۳۴۵۱ - وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْبَصْرِيُّ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْهَاشِمِيُّ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت ہے۔

۳۴۵۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ لِي جَارِيَةً هِيَ خَادِمُنَا وَسَانِيَتُنَا وَأَنَا أَطُوفُ عَلَيْهَا وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ فَإِنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ إِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَبِلَتْ فَقَالَ قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری ایک باندی ہے جو ہمارے گھر کا کام کاج کرتی ہے اور پانی لاتی ہے اور میں اس سے مقاربت کرتا ہوں اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس سے عزل کر لو، لیکن جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ باندی حاملہ ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے تم سے کہا تھا کہ جو تقدیر میں ہونے والا ہے وہ ہو جائے گا۔

۳۴۵۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي جَارِيَةً لِي وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمْ يَمْنَعْ شَيْئًا أَرَادَهُ اللّٰهُ تَعَالَى قَالَ فَجَاءَ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْجَارِيَةَ الَّتِي كُنْتُ ذَكَرْتُهَا لَكَ حَمَلَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میری ایک باندی ہے کیا میں اس سے عزل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے عزل اس کو روک نہیں سکتا، کچھ دنوں بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے آپ سے جس باندی کا ذکر کیا تھا وہ حاملہ ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔

۳۴۵۴ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ حَسَّانَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس کے بعد حسب سابق

قَاضِی اَهلِ مَکَّةَ قَالَ اَخبَرَنِی عُروَةُ بنُ عِیَاضِ بنِ عَدِیِّ بنِ الخِیَارِ النَّوفَلِیُّ عَن جَابِرِ بنِ عَبدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ بِمَعنٰی حَدِیثِ سُفیَانَ۔

حدیث ہے۔

۳۳۵۵- حَدَّثَنَا اَبُو بَکرِ بنُ اَبِی شَیبَةَ وَ اِسحَاقُ بنُ اِبرَاهِیمَ قَالَ اِسحَاقُ اَنَا وَقَالَ اَبُو بَکرٍ نَا سُفیَانُ عَن عَمرٍو وَعَن عَطَاءٍ عَن جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنهُ قَالَ کُنَّا نَعزِلُ وَالقُراٰنُ یَنزِلُ زَادَ اِسحَاقُ قَالَ سُفیَانُ لَو کَانَ شَیئًا یُنهٰی عَنهُ لَنَهَانَا عَنهُ القُراٰنُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن مجید نازل ہوتا رہتا تھا۔ سفیان نے کہا اگر عزل برا کام اور ممنوع ہوتا تو قرآن ہم کو اس سے روک دیتا۔

۳۳۵۶- وَحَدَّثَنِی سَلَمَةُ بنُ شَبِیبٍ قَالَ نَا الحَسَنُ بنُ اَعیَنَ قَالَ نَا مَعقِلٌ عَن عَطَاءٍ قَالَ سَمِعتُ جَابِرًا یَقُولُ لَقَد کُنَّا نَعزِلُ عَلٰی عَهدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے۔

۳۳۵۷- وَحَدَّثَنِی اَبُو غَسَّانَ المِسمَعِیُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ یَعنِی ابنَ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی عَن اَبِی الزُّبَیرِ عَن جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنهُ قَالَ کُنَّا نَعزِلُ عَلٰی عَهدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ ذٰلِکَ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَلَم یَنهَنَا عَنهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا۔

عزل کا معنی

علامہ ابن اثیر عزل کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مرد اپنے پانی کو عورت کی فرج میں داخل ہونے سے علیحدہ کرے"[1] علامہ عینی نے لکھا ہے حمل سے بچنے کے لیے انزال کے وقت مرد کا اپنے آلہ کو فرج سے باہر نکال لینا عزل ہے[2]

تنگی رزق کی بناء پر عزل یا ضبط تولید ناجائز ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔۔۔ لا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم وایاکم

[1] علامہ مجد الدین محمد جزری متوفی ۶۰۶ھ، النہایہ ج ۳ ص ۲۳۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

ان قتلھم کان خطأً کبیراً (اسراء : ۳۱) " تنگی رزق کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو، ان کو اور تم کو ہم رزق دیتے ہیں، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

موجودہ دور میں ضبط تولید اور خاندانی منصوبہ بندی کے جو طریقے رائج ہیں ان میں سے کوئی طریقہ بھی قتل ولد کی تعریف میں نہیں آتا کیونکہ ولد تو نطفہ کے استقرار کے نو ماہ بعد وجود میں آتا ہے اور ضبط تولید کا عمل استقرار نطفہ کے وقت کیا جاتا ہے جب ولد کا کسی قسم کا وجود نہیں ہوتا پس جب ولد ہی نہیں ہے تو قتل ولد کا کیسے تحقق ہو گا! لیکن اللہ تعالیٰ نے قتل ولد کی حرمت کی جو علت بیان کی ہے وہ تنگی رزق کا ڈر ہے پس جو شخص ضبط تولید کا عمل تنگی رزق کی بناء پر کرتا ہے اس کا یہ فعل بلاشبہ حرام ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد کو حرام کرنے کی یہی علت بیان فرمائی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی والے ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کو کم کرنے کے لیے تنگی رزق سے ڈرا کر ضبط تولید کی ترویج کرتے ہیں اور ان کے تمام تر اشتہارات اور ترغیبات کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ بچے کم ہوں گے تو خوشحال گھرانہ ہو گا اور یہ فکر قرآن مجید کے بیان کردہ حکم کے یکسر خلاف ہے۔

عزل یا ضبط تولید کی جائز وجوہات

عزل کی ایک وجہ تو یہی ہے جس کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا اور یہ از روئے قرآن مجید حرام ہے، دوسری وجہ ہے عورت کی بیماری کیونکہ بعض صورتوں میں عورت کو ایام حمل میں اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ جاتی ہے، تیسری وجہ ہے بچے کا پیٹ میں آڑا ہونا یا ہڈی کا تنگ ہونا جس کی وجہ سے آپریشن کے ذریعہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور دو یا تین بار کے بعد مزید آپریشن کی گنجائش نہیں رہتی، اس کے بعد عورت کے بیضہ والی نس کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے اور یہ بھی ضبط تولید کا ایک طریقہ ہے، اور چوتھی وجہ ہے دودھ پینے والے بچے کی تربیت اور نگہداشت میں خلل کیونکہ اگر گھر میں صرف ایک عورت ہے جو بچہ کو دودھ پلا رہی ہے اور نو، دس ماہ کے بعد اس کے ہاں ایک اور بچہ ہو جائے تو وہ دونوں بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش صحیح نہیں کر سکتی اس لیے ان کے درمیان وقفہ ہونا چاہیے یہ چاروں وجہیں جائز ہیں۔ اور ان صورتوں میں عزل بھی کیا جا سکتا ہے اور ضبط تولید کے کسی طریقہ پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ہم اس بحث کے آخر میں بیان کریں گے۔ عزل کے بارے میں بالعموم فقہاء کے دو قول ہیں جواز اور کراہت، اور کراہت کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر آلہ کو باہر نکال کر انزال کیا جائے تو اس سے عورت کے لطف اور لذت میں کمی آتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عمل بظاہر تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے اور اکثر احادیث سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، اب ہم اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء پیش کر رہے ہیں

عزل کے بارے میں فقہاء شافعیہ کی آراء

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا تم لوگ عزل کیوں کرتے ہو؟ یہ نہیں فرمایا عزل نہ کیا کرو"۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے عزل کو صراحت سے منع نہیں فرمایا، صرف یہ اشارہ فرمایا ہے کہ عزل کو ترک کرنا اولیٰ ہے، کیونکہ پیدائش کے خدشہ سے عزل کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے پیدائش مقدر کر دی ہے تو وہ عزل سے نہیں رک سکتی، کیونکہ عزل کرنے والے کی لاشعوری میں پانی کے کچھ قطرے رحم میں چلے جائیں گے جس سے نطفہ ٹھہر جائے گا اور بچہ پیدا ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قضاء کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ بچہ کی پیدائش سے احتراز کئی اسباب کی بناء پر ہوتا ہے ایک وجہ یہ کہ بیوی لونڈی ہوتی ہے اور شوہر یہ نہیں

چاہتا کہ اولاد غلام بنے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت بچہ کو جس زمانے میں دودھ پلاتی ہے۔ اس زمانہ میں استقرار حمل سے اس بچہ کو ضرر ہوتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ جب آمدنی کے ذرائع کم ہوں اور مرد تنگ دست ہو تو کثرت اولاد سے گھبراتا ہے، اور یہ تمام وجوہ مدعا پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ مسند احمد، مسند بزار اور صحیح ابن خزیمہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے عزل کے بارے میں سوال کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پانی سے بچہ نے پیدا ہونا ہے اگر تم اس کو پتھر پر بھی ڈال دو تو اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا کر دے گا، معجم کبیر اور معجم اوسط میں اس حدیث کی تائید میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔

عزل کی جو وجوہات ذکر کی گئی ہیں ان میں راجح وجہ یہ ہے کہ حمل کی وجہ سے دودھ پینے والے بچہ کو ضرر ہوتا ہے، کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ ایسی صورت میں بچہ کو ضرر ہوتا ہے لیکن مسلم کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں عزل مفید نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ غیر اختیاری طور پر حمل ہو جائے، اور صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میں اپنے بچہ پر شفقت کی وجہ سے اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو کوئی حرج نہیں، اہل فارس اور اہل روم کو اس (عزل نہ کرنے) سے ضرر نہیں پہنچا" نیز عزل کرنے سے عورت کو ضرر پہنچتا ہے کیونکہ اس سے اس کی لذت میں کمی آتی ہے۔

متقدمین فقہاء کا عزل میں اختلاف رہا ہے، حافظ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے، کیونکہ جماع کرنا بیوی کے حقوق میں سے ہے وہ جماع کا مطالبہ کر سکتی ہے اور جماع میں معروف یہی ہے کہ اس میں عزل نہ ہو۔ علامہ ابن ہبیرہ نے بھی اس اجماع کو نقل کیا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ فقہاء شافعیہ کے نزدیک معروف یہ ہے کہ عورت کا جماع میں کوئی حق نہیں ہے۔ نیز اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کا اختلاف مشہور ہے وہ کہتے ہیں کہ آزاد عورت (بیوی) کی اجازت کے بغیر عزل جائز ہے۔ امام غزالی وغیرہ نے اس جواز کی تصریح کی ہے اور متاخرین کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نهى عن العزل عن الحرة الا باذنها "آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل سے منع کیا گیا ہے۔" فقہاء شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب عورت منع کرے تو عزل کرنا جائز نہیں اور جب راضی ہو تو دو قول ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور یہ تمام احکام آزاد عورت کے بارے میں ہیں، رہی باندی تو اگر وہ بیوی ہے تو اس کا حکم آزاد عورت پر مرتب ہے، اگر آزاد عورت سے عزل جائز ہے تو باندی سے بطریق اولیٰ جائز ہے اور اگر آزاد عورت سے عزل ناجائز ہے تو باندی (جو بیوی ہو) میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ آدمی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی اولاد غلام بنے، اور اگر وہ باندی بیوی نہیں ہے یعنی محض لونڈی ہے تو اس سے عزل کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ علامہ رویانی، عزل کو مطلقاً ممنوع کہتے ہیں اور یہی "ابن حزم کا مذہب ہے" اور اگر اس کی باندی ام ولد ہو تو راجح قول یہ ہے کہ اس سے عزل مطلقاً جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا حکم شادی شدہ باندی کا ہے۔

مذاہب ثلاثہ (حنفی، مالکی اور حنبلی) اس پر متفق ہیں کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے، اور باندی سے بلا اجازت عزل کیا جا سکتا ہے اور جو باندی کسی کی بیوی ہو امام مالک کے نزدیک اس کے مالک کی

اجازت سے عزل جائز ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ ہے امام ابو یوسف اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس باندی سے اجازت لی جائے گی۔ امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مطلقاً عزل جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے عزل مطلقاً منع ہے، جن فقہاء نے آزاد عورت اور باندی سے عزل کے احکام میں فرق کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ مصنف عبد الرزاق میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: تستامر الحرة فی العزل ولا تستامر الامة السریة فان کانت تحت حر فعلیہ ان یستامرھا "آزاد عورت سے عزل میں اجازت لی جائے گی اور محض باندی سے اجازت نہیں طلب کی جائے گی اور اگر باندی آزاد مرد کے نکاح میں ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس سے عزل کی اجازت لے"۔ یہ حدیث مسئلہ عزل میں بالکل واضح اور صریح ہے اور اگر یہ حدیث مرفوع ہے تو اس کے خلاف عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن عربی مالکی نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ جب مرد عورت کو ضرر پہنچانے کے قصد سے عزل کو ترک کرے تو عورت عزل کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ عورت کو صرف ایک بار وطی کا حق ہے تاکہ اس کا مہر پختہ ہو جائے اور جب ایک بار سے زیادہ اس کے لیے وطی کا حق نہیں ہے تو عزل کا حق کیسے ہوگا! علامہ ابن عربی نے جو امام شافعی کا قول نقل کیا ہے وہ غیر معروف ہے۔ امام شافعی کے اصحاب کے ہاں معروف یہ ہے کہ عورت کا اصلاً کوئی حق نہیں ہے۔ ہاں ابن حزم نے یہ بات ذکر کی ہے کہ عورت سے وطی (مقاربت کرنا) واجب ہے اور عزل حرام ہے اور ان کا استدلال صحیح مسلم کی اس روایت سے ہے جس کو جذامہ بنت وہب نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ذلك الواد الخفی "یہ حکماً بچہ کو زندہ درگور کرنا ہے"۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دو صحیح حدیثوں کے معارض ہے، ایک وہ ہے جس کو جامع ترمذی اور سنن نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: کانت لنا جواری وکنا نعزل فقالت الیہود ان تلك الموؤدة الصغری فسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کذبت الیہود لو اراد اللہ خلقہ لم تستطع ردہ "ہمارے پاس لونڈیاں تھیں ہم ان سے عزل کرتے تھے۔ یہود نے کہا یہ حکماً بچہ کو زندہ درگور کرنا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود جھوٹ بولتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ بچہ پیدا کرنا چاہے تو تم اس کو باز نہیں رکھ سکتے"۔ سنن نسائی میں ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جذامہ بنت وہب کی روایت کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور حضرت جابر اور ابو ہریرہ کی روایت بیان جواز پر محمول ہے یہ امام بیہقی کا جواب ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جذامہ ضعیف ہے کیونکہ وہ ان احادیث کے معارض ہے جو زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہیں۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت جذامہ کی حدیث حضرت جابر کی روایت سے منسوخ ہے، یہ جواب امام طحاوی کا ہے، پانچواں جواب یہ ہے کہ حضرت جذامہ کی حدیث کی سند مضطرب ہے اس لیے اس کے مقابلہ میں حضرت جابر کی روایت کو ترجیح ہے۔ ابن حزم نے حضرت جذامہ کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ اس کے مخالف احادیث اباحت اصلیہ کے موافق ہیں اور حضرت جذامہ کی حدیث عزل کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور جو شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ اس ممانعت کے بعد عزل کو مباح کیا گیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس اباحت پر دلیل پیش کرے۔ ابن حزم کی دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت جذامہ کی حدیث

ممانعت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ زندہ درگور کے ساتھ تشبیہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عزل حرام ہو، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حاملہ عورت سے عزل کرنا حکماً زندہ درگور کرنا ہے کیونکہ حاملہ عورت سے جب وطی کی جاتی ہے تو منی سے پیٹ کے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور جب حاملہ عورت سے عزل کیا جائے گا تو بچہ کمزور ہو کر مر جائے گا اور یہ حکماً زندہ درگور کرنا ہے، اور مصنف عبدالرزاق میں ایک سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عزل زندہ درگور کرنا نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا منی نطفہ بنتی ہے پھر جما ہوا خون بنتی ہے پھر ہڈی بنتی ہے پھر اس پر گوشت چڑھایا جاتا ہے اور عزل ان تمام مراحل سے پہلے ہے۔ امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے[۵۱]

عزل کے بارے میں فقہاء حنابلہ کی رائے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: عزل مکروہ ہے اس کی کراہت حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، کیونکہ اس میں نسل کو کم کرنا ہے اور عورت کی لذت کو منقطع کرنا ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت اولاد پر برانگیختہ کیا ہے، آپ نے فرمایا: تناکحوا تناسلوا تکثروا ”نکاح کرو نسل بڑھاؤ اور تعداد بڑھاؤ“ اور آپ نے فرمایا: سوداء ولود خیر من حسناء عقیم ”بچہ پیدا کرنے والی کالی عورت، حسین بانجھ عورت سے بہتر ہے“۔
البتہ ضرورت کے وقت جائز ہے۔ مثلاً دارالحرب میں اس کو وطی کی ضرورت پیش آئے تو وہ وطی کرے اور عزل کرے۔
خرقی نے اس صورت کا ذکر کیا ہے، یا اس کی بیوی لونڈی ہو اور وہ اپنی اولاد کا غلام ہونا ناپسند کرتا ہو، یا اس کی لونڈی ہو جس کو بیچنا چاہتا ہو۔ روایت ہے کہ حضرت علی اپنی لونڈیوں سے عزل کرتے تھے۔ اگر بغیر ضرورت کے عزل کرے گا تو مکروہ ہے لیکن حرام نہیں ہے۔ صحابہ میں حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو ایوب، حضرت زید بن ثابت، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت حسن بن علی اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہم سے عزل کی اجازت منقول ہے، تابعین میں سعید بن المسیب، طاؤس، عطاء اور نخعی سے اس کی رخصت مروی ہے، ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رای (احناف رحمہم اللہ) نے عزل کی اجازت دی ہے۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں، امام احمد فرماتے ہیں کہ اپنی باندی سے اس کی اجازت لیے بغیر عزل کرنا جائز ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ لونڈی نہ وطی کا حق رکھتی ہے نہ اولاد کا، اور اپنی آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے، بیوی سے اجازت لینے میں امام احمد کے قول کی دو تفسیریں ہیں وجوب اور استحباب، استحباب کی وجہ یہ ہے کہ بیوی کا حق وطی ہے نہ کہ انزال، اجازت لینے کی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے منع فرمایا ہے[۵۲]

علامہ علی بن سلیمان مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ جمہور حنابلہ کا منصوص علیہ مذہب یہ ہے کہ آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے اور لونڈی سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے، بلغہ، وجیز، منور، منتخب الازجی

۵۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۱۰-۳۰۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
۵۲۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۲۷-۲۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

محرر، نظم، رعایتین، حاوی صغیر، فروع اور مغنی میں اس کو وثوق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ایک قول یہ ہے کہ عزل مطلقاً ناجائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عزل مطلقاً مباح ہے۔[1]

عزل کے بارے میں مالکیہ کی رائے

امام مالک فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے اور اپنی باندی سے بغیر اجازت کے عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس شخص کے نکاح میں کسی قوم کی لونڈی ہو وہ ان کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے۔[2]

علامہ باجی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے جو ذکر کیا ہے فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہی ہے کیونکہ عورت کو لذت اندوزی اور طلب نسل دونوں کا حق ہے اور جب مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ عورت سے وطی سے اجتناب کرے تو وطی کی تکمیل سے اجتناب کرنا بھی جائز نہیں ہے (اس لیے آزاد بیوی سے عزل کی اجازت ضروری ہے) اور مالک اپنی لونڈی سے سرے سے وطی نہ کرے تو یہ جائز ہے اس لیے اس سے عزل کرنا بھی جائز ہے اور جو کسی شخص کی لونڈی ہو اس کے مالکوں کا حق اس لونڈی کی اولاد سے متعلق ہوتا ہے اس لیے وہ ان کی اجازت کے بغیر اس سے عزل نہیں کر سکتا۔[3]

علامہ زرقانی مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول بھی امام مالک کے موافق ہے اور امام شافعی نے عزل کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے۔[4]

عزل کے بارے میں احناف کی رائے

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی فرماتے ہیں: اپنی لونڈی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کر سکتا ہے، اور بیوی سے اجازت لیے بغیر عزل نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی سے بلا اجازت عزل کرنے سے منع فرمایا ہے اور لونڈی کے مالک سے فرمایا اگر چاہو تو عزل کرو، اور اس لیے کہ وطی آزاد بیوی کا حق ہے تاکہ اس کی شہوت پوری ہو اور اولاد کا حصول ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر نامرد ہو تو وہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے (اس لیے عورت کی اجازت ضروری ہے) اور لونڈی کا وطی میں کوئی حق نہیں ہے اس لیے اس سے بلا اجازت وطی کر سکتا ہے۔[5]

محمد بن حسین طوری نے بھی اسی طرح احناف کا مذہب نقل کیا ہے۔[6]

ضبط تولید کے بارے میں مصری علماء کی تحقیق

دار الافتاء المصریہ کے علماء نے اس سلسلے میں پانچ نکات پر بحث کی ہے جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ علامہ علاؤالدین ابی الحسن علی بن سلیمان مرادی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۸ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۷ھ

۲۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، الموطأ ص ۵۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

۳۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۴ ص ۱۴۳، مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت۔

۴۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۳ ص ۸۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر

۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۸ ص ۴۷۳-۴۷۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۶۔ علامہ محمد بن حسین بن علی طوری حنفی تکملہ البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

(ا) ضبط تولید کی شرعی بنیاد عزل ہے اور یہ قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں ہے۔
(ب) منع حمل کے لیے جدید آلات اور دوائیوں کا استعمال جائز ہے۔
(ج) ضبط تولید کو از روئے قانون جبراً لاگو کرنا جائز نہیں ہے۔
(د) ضبط تولید کی دعوت اور ترغیبات، اللہ تعالیٰ پر توکل کے خلاف نہیں ہے۔
(ہ) محض ضبط تولید کے لیے عورت اور مرد یا ان میں سے کسی ایک کو بانجھ کرنا جائز نہیں ہے۔

ضبط تولید کی شرعی بنیاد عزل ہے

معری علماء نے لکھا ہے کہ منع حمل یا نسل کم کرنے کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی تصریح نہیں ہے، البتہ احادیث سے بظاہر اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ امام غزالی شافعی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ عزل کی اباحت یا کراہت کے بارے میں چار مذہب ہیں۔ بعض علماء نے عزل کو مطلقاً مباح قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے مطلقاً مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت اجازت دے تو جائز ہے ورنہ نہیں؛ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ لونڈیوں سے عزل جائز ہے اور آزاد عورتوں سے جائز نہیں ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں ہمارے نزدیک عزل مباح ہے۔ عزل کے پانچ اسباب ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: (ا) عورت کے حسن و جمال اور اس کی زندگی کو قائم رکھنا تاکہ زچگی (DELIVERY) میں جو خطرہ ہے اس سے عورت محفوظ رہے۔ !
(ب) کثرت اولاد کی وجہ سے زیادہ حرج نہ ہو اور محنت اور مشقت کا بار کم ہو، اور یہ امور شریعت میں جائز ہیں۔ امام غزالی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ بار معیشت میں زیادتی کے خوف سے اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ عورت کی کشت میں تخم ریزی نہ کی جائے تاکہ حمل نہ ہو؛ بلکہ وہ تو عورت کے حسن و جمال کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے بھی اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ حنفی اور مالکی علماء نے بھی حمل سے بچنے کے لیے عزل کو جائز کہا ہے۔ فقہ جعفریہ میں بھی اباحت ہے، اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ کرام عزل کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع نہیں فرمایا۔ بنا بریں خاندانی منصوبہ بندی کی شرعی بنیاد عزل ہے اور یہ کتاب و سنت کی صراحت کے خلاف نہیں ہے۔

منع حمل کے لیے جدید آلات اور دوائیوں کا استعمال جائز ہے

قدیم فقہاء نے صرف عزل کا ذکر کیا ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں صرف یہی طریقہ تھا اور اب چونکہ آسان اور نسبتاً زیادہ محفوظ وسیلے ایجاد ہو چکے ہیں اس لیے ان کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ مرد یا عورت میں سے کوئی کلیۃً بانجھ نہ ہو جائے اس لیے عورت کے رحم میں کوئی ایسا حائل رکھنا جائز ہے (مثلاً Loop چھلا) جس سے مرد کا پانی عورت کے رحم میں نہ داخل ہو سکے خواہ اس کو مرد رکھے یا عورت، اسی طرح مانع حمل دوائیں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔
بعض حنفی علماء نے لکھا ہے کہ منع حمل کی غرض سے عورت کے لیے رحم کا منہ بند کرنا جائز ہے تاکہ مرد کا پانی اس میں نہ داخل ہو سکے [1] اسی بناء پر جدید طریقوں سے حمل روکنا جائز ہے۔

---

[1] علامہ شامی لکھتے ہیں: فی النهر ان لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفاً لما بحثه فی البحر من انه یحرم بغیر اذن الزوج لکن ینالف ما فی الکبری الا ان یحمل علی عدم خوف النساء تامل ۱۲ سعیدی (رد المحتار ج ۵ ص ۲۹۳ مطبوعہ استنبول)

ضبط تولید کو از روئے قانون جبراً لاگو کرنا جائز نہیں ہے

فقہاء نے عزل کو فریقین کی رضامندی کی شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، ان میں سے صرف ایک فریق عزل کرنے میں خود مختار نہیں ہے اور جو چیز کسی کے ارادہ پر موقوف ہو وہ سرکاری قانون بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

ضبط تولید کی دعوت اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی نہیں ہے

عزل یا دیگر جدید آلات کی وجہ سے حمل کو روکنا اسباب کے ساتھ توکل کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب کے حصول کے بعد توکل فرمایا ہے۔ امام غزالی توکل کے بہت بڑے داعی ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے۔ کثرت اولاد کے سبب سے زیادتی مشقت کی بناء پر عزل کرنا ممنوع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا "جو جاندار بھی روئے زمین پر ہے اس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے" اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان حصول رزق کے لیے تگ ودو نہ کرے۔ حضرت عمر نے فرمایا اللہ پر توکل کرنے والا وہ ہے جو بیج بو کر اللہ پر توکل کرتا ہے، اور جس طرح حصول رزق کی کوشش توکل کے خلاف نہیں ہے اسی طرح ضبط تولید کرنا بھی توکل کے خلاف نہیں ہے (البتہ یہ ضروری ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی والے تنگئ رزق کا خوف نہ لائیں کیونکہ اس کا (خشیۃ املاق کا) حرمت کی علت ہونا منصوص ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

ضبط تولید کے لیے عورت یا مرد کو بانجھ کرنا جائز نہیں ہے

عورت یا مرد کو کسی دوائی یا آپریشن کے ذریعہ بانجھ کر دینا جائز نہیں ہے، البتہ جب میاں بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک کسی ایسے موروثی مرض میں مبتلا ہو جو خطرناک اور متعدی ہو اور وہ ایسا مرض ہو جس میں مبتلا شخص معاشرے پر بوجھ اور حرج کا موجب ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے، کیونکہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ امراض وراثت میں منتقل ہوتے ہیں۔ اس لیے جب ایسا موروثی مرض کسی میں ثابت ہو جائے تو اس کو بانجھ کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مفاد عامہ کی خاطر واجب ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مفاسد کو زائل کرنا مصالح کے حصول پر مقدم ہے۔[1] (جس عورت کا بچہ آپریشن کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے جب اس کے پیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ ہو تو اس کو آپریشن سے بانجھ کر دینا بھی جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ سعیدی)

ضبط تولید کے بارے میں پاکستان کے علماء کی آراء

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں قرآن کریم نے نسل کشی کو خطاء کبیر بہت بڑی غلطی کہا ہے، اگر اس کا مشاہدہ کرنا ہو تو فرانس وغیرہ ممالک پر نظر ڈالیے جنھوں نے مصنوعی ذرائع سے ضبط تولید کر کے اپنی تعداد کو گھٹایا۔ اور جب جرمن فوجیں ان پر حملہ آور ہوئیں تو ان کے پاس ایسے جوانوں کی شدید قلت تھی جو مادر وطن کی حفاظت کے لیے میدان جنگ میں سینہ سپر ہو سکیں، ایسا اقدام جس سے قوم اور وطن کی آزادی خطرہ میں پڑ جائے اس کو اگر بڑی غلطی نہ کہا جائے تو کیا اسے دانشمندی کہا جائے۔[2]

---

[1] المجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلامیہ، الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۰۹۱-۳۰۸۰، ملخصاً مطبوعہ القاہرہ ۱۴۰۳ھ

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن ج ۲ ص ۶۵۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں: قرآن کریم کے اس ارشاد سے اس معاملہ پر بھی روشنی پڑتی ہے جس میں آج کی دنیا گرفتار ہے۔ کثرت آبادی کے خوف سے ضبط تولید اور منصوبہ بندی کو رواج دے رہی ہے، اس کی بنیاد بھی اسی جاہلانہ فلسفہ پر ہے کہ رزق کا ذمہ دار اپنے آپ کو سمجھ لیا گیا ہے، یہ معاملہ قتل اولاد کی برابر گناہ نہ سہی مگر اس کے مذموم ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے[1]

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: عزل کے متعلق جو کچھ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اور اس کے جواب میں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اس کا تعلق صرف انفرادی ضروریات اور استثنائی حالات سے تھا' ضبط ولادت کی کوئی عام دعوت و تحریک ہرگز پیش نظر نہ تھی نہ ایسی کسی تحریک کا مخصوص فلسفہ تھا جو عوام میں پھیلایا جا رہا ہو نہ ایسی تدابیر وسیع پیمانے سے ہر مرد و عورت کو بتائی جا رہی تھیں کہ وہ باہم مباشرت کرنے کے باوجود استقرار حمل کو روک سکیں اور نہ حمل کو روکنے والی دوائیں اور آلات ہر کس و ناکس کی دسترس تک پہنچائے جا رہے تھے، عزل کی اجازت میں جو چند روایات مروی ہیں ان کی حقیقت بس یہ ہے کہ کسی اللہ کے بندے نے اپنے ذاتی حالات اور مجبوریاں بیان کیں اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سامنے رکھ کر کوئی مناسب جواب دے دیا۔ اس طرح کے جو جوابات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں منقول ہیں ان سے اگر عزل کا جواز نکلتا بھی ہے، تو وہ ہرگز ضبط ولادت کی اس عام تحریک کے حق میں استعمال نہیں کیا جا سکتا جس کی پشت پر ایک باقاعدہ، خالص مادہ پرستانہ اور اباحیت پسندانہ فلسفہ کار فرما ہے، ایسی کوئی تحریک اگر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اٹھتی تو مجھے یقین ہے کہ آپ اس پر لعنت بھیجتے اور اس کے خلاف ویسا ہی جہاد کرتے جیسا شرک و بت پرستی کے خلاف آپ نے کیا[2]

تفہیم القرآن میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

یہ آیت ان معاشی بنیادوں کو قطعی منہدم کر دیتی ہے جن پر قدیم زمانہ سے آج تک مختلف ادوار میں ضبط ولادت کی تحریک اٹھتی رہی ہے۔ افلاس کا خوف قدیم زمانہ میں قتل اطفال اور اسقاط حمل کا محرک ہوا کرتا تھا اور آج وہ ایک تیسری تدبیر یعنی منع حمل کی طرف دنیا کو دھکیل رہا ہے۔ لیکن منشور اسلامی کی یہ دفعہ انسان کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ کھانے والوں کو گھٹانے کی تخریبی کوشش چھوڑ کر ان تعمیری مساعی میں اپنی قوتیں اور قابلیتیں صرف کرے جن سے اللہ کے بنائے ہوئے قانون فطرت کے مطابق رزق میں افزائش ہوا کرتی ہے، اس دفعہ کی رو سے یہ بات انسان کی بڑی غلطیوں میں سے ایک ہے کہ وہ بار بار معاشی ذرائع کی تنگی کے اندیشے سے افزائش نسل کا سلسلہ روک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ آیت انسان کو متنبہ کرتی ہے کہ رزق رسانی کا انتظام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس خدا کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد میں آنے والوں کو بھی دے گا۔ تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں کھانے والوں کی آبادی جتنی بڑھتی گئی ہے اتنے ہی بلکہ بارہا اس سے بہت زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے ہیں۔ لہٰذا خدا کے تخلیقی انتظامات میں انسان کی بے جا

---

[1] مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۸۶ھ، معارف القرآن ج ۵ ص ۴۶۳، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

[2] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج ۳ ص ۲۶۰، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور بار پنجم ۱۹۷۵ء

دخل اندازیاں حماقت کے سوا کچھ نہیں [۱]

ضبط تولید کے بارے میں مصنف کی تحقیق

خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ جبراً تمام مسلمانوں پر لاگو کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اول تو اس کی اباحت تمام مکاتب فقہ کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے۔ شیخ ابن حزم اور علامہ رویانی عزل کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور بعض فقہاء کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں اور جو فقہاء اس کی بلاکراہت اجازت دیتے ہیں وہ اس کو بیوی کی اجازت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں، اس لیے خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ ہر شخص پر لازم کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے اور انفرادی طور پر بھی دو صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی اصلاً جائز نہیں ہے۔

(ا) کوئی شخص تنگئ رزق (خشیۂ املاق) کے خوف کی وجہ سے ضبط تولید کرے، یہ اس لیے ناجائز ہے کہ اس کا حرمت کی علت ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔ (لاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (اسراء: ۳۰))

(ب) کوئی شخص لڑکیوں کی پیدائش سے احتراز کے لیے ضبط تولید کرے کیونکہ ان کی تزویج میں مشقت اور عار کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ نیت زمانہ جاہلیت کے مشرکین عرب کی ہے، قرآن اور حدیث میں اس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

جن صورتوں میں مخصوص حالات کے تحت انفرادی طور پر ضبط تولید جائز ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(ا) لونڈیوں سے ضبط تولید کرنا تاکہ اولاد مزید لونڈی اور غلام بننے سے محفوظ رہے، ہر چند کہ اب لونڈی غلاموں کا رواج نہیں ہے لیکن اسلام کے احکام دائمی اور کلی ہیں اگر کسی زمانہ میں یہ رواج ہو جائے تو لونڈیوں کے ساتھ ضبط تولید کا عمل جائز ہوگا۔

(ب) اگر سلسلہ تولید کو قائم رکھنے سے عورت کے شدید بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو ضبط تولید جائز ہے۔

(ج) اگر مسلسل پیدائش سے بچوں کی تربیت اور نگہداشت میں حرج کا خدشہ ہو تو وقفے سے پیدائش کے لیے ضبط تولید جائز ہے، کیونکہ جب گھر میں صرف ایک عورت ہو اور نو دس ماہ بعد دوسرا بچہ آجائے تو اس کے لیے دونوں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔

(د) حمل اور وضع حمل کے وقفوں کے دوران بعض صورتوں میں انسان اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتا، اس لیے زیادہ عرصہ تک بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی نیت سے ضبط تولید کرنا جائز ہے

(ہ) اگر کوئی شخص عورت سے محبت کی وجہ سے اس کو ایام حمل، درد زہ اور زچگی کی تکالیف سے بچانا چاہتا ہو تو یہ جائز ہے۔

(و) عام طور پر بچوں کی پیدائش سے عورت کا حسن و جمال کم یا ختم ہو جاتا ہے اس لیے اگر وہ عورت کے حسن و جمال کو قائم رکھنے کے لیے یہ عمل کرے تو صحیح ہے جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا ہے۔ [۲]

---

[۱] - سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۲ ص ۶۱۳، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، بار شانزدہم، ۱۹۸۲ء

[۲] - امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

(ز) زیادہ بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی خاطر انسان کو آمدنی کے لیے زیادہ محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے، انسان دوہری تہری نوکریاں اور اوور ٹائم (OVER TIME) کرتا ہے اور بسا اوقات ناجائز وسیلوں کو بھی اختیار کرتا ہے۔ اپنے آپ کو اس محنت ومشقت سے بچانے اور بار معیشت کو کم کرنے کے لیے یہ عمل جائز ہے۔ کیونکہ جس قدر آمدنی کے لیے مشقت کم ہوگی وہ اتنا ہی عبادت کے لیے فارغ ہوگا۔ امام غزالی نے بھی یہ وجہ اختیار کی ہے[۵]

(ح) بعض عورتوں کو آپریشن سے بچہ ہوتا ہے۔ بیوی کو آپریشن کی تکلیف اور جان کے خطرہ سے بچنے کے لیے یہ عمل جائز ہے۔

(ط) جب پیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے تو ایسا طریقہ اختیار کرنا واجب ہے جس سے سلسلہ تولید بالکلیہ بند ہو جائے۔

(ی) اگر ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی تب بھی سلسلہ تولید کو بند کرنا واجب ہے۔

عزل کے علاوہ ضبط تولید کے حسب ذیل مروج طریقے بھی شرعاً جائز ہیں۔

(ا) کھانے والی گولیاں اور انجکشن (ب) کیمیاوی اشیاء (CHEMICAL METHODS) مثلاً فوم جیلی اور کریم وغیرہ کا بیرونی استعمال (ج) ساتھی (Condom) (د) ڈایافرام (ھ) چھلہ (Loop) (و) نل بندی (Tubal Ligation)

آخر الذکر عمل یعنی نل بندی میں عورت کے بیضہ دان کی نالی کو (Fallopian Tube) کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے، اس عمل کے بعد عورت کبھی بھی بچہ پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ یہ عمل صرف دو صورتوں میں جائز ہے ایک اس صورت میں جب عورت کو آپریشن سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے اور دوسری اس صورت میں جب کوئی ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ بچہ پیدا ہونے سے یا مزید بچے پیدا ہونے سے عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔ ان صورتوں میں نل بندی صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

ضبط تولید کا ایک طریقہ شرعاً ممنوع ہے اور وہ ہے نس بندی (VASECTOMY) اس عمل میں مرد کی جن نالیوں سے تولیدی جرثومے (Sperm) گزرتے ہیں ان نالیوں کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے اس عمل کے بعد مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔

نس بندی سے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے مرد بانجھ ہو جاتا ہے اور مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کرا لینا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے۔ انسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خودکشی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے نہ اپنا کوئی عضو کاٹ کر کسی کو دے سکتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں اعضاء کی پیوندکاری بھی جائز نہیں ہے، بنابریں نس بندی بھی جائز نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ بعض صحابہ نے عسرت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ

۵۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۵۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

علیہ وسلم سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی اور شہوت کم کرنے کے لیے روزے رکھنے کا حکم دیا۔[1]

استقرار حمل کو روکنے کے لیے گولیاں کھائی جائیں، کیمیائی اشیاء لگائی جائیں یا خارجی حائل (ساتھی اور چھلہ وغیرہ) کا استعمال کیا جائے، ان میں سے کوئی چیز بھی حمل سے رکاوٹ کا یقینی سبب نہیں ہے، بسا اوقات دوائیں اور کیمیاوی اشیاء اثر نہیں کرتی، بعض مرتبہ ڈایا فرام کے استعمال کے باوجود قطرات رحم میں چلے جاتے ہیں اور حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات چھلہ کے استعمال کے باوجود حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات کنڈوم (ساتھی) پھٹ جاتا ہے اور قطرے رحم میں چلے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے "جس پانی سے بچہ نے پیدا ہونا ہے اگر تم اس کو پتھر پر بھی ڈال دو تو اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا کر دے گا، اور یہ بارہا مشاہدہ ہوا کہ ضبط تولید کے تمام ذرائع استعمال کرنے کے باوجود بچے پیدا ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات جڑواں بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں ان تمام چیزوں کے مضر اثرات بہت زیادہ ہیں، چھلہ اور ڈایا فرام کے استعمال سے الرجی اور انفیکشن کی شکایات عام ہیں اور کھانے والی دواؤں سے سنا گیا ہے کہ چھاتی کا کینسر ہو جاتا ہے، انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے فطری اور طبعی نظام سے ہٹ کر کوئی کام کرے گا مشکلات میں گرفتار ہوگا، اس لیے ناگزیر حالات کے علاوہ ضبط تولید سے احتراز کرنا چاہیے۔

امام غزالی نے اپنے زمانے، حالات، ضروریات اور وسائل کے اعتبار سے عزل کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں، ایک صورت حرام، ایک بدعت اور تین صورتیں جائز قرار دی ہیں[2] اب چونکہ ترقی یافتہ دور ہے، بہت سے نئے اسباب اور وسائل وجود میں آ چکے ہیں اور ضروریات اور تقاضے بھی بڑھ گئے ہیں اور مسائل بھی زیادہ ہیں، اس اعتبار سے ہم نے ضبط تولید کی بارہ صورتیں بیان کی ہیں جن میں آٹھ مباح (جائز) ہیں، دو ناجائز ہیں اور دو صورتوں میں سلسلہ تولید ختم کرنا واجب ہے۔ ان میں عورت کی نسوانی انڈوں والی نس (Fallopian Tube) کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے، تاکہ یہ نسوانی انڈے رحم میں نہ داخل ہو سکیں اس عمل کو نس بندی (Tubal Ligation) کہتے ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ پریشانی ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے: وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (ھود: ۶) "زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔" اس لیے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف ہے، ایسے لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ لیا ہے تو وہ حصول رزق کے لیے نوکریاں اور کاروبار کیوں کرتے ہیں؟ مستقبل کے لیے رقم پس انداز کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان کے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہیں؟ پس جس طرح حصول رزق

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] امام غزالی نے کہا ہے کہ لڑکیوں کی پیدائش کو عار اور ناپسند سمجھنے کی وجہ سے عزل حرام ہے۔ نفاس کی آلودگیوں اور دودھ پلانے کی مشقت سے بچنے کے لیے عورتوں کا عزل کرانا بدعت ہے۔ عورتوں کے حسن کو قائم رکھنے کے لیے، بار معیشت کو کم کرنے کیلئے اور اولاد کے لونڈی غلام ہونے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے عزل جائز ہے (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ بیروت) سعیدی غفرلہ

کے ذرائع اور اسباب کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہے، اسی طرح بار معیشت کو کم کرنے کے لیے ضبط تولید کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر ایمان اور توکل کے خلاف نہیں ہے اور بعض لوگوں کو یہ الجھن ہوتی ہے کہ ضبط تولید کرنا تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پھر آپ مصائب اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں کرتے ہیں، جب تقدیر کا ہونا اٹل ہے اور تقدیر بدل نہیں سکتی تو آپ دعا کریں یا نہ کریں جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، اسی طرح آپ بیمار پڑ جانے پر علاج کیوں کرتے ہیں؟ اگر تقدیر میں بیمار رہنا ہے تو آپ لاکھ علاج کریں، صحت مند نہیں ہو سکتے! لیکن اس موقع پر آپ یہی کہتے ہیں کہ اسباب کو اختیار کرنا بھی تقدیر ہے۔ اسباب کو اگر اس نیت سے اختیار کیا جائے کہ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر مبرم کو بدل دیں گے تو یہ یقیناً ناجائز اور کھلا ہوا کفر ہے، لیکن اگر اسباب کو اس نیت سے بروئے کار لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نتائج کے حصول کے لیے اسباب کو پیدا کیا ہے اور اسباب کے حصول کے بعد جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہی دراصل تقدیر ہوتی ہے۔ ہم دعا اور علاج تقدیر بدلنے اور نظام قدرت میں مداخلت کے لیے نہیں کرتے بلکہ اس لیے دعا اور علاج کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو راحت اور شفا ہمارے لیے مقدر کی ہے اس کو وجود میں لا سکیں، اسی طرح ضبط تولید کا عمل تقدیر کو بدلنے یا اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے نہیں ہے (اور اگر کوئی اس نیت سے کرے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں) بلکہ ضبط تولید کا یہ عمل اس رکاوٹ اور پیدائش میں اس وقفہ کو وجود میں لانے کے لیے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر کیا ہے۔

صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اور بچہ کی پیدائش سے احتراز ہی کے لیے کرتے تھے۔ کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ کی رازقیت پر توکل نہیں تھا اس لیے عزل کرتے تھے! یا صحابہ کرام کا تقدیر پر ایمان نہیں تھا اس لیے عزل کرتے تھے! یا صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے عزل کرتے تھے! پس جان لیجئے کہ جس طرح صحابہ کرام کا عزل کرنا ان خرابیوں کی نیت سے نہیں تھا بلکہ نیت صحیحہ کی بناء پر تھا اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے عمل کو بھی نیت صحیحہ پر محمول کرنا چاہیے۔

یاد رکھیے اسباب وعلل کو اختیار کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کی سیرت ہے۔ آپ کئی کئی دنوں کے لیے کھانا لے کر غار حرا میں جاتے تھے۔ ازواج کو ایک سال کے لیے خرچ دیتے تھے، زرہ میں ملبوس ہو کر میدان جنگ میں جاتے رہے ہیں۔ بیماری میں مختلف انواع سے آپ نے علاج کیا ہے اور صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو علاج کرانے کی ہدایت دی ہے۔ اس لیے کسی ضرورت کے وقت ضبط تولید کرنا تعلیمات اسلام کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔

ہم نے ضبط تولید کے مسئلہ پر جو بحث کی ہے اور اس کی اباحت کی جو صورتیں بیان کی ہیں یہ خالص علمی اور فقہی نوعیت کی بحث ہے اور اس کو اسی تناظر میں پڑھنا اور سمجھنا چاہیے اور یہ بحث اسلام کے اس عمومی فلسفے پر مبنی ہے کہ اسلام دین یسر ہے اور اس کے مبادیات اور اصولوں میں اتنی جامعیت اور ہمہ گیری ہے جو ہر دور کے پیش آمدہ مسائل اور پیچیدگیوں کا مثبت حل پیش کر سکتے ہیں، اس سے خالص مادہ پرستانہ اور سیکولر فلسفے پر مبنی خاندانی منصوبہ بندی کی اس بین الاقوامی تحریک کی تائید وحمایت یا حوصلہ افزائی ہرگز مقصود نہیں ہے جو موجودہ دور میں پراپیگنڈے کے سحر اور ترغیب وتحریص کے مختلف طریقوں کو بروئے کار لا کر چلائی جا رہی ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کسی اضطراری صورت حال، کسی فرد کی ایسی خالص شخصی وجوہ جو معقولیت پر مبنی ہوں

یا واقعی ضرورت کے پیش نظر اسلام کی دی ہوئی رخصتوں کو بیان کر دیا جائے۔

جہاں تک دور جدید کے مادہ پرستانہ نظریہ خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق ہے تو یہ خالص الحاد پر مبنی ہے اور اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس نظریہ کا مرکزی نقطہ اور محور یہ ہے کہ انسانی آبادی کے پھیلاؤ کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت محدود کر دیا جائے تاکہ وسائل معاش اور اسباب معیشت کی تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ خالص خود غرضی پر مبنی فلسفہ ہے۔ جس کی اساس یہ ہے کہ ہم اپنی آسائش کے لیے دوسرے انسانوں کا وجود برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، تاریخ انسانیت کا مطالعہ اور دور حاضر کے انسانوں کا مشاہدہ اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ہر نئے دور میں نسل انسانی کی افزائش کے باوجود بحیثیت مجموعی انسان نے اپنے گزشتہ ادوار کے مقابلہ میں زیادہ سہل اور پُر آسائش زندگی بسر کی ہے اور وہ وسائل رزق کے اعتبار سے بھی مرفہ الحال رہا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون قدرت ہے اور وسائل و اسباب سے برتر اور بالاتر رزق مخلوق کی حقیقی منصوبہ بندی قادر مطلق نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ جب اور جہاں ظاہری طور پر جغرافیائی، موسمی یا سائنسی اور علمی و فنی وجوہ کی بناء پر وسائل رزق انسانوں کے کسی گروہ یا کسی ملک یا قوم کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ مجتمع ہو گئے تو بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ انھوں نے اس سے مخلوق خدا کو فیضیاب کرنے کی بجائے لاکھوں ٹن غلّہ سمندر میں بہا دینا یا اسے ضائع کر دینا (Dumping) زیادہ مناسب سمجھا اور درحقیقت یہی وہ اقوام ہیں جو فلاح انسان اور انسان دوستی کے پرکشش نام پر زر کثیر صرف کر کے خاندانی منصوبہ بندی کی مہم کو پس ماندہ اقوام اور تیسری دنیا کے ممالک میں پھیلا رہی ہیں حالانکہ آج بھی ایک سادہ لوح دیہاتی سے پوچھا جائے تو وہ یہی کہتا ہے کہ انسان کھانے کے لیے ایک منہ اور کمانے کے لیے دو ہاتھ دے کر پیدا ہوا ہے گویا قدرت الٰہی اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اگر تم محنت اور مشقت کرو گے تو روزی کے دروازے کبھی تم پر تنگ نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ (طلاق: ۲) "جس شخص کے دل میں خوف خدا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (عالم غیب سے) راہیں کھول دے گا اور وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔

اسقاطِ حمل کی تحقیق

استقرار حمل کے چار ماہ بعد پیٹ کے بچّے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور وہ حکماً ایک جاندار بچہ ہے اور اس وقت حمل ضائع کرنا پیٹ کے بچہ کو قتل کرنا ہے اور یہ قتل انسان کے حکم میں ہے اور گناہ کبیرہ ہے، استقرار حمل کے چار ماہ بعد بچہ میں روح پھونک دی جاتی اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

قال عبد اللہ حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم وھو الصادق المصدوق قال ان احدکم یجمع خلقہ فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذلک ثم یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللہ ملکا و یؤمر باربع کلمات و یقال لہ اکتب عملہ و رزقہ و اجلہ و شقی او سعید

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ بہت سچے ہیں تمہارا نطفہ اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو جما ہوا خون بنا دیتا ہے پھر چالیس دن بعد اللہ تعالیٰ اس کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیتا ہے، پھر چالیس دن بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو حکم دیتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق، اس کی

ثم ینفخ فیه الروح۔ [۱]

موت اور اس کا برا یا نیک ہونا لکھ دو پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ استقرار حمل کے چار ماہ بعد حمل ساقط کرنا، ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے اور چار ماہ سے پہلے ساقط کرنے کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی عادی بدکار عورت ہے جو حمل کو اپنے جرم کے راستے میں رکاوٹ سمجھتی ہے اور اپنی بدکاریوں کو جاری رکھنے کے لیے اسقاط کراتی ہے تو یہ ناجائز اور گناہ ہے اور اگر ڈاکٹر کو اس کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ اس کا حمل ساقط کرے تو وہ بھی گنہ گار ہوگا، قرآن مجید میں ہے: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (مائدہ ۲:) "گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد مت کرو" اور اگر کسی عورت سے کوئی گناہ ہوگیا اور اب وہ اپنی غلطی پر نادم اور تائب ہو ایسی عورت کا اسقاط حمل کرانا جائز ہے (بشرطیکہ استقرار حمل کے بعد چار ماہ نہ گزرے ہوں) اور ڈاکٹر کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ ایسی عورت کا حمل ساقط کر دے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة ومن ستر مسلما ستره الله یوم القیامة متفق علیه۔ [۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو وقت پر بے یار و مددگار چھوڑے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی پریشانی دور کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

اگر حمل کے چار ماہ گزر گئے ہوں لیکن حمل برقرار رہنے کی وجہ سے عورت کی ہلاکت یقینی ہو، جس کی ماہر ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی ہو، تو چار ماہ کے بعد بھی اسقاط حمل جائز ہے بلکہ عورت کی جان بچانے کے لیے ضروری ہے کیونکہ اسقاط نہ کرانے کی صورت میں بچہ اور ماں دونوں کی ہلاکت کا خطرہ ہے، اور پیٹ کا بچہ جس کا جاندار اور زندہ ہونا ظنی ہے اس کی بہ نسبت ماں کی جان جو یقینی اور مشاہد ہے، زیادہ اہم ہے، اس لیے اس صورت میں اسقاط کرانا واجب ہے علماء مصر کی بھی یہی تحقیق ہے جیسا کہ ہم عنقریب ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء

قاضی خاں حنفی لکھتے ہیں:

واذا اسقط الولد بالعلاج قالوا ان لم

جب عورت علاج کے ذریعہ پیٹ کے بچہ کو

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ،

۲۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۲، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

یستبین شیء من خلقه لا تأثم قال رضی الله عنه ولا اقول به فان المحرم اذا کسر بیض الصید یکون ضامنا لانه اصل الصید فلما کان مواخذا بالجزاء ثمه فلا اقل من ان یلحقها اثم ههنا اذا اسقطت بغیر عذر الا انها لا تأثم اثم القتل وان اسقطت بعد ما استبان خلقه وجبت الغرة - المرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها ولیس لابی الصغیر ما یستاجر به الظئر ویخاف هلاک الولد قالوا یباح لها ان تعالج فی استنزال الدم ما دام الحمل نطفة او علقة او مضغة لم یخلق له عضو وقدروا تلک المدة بمائة وعشرین یوما انما اباحوا لها افساد الحمل باستنزال الدم لانه لیس بادمی ـ [1]

ساقط کرائے تو اس مسئلہ میں فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر بچہ کی بناوٹ ظاہر نہیں ہوئی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس کا قائل نہیں ہوں کیونکہ محرم جب شکار کا انڈا توڑ ڈالے تو اس کا ضامن ہوتا ہے کیونکہ انڈا جانور کی اصل ہے۔ پس جب جانور کے انڈے کو ضائع کرنے سے مواخذہ ہوتا ہے تو یہاں حمل کو ضائع کرانے سے کم از کم گناہ تو ہوگا، یہ حکم اس وقت ہے جب وہ بلا عذر حمل ساقط کرائے البتہ اس کو قتل کا گناہ نہیں ہوگا اور اگر وہ بچہ کی خلقت ظاہر ہونے کے بعد اس کو ساقط کراتی ہے تو اس کو پانچ سو درہم کا تاوان ادا کرنا ہوگا، دودھ پلانے والی عورت جب حاملہ ہو اور اس کا دودھ اترنا بند ہو جائے اور بچہ کا باپ اجرت پر دودھ پلانے کی وسعت نہ رکھتا ہو اور بچہ کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو فقہاء نے عورت کو استبراء رحم کی اجازت دی ہے جب تک کہ حمل نطفہ ہو یا جما ہوا خون ہو یا گوشت کا لوتھڑا ہو اور اس کا کوئی عضو نہ بنا ہو اور انھوں نے چار ماہ تک اس مدت کا اندازہ کیا ہے، فقہاء نے عورت کو اس مدت میں اسقاط حمل کی استبراء رحم کے ساتھ اجازت اس وجہ سے دی ہے کہ اس مدت میں حمل آدمی نہیں ہوتا۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

وفی الذخیرة لو ارادت القاء الماء بعد وصوله الی الرحم قالوا ان مضت مدة ینفخ فیه الروح لا یباح لها وقبله اختلف المشائخ فیه والنفخ مقدر بمائة وعشرین یوما بالحدیث ۔ [2]

ذخیرہ میں ہے اگر عورت رحم میں نطفہ پہنچنے کے بعد اس کے اخراج کا ارادہ کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اگر اتنی مدت گزر گئی ہے جس میں روح پھونک دی جاتی ہے تو جائز نہیں اور اس مدت سے پہلے اخراج کرانے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور حدیث کے مطابق یہ مدت چار ماہ ہے۔

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۱۰ مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ ابن عابدین محمد امین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملہا وجاز لعذر حیث لا یتصور وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ من عاقل الام تحضر [1]

عورت کے لیے حمل ساقط کرانے کی کوشش کرنا مکروہ ہے اور عذر کی وجہ سے جائز ہے بشرطیکہ بچہ کی صورت نہ بنی ہو، اور اگر اس نے کسی دوا کے ذریعہ سے ناتمام (کچے) بچے کا اسقاط کرایا تو ماں کے عاقلہ (ددھیال) کی طرف سے بچہ کے وارثوں کو (ایک سال میں) پانچ سو درہم ادا کیے جائیں گے۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

اما اذا القتہ حیا ثم مات فعلی عاقلتہا الدیۃ فی ثلاث سنین ان کانت لہا عاقلۃ والا ففی مالہا وعلیہا الکفارۃ ولا ترث منہ شیئا [2]

اور اگر اسقاط کے نتیجہ میں زندہ بچہ نکلا اور پھر مر گیا تو عورت کے عاقلہ پر اس بچہ کی دیت ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی اور اگر عورت کے عاقلہ نہ ہوں تو عورت کے مال سے ادا کی جائے گی اور عورت پر (دو ماہ کے مسلسل) روزے فرض ہیں اور عورت اس بچہ کی وارث نہیں ہوگی۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وهل یباح الاسقاط بعد الحبل یباح مالم یتخلق شیء منہ ثم فی غیر موضع قالوا ولا یکون ذلک الا بعد مائۃ وعشرین یوما وهذا یقتضی انہم ارادوا بالتخلیق نفخ الروح والا فهو غلط لان التخلیق یتحقق بالمشاهدۃ قبل هذہ المدۃ [3]

کیا حمل کے بعد اسقاط کرانا جائز ہے؟ جب تک تخلیقی عمل (نطفہ میں اعضاء کی ساخت کا عمل) شروع نہ ہو جائز ہے پھر فقہاء نے بیان کیا کہ یہ مدت چار ماہ ہے، اس تصریح کا یہ تقاضا ہے کہ تخلیقی عمل سے مراد روح کا پھونکا جانا ہو، ورنہ یہ غلط ہے، کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ تخلیقی عمل چار ماہ سے پہلے شروع ہو جاتا ہے۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء شافعیہ کی آراء

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

وینزع من حکم العزل حکم معالجۃ المرأۃ اسقاط النطفۃ قبل نفخ الروح فمن قال

روح پھونکے جانے سے پہلے عورت نطفہ کے اخراج کے لیے جو علاج کرائے۔ ان کے حکم کو عزل پر

[1] علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی الرد ج ۵ ص ۳۷۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ ابن عابدین سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۷۹، " "

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

بالمنع هناك ففي هذا اولى، ومن قال بالجواز يمكن ان يلتحق به هذا، و يمكن ان يفرق بانه اشد لان العزل لم يقع فيه تعاطي السبب ومعالجة السقط تقع بعد تعاطي السبب ويلتحق بهذه المسئلة تعاطي المرأة ما يقطع الحبل من اصله وقد افتى بعض متاخري الشافعية بالمنع وهو مشكل على قولهم باباحة العزل مطلقا۔ [1]

قیاس کیا جا سکتا ہے جو فقہاء عزل کو منع کرتے ہیں وہ اس کو بطریق اولیٰ منع کریں گے اور جو فقہاء عزل کو جائز کہتے ہیں ان کے نزدیک اسقاط حمل بھی جائز قرار پائے گا، اور یہ فرق بھی کیا جا سکتا ہے کہ عزل میں کسی خارجی سبب کا دخل نہیں ہے اور اسقاط کرانے میں خارجی اسباب (دوا وغیرہ) کا دخل ہے، اور جو عورتیں سرے سے حمل ساقط کرا دیتی ہیں اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے، بعض متاخرین شافعی علماء نے اسقاط کو ناجائز کہا ہے، لیکن جب وہ عزل کو مطلقاً جائز کہتے ہیں تو اسقاط کو ناجائز قرار دینا مشکل ہے۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کی آراء

علامہ بھوتی حنبلی لکھتے ہیں:

يباح للمرأة القاء النطفة قبل اربعين يوما بدواء مباح ويؤخذ من هذا الاجهاض بشرب الدواء المباح في هذه الفترة حكمه الاباحة [2]

چالیس دن سے پہلے کسی جائز دوائی سے نطفہ کو گرا دینا جائز ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں کسی جائز دوائی سے اسقاط کرانا بھی جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے خرقی کا قول ذکر کیا ہے:

واذا شربت الحامل دواء فالقت به جنينها فعليها غرة لا ترث منها شيئا وتعتق رقبة [3]

جب حاملہ عورت کوئی دوائی کھا کر پیٹ کے بچہ کو گرا دے تو وہ ایک لونڈی یا غلام بطور جرمانہ دے گی، جس میں وہ اس بچے کی وارث نہیں ہوگی اور ایک غلام آزاد کرے گی۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء مالکیہ کی آراء

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

لا يجوز اخراج المني المتكون في الرحم ولو قبل الاربعين يوما واذا نفخ فيه الروح حرم اجماعا وقيل يكره اخراجه قبل الاربعين [4]

رحم میں منی کے استقرار کے بعد اس کو نکالنا جائز نہیں ہے، خواہ چالیس دن سے پہلے نکالا جائے، اور جب اس میں روح پھونک دی جائے تو اجماعاً حرام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چالیس دن سے پہلے نکالنا مکروہ ہے۔

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] شیخ منصور بن یونس بھوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ، الروض المربع باب الحمد ص ۴۲۷ بحوالہ فتاوی اسلامیہ ج ۹ ص ۳۰۹۶، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ

[3] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی متوفی ۱۲۳۰ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر ج ۲ ص ۲۶۶ بحوالہ فتاوی اسلامیہ ج ۹ ص ۳۰۹۵، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ

اسقاط حمل کے بارے میں غیر مقلدین کی آراء

عن ابراهيم النخعي انه قال في امرأة شربت دواء فاسقطت قال: تعتق رقبة وتعطى اباه غرة قال ابو محمد: هذا اثر في غاية الصحة قال علي: ان كان لم ينفخ فيه الروح والغرة عليها وان كان قد نفخ فيه الروح فان كانت لم تعمد قتله فالغرة ايضا على عاقلتها والكفارة عليها وان كانت عمدت قتله فالقود عليها او المفاداة في مالها۔ [1]

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

جس عورت نے کوئی دوا کھا کر حمل ساقط کر دیا اس کے بارے میں ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ وہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کے باپ کو ایک لونڈی یا غلام دے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ قول بہت صحیح ہے، ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر نطفہ میں روح نہیں پھونکی گئی تھی تو اس پر ایک لونڈی یا غلام ہے اور اگر اس میں روح پھونک دی گئی تھی اور اس نے بچہ کو مارنے کا ارادہ نہیں کیا تھا تو عورت کے عاقلہ، لونڈی یا غلام دیں گے اور عورت پر کفارہ ہے (دو ماہ کے مسلسل روزے) اور اگر اس نے بچہ کو قتل کرنے کے ارادے سے اسقاط کیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا اس کے مال سے تاوان لیا جائے گا۔

اسقاط حمل کے بارے میں مصری علماء کا نظریہ

تدل اقوال فقهاء المذاهب جميعا على ان اسقاط الجنين دون عذر بعد نفخ الروح اي بعد الشهر الرابع الرحمي محظور وقد نصوا على انه تجب فيه عقوبة جنائية فاذا اسقطت المرأة جنينها وخرج منها ميتا بعد ان كان الروح قد سرت فيه، وجب عليها ما اطلق عليها الفقهاء اصطلاح الغرة وكذلك الحكم اذا اسقطه غيرها والفصل عنها ميتا. ولو كان ابوه هو الذى اسقط وجبت عليه الغرة ايضا وبعض الفقهاء اوجب مع ذلك كفارة ومقتضى هذا ان هناك اثما وجريمة في اسقاط الجنين بعد

مصری علماء کے مرتب کردہ فتاوی میں ہے:

تمام فقہاء مذاہب کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں کہ بغیر عذر کے پیٹ کے بچہ کو روح پھونکے جانے کے بعد یعنی استقرار حمل کے چار ماہ بعد، ساقط کرنا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس پر جرمانہ ہے، جب کوئی عورت اپنے پیٹ کے بچے کو ساقط کر دے اور روح آنے کے بعد بچہ مردہ نکلے تو اس عورت پر غرّہ (جرمانہ) دینا واجب ہے اور اگر کوئی اور شخص اس بچہ کو ساقط کرے پھر بھی یہی حکم ہے جبکہ بچہ مردہ نکلے اور اگر بچہ کے باپ نے اسقاط کیا ہو تا ہم پھر بھی جرمانہ واجب ہے اور بعض فقہاء نے اس کے ساتھ کفارے (دو ماہ کے روزوں) کو بھی واجب کہا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے

[1] شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۱ ص ۳۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

نفخ الروح فیہ، وھذا حق لانہ قتل انسان وجدت فیہ الروح الانسانیۃ فکان ھذا الجزاء الدینی بالاثم و فیہ الکفارۃ والجزاء الجنائی بالتعزیر وھو الغرۃ اما اذا قامت ضرورۃ تحتم الاجھاض کما اذا کانت المرأۃ عسرۃ الولادۃ ورای الاطباء المختصون ان بقاء الحمل فی بطنھا ضار جھا فعندئذ یجوز الاجھاض بل یجب اذا کان یتوقف علیہ حیاۃ الام عملا بقاعدۃ ارتکاب اخف الضررین واھون الشرین ولامراء فی انہ اذا دار الامر بین موت الجنین وموت امہ کان بقاؤھا اولی لانھا اصلہ وقد استقرت حیاتھا ولھا حظ مستقل فی الحیوۃ کما ان لھا وعلیھا حقوقا فلا یضحی بالام فی سبیل جنین لم تستقل حیاتہ ولم تتاکد۔[1]

کہ رُوح پھونکے جانے کے بعد پیٹ کے بچہ کو ساقط کرنا جُرم ہے اور گناہ بھی، اور یہ صحیح ہے کیونکہ اس نے ایک ایسے انسان کو قتل کیا ہے جس میں انسانی روح آ چکی تھی، جس کی دینی سزا گناہ اور کفارہ ہے اور دنیاوی سزا جرمانہ ہے (اس کو فقہاء غرۃ سے تعبیر کرتے ہیں یہ دیت کا بیسواں حصّہ ہے یعنی پانچ سو درہم) لیکن جب اسقاط کی شدید ضرورت ہو مثلاً عورت کے بہت مشکل سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور اسپیشلسٹ ڈاکٹر یہ کہیں کہ اس وقت حمل کا باقی رہنا عورت کی زندگی کے لیے خطرہ ہے اس وقت اسقاط حمل جائز ہے بلکہ اگر اسقاط پر عورت کی جان کا بچنا موقوف ہو تو اسقاط حمل واجب ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جن دو چیزوں میں سے ایک میں کم ضرر ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیٹ کے بچہ کی موت اور ماں کی موت کے درمیان امر دائر ہو تو ماں کو بچانا زیادہ اہم ہے، کیونکہ ماں بچہ کی اصل ہے اور اس کی حیات ثابت اور مستقل ہے اس لیے جس بچہ کی حیات غیر مستقل اور غیر ثابت ہے اس کی وجہ سے ماں کی قربانی نہ دی جائے۔

کیا میڈیکل ٹیسٹ (Medical test) سے بچہ کا نقص معلوم ہونے کی بناء پر اسقاط جائز ہے؟

آج کل سائنسی آلات کے ذریعہ پیٹ میں موجود بچہ کے بارے میں تمام معلومات حاصل ہو جاتی ہیں پس اگر ٹیسٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ بچہ میں کوئی خلقی عیب ہے یا کوئی موروثی مرض ہے تو اس صورت میں کیا عورت کے لیے حمل کو ساقط کرانا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں مصری علماء نے اپنے مرتب کردہ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ: قرآن اور حدیث کی تصریحات کے مطابق بچہ میں روح پھونکے جانے کے بعد اس کے کسی خلقی یا موروثی عیب کی وجہ سے حمل کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نفخ روح کے بعد وہ انسان ہو گیا اور شرعاً قتل سے محفوظ ہو گیا اور جس طرح زمین پر چلنے والے انسان میں اگر کوئی خلقی عیب یا مرض ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح پیٹ کے اس بچہ کو بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے[2] البتہ اگر استقرار حمل کے بعد چار ماہ گزرنے سے پہلے میڈیکل ٹیسٹ سے یہ معلوم ہو جائے کہ اگر بچہ

[1] المجلس الاعلیٰ للشیون الاسلامیہ، الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۰۹۹، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ،

[2] الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۱۰۸، 〃 〃 〃

پیدا ہوا تو اس میں کوئی غیر معمولی خلقی عیب یا مرض ہو گا، مثلاً ہیموفیلیا (Hemophilia) کی بیماری ہو جس میں جسم سے خون نکلنے کے بعد جمتا نہیں ہے یا مونسٹر (Monster) ہو جس میں کھوپڑی میں پورا یا اصلاً دماغ نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اسقاط کر دینا چاہیے۔

ضبط تولید اور اسقاط حمل کے بارے میں ہم نے قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کی آراء اور قواعد فقہ کی روشنی میں انتہائی غور و فکر کر کے یہ احکام بیان کیے ہیں اور موجودہ دور میں انسانوں کو جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کا اسلامی قواعد کے مطابق حل بیان کیا ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ اسلام کے احکام ناقابل عمل یا دو بھر ہیں یا عصری تقاضوں کا ساتھ نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے وہ ہماری نیت کو جانتا ہے، الٰہ العلمین اس سعی کو اپنی بارگاہ میں مشکور فرما، اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق عطا کر، اس کو قبول عام سے نواز اور اس کے مصنف اور اس کے پڑھنے والوں کی مغفرت فرما اور انھیں اپنی رحمتوں اور برکتوں سے محروم نہ کر! امین یارب العلمین بجاہ حبیبک محمد سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

بَابُ تَحْرِيمِ وَطْءِ الْحَامِلِ الْمَسْبِيَّةِ

٣٤٥٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَتٰى بِامْرَاَةٍ مُجِحٍّ عَلٰى بَابِ فُسْطَاطٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ يُرِيدُ اَنْ يُلِمَّ بِهَا فَقَالُوا نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَهُ لَعْنًا يَدْخُلُ مَعَهُ قَبْرَهُ كَيْفَ يُوَرِّثُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ كَيْفَ يَسْتَخْدِمُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ۔

حاملہ قیدی عورتوں سے جماع کرنے کی ممانعت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسی عورت (باندی) پیش کی گئی جس کا زمانہ ولادت بالکل قریب تھا، آپ نے فرمایا شاید وہ شخص اس سے مجامعت کرنا چاہتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ اس پر ایسی لعنت کروں جو قبر میں بھی اس کے ساتھ جائے، وہ اس بچہ کا کیسے وارث ہو گا جبکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں! اور وہ بچہ کو کیسے غلام بنائے گا حالانکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں!

٣٤٥٩ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا اَبُو دَاؤدَ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی حدیث مروی ہے۔

کشت غیر میں تخم ریزی سے ممانعت کی حکمت

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولادت چھ ماہ مؤخر ہو جائے اور اس وقت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچہ اس شخص کا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے نطفہ سے یہ بچہ ہو اگر یہ پہلے نطفہ کا بچہ ہے تو وہ اس کو وارث نہیں بنا سکتا اور اگر اس کا بچہ ہے تو اس کو غلام نہیں بنا سکتا، خلاصہ یہ ہے

کہ اگر وہ حاملہ باندی سے جماع کرتا رہا تو یہ واضح نہیں ہو سکے گا کہ یہ اس کا بچہ ہے یا کسی اور کا بچہ ہے، اس لیے حاملہ باندی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے، اس کی نظیر یہ حدیث ہے۔ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یسق ماءہ ولد غیرہ "جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ پرائے کھیت میں پانی نہ ڈالے"۔[1]

اگر کسی شخص کی ملک میں باندی آجائے تو وہ ایک ماہواری گزرنے تک اس سے جماع کرنے سے احتراز کرے گا حتیٰ کہ استبراء رحم ہو جائے اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس سے جماع نہیں کرے گا حتیٰ کہ وضع حمل ہو جائے، (لونڈیوں اور غلاموں کے مسئلہ پر بحث ان شاء اللہ جلد رابع کتاب العتق میں آئے گی)۔

اگر کوئی شخص کسی ایسی زانیہ عورت سے نکاح کرے جس نے کسی اور شخص سے زنا کرایا تھا تو وہ ایک حیض گزرنے سے پہلے اس سے جماع نہیں کرے گا اور اگر وہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے پہلے اس سے جماع نہیں کرے گا تاکہ کشت غیر میں تخم ریزی لازم نہ آئے جس کے نتیجہ میں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ کس کا بچہ ہے اور اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا۔

بَابُ جَوَازِ الْغِيلَةِ وَهِيَ وَطْءُ الْمُرْضِعِ وَكَرَاهَةِ الْعَزْلِ[461]

دودھ پلانے والی کے ساتھ جماع کا جواز اور عزل کی کراہت

۳۴۶۰ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْأَسَدِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتَّى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ وَفَارِسَ يَصْنَعُونَ ذٰلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ وَأَمَّا خَلَفٌ فَقَالَ عَنْ جُذَامَةَ الْأَسَدِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ مُسْلِمٌ وَالصَّحِيحُ مَا قَالَهُ يَحْيَى بِالدَّالِ غَيْرَ مَنْقُوطَةٍ۔

حضرت جدامہ بنت وہب اسدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے چاہا کہ دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ جماع سے منع کروں، پھر مجھے خیال آیا کہ روم اور فارس دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے ہیں اور ان سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا۔ امام مسلم نے کہا کہ خلف کی روایت میں یہ لفظ جذامہ (ذال کے ساتھ) ہے اور صحیح جدامہ (دال کے ساتھ) ہے۔

۳۴۶۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ

حضرت جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا بیان کرتی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ا ص ۴۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا الْمُقْرِئُ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ أُخْتِ عُكَّاشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُنَاسٍ وَهُوَ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُمْ يُغِيلُونَ أَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَأَلُوهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ زَادَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فِي حَدِيثِهِ عَنِ الْمُقْرِئِ وَهِيَ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ.

ہیں کہ میں کچھ آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت آپ فرما رہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع سے منع کروں پھر میں نے دیکھا کہ روم اور فارس دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا یہ حکماً زندہ درگور کرنا ہے۔

۳۴۶۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْأَسَدِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ فِي الْعَزْلِ وَالْغِيلَةِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ الْغِيَالُ.

حضرت جدامہ بنت وہب اسدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۴۶۳- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ نَا حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَ وَالِدَهُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ اس شخص نے کہا کہ گود کے بچے کے ضرر سے ایسا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ فعل مضر ہوتا تو اس سے روم اور فارس والوں کو ضرر ہوتا۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَعْزِلُ عَنِ امْرَأَتِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ أُشْفِقُ عَلَى وَلَدِهَا أَوْ عَلَى أَوْلَادِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ ضَارًّا ضَرَّ فَارِسَ وَالرُّومَ وَقَالَ زُهَيْرٌ فِي رِوَايَتِهِ إِنْ كَانَ لِذٰلِكَ فَلَا مَا ضَارَ ذٰلِكَ فَارِسَ وَلَا الرُّومَ۔

ف: باب ۴۵۹ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے اس باب کی احادیث پر مکمل بحث گزر چکی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الرّضاع

دودھ کے رشتوں کے احکام

۳۴۶۴ - حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ عَمْرَۃَ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَخْبَرَتْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ عِنْدَھَا وَاَنَّھَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ یَّسْتَاْذِنُ فِیْ بَیْتِ حَفْصَۃَ قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا رَجُلٌ یَّسْتَاْذِنُ فِیْ بَیْتِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُرَاہُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَۃَ مِنَ الرَّضَاعَۃِ قَالَتْ عَائِشَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ کَانَ فُلَانٌ حَیًّا لِعَمِّھَا مِنَ الرَّضَاعَۃِ دَخَلَ عَلَیَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنَّ الرَّضَاعَۃَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَۃُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ٹھہرے ہوئے تھے میں نے ایک آواز سنی کوئی شخص حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آنا چاہتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ شخص آپ کے حجرے میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی (دودھ شریک) چچا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا یارسول اللہ! اگر فلاں شخص زندہ ہوتا جو میرا رضاعی چچا تھا تو کیا وہ بھی میرے پاس آ سکتا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

۳۴۶۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ مَعْمَرٍ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الْھُذَلِیُّ قَالَ نَا عَلِیُّ بْنُ ھَاشِمِ بْنِ الْبَرِیْدِ جَمِیْعًا عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ عَمْرَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ۔

۳۴۶۶ - وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی حدیث مروی ہے۔

۳۴۶۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَ الْحِجَابُ قَالَتْ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ عَلَيَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا ابو القعیس کے بھائی افلح آئے اور مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اور یہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، میں نے انھیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی آپ نے فرمایا انھیں آنے کی اجازت دے دینا۔

۳۴۶۸ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَتَانِي عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَفْلَحُ بْنُ أَبِي قُعَيْسٍ فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ وَزَادَ قُلْتُ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ تَرِبَتْ يَدَاكِ أَوْ يَمِينُكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا افلح بن ابی قعیس مجھ سے ملنے آئے باقی حسب سابق ہے، اس روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے تو دودھ نہیں پلایا، آپ نے فرمایا تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں!

۳۴۶۹ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ جَاءَ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد ابو قعیس کے بھائی افلح آئے اور مجھ سے ملنے کی اجازت طلب کی، ابو قعیس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والد تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا خدا کی قسم میں اس وقت تک افلح

عَنْهُ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ وَكَانَ أَبُو الْقُعَيْسِ أَبَا عَائِشَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا آذَنُ لِأَفْلَحَ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَتُهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَنِي يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَكَرِهْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَكَ قَالَ قَالَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنِي لَهُ قَالَ عُرْوَةُ فَبِذٰلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُونَ مِنَ النَّسَبِ۔

کو اجازت نہیں دوں گی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں، کیونکہ مجھے ابو القعیس نے نہیں اس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابو قعیس کے بھائی افلح مجھ سے ملنے آئے تھے، میں نے انھیں اجازت دینے کو ناپسند کیا تاوقتیکہ آپ سے پوچھ نہ لوں، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہ اسی بناء پر فرماتی تھیں جن رشتوں سے نسب کو حرام قرار دیتے ہو ان رشتوں کو رضاعت سے بھی حرام قرار دو۔

۳۴۷۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ جَاءَ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَفِيهِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ وَكَانَ أَبُو الْقُعَيْسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ زَوْجَ الْمَرْأَةِ الَّتِي أَرْضَعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔

اسی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو قعیس رضی اللہ عنہ کے بھائی افلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے آئے اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ (آپ نے فرمایا) تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں وہ تمہارے چچا ہیں اور ابو القعیس رضی اللہ عنہ اس عورت کے خاوند تھے جس نے حضرت عائشہ کو دودھ پلایا تھا۔

۳۴۷۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتّٰى أَسْتَأْمِرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا آئے وہ مجھ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر انھیں اجازت دینے سے انکار کر دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا میرے رضاعی چچا نے مجھ سے ملنے کی اجازت مانگی اور میں نے

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اِنَّ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ اسْتَاْذَنَ عَلَيَّ فَاَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ عَمُّكِ قُلْتُ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِي الْمَرْاَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ۔

انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا چچا تمہارے پاس آسکتا ہے، میں نے کہا مجھے عورت نے دودھ پلایا تھا مرد نے دودھ نہیں پلایا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ تمہارا چچا ہے اور تمہارے پاس آسکتا ہے۔

عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ اَخَا اَبِي قُعَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَسْتَاْذِنُ عَلَيْهَا فَذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو قعیس رضی اللہ عنہ کے بھائی اجازت طلب کرتے تھے۔

۳۴۷۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اسْتَاْذَنَ عَلَيْهَا اَبُو الْقُعَيْسِ۔

اسی سند سے روایت ہے کہ حضرت ابو قعیس رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ سے ملنے کی اجازت طلب کرتے تھے۔

۳۴۷۳۔ وَحَدَّثَنِيْ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اسْتَاْذَنَ عَلَيَّ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ اَبُو الْجَعْدِ فَرَدَدْتُهٗ قَالَ لِيْ هِشَامٌ اِنَّمَا هُوَ اَبُو الْقُعَيْسِ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرْتُهٗ ذٰلِكَ قَالَ فَهَلَّا اَذِنْتِ لَهٗ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ اَوْ يَدُكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا ابوالجعد نے مجھ سے آنے کی اجازت طلب کی، میں نے ان کو واپس کر دیا، ہشام نے کہا کہ یہ ابوالقعیس تھے (حضرت عائشہ کہتی ہیں) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس کی خبر دی، آپ نے فرمایا: تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں! تم نے ان کو کیوں نہیں آنے دیا!

۳۴۷۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ يُسَمّٰى اَفْلَحَ اسْتَاْذَنَ عَلَيْهَا فَحَجَبَتْهُ فَاَخْبَرَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا لَا تَحْتَجِبِيْ مِنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ افلح نامی ان کے رضاعی چچا نے ان سے ملنے کی اجازت طلب کی، میں نے ان سے پردہ کر لیا، (پھر) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا: ان سے پردہ مت کرو کیونکہ جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔

مِنَ النَّسَبِ

۳۴۷۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ بْنُ قُعَيْسٍ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ، فَأَرْسَلَ إِنِّي عَمُّكِ أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِيَدْخُلْ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت افلح بن قعیس نے مجھ سے (گھر) آنے کی اجازت طلب کی، میں نے انہیں آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے پیغام بھیجا میں تمہارا رضاعی چچا ہوں میرے بھائی کی بیوی نے تمہیں دودھ پلایا ہے، میں نے پھر بھی انہیں آنے کی اجازت نہیں دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ ذکر کیا آپ نے فرمایا وہ تمہارے پاس آسکتا ہے کیونکہ وہ تمہارا چچا ہے۔

۳۴۷۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ تَنَوَّقُ فِي قُرَيْشٍ وَتَدَعُنَا فَقَالَ وَعِنْدَكُمْ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ بِنْتُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا سبب ہے کہ آپ قریش کی طرف مائل ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں! آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی رشتہ ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

۳۴۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۳۴۷۸ - وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدَ عَلَى ابْنَةِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الرَّحِمِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کر لیجئے! فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے اور رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

۳۴۷۹ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مِهْرَانَ الْقُطَعِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ كِلَيْهِمَا عَنْ قَتَادَةَ بِإِسْنَادِ هَمَّامٍ سَوَاءً غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ شُعْبَةَ انْتَهَى عِنْدَ قَوْلِهِ ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ وَإِنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ وَفِي رِوَايَةِ بِشْرِ بْنِ عُمَرَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ.

ایک اور سند سے یہ روایت اس طرح ہے: آپ نے فرمایا وہ میری بھتیجی ہے اور جو رشتے رضاعت سے حرام ہوتے ہیں وہ نسب سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

۳۴۸۰ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَنِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے عقد کرنے کا خیال نہیں ہے یا یہ عرض کیا گیا کہ آپ حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی صاحبزادی کو نکاح کا پیغام کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔

ابْنَةِ حَمْزَةَ أَوْ قِيلَ أَلَا تَخْطُبُ بِنْتَ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ إِنَّ حَمْزَةَ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ۔

۳۴۸۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ أَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ لَكَ فِي أُخْتِي بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ أَفْعَلُ مَاذَا قُلْتُ تَنْكِحُهَا قَالَ أَوَ تُحِبِّينَ ذٰلِكِ قُلْتُ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِي فِي الْخَيْرِ أُخْتِي قَالَ فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي قُلْتُ فَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّكَ تَخْطُبُ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ ابْنَتَ أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ۔

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بہن بنت ابی سفیان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا میں کیا کروں؟ میں نے عرض کیا آپ ان سے نکاح کر لیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس کو پسند کرتی ہو؟ میں نے کہا میں آپ چھوڑنا نہیں چاہتی لیکن میں چاہتی ہوں کہ اس خیر میں میری بہن بھی شریک ہو جائے، آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے درہ بنت ام سلمہ کو نکاح کا پیغام دیا ہے آپ نے فرمایا ام سلمہ کی بیٹی؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا اگر وہ میری گود پالی نہ ہوتی تب بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی، وہ میری بھتیجی ہے، مجھے اور اس کے باپ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ تم لوگ مجھے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا پیغام نہ دیا کرو۔

۳۴۸۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ ح قَالَ وَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ أَنَا زُهَيْرٌ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ سَوَاءً۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۴۸۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ شِهَابٍ كَتَبَ يَذْكُرُ أَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ زَيْنَبَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ میری بہن عزہ سے شادی کر لیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم

بِنْتَ اَبِیْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ انْكِحْ اُخْتِیْ عَزَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبِّیْنَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِیَةٍ وَاَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِیْ فِیْ خَیْرٍ اُخْتِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا یَحِلُّ لِیْ قَالَتْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّكَ تُرِیْدُ اَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ اَبِنْتَ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِیْبَتِیْ فِیْ حَجْرِیْ مَا حَلَّتْ لِیْ اِنَّهَا ابْنَةُ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ اَرْضَعَتْنِیْ وَاَبَاهَا اَبَا سَلَمَةَ ثُوَیْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَیَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا اَخَوَاتِكُنَّ۔

اس کو پسند کرتی ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! لیکن میں آپ کو نہیں چھوڑوں گی البتہ میں یہ چاہتی ہوں کہ وہ اس خیر میں شریک ہو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ حضرت ام حبیبہ کہتی ہیں میں نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ درہ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابو سلمہ کی بیٹی سے؟ حضرت ام حبیبہ نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا وہ اگر میری گود پالی نہ ہوتی پھر بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی، وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اس کے باپ ابو سلمہ کو اور مجھے ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے۔ مجھ پر اپنی بہنیں اور بیٹیاں نہ پیش کیا کرو۔

۳۳۸۴۔ **وَحَدَّثَنِیْهِ** عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ اللَّیْثِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلُ بْنُ خَالِدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الزُّهْرِیُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِیِّ بِاِسْنَادِ ابْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْهُ نَحْوَ حَدِیْثِهٖ وَلَمْ یُسَمِّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ فِیْ حَدِیْثِهٖ عَزَّةَ غَیْرُ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ۔

اور اسانید سے بھی یہ روایت ہے اور یزید بن ابی حبیب کی سند کے علاوہ اور کسی روایت میں عزہ کا نام نہیں ہے۔

۳۴۸۵ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ح قَالَ وَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُوَيْدٌ وَزُهَيْرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۸۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنِ الْمُعْتَمِرِ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِي فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّي كَانَتْ لِي امْرَأَةٌ فَتَزَوَّجْتُ عَلَيْهَا أُخْرَى فَزَعَمَتِ امْرَأَتِي الْأُولَى أَنَّهَا أَرْضَعَتِ امْرَأَتِي الْحُدْثَى رَضْعَةً أَوْ رَضْعَتَيْنِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَالْإِمْلَاجَتَانِ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اس وقت آپ میرے حجرے میں تھے، اس نے کہا یا نبی اللہ! میرے نکاح میں ایک عورت تھی میں نے اس کے اوپر دوسری عورت سے نکاح کر لیا۔ میری پہلی بیوی یہ کہتی ہے کہ اس نے اس دوسری بیوی کو ایک چسکی یا دو چسکیاں دودھ پلایا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک یا دو چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۸۷ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ ح قَالَ وَثَنَا ابْنُ مُثَنَّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو عامر بن صعصعہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا ایک چسکی سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا

قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اَبِیْ مَرْیَمَ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ هَلْ تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ الْوَاحِدَةُ قَالَ لَا۔

نہیں!۔

۳۴۸۸۔ **حَدَّثَنَا** اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا حَدَّثَتْ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ اَوِ الرَّضْعَتَانِ اَوِ الْمَصَّةُ اَوِ الْمَصَّتَانِ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی یا دو چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۸۹۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ جَمِیْعًا عَنْ عَبْدَةَ بْنِ سُلَیْمَانَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَمَّا اِسْحَاقُ فَقَالَ کَرِوَایَةِ ابْنِ بِشْرٍ اَوِ الرَّضْعَتَانِ اَوِ الْمَصَّتَانِ وَاَمَّا ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ فَقَالَ وَالرَّضْعَتَانِ وَالْمَصَّتَانِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۴۹۰۔ **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ السَّرِیِّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَةُ وَالْاِمْلَاجَتَانِ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی یا دو چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۹۱۔ **حَدَّثَنِیْ** اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدِ

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

الدارمی قال نا حبان قال نا همام عن قتادة عن ابی الخلیل عن عبد الله بن الحارث عن ام الفضل رضی الله تعالی عنها سال رجل النبی صلی الله علیه وسلم اتحرم المصة فقال لا۔

شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا ایک مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں!

۳۴۹۲- **وحدثنا** یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالک عن عبد الله بن ابی بکر عن عمرة عن عائشة رضی الله تعالی عنها انها قالت کان فیما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهی فیما یقرأ من القرآن۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآن مجید میں یہ نازل ہوا تھا کہ دس چسکیوں سے حرمت لازم آتی ہے پھر وہ منسوخ ہو گیا۔ پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک قرآن مجید میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔

۳۴۹۳- **حدثنا** عبد الله بن مسلمة القعنبی قال نا سلیمان بن بلال عن یحیی وهو ابن سعید عن عمرة انها سمعت عائشة رضی الله تعالی عنها تقول وهی تذکر الذی یحرم من الرضاعة قالت عمرة فقالت عائشة رضی الله تعالی عنها نزل فی القرآن عشر رضعات معلومات ثم نزل ایضا خمس معلومات۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآن مجید میں دس چسکیوں سے حرمت کا حکم نازل ہوا پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم نازل ہوا۔

۳۴۹۴- **وحدثناه** محمد بن مثنی قال نا عبد الوهاب قال سمعت یحیی بن سعید قال اخبرتنی عمرة رضی الله تعالی عنها انها سمعت عائشة رضی الله تعالی عنها تقول بمثله۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۴۹۵- **وحدثنا** عمرو الناقد وابن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ

أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرٰى فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُولِ سَالِمٍ وَهُوَ حَلِيفُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ فَقَالَتْ وَكَيْفَ أُرْضِعُهُ وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيرٌ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيرٌ زَادَ عَمْرٌو فِي حَدِيثِهِ وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! سالم کے (گھر میں) آنے سے میں ابو حذیفہ کے چہرہ پر ناگواری کے اثرات محسوس کرتی ہوں حالانکہ وہ ان کا حلیف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے دودھ پلا دو، انھوں نے عرض کیا میں اس کو کیسے دودھ پلاؤں وہ جوان مرد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ جوان مرد ہے، عمرو کی روایت میں ہے کہ سالم بدری صحابی تھے اور ابن ابی عمر کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔

۳۴۹۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ سَالِمًا مَوْلٰى أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ مَعَ أَبِي حُذَيْفَةَ وَأَهْلِهِ فِي بَيْتِهِمْ فَأَتَتْ تَعْنِي بِنْتَ سُهَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ سَالِمًا قَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَقَلَ مَا عَقَلُوا وَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْنَا وَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام سالم، حضرت ابو حذیفہ کے مکان میں ان کے ساتھ رہتا تھا، حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا سالم دوسرے مردوں کی طرح جوان ہو گیا ہے اور ان باتوں کو سمجھنے لگا ہے جن کو مرد سمجھتے ہیں، وہ ہمارے گھر آتا جاتا ہے اور میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ حضرت ابو حذیفہ کو یہ ناگوار لگتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو دودھ پلا دو، تاکہ تم اس پر حرام ہو جاؤ، پھر ابو حذیفہ کے دل میں جو اس سے ناگواری آتی ہے وہ جاتی رہے گی۔ وہ دوبارہ آئیں اور کہا میں نے اس کو دودھ پلا دیا اور ابو حذیفہ کے دل میں جو ناگواری تھی وہ جاتی رہی،

اَرْضِعِيْهِ تَحْرُمِيْ عَلَيْهِ وَيَذْهَبِ الَّذِيْ فِيْ نَفْسِ اَبِيْ حُذَيْفَةَ فَرَجَعَتْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ اَرْضَعْتُهُ، فَذَهَبَ الَّذِيْ فِيْ نَفْسِ اَبِيْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

۳۴۹۷- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَنَا ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ سَالِمًا مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ مَعَنَا فِيْ بَيْتِنَا وَقَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَلِمَ مَا يَعْلَمُ الرِّجَالُ قَالَ اَرْضِعِيْهِ تَحْرُمِيْ عَلَيْهِ قَالَ فَمَكَثْتُ سَنَةً اَوْ قَرِيْبًا مِنْهَا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ رَهْبَتَهُ ثُمَّ لَقِيْتُ الْقَاسِمَ فَقُلْتُ لَهُ لَقَدْ حَدَّثْتَنِيْ حَدِيْثًا مَا حَدَّثْتُهُ بَعْدُ قَالَ مَا هُوَ فَاَخْبَرْتُهُ قَالَ فَحَدِّثْهُ عَنِّيْ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْنِيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سہلہ بنت سہیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم ہمارے ساتھ ہمارے مکان میں رہتے ہیں وہ دوسرے مردوں کی طرح بالغ ہو گئے اور مردوں کی باتوں کو سمجھنے لگے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس کو دودھ پلا دو، تم اس پر حرام ہو جاؤ گی۔ حدیث کے راوی ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے ڈر کے مارے ایک سال تک کسی سے یہ روایت بیان نہیں کی، پھر میری قاسم سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا تم نے مجھے ایک حدیث بیان کی تھی وہ مارے خوف کے میں نے آج تک کسی سے بیان نہیں کی۔ میں نے انہیں وہ حدیث سنائی انھوں نے کہا اس حدیث کو بے خوف ہو کر مجھ سے روایت کرو۔

۳۴۹۸- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْكِ الْغُلَامُ الْاَيْفَعُ الَّذِيْ مَا اُحِبُّ اَنْ يَدْخُلَ عَلَيَّ قَالَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

زینب بنت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تمہارے پاس ایک نوجوان لڑکا آتا ہے، میں یہ پسند نہیں کرتی کہ وہ میرے پاس آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اسوہ حسنہ نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہا کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

أَمَا لَكِ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ قَالَتْ إِنَّ امْرَأَةَ أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ سَالِمًا يَدْخُلُ عَلَيَّ وَهُوَ رَجُلٌ وَفِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ شَيْءٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ حَتَّى يَدْخُلَ عَلَيْكِ۔

کہا یا رسول اللہ! سالم میرے پاس آتا ہے اور وہ مرد ہو چکا ہے۔ اور میں حضرت ابو حذیفہ کے دل میں اس سے ناگواری محسوس کرتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو دودھ پلا دو تا کہ وہ تمہارے پاس آ سکے۔

۳۴۹۹۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ نَافِعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ لِعَائِشَةَ وَاللهِ مَا تَطِيبُ نَفْسِي أَنْ يَرَانِي الْغُلَامُ قَدِ اسْتَغْنَى عَنِ الرَّضَاعَةِ فَقَالَتْ لِمَ قَدْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ إِنِّي لَأَرَى فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُولِ سَالِمٍ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ فَقَالَتْ إِنَّهُ ذُو لِحْيَةٍ فَقَالَ أَرْضِعِيهِ يَذْهَبْ مَا فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ فَقَالَتْ وَاللهِ مَا عَرَفْتُهُ فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا خدا کی قسم میں اس کو پسند نہیں کرتی کہ مجھے کوئی ایسا لڑکا دیکھے جو دودھ پینے سے مستغنی ہو چکا ہو، حضرت عائشہ نے فرمایا کیوں؟ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا تھا کہ: یا رسول اللہ! سالم کے آنے کی وجہ سے میں حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر ناگواری محسوس کرتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو دودھ پلا دو، سہلہ نے عرض کیا وہ تو ڈاڑھی والا ہے! آپ نے فرمایا تم اس کو دودھ پلا دو، ابو حذیفہ کے چہرے پر جو ناگواری ہے وہ جاتی رہے گی حضرت سہلہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد میں نے حضرت ابو حذیفہ کے چہرے پر ناگواری محسوس نہیں کی۔

۳۵۰۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج نے اس قسم کی رضاعت کے ساتھ کسی کے گھر آنے سے انکار کیا اور سب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ اَنَّ اُمَّهٗ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّهَا اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تَقُوْلُ اَبٰى سَائِرُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ اَحَدًا بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ وَاللّٰهِ مَا نَرٰى هٰذَا اِلَّا رُخْصَةً اَرْخَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَالِمٍ خَاصَّةً فَمَا هُوَ بِدَاخِلٍ عَلَيْنَا اَحَدٌ بِهٰذِهِ الرَّضَاعَةِ وَلَا رَائِيْنَا۔

کی قسم یہ ایک خاص رخصت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالم کو عطا فرمائی تھی اور یہ صرف سالم کی خصوصیت تھی۔ اس رضاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ہمارے سامنے نہیں لائے نہ ہم اس کو جائز خیال کرتے ہیں۔

۳۵۰۱۔ **وَحَدَّثَنِيْ** هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ رَجُلٌ قَاعِدٌ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ وَرَاَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ فَقَالَ اُنْظُرْنَ اِخْوَتَكُنَّ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، آپ کو یہ ناگوار گذرا اور میں نے آپ کے چہرہ انور پر غضب کے آثار دیکھے حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا رضاعی بھائی ہے! آپ نے فرمایا اپنے رضاعی بھائیوں کو دیکھ لیا کرو کیونکہ رضاعت وہی معتبر ہے جو بھوک کے ایام (یعنی ایام رضاعت) میں ہو۔

۳۵۰۲۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح قَالَ وَثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ اَشْعَثَ

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

بْنِ اَبِی الشَّعْثَآءِ بِاِسْنَادِ اَبِی الْاَحْوَصِ كَمَعْنٰی حَدِیْثِهٖ غَیْرَ اَنَّهُمْ قَالُوْا مِنَ الْمَجَاعَةِ۔

رضاعت کا لغوی اور شرعی معنی علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ لغت میں رِضاع اور رَضاع دونوں طرح ہے اور اس کا معنی ہے "عورت کا پستان چوسنا" اور اصطلاح فقہ میں اس کا معنی ہے: "عورت کے پستان سے مدت رضاعت میں بچہ کے پیٹ میں دودھ پہنچنا خواہ بچہ منہ کے ذریعہ دودھ چوسے یا بچہ کی ناک کے ذریعہ دودھ پہنچایا جائے۔" لہٰذا مدت رضاعت میں بچہ خود دودھ چوسے یا اس کے حلق میں دودھ ٹپکایا جائے یا ناک کے راستہ اس کے پیٹ میں دودھ پہنچایا جائے ان سب طریقوں سے رضاعت ثابت ہو جائے گی اس کے علاوہ کسی اور سوراخ سے دودھ ڈالا گیا تو رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔[1]

مدت رضاعت میں مذاہب علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: مدت رضاعت دو سال ہے، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی ازواج مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا یہی نظریہ ہے، اور مجتہدین میں سے امام شعبی، امام ابن شبرمہ، امام اوزاعی، امام شافعی، امام اسحاق، امام ابو یوسف، امام محمد، امام ابو ثور کا یہی نظریہ ہے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے دو سال کے اوپر ایک یا دو ماہ کا اضافہ ہو جائے، پھر بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں، کہ مدت رضاعت تیس ماہ یعنی ڈھائی سال ہے۔[2]

مدت رضاعت میں نظریہ احناف کی وضاحت علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ مدت رضاعت میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ مدت تیس ماہ ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ (البقرۃ: ۲۳۳) "مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت مکمل کرنا چاہے۔" اور تکمیل کے بعد اضافہ نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وفصالہ فی عامین (لقمٰن: ۱۴) "اور اس کا دودھ چھوٹنا دو سال میں ہے۔" اور دودھ چھوٹنے کے بعد دودھ نہیں پلایا جاتا، اور ظاہر یہ ہے کہ دو سال کے اندر بچے کو دودھ کفایت کرتا ہے اور دو سال کے بعد اس کو دودھ کفایت نہیں کرتا اور دو سال کے بعد بچہ رضاعت کے حق میں بڑوں کی مثل ہو جاتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا (احقاف: ۱۵) "اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔" اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حمل اور دودھ چھڑانے دونوں میں سے ہر ایک مدت تیس ماہ ہے لیکن چونکہ دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ حمل کی مدت دو سال سے زیادہ نہیں ہوتی اس لیے دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ پر ہی محمول کرنی چاہیے۔

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۱، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[2] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

نیز اللہ تعالیٰ نے (حولین کاملین کے بعد) فرمایا وان ارادا فصالا عن تراض منھما وتشاور (البقرۃ: ۲۳۳) "پھر اگر (میاں بیوی) دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں ہے" اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو سال کے بعد باہمی مشورہ سے دودھ چھڑایا جاتا ہے، اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دو سال کے بعد بھی دودھ پلانا جائز ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم (البقرہ: ۲۳۳) "اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے" اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس آیت سے مراد دو سال کے بعد دودھ پلانا ہے اور اس لیے بھی کہ دودھ جس طرح دو سال سے پہلے غذا بنتا ہے دو سال کے بعد بھی بنتا ہے اور دودھ دو سال کے بعد فوراً ہی نہیں چھڑایا جا سکتا بلکہ تدریجاً چھڑایا جاتا ہے، حتیٰ کہ بچہ دودھ بھول جائے اور کھانا کھانے پر آمادہ ہو جائے۔ اس لیے دو سال پر کچھ مدت کا اضافہ کرنا ضروری ہے اور جب اضافہ کرنا ضروری ہوا تو ہم نے ادنیٰ مدت حمل کا اضافہ کیا جو چھ ماہ ہے اور دودھ پلانے کی انتہا کو حمل کی ابتدا پر قیاس کیا، امام زفر یہ کہتے ہیں کہ جب اضافہ کرنا ہی ہے تو پورے سال کا اضافہ کیا جائے اس لیے وہ مدت رضاعت تین سال قرار دیتے ہیں۔[1]

رضاعت کے احکام

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: دودھ پینے والے پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے تمام اصول اور فروع حرام ہو جاتے ہیں، خواہ وہ نسباً اصول و فروع ہوں یا رضاعاً حتیٰ کہ اگر دودھ پلانے والی کے ہاں اس کے موجودہ شوہر سے یا کسی اور شوہر سے اولاد ہو خواہ دودھ پلانے سے پہلے ہو یا دودھ پلانے کے بعد ہو یا وہ کسی اور بچہ کو دودھ پلائے یا دودھ پلانے والی کے شوہر کی کسی اور بیوی سے اولاد ہو خواہ اس کو دودھ پلانے سے پہلے ہو یا بعد تو یہ سب دودھ پینے والے کے بھائی اور بہن ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہیں، دودھ پلانے والی کے شوہر کا بھائی اس کا چچا ہے اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور دودھ پلانے والی کا بھائی اس کا ماموں ہے اور بہن اس کی خالہ ہے، اسی طرح دادا اور دادی اور نانا اور نانی کے رشتے ہیں۔ رضاعت کی وجہ سے سسرالی رشتوں کی حرمت بھی ہوتی ہے حتیٰ کہ دودھ پلانے والی کے شوہر کی بیوی دودھ پینے والے پر حرام ہے اور دودھ پینے والے کی بیوی اس کے رضاعی باپ پر حرام ہے باقی سسرالی رشتوں کی تفصیل بھی اسی قیاس پر ہے، ماسوا دو مسئلوں کے جن کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔[2]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ دودھ پینے والا، دودھ پلانے والی کا محرم ہے اس کے ساتھ اس کا نکاح دائمی طور پر حرام ہے، اس کو دیکھنا اس کے لیے حلال ہے اور اس کے ساتھ خلوت جائز ہے اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے، لیکن نسب کے تمام احکام رضاعت میں جاری نہیں ہوتے، ان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوتی اور نہ ان میں سے کسی کا دوسرے پر نفقہ واجب ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی کی اولاد بھی ایک دوسرے پر حرام ہے۔[3]

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ،

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی، ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رضاعت کے حقوق

دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ سے بچہ کے جسم کی کشت کو سیراب کرتی ہے اس کے جسم کی تعمیر اور تشکیل میں اس کے دودھ کا بڑا دخل ہے اس لیے اسلام نے دودھ پلانے والی عورت کو حقیقی اور نسبی ماں کا درجہ دیا ہے۔ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حلیمہ بنت عبداللہ یوم حنین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور چادر بچھائی جس پر حضرت حلیمہ بیٹھ گئیں[1] اور حافظ عبدالرزاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ غزوہ حنین سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن (شیما) سعدیہ آپ سے ملنے آئی آپ نے ان کو دیکھ کر مرحبا کہا اور ان کے لیے چادر بچھائی تاکہ وہ اس پر بیٹھ جائیں۔ انھوں نے ادباً اس سے احتراز کیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر وہ بیٹھ گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حتیٰ کہ آنسوؤں سے آپ کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس کے حالات دیکھ کر اس پر رحمت کی وجہ سے، اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور وہ رضاعت کا حق ادا کرنے کے لیے وہ سونا دیدے تو رضاعت کا حق ادا نہیں کر سکتا، پھر فرمایا (اس مال غنیمت میں سے) جو میرا حصہ ہے وہ تمہیں پیش کرتا ہوں اور مسلمانوں کا مال میں نہیں لوں گا الا یہ کہ وہ خوشی سے دیدیں، پھر مسلمانوں میں سے ہر شخص نے خوشی سے اپنا حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا۔[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رضاعی بہن کا نام شیما تھا اور اپنی ماں حلیمہ سعدیہ کے ساتھ انھوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں کھلایا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں شیما کا تذکرہ اور چادر بچھانے کا واقعہ لکھا ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے ابولہب کی باندی ثُوَیبہ نے دودھ پلایا تھا۔ ابن مندہ نے شیما کا صحابیات میں تذکرہ کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکی تعظیم و تکریم کرتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کے بعد وہ آپ کے پاس آتی تھیں اور مدینہ بھی آتی رہیں آپ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ بھی ان کی تکریم کرتی تھیں[3]۔

رضاعی رشتوں میں احتیاط

حدیث نمبر ۳۴۷۴ میں ہے کہ حضرت عائشہ سے ان کے رضاعی چچا حضرت افلح ملنے کے لیے آئے تو حضرت عائشہ نے ملنے کی اجازت نہیں دی تاوقتیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہیں لیا، اس پر یہ سوال ہے کہ جب حضرت حفصہ کے رضاعی چچا کے واقعہ سے حضرت عائشہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رضاعی چچا محرم ہے اور وہ آ سکتا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۴۲۲ میں مذکور ہے تو پھر حضرت عائشہ نے حضرت افلح کو آنے کی اجازت کیوں نہیں دی؟ اس کا جواب یہ ہے ان دونوں کے چچا ہونے کی حیثیت مختلف تھی۔ حضرت حفصہ کے واقعہ میں وہ چچا حضرت عمر کے رضاعی بھائی تھے اور حضرت عائشہ کے واقعہ میں افلح حضرت عائشہ کے والد کے حقیقی بھائی تھے کیونکہ حضرت ابوالقعیس کی بیوی نے حضرت عائشہ کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت عائشہ نے اس کو اس لیے قیاس نہیں کیا کہ

---

[1] ـ حافظ ابو عمر و ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ،

[2] ـ حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۹، ص ۴۷۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ ھ۔

[3] ـ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ،

براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جا سکتا ہے اور اس لیے بھی کہ مسئلہ حجاب میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

رضاعت میں مرد کی تاثیر کے بارے میں حضرت عائشہ کا نظریہ

حدیث نمبر ۳۴۶۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت حفصہ کے رضاعی چچا ان سے ملنے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز قرار دیا اور حدیث نمبر ۳۴۶ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کو ان سے ملنے کی اجازت دی اسی بناء پر جمہور صحابہ اور تابعین کا موقف یہ ہے کہ رضاعت کے حکم میں مرد کی بھی تاثیر ہے اور دودھ پلانے والی کا شوہر اور اس کا باپ اور بھائی بھی دودھ پینے والے کے محرم ہیں لیکن اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مؤطا امام مالک میں قاسم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ کی بہنوں نے اور بھتیجیوں نے جن کو دودھ پلایا تھا وہ تو حضرت عائشہ کے پاس آتے تھے اور ان کے بھائیوں کی بیویوں نے جن کو دودھ پلایا تھا وہ حضرت عائشہ کے پاس نہیں آتے تھے[1] اس بناء پر یہ خیال کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ مسئلہ رضاعت میں مرد کی تاثیر کی قائل نہیں تھیں لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ مؤطا امام مالک میں ہے: قالت عائشۃ یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ۔[2] "حضرت عائشہ نے فرمایا جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں وہ تمام رشتے رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کا وہی نظریہ ہے جو اس مسئلہ میں جمہور کا نظریہ ہے اور بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے نسباً محرم ہیں اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصریح کے مطابق رضاعاً بھی محرم ہوں گے، اور مؤطا امام مالک کی جس روایت کی وجہ سے اشکال پیدا ہوا ہے اس کا بہترین جواب حافظ ابن عبد البر مالکی نے دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حضرت عائشہ کو اختیار تھا کہ وہ اپنے محارم میں سے جس کو چاہتیں ملنے کی اجازت دیتیں اور جس کو چاہتیں اجازت نہ دیتیں اور علامہ باجی نے لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس روایت میں راوی کو وہم ہوا ہے[3] نیز مؤطا کی یہ روایت حضرت عائشہ کی اپنی تصریح کے خلاف ہے جس کو ہم نے مؤطا ہی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہ روایت بخاری میں بھی ہے اس لیے حضرت عائشہ کے نظریہ کو سمجھنے کے لیے ان کی اپنی تصریح پر اعتماد کرنا چاہیے جو زیادہ مستند کتابوں میں ہے۔

ثبوت رضاعت کے لیے چسکیوں کی مقدار میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۴۸۵ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور حدیث نمبر ۳۴۸۶ سے لے کر ۳۴۹۱ تک یہی روایت حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے ہے، اس لیے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۵۳۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] ” ” ” ” المؤطا ص ۵۳۵

[3] قاضی ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۴ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت

علامہ نووی لکھتے ہیں کتنی چسکیوں سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ پانچ چسکیوں سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی، جمہور صحابہ، فقہاء تابعین اور مجتہدین کا یہ نظریہ ہے کہ ایک قطرہ چوسنے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ داؤد ظاہری کا یہ نظریہ ہے کہ تین قطروں سے کم میں رضاعت نہیں ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ (حدیث نمبر ۳۴۹۲ میں) "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے قرآن مجید میں یہ نازل ہوا تھا کہ دس چسکیوں سے حرمت لازم ہوتی ہے پھر وہ منسوخ ہو گیا، پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک قرآن مجید میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا" امام مالک (اور اسی طرح امام ابوحنیفہ کا) استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: وامھتکم اللاتی ارضعنکم (تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے) اور اس میں کسی عدد کا ذکر نہیں ہے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً دودھ پلانے سے عورت رضاعی ماں بن جاتی ہے۔ جمہور کا استدلال قرآن مجید کے اطلاق اور عموم سے ہے۔ عورت خواہ ایک چسکی پلائے یا زیادہ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ سعیدی غفرلہٗ) اصحاب شافعی نے مالکیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ آیت اگر اس طرح ہوتی: اللاتی ارضعنکم امھاتکم۔ "جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے وہ تمہاری مائیں ہیں" تب تمہاری دلیل ہوتی (یہ اعتراض کچھ وقعت نہیں رکھتا کیونکہ جمہور کا استدلال ارضعنکم کے عموم اور اطلاق سے ہے سعیدی غفرلہٗ) اصحاب مالک نے شافعیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محققین اصولیین بلکہ خود تمہارے اصول کے مطابق بھی حضرت عائشہ کی اس روایت سے استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید خبر واحد سے نہیں ثابت ہوتا اور جب اس کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوا تو خبر واحد ہونا بھی ثابت نہیں ہوا کیونکہ جب خبر واحد میں کوئی طعن ہو تو وہ موجب للعمل نہیں رہتی۔ شافعیہ نے مالکیہ پر ان احادیث سے اعتراض کیا ہے جن میں ایک چسکی اور دو چسکیوں سے حرمت نہ ہونے کا ذکر ہے، مالکیہ نے ان احادیث کے متعدد جوابات دیے ہیں جو سب باطل ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہیں، یہ جواب اس لیے باطل ہے کہ یہ بلا دلیل دعویٰ ہے۔ (نہیں بلکہ اس دعوی کی دلیل مصنف عبدالرزاق کی احادیث ہیں جن کا ذکر آ رہا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ پر موقوف ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ یہ احادیث حضرت ام الفضل سے بھی مروی ہیں (مالکیہ نے غالباً صرف پانچ چسکیوں والی حدیث کو حضرت عائشہ پر موقوف قرار دیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث مضطرب ہیں اور یہ بداہتہً غلط ہے، کیونکہ عدد کی شرط میں احادیث بہت کثرت سے مشہور ہیں[۱] (جن لوگوں نے ان احادیث کو مضطرب کہا ہے انھوں نے پانچ چسکیوں، سات چسکیوں والی احادیث کے پیش نظر کہا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام شافعی کا مذہب وضاحت کے ساتھ علامہ نووی نے بیان کر دیا ہے، امام مالک کا مذہب بھی علامہ نووی نے بیان کیا ہے اور علامہ وشتانی مالکی نے لکھا ہے کہ علامہ مازری مالکی کہتے ہیں کہ مذہب یہ ہے کہ ایک چسکی سے

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت پانچ چسکیوں سے ثابت ہوتی ہے اور ایک روایت ہے کہ قلیل یا کثیر مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے[2] اور احناف کا یہ نظریہ ہے کہ ایک چسکی دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے[3]، علامہ نووی کی عبارت کے درمیان قوسین میں ہم نے امام شافعی کے دلائل کے جوابات ذکر کر دیے ہیں، اب ہم امام ابو حنیفہ کے نظریہ پر دلائل پیش کر رہے ہیں۔

مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت کے ثبوت پر فقہاء احناف کے دلائل

احناف کے نزدیک مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ ایک چسکی پی جائے اور اس پر دلیل قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

وامھاتکم اللاتی ارضعنکم۔ اور تمہاری مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے

(النساء: ۲۳)

اس آیت میں بغیر کسی مقدار کی قید کے دودھ پلانے والی عورتوں کو مائیں فرمایا ہے۔ علامہ نووی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ استدلال اس وقت ہوتا جب یہ آیت اس طرح ہوتی: اللاتی ارضعنکم امھاتکم۔ "جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے وہ تمہاری مائیں ہیں۔" اولاً یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ احناف کا استدلال آیت کے عموم اور اطلاق سے ہے۔ ثانیاً اس آیت کی تاویل یہ ہے: اللاتی ارضعنکم محرمات لاجل انھن ارضعنکم۔ "تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے محرم ہیں کیونکہ انھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے۔" نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واخواتکم من الرضاعۃ اور تمہاری رضاعی بہنیں (محرم) ہیں۔

(النساء: ۲۳)

آیت کے اس جز میں بھی رضاعت کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے اور مطلقاً ایک عورت کا دودھ پینے والیوں کو رضاعی بہنیں فرمایا ہے خواہ ایک قطرہ دودھ پیا ہو اور جن اخبار آحاد میں یہ ہے کہ چسکی سے حرمت رضاعت نہیں ہوتی وہ قرآن مجید کی ان آیات کے مزاحم اور معارض نہیں ہو سکتیں، ان کے بارے میں بھی کہا جائے گا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان احادیث کا حکم منسوخ ہو گیا ورنہ قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کے مقابلہ میں ان احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت کے علاوہ حسب ذیل احادیث اور آثار سے بھی احناف نے استدلال کیا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۷۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۱۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

عن عقبة بن الحارث قال: تزوجت امرأة، فجاءتنا امرأة سوداء فقالت قد ارضعتكما فاتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت تزوجت فلانة بنت فلان فجاءتنا امرأة سوداء فقالت لي اني قد ارضعتكما وهي كاذبة فاعرض عنه فاتيته من قبل وجهه قلت انها كاذبة قال كيف بها وقد زعمت انها قد ارضعتكما دعها عنك [1]

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی، ہمارے پاس ایک حبشی عورت آئی اور کہنے لگی ہیں نے تم کو دودھ پلایا ہے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا میں نے فلاں عورت سے شادی کی ، پھر ہمارے پاس ایک حبشی عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ جھوٹی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، میں نے پھر آپ کے سامنے آکر کہا حضور وہ جھوٹی ہے، آپ نے فرمایا تم اس کو جھوٹا کیسے کہتے ہو حالانکہ وہ عورت یہ کہتی ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ اس عورت کو چھوڑ دو۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر پانچ چسکیوں کی قید ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے کہ اس عورت سے معلوم کرو کہ اس نے کتنی چسکیاں پلائی ہیں؟ اگر پانچ چسکیوں سے کم پلائی ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ مطلقاً رضاعت کا سن کر فرمایا "اس عورت کو چھوڑ دو" اس سے ثابت ہوا کہ رضاعت کے ثبوت کے لیے پانچ چسکیوں کی قید نہیں ہے، بلکہ مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

امام نسائی نے روایت کیا ہے:

عن قتادة قال: كتبنا الى ابراهيم النخعي نسأله عن الرضاع فكتب ان شريحا حدثنا ان عليا وابن مسعود كانا يقولان: يحرم من الرضاع قليله وكثيره۔ [2]

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم نخعی سے لکھ کر دریافت کیا کہ کس قدر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ انھوں نے لکھا کہ شریح نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ قلیل اور کثیر دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے [3]

امام محمد روایت کرتے ہیں:

اخبرنا مالك اخبرنا ابراهيم بن عقبة انه سال سعيد بن المسيب عن الرضاعة فقال ما كان في الحولين وان كانت مصة واحدة فهي تحرم

ابراہیم بن عقبہ کہتے ہیں کہ انھوں نے سعید بن مسیب سے رضاعت کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا: دو سال کے اندر بچہ خواہ ایک چسکی بھی پیئے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۲ ص ۲۸۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

وما کان بعد الحولین فانما هو طعام یا کله[1]

جائے گی اور دو سال کے بعد طعام ہے۔

عن النخعی ان علیاً وابن مسعود قالا یحرم من الرضاع قلیله وکثیره رواه الطبرانی واسناده منقطع۔[2]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: رضاعت خواہ قلیل ہو یا کثیر اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

حافظ الہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن دینار قال جاء رجل الی ابن عمر وقال ان ابن الزبیر یزعم انه لا یحرم من الرضاعة المصة والمصتان فقال ابن عمر قضاء الله ورسوله خیر من قضاء ابن الزبیر قلیل الرضاع وکثیره سواء رواه الطبرانی وفیه ابراهیم بن یزید الخوزی وهو متروک[3]

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آکر ایک شخص نے کہا کہ حضرت ابن الزبیر یہ کہتے ہیں کہ ایک چسکی یا دو چسکیوں سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ابن الزبیر کے فیصلہ سے بہتر ہے، حرمت رضاعت میں قلیل اور کثیر برابر ہے۔

اس حدیث کو حافظ عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے[4]

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عطاء قال: قال ابن عمر لما بلغه عن ابن الزبیر انه یاثر عن عائشة فی الرضاع انها قالت لا یحرم منها دون سبع رضعات قال الله خیر من عائشة قال الله تعالی و اخواتکم من الرضاعة ولم یقل: رضعة ولا رضعتین۔[5]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کو جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابن زبیر مسئلہ رضاعت میں حضرت عائشہ کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ کہتی ہیں کہ سات چسکیوں سے کم میں رضاعت نہیں ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عائشہ سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک چسکی یا دو چسکیوں کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلق فرمایا: واخواتکم من الرضاعة:

حافظ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن شعبة قال: الحکم وحماد قالا: المصة تحرم۔[6]

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ حکم اور حماد کہتے تھے کہ ایک چسکی سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، الموطاس ۲۰۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۱

[4] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۴۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ

[5] " " " ، المصنف ج ۷، ص ۴۶۸ - ۴۶۷،

[6] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳/۴ ص ۲۸۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

عن طاؤس قال سئلت ابن عباس فقال المرة الواحدة تحرم۔[1]

طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

یہ حدیث امام عبدالرزاق نے بھی روایت کی ہے[2]

اخبرنی طاؤس عن ابیہ قال کان لازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم رضعات معلومات قال: ثم ترک ذلک بعد فکان قلیلہ وکثیرہ یحرم۔[3]

طاؤس کہتے ہیں کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج چند چسکیوں کی بناء پر حرمت رضاعت کی قائل تھیں، پھر اس پر عمل کو چھوڑ دیا گیا اور قلیل اور کثیر چسکیوں سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

عن طاؤس قال: قلت انھم یزعمون انہ لایحرم من الرضاع دون سبع رضعات ثم صار ذلک الی خمس، فقال طاؤس قد کان ذلک، فحدث بعد ذلک امر، جاء التحریم المرۃ الواحدۃ تحرم[4]

طاؤس کہتے ہیں میں نے کہا لوگ پہلے کہتے تھے کہ سات چسکیوں سے حرمت ہوتی ہے پھر پانچ چسکیوں سے کہنے لگے پھر نیا حکم نازل ہوا اب ایک چسکی پینے سے بھی حرمت رضاعت ہو جاتی ہے۔

ان احادیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ پانچ چسکیوں کی قید ابتداء میں تھی اور بعد میں منسوخ ہو گئی۔ علامہ نووی کے پیش نظر مصنف عبدالرزاق نہیں تھی ورنہ وہ نسخ کا رد نہ کرتے کیونکہ پہلے مصنف کے چند قلمی نسخے تھے، اب الحمد للہ مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ دونوں طبع ہو چکی ہیں اور مسائل کی تحقیق آسان ہو گئی ہے، اس وقت الحمد للہ راقم الحروف کو بکثرت ایسی کتب حدیث دستیاب ہیں جن کا اب سے دس بیس سال پہلے تصور بھی نہیں تھا۔

قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی تصریحات اور تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ حرمت رضاعت میں پانچ چسکیوں کی قید معتبر نہیں ہے اور مطلقاً دودھ پینے سے خواہ وہ ایک چسکی ہو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور اس سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فکر کی گہرائی اور گیرائی ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے حرمت رضاعت میں اس چیز کو معیار بنایا ہے جو قرآن اور حدیث کے عموم اور اطلاق اور صحابہ اور تابعین کے ارشادات کا عین اتباع ہے۔

آیت رضاع سے قرآن مجید پر اعتراض کا جواب

حدیث نمبر ۳۴۹۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک "خمس معلومات" پانچ چسکیوں" سے حرمت کا حکم قرآن مجید میں پڑھا جاتا رہا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب یہ الفاظ قرآن کریم میں شامل تھے تو کیسے نکال دیئے گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن مجید کا جز نہیں ہیں، ان کو قرآن مجید میں لکھا گیا نہ ان کی تلاوت کی گئی، اس پر تمام امت

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[2] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۷ ص ۴۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[3] 〃 〃 ، المصنف ج ۷، ص ۴۶۷، 〃 〃

[4] 〃 〃 ، المصنف ج ۷، ص ۴۶۷، 〃 〃

کا اجماع ہے کہ یہ الفاظ قرآن مجید نہیں ہیں اور یہ حدیث خبر واحد ہے اور قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ جن لوگوں تک خمس معلومات کے منسوخ ہونے کا حکم نہیں پہنچا تھا وہ اس کی تلاوت کرتے رہے اور جب اس کا منسوخ ہونا مشہور و معروف ہو گیا تو اس کی تلاوت ترک کر دی گئی۔

بالغ کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۴۹۵ میں حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ حضرت سالم کو دودھ پلا دیں تاکہ وہ ان کا رضاعی بیٹا ہو جائے حالانکہ سالم اس وقت جوان ہو چکے تھے اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ایک اجنبی مرد کے لیے کیسے جائز ہوگا کہ وہ ایک اجنبی عورت کے پستان سے اپنا منہ لگائے، علامہ ابن ھمام نے لکھا ہے کہ شاید حضرت سہلہ نے کسی برتن میں دودھ ڈال کر دیا ہو اور سالم نے اس برتن سے وہ دودھ پیا ہو، علامہ ابن ہمام کے جواب کی تائید حسب ذیل روایات سے ہوتی ہے۔ امام ابن سعد بیان کرتے ہیں: کہ عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ کسی ڈراپر قسم کی ڈبیہ یا برتن میں دودھ کی ایک چسکی ڈالی جاتی اور پانچ دن تک روزانہ اس میں سے حضرت سالم کو ایک قطرہ پلایا جاتا۔[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام واقدی کے حوالہ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔[2]

جمہور صحابہ، تابعین اور مجتہدین کا یہ نظریہ ہے کہ اس حدیث سے حکم عام مستنبط نہیں کیا جا سکتا کہ ہر بالغ مرد کو عورت اپنا دودھ پلا کر بیٹا بنا لے یہ صرف حضرت سہلہ بنت سہیل کے لیے رخصت تھی اور حضرت سالم کی خصوصیت تھی، البتہ حضرت عائشہ نے اپنے اجتہاد سے اس کو حکم عام سمجھا اور باقی ازواج مطہرات میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ میں حضرت عائشہ کی موافقت نہیں کی کیونکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما الرضاعة من المجاعة[3] "رضاعت بھوک سے ہوتی ہے" یعنی جب دودھ پینے سے بھوک مٹ سکے اور یہ دو یا ڈھائی سال کی عمر تک ہوتا ہے اس کے بعد بھوک کھانے سے مٹتی ہے۔ نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لایحرم من الرضاعة الا ما فتق الامعاء فی الثدی وکان قبل الفطام۔[4] "رضاعت سے حرمت اس وقت تک ثابت ہوتی ہے جب پستان کا دودھ بچہ کی انتڑیوں میں سختی سے پہنچے (یعنی اس کی غذا بنے) اور یہ اس کے کھانا کھانے کی عمر سے پہلے ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے سنن ابوداؤد، مسند ابوداؤد طیالسی اور سنن دارقطنی میں اسی مضمون کی روایات ہیں اور تمام فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ بالغ کو اگر کوئی عورت دودھ پلا دے تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی، البتہ غیر مقلدین کے ایک بڑے عالم، ابن حزم اور ابن تیمیہ نے اجماع کی مخالفت کی ہے۔

---

1. امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ
2. حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۴ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ،
3. امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
4. امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

ورضاع الکبیر محرم، ولو انه شیخ کما یحرم رضاع الصغیر و لا فرق۔ [1]

بالغ کو دودھ پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ وہ بوڑھا ہو جیسا کہ بچہ کو دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ سہلہ بنت سہیل کے دودھ پلانے کا واقعہ ذکر کر کے لکھتے ہیں:

مع ان عائشۃ روت عنه قال الرضاعۃ من المجاعۃ لکنها رات الفرق بین ان یقصد رضاعۃ او تغذیۃ فمتی کان المقصود الثانی لم یحرم الا ما کان قبل الفطام وھذا ھو ارضاع عامۃ الناس واما الاول فیجوز ان احتیج الی جعله ذا محرم و قد یجوز للحاجۃ ما لا یجوز لغیرھا و ھذا قول متوجه۔ [2]

حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ رضاعت اس وقت معتبر ہو گی جب بھوک مٹا سکے لیکن حضرت عائشہ کی رائے یہ تھی کہ جب دودھ پلانے سے مقصود غذا ہو اور دو سال کے اندر دودھ پلایا جائے تو حرمت رضاعت ہو گی اور اگر دو سال کے بعد دودھ پلایا جائے تو حرمت رضاعت نہیں ہو گی اور اگر دودھ پلانے سے مقصود غذا نہ ہو بلکہ کسی ضرورت کی وجہ سے رشتہ رضاعت ثابت کرنا ہو تو دو سال کے بعد بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی کیونکہ ضرورت کی وجہ سے ایسی چیزیں جائز ہو جاتی ہیں جو بلا ضرورت جائز نہیں ہوتیں۔ اور یہ قول لائق توجہ ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری کا بھی یہی موقف ہے کہ بالغ دودھ پینے سے محرم ہو جاتا ہے [3] قاضی شوکانی نے اس مسئلہ پر بحث کر کے اسی کو ترجیح دی ہے [4]

خلاصہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کے اکابر علماء کا یہی نظریہ ہے کہ دودھ پینے سے بالغ کی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور جمہور صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا نظریہ اس کے برخلاف ہے۔

بَابُ جَوَازِ وَطْءِ الْمَسْبِیَّةِ بَعْدَ الْاِسْتِبْرَاءِ وَاِنْ کَانَ لَهَا زَوْجٌ انْفَسَخَ نِکَاحُهٗ بِالسَّبْیِ

استبراء کے بعد باندی سے مجامعت کا جواز

---

[1] شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۰۵ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

[2] شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۴ ص ۶۰ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۶ ص ۳۱۶، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر، ۱۳۹۸ھ

۳۵۰۳ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقُوا عَدُوًّا فَقَاتَلُوهُمْ وَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ فَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذٰلِكَ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ أَيْ فَهُنَّ لَكُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ ـ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن ایک فوج اوطاس روانہ کی، ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا انھوں نے اس سے جنگ کی اور اس پر غالب آئے اور ان کی کچھ عورتیں قید کر کے لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے ان کے ساتھ مجامعت سے اس لیے احتراز کیا کہ وہ شادی شدہ تھیں اور ان کے شوہر مشرک تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (ترجمہ) "شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں، ماسوا باندیوں کے" یعنی عدت پوری ہونے کے بعد وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔

ف: مکہ سے تین میل دور ایک وادی کا نام اوطاس ہے۔

ف: باندیوں کی عدت ایک حیض (ماہواری) کا گزرنا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے اس کو استبراء کہتے ہیں۔

۳۵۰۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ أَنَّ أَبَا عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيَّ حَدَّثَ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ يَوْمَ حُنَيْنٍ سَرِيَّةً بِمَعْنٰى حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْهُنَّ فَحَلَالٌ لَكُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ ـ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن ایک لشکر بھیجا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں عدت پوری ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۵۰۵ - وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۵۰۶ - وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَصَابُوا سَبْيًا يَوْمَ أَوْطَاسَ لَهُنَّ أَزْوَاجٌ فَتَخَوَّفُوا فَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ اوطاس میں مسلمانوں نے کچھ عورتوں کو گرفتار کر لیا، وہ شادی شدہ تھیں، صحابہ کرام ان کے ساتھ مجامعت کرنے سے ڈرے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، (ترجمہ:) شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں ماسوا باندیوں کے۔

۳۵۰۷ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

شادی شدہ باندیوں کے فسخ نکاح کی تفصیل اور مذاہب فقہاء

امت کا اس پر اجماع ہے کہ حربی عورت کو جب تنہا قید کر لیا جائے تو اس کا اپنے شوہر سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے (بشرطیکہ اس کے ساتھ اس کا خاوند نہ ہو) اور بطور مال غنیمت کے جس شخص کے حصہ میں وہ لونڈی آئی ہو وہ استبراء کے بعد اس سے مجامعت کر سکتا ہے تاہم جمہور کے نزدیک وطی کا جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ باندی اہل کتاب سے ہو یا گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہو گئی ہو اور اگر وہ لونڈی بت پرست یا مجوسیہ ہو تو ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس سے مباشرت جائز نہیں ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ فسخ نکاح کے سبب میں اختلاف ہے امام شافعی کے نزدیک صرف گرفتار ہونا نکاح کے فسخ کا سبب ہے خواہ تنہا گرفتار ہوئی ہو یا اپنے شوہر کے ساتھ گرفتار ہوئی ہو، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف تنہا گرفتار ہونا فسخ کا موجب ہے اور اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ گرفتار ہوئی ہے تو اس کا نکاح فسخ نہیں ہوا، امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت ابوسعید خدری کی روایت ہے، جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے[1] یعنی باب مذکور کی پہلی حدیث (حدیث نمبر ۳۵۰۳)۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ایک شبہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت الا ما ملکت ایمانکم (نساء : ۲۴) میں عموم ہے جو امام شافعی کے نظریہ کے موافق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس آیت میں عموم مراد ہو تو لازم آئے گا کہ اگر شادی شدہ لونڈی کو کوئی شخص خرید لے یا اس کو ہبہ کر دی جائے تو اس کا نکاح بھی فسخ ہو جائے کیونکہ اب وہ اس لونڈی کا مالک ہو گیا ہے، حالانکہ اس صورت میں امام شافعی بھی فسخ نکاح کے قائل نہیں ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ اس آیت میں عموم مراد نہیں ہے کہ جس شادی شدہ لونڈی کا کوئی شخص مالک ہو جائے اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے بلکہ وہ خاص صورت مراد ہے جس کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے۔ یعنی کوئی تنہا حربی عورت جہاد میں گرفتار کر لی جائے تو اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اس جواب پر یہ اعتراض ہو گا کہ احناف کے نزدیک قرآن مجید کے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا، نیز احناف کے نزدیک قرآن مجید کے عموم کو خبر واحد کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہاں اس آیت میں الا ما ملکت ایمانکم کے عموم کو احناف نے صحیح مسلم کی اس خبر واحد کے ساتھ خاص کر لیا ہے اور یہ خصوصیت مورد کا اعتبار کرنا ہے نہ کہ عموم الفاظ کا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا عموم لا تنکحوا المشرکات ("مشرک عورتوں سے وطی نہ کرو") سے پہلے ہی خاص ہو چکا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ بت پرست اور مجوسی شادی شدہ عورتیں گرفتار ہوں تو ان سے وطی جائز نہیں تا وقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں صرف اہل کتاب باندیوں سے وطی جائز ہے یا بت پرست بعد میں مسلمان ہو جائیں تب ان سے وطی جائز ہو گی اور اس باب کی احادیث بھی اس صورت پر محمول ہیں کہ وہ عورتیں مسلمان ہو گئی تھیں اس کے بعد صحابہ نے ان سے جماع کیا، خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے اور ایسے عام کی خبر واحد سے تخصیص جائز ہے اور اس میں خصوصیت مورد کا اعتبار بھی جائز ہے۔

ایک بحث یہ ہے کہ دار الاسلام میں جب کوئی شخص کسی لونڈی کو خرید لے تو کیا خریدنے سے اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا؟ اور خریدار اس باندی سے وطی کر سکتا ہے؟ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک دار الاسلام میں شادی شدہ باندی کو خریدنے سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جمہور کا استدلال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور ان کے خریدنے سے حضرت بریرہ کا حضرت مغیث سے نکاح سابق فسخ نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو مغیث کے نکاح میں رہیں اور چاہیں تو اس نکاح کو فسخ کر دیں۔ حضرت بریرہ نے فسخ کو اختیار کیا تھا، اگر لونڈی کو بیچنے سے اس کا نکاح فسخ ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ کو فسخ کا اختیار نہ دیتے۔[1]

لونڈیوں سے وطی کے جواز کے مسئلہ میں عام طور پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اسلام نے بغیر نکاح کے لونڈیوں سے وطی کی اجازت کیسے دی؟ اس کی مفصل بحث ان شاء اللہ ہم کتاب العتق میں بیان کریں گے۔

---

[1] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر علی ہامش فتح البیان ج ۳ ص ۹۴ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ

بَابُ[۴۶۳] الْوَلَدِ لِلْفِرَاشِ وَتَوَقِّي الشُّبُهَاتِ

۳۵۰۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي غُلَامٍ فَقَالَ سَعْدٌ هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللهِ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَبَهِهِ فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ قَالَتْ فَلَمْ يَرَ سَوْدَةَ قَطُّ وَلَمْ يَذْكُرْ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَوْلَهُ يَا عَبْدُ۔

۳۵۰۹ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّ مَعْمَرًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِمَا الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلَمْ يَذْكُرْ لِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

۳۵۱۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ

بچہ صاحب فراش کا ہے اور شبہات سے بچنا چاہیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما کا ایک بچہ میں جھگڑا ہوا۔ حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا لڑکا ہے، میرے بھائی نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ میرا لڑکا ہے، آپ اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت ملاحظہ فرمالیں، اور حضرت عبد بن زمعہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے والد کے بستر پر ان کی باندی سے پیدا ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عتبہ بن ابی وقاص سے بہت زیادہ مشابہ تھا، آپ نے فرمایا اے عبد! یہ لڑکا تمہارا (بھائی) ہے، بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں، اور اے سودہ بنت زمعہ! تم اس لڑکے سے پردہ کیا کرو، حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضرت سودہ کو اس لڑکے نے پھر کبھی نہیں دیکھا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو اور یہ جملہ نہیں ہے کہ زانی کے لیے پتھر ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بچہ

بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

۳۵۱۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ أَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَمَّا ابْنُ مَنْصُورٍ فَقَالَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَمَّا عَبْدُ الْأَعْلَى فَقَالَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوْ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ زُهَيْرٌ عَنْ سَعِيدٍ أَوْ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ كِلَاهُمَا أَوْ أَحَدُهُمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ عَمْرٌو نَا سُفْيَانُ مَرَّةً عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ وَمَرَّةً عَنْ سَعِيدٍ أَوْ أَبِي سَلَمَةَ وَمَرَّةً عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَعْمَرٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

زمانہ جاہلیت میں باندیوں کی اولاد کے نسب کے ثبوت کا طریقہ

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی لونڈیاں زنا کراتی تھیں۔ اس دوران ان کے مالک بھی ان سے وطی کرتے تھے۔ جب لونڈیوں کے پاس بچہ ہوتا تو کبھی مالک اس بچہ کا دعویٰ کرتا اور کبھی زانی اس بچہ کا دعویٰ کرتا، اگر مالک اس حال میں مرجاتا کہ اس نے بچہ کا دعویٰ کیا تھا نہ اس کے نسب کا انکار کیا تھا، لیکن اس کے ورثاء اس بچے کا دعویٰ کرتے تو اس بچے کو مالک کے نسب سے لاحق کر دیا جاتا مگر اس کو وارث نہیں قرار دیتے تھے الا یہ کہ وراثت کی تقسیم سے پہلے اس کو نسب کے ساتھ لاحق کر دیا جائے اور اگر مالک مرنے سے پہلے اس کا انکار کر دیتا تو بچے کو اس کے نسب کے ساتھ لاحق نہیں کیا جاتا تھا۔

اسلام میں ثبوت نسب کا طریقہ

زمعہ بن قیس، ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے ان کی لونڈی زمانہ جاہلیت کی لونڈیوں کی طرح تھی، زمعہ بھی اس سے وطی کرتے تھے، وہ حاملہ ہو گئی جس کے بارے میں یہ گمان کیا گیا کہ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا حمل ہے، عتبہ حالت کفر میں مر گیا تھا، اس نے مرنے سے پہلے اپنے بھائی حضرت سعد سے وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی سے جو بچہ پیدا ہو

"اس کو میرے نسب کے ساتھ لاحق کر دینا۔ فتح مکہ کے بعد جب حضرت سعد نے اس بچہ کو اپنے بھائی کے نسب کے ساتھ لاحق کرنا چاہا تو زمعہ کے بیٹے عبد بن زمعہ نے اختلاف کیا، حضرت سعد زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق کہتے تھے کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس نے مرنے سے پہلے اس کی وصیت کی ہے، اور عبد بن زمعہ کہتے تھے کہ وہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور ان کا استدلال اسلام کے اس اصول پر مبنی تھا کہ "بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے اصول کے مطابق عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور رسم جاہلیت کو مٹا دیا۔[1]

عبد بن زمعہ کے بھائی کے نسب کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور اس لڑکے کو عبد بن زمعہ کے پاس رہنے دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو، لیکن کیا آپ نے حقیقۃً اس کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا تھا؟ اس میں تحقیق یہ ہے کہ آپ کے نزدیک اس کا نسب حقیقۃً عتبہ سے لاحق تھا، اسی وجہ سے آپ نے حضرت سودہ کو حکم دیا کہ اس سے پردہ کرنا، ورنہ اگر آپ اس کو حقیقۃً زمعہ کا بیٹا قرار دیتے تو وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا حقیقی بھائی ہوتا، ہر چند کہ امام بخاری نے مغازی میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں: هو لك هو اخوك يا عبد بن زمعة[2] "اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے، تمہارا بھائی ہے" لیکن اس کے برخلاف سند صحیح کے ساتھ مسند احمد[3] اور سنن نسائی[4] میں یہ الفاظ ہیں: ليس لك باخ۔ "آپ نے حضرت سودہ سے فرمایا" یہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔" درحقیقت وہ لڑکا عتبہ بن ابی وقاص کے نطفہ زنا سے پیدا ہوا تھا لیکن چونکہ زمعہ بن قیس کے بستر پر پیدا ہوا تھا اس لیے اصول اسلام کے مطابق اس کو عبد بن زمعہ کے حوالے کر دیا لیکن وہ حقیقۃً زمعہ کا بیٹا نہیں تھا اور اس کا حکماً بیٹا تھا اسی وجہ سے بخاری کی روایت میں اس کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دیا اور نسائی اور احمد کی روایت میں حضرت سودہ کے بھائی ہونے کی نفی کی اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کو عبد بن زمعہ کا بھائی بھی قرار دیا اور حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا بھی حکم دیا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو تفسیر المشبہات میں ذکر کیا ہے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ چونکہ اس لڑکے کا معاملہ حضرت سودہ کے محرم ہونے یا نہ ہونے کے درمیان متردد تھا اس لیے آپ نے سد ذرائع کی خاطر حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا "تاکہ حضرت سودہ کے لیے نامحرم کو دیکھنے کی سبیل نہ نکل سکے لیکن یہ وجہ صحیح نہیں ہے آپ کو قطعاً علم تھا کہ وہ حضرت سودہ کا بھائی نہیں ہے اور نطفہ زنا سے پیدا ہوا ہے علامہ ابن حجر نے بھی سد ذرائع کی توجیہ کو مستبعد قرار دیا ہے۔[5]

زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت پر دلیل

امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک نطفہ زنا سے بھی مصاہرت کے احکام ثابت ہوتے ہیں، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۴ ص ۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] امام عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۹۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

اس حدیث سے جمہور کے قول پر استدلال ہو سکتا ہے کیونکہ اگر نطفہ زنا کا اعتبار نہ ہوتا تو آپ حضرت سودہ کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم نہ دیتے۔ علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب وہ نطفہ زنا سے پیدا ہوا تو وہ حضرت سودہ کے حق میں اجنبی قرار پایا۔ اس کا اس مسئلہ سے کیا تعلق کہ زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی کی ماں زانی پر حرام ہو جاتی ہے لیکن علامہ نووی نے یہ خیال نہیں کیا کہ اس استدلال کا نقطہ یہ ہے کہ اس حدیث میں نطفہ زنا کا احکام شرعیہ میں اعتبار کیا گیا ہے۔

علامہ نووی نے یہ بھی لکھا ہے کہ زنا سے جو لڑکی پیدا ہو امام شافعی کے نزدیک زانی اپنی اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے[1]۔ العیاذ باللہ! پھر انسانوں اور جانوروں میں کیا فرق رہے گا۔!

ثبوت نسب میں امکان وطی کی شرط میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ آزاد عورت عقد نکاح سے فراش (بستر) بن جاتی ہے بشرطیکہ وطی اور حمل کا امکان ہو، پس جب عقد نکاح ہو جائے اور وطی اور حمل ممکن ہو تو بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور غیر کے دعویٰ سے اس کے نسب کی نفی نہیں ہو سکتی الا یہ کہ ان میں لعان ہو جائے۔ اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ عقد کے فوراً بعد شوہر بیوی کو حاکم اور گواہوں کے سامنے طلاق دے، اور اس کے چھ ماہ بعد اس کے ہاں بچہ ہو جائے امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ وہ عورت اس شخص کا فراش نہیں ہے کیونکہ یہاں وطی کا امکان نہیں تھا کیونکہ وطی سے پہلے طلاق ہو گئی تھی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ عورت اس شخص کا فراش ہے اور اس بچہ کا اس شخص سے نسب ثابت ہوگا[2]۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ثبوت نسب اور عورت کے فراش ہونے کے لیے امکان وطی کی شرط ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف امکان حمل کی شرط ہے امکان وطی کی شرط نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الولد للفراش کے بعد فرمایا للعاهر الحجر "بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں"۔ اس سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے زمعہ کے پانی سے پیدا نہیں ہوا اس کے باوجود آپ نے اس بچے کو زمعہ کے ساتھ لاحق کر دیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ ثبوت نسب صاحب نسب کے پانی اور اس کی وطی پر موقوف نہیں ہے بلکہ فراش پر موقوف ہے، جس کا فراش ہوگا اس کا نسب ہوگا خواہ اس نے وطی کی ہو یا نہ کی ہو، یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے فراش کے لیے امکان وطی کی شرط نہیں رکھی، علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اس بات کو ثابت کرنا کہ فلاں شخص فلاں کے پانی سے پیدا ہوا ہے مشکل اور مخفی چیز ہے اسی طرح وطی بھی مخفی چیز ہے لیکن شرعاً قدرت کو وطی کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ وطی کا سبب ظاہر ہے[3]۔

ثبوت نسب کی اس بحث میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ٹیسٹ ٹیوب بے بی (Test tube Baby) کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۷ ص ۱۵۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

شرعی احکام بیان کریں فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی تحقیق

عورت کے بیضہ دان سے جو نالی رحم (Uterus) کی طرف جارہی ہے... (Fallopian tube) ماہواری کے چودہویں دن اس میں سے انڈا نکلتا ہے، اس وقت عمل تزویج کرنے سے مرد کا تولیدی جرثومہ (Sperms) بیضہ دان کی اس نالی میں پہنچ کر نسوانی انڈے (Ovum) میں داخل ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس انڈے میں خلیے (cells) بننے کا عمل شروع ہوتا ہے اور وہ کاشت شدہ انڈا (Fertilized Egg) اس نالی سے رحم کی طرف سفر شروع کر دیتا ہے نو دن کے بعد اس انڈے میں سولہ خلیے بن جاتے ہیں اور خلیات کا وہ مجموعہ رحم میں پہنچ جاتا ہے اور اس کے بعد بچہ بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اگر کسی خرابی کی وجہ سے یہ کاشت شدہ انڈا خلیات میں منتقل ہو کر رحم میں نہ آسکے تو اس مرحلہ کے حصول کے لیے ٹیسٹ ٹیوب (Test tube) کی ضرورت پیش آتی ہے، یہ خرابی مرد کی بھی ہو سکتی ہے اور عورت کی بھی۔ مرد کے جرثومہ اور نسوانی انڈے کو ایک ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور اس ٹیسٹ ٹیوب میں جدید میڈیکل سائنس نے ایسی صلاحیت پیدا کر دی ہے کہ اس ٹیوب میں نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE) کی طرح عمل ہوتا ہے مرد کا جرثومہ نسوانی انڈے میں داخل ہو جاتا ہے اور اس میں خلیات بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور جب اس میں سولہ خلیات بن جاتے ہیں تو ان کو عورت کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے اور اگر عورت کے رحم میں کوئی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس میں بچہ بننے کا عمل نہ ہوتا ہو تو کسی اور عورت کے رحم میں (جو اس کی پیش کش کرے) اس انڈے کو رکھ دیا جاتا ہے۔ اب ہم مرد اور عورت کی الگ الگ خرابیاں بیان کریں گے جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی (TEST TUBE BABY) کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مرد کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے

مرد کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے کاشت شدہ انڈا خلیات میں منتقل ہو کر رحم میں نہ پہنچ سکے حسب ذیل ہیں:

(ا) مرد میں تولیدی جرثومے ہوں لیکن وہ کسی خرابی کی وجہ سے عمل تزویج پر قادر نہ ہو، اس صورت میں مرد کے تولیدی جرثومے اور عورت کے انڈے حاصل کر کے ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور جب اس میں مطلوبہ خلیات بن جاتے ہیں تو ان کو رحم میں منتقل کر دیتے ہیں۔

(ب) مرد عمل تزویج پر قادر ہو لیکن اس کے جرثوموں میں تولیدی صلاحیت نہ ہو، یا سرے سے جرثومے نہ ہوں، اس صورت میں کسی اور مرد کے جرثومے اور عورت کے انڈے لے کر ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور اس کے بعد رحم میں منتقل کر دیتے ہیں۔

(ج) مرد میں تولیدی جرثومے بھی ہوں اور وہ عمل تزویج پر قادر بھی ہو لیکن کسی خرابی کے باعث وہ جرثومے نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE.) تک نہ پہنچ سکتے ہوں اس صورت میں مرد کے جرثومے اور عورت کے انڈوں کو ٹیسٹ ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں۔

عورت کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے

عورت کی جن خرابیوں کی بناء پر حصول ولادت کے لیے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے حسب ذیل ہیں:

(ا) عورت میں سرے سے وہ عضو (OVERY) نہ ہو جس سے انڈے خارج ہوتے ہیں، اس صورت میں تولید کے لیے کسی اور عورت کی ضرورت ہوگی اور مرد کے جرثومے اور دوسری عورت کے انڈوں کا ٹیوب میں ملاپ کرا کر اس مادے کو عورت کے رحم میں رکھ دیا جائے گا۔

(ب) اس عضو (OVERY) میں کوئی پیدائشی خرابی ہو جس کی وجہ سے انڈے خارج نہ ہوں۔

(ج) اس عضو (OVERY) میں رسولی ہو۔

(د) نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE) سکڑ جائے جس کی وجہ سے کاشت شدہ انڈے رحم کی طرف سفر نہ کر سکیں، تو پھر مرد کے جرثوموں اور عورت کے انڈوں کو ٹیسٹ ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں۔

(ہ) اس نالی میں انفیکشن (infection) یا کوئی اور خرابی ہو تب بھی عورت کے انڈوں اور مرد کے جرثوموں کو ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں۔

(و) رحم کی ساخت میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے مرد کا جرثومہ نسوانی نالی میں نہ پہنچ سکے، ایسی صورت میں بھی ٹیوب کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(ز) عورت کے رحم میں ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس میں بچہ بننے کا عمل نہ ہوتا ہو ایسی صورت میں خلیات میں متشکل انڈوں کو ٹیسٹ ٹیوب سے نکال کر کسی اور عورت کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے جبکہ اس عورت نے اس مقصد کے لیے پیش کش کر دی ہو۔

قارئین کی معلومات کے لیے ہم یہ خبر نقل کر رہے ہیں۔

جوہنسبرگ (اے ایف پی) دنیا کی پہلی نانی نے یہاں ایک ہسپتال میں متبادل ماں کی حیثیت سے دو صحت مند نواسوں اور ایک نواسی کو جنم دیا ہے، ولادت آپریشن کے ذریعہ ہوئی۔ اپنے نواسوں اور نواسی کی ولادت کے لیے ۴۸ سالہ خاتون پیٹ انتھونی کو ان کے دوستوں کے بقول ۳۸ ہفتے کے دوران نہایت مشکلات سے گذرنا پڑا، خاص طور پر آخری مہینوں میں انھیں بے حد تکلیف کا سامنا رہا۔ انھیں اپنے نواسوں اور نواسی کی سنسنی خیز ولادت کے لیے تین ہفتے تک یہاں ایک نجی کلینک میں رہنا پڑا۔ مسز انتھونی کی بیٹی بانجھ ہو چکی تھی اسے بچے کی خواہش تھی۔ اس کا یہ حل نکالا گیا کہ بیٹی اور داماد کے ملاپ سے ایک ٹیوب میں لوتھڑا تیار کیا گیا جسے بعد از اں مسز انتھونی کے جسم میں رکھ دیا گیا، مقررہ مدت کے بعد تین جڑواں بچے پیدا ہوئے[۵]

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولید کا شرعی حکم

حسب ذیل صورتوں میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ عمل تولید شرعاً جائز ہے۔

۵۔ روزنامہ جنگ کراچی، ہفتہ ۳ر اکتوبر ۱۹۸۷ء

(ا) شوہر میں تولیدی جرثومے ہوں لیکن وہ کسی بیماری کی وجہ سے عمل تزویج پر قادر نہ ہو ایسی صورت میں شوہر کے تولیدی جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کے ٹیوب میں ملاپ کے بعد ولادت کے لیے اس کی بیوی کے رحم میں ان انڈوں کو رکھنا جائز ہے۔

(ب) شوہر میں تولیدی جرثومے بھی ہوں اور وہ عمل تزویج پر بھی قادر ہو لیکن کسی خرابی کے باعث وہ تولیدی جرثومے نسوانی نال (FALLOPIAN TUBE) تک نہ پہنچ سکیں اس صورت میں بھی شوہر کے جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کو ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل کرنا اور بعد ازاں بیوی کے رحم میں منتقل کرنا جائز ہے۔

(ج) نسوانی نالی سکڑ جائے یا اس میں انفیکشن ہو یا کوئی اور خرابی ہو جس کی وجہ سے کاشت شدہ انڈے رحم کی طرف سفر نہ کر سکیں ایسی صورت میں مرد کے جرثوں اور بیوی کے انڈوں کا ٹیسٹ ٹیوب میں ملاپ کرانا اور خلیات میں تشکل کرانے کے بعد بیوی کے رحم میں رکھنا جائز ہے۔

(د) بیوی کے رحم کی ساخت میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے مرد کے جرثومے نسوانی نالی میں نہ پہنچ سکیں پھر بھی دونوں کے مادوں کا ٹیوب میں ملاپ کرانا جائز ہے۔

فقہاء اسلام نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ بغیر مجامعت کے مرد کے پانی کو عورت کی اندام نہانی میں پہنچا دیا جائے، جس سے عورت حاملہ ہو جائے، یہ عمل اگرچہ نادر ہے لیکن اس سے نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ بعینہٖ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا جزئیہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے انہوں نے اب سے کئی سو برس پہلے ایسے اصول اور قواعد بیان کر دیے جس سے کئی سو برس بعد پیش آنے والے مسائل حل ہو گئے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ عنا احسن الجزاء۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وما قیل لا یلزم من ثبوت النسب منہ وطئوہ لان الحبل قد یکون بادخال الماء الفرج دون جماع فنادر[1]

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ کسی شخص سے ثبوت نسب سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے جماع بھی کیا ہو، کیونکہ بغیر جماع کے بھی عورت کی اندام نہانی میں نطفہ پہنچانے سے عورت حاملہ ہو جاتی ہے، تو یہ نادر الوقوع ہے،

علامہ زین الدین ابن نجیم[2] اور علامہ شبلی[3] نے بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے۔

عالمگیری میں ہے:

وان کان الزوج مجبوبا ولم تعلم بحالہ فجاءت بولد فادعاہ واثبت القاضی نسبہ ثم علمت بحالہ وطلبت

اگر شوہر کا آلۂ تناسل کٹا ہوا ہو اور عورت کو اس کا پتا نہ ہو اور اس کو بچہ ہو جائے اور خاوند اس بچے کا دعویٰ کرے اور قاضی اس سے نسب ثابت کر دے پھر عورت

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۸۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۱۲۹، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[3] علامہ شبلی، حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۳ ص ۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

الفرقة فلما ذلك لان الولد لزمه بغير جماع كذا فى المحيط۔[1]

کو اس کے حال کا علم ہو اور وہ علیحدگی طلب کرے تو اس کے لیے جائز ہے، کیونکہ بچہ اس سے بغیر جماع کے پیدا ہو گیا۔

جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو وہ جماع نہیں کرسکتا ایسے شوہر کا نطفہ بغیر جماع کے کسی اور ذریعہ سے عورت کی اندام نہانی میں پہنچے گا اور بچہ پیدا ہو جائے گا اور اس کا نسب عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا اور چونکہ وہ شخص جماع نہیں کرسکتا اس لیے فقہاء نے عورت کو علیحدگی کے مطالبہ کی اجازت دے دی۔

بہر حال محیط اور عالم گیری کی عبارت سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ اگر شوہر نے بغیر جماع کے اپنا نطفہ عورت کی اندام نہانی میں پہنچا دیا اور بچہ ہو گیا تو اس کا شوہر سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ علامہ شمس الدین سرخسی[2] علامہ حصکفی[3] اور علامہ ابن عابدین شامی[4] نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ فقہاء اسلام کی یہ عبارات مذکور الصدر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے جواز کی واضح دلیل ہیں۔

حسب ذیل صورتوں میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے ولادت شرعاً جائز نہیں ہے۔

(ا) شوہر عمل تزویج پر قادر ہو لیکن اس کے جرثوموں میں تولیدی صلاحیت نہ ہو یا سرے سے جرثومے نہ ہوں اس صورت میں کسی اور مرد کے جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کا ٹیوب میں ملاپ کرایا جائے اور بعد ازاں ان کو بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔

(ب) عورت کے رحم میں ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس میں بچہ بننے کا عمل نہ ہوتا ہو، ایسی صورت میں شوہر کے جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کا ملاپ ٹیوب میں کرایا جائے اور بعد ازاں کسی اور عورت کے رحم میں اس مادے کو منتقل کر دیا جائے جو اس بچہ کو جنم دے۔

(ج) عورت کا وہ عضو (OVARY) نہ ہو، (د) عضو (OVARY) میں پیدائشی خرابی ہو جس کی وجہ سے انڈے خارج نہ ہوں، (ہ) اس عضو (OVARY) میں رسولی ہو۔

موخر الذکر تینوں صورتوں میں کسی دوسری عورت کے انڈے حاصل کر کے ان کو مرد کے جرثوموں کے ساتھ ٹیوب میں ملاپ کرایا جاتا ہے۔

یہ تینوں صورتیں اس لیے ناجائز ہیں کہ مرد اپنے جرثوموں کا اس عورت کے انڈوں سے ملاپ کرا رہا ہے جو اس کی منکوحہ نہیں ہے اور اس کو ایک اجنبی عورت کے انڈوں میں تصرف کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، نہ وہ عورت اس بات کی مالک ہے کہ اپنے انڈے ایک اجنبی مرد کو پیش کر دے۔

اور پہلی دونوں صورتیں اس لیے ناجائز ہیں کہ مرد اپنے نطفہ کی کاشت کے لیے اس عورت کے رحم کو استعمال کر رہا ہے جو اس کی منکوحہ نہیں ہے اور اس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے:

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۵۲۵، مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۵ ص ۱۰۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار علی الرد ج ۲ ص ۸۱۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المختار ج ۲ ص ۸۱۷ " " " "

عن رويفع بن ثابت الانصاری قال قام فينا اما انی لا اقول لكم الا ما سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول يوم حنين قال لا يحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الآخر ان يسقی ماءه زرع غيره [1]

حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تمہیں وہ حدیث بیان کر رہا ہوں جو میں نے یوم حنین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی آپ نے فرمایا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا پانی غیر کی کھیتی میں ڈالے۔

اس حدیث کے مطابق غیر کی کھیتی میں پانی ڈالنا حرام ہے، لہٰذا جب بیوی کے رحم میں شوہر کے علاوہ کسی اور شخص کے جرثومے رکھے جائیں گے تو وہ از روئے حدیث حرام ہو گا، اور جب بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے رحم میں شوہر اور بیوی کا مادہ رکھا جائے گا تب بھی وہ عورت غیر کی کھیتی ہے اس لیے اس کے رحم میں شوہر کا مادہ رکھنا ناجائز ہو گا، مغربی ممالک میں جہاں ان دو طریقوں سے بچے پیدا کیے جاتے ہیں وہ بھی اس بچہ کو ناجائز بچہ کہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ ولادت کی چار صورتیں جائز ہیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور دو صورتیں ناجائز ہیں جن میں شوہر اور بیوی کے علاوہ غیر کے نطفہ یا رحم کا دخل ہے۔

مصنوعی عمل تولید کا شرعی حکم

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے تجربات ابھی یورپ، امریکہ، افریقہ اور بعید ایشیائی ممالک وغیرہ میں ہو رہے ہیں، ۶ جولائی ۱۹۸۹ء کو پاکستان میں بھی اس کا پہلا کامیاب تجربہ ہو گیا۔[2] نیز یہاں یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ انجکشن کے ذریعہ مرد کے جرثومے عورت کے رحم میں پہنچا دیے جاتے ہیں، اگر شوہر کا نطفہ بیوی کے رحم میں پہنچا دیا جائے تو یہ شرعاً جائز ہے۔ جیسا کہ ہم فتح القدیر، البحر الرائق اور حاشیۃ الشلبی کے حوالوں سے ذکر چکے ہیں، اور اگر کسی اجنبی مرد کا جرثومہ بیوی کے رحم میں داخل کیا جائے تو وہ سنن ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث کی رو سے ناجائز ہے۔ یورپ میں بھی ایسے بچے کو ناجائز کہا جاتا ہے۔

کسی شخص کی بیوی کے رحم میں کسی اجنبی مرد کا نطفہ پہنچایا جائے خواہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے گذارنے کے بعد یا براہ راست انجکشن کے ذریعہ ایسا کیا جائے، اس صورت میں جو بچہ پیدا ہو گا وہ ناجائز ہو گا اس کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت ہو گا نہ نطفہ فراہم کرنے والے مرد سے ثابت ہو گا، بچہ ان میں سے کسی کا وارث نہیں ہو گا نہ اس کا ان میں سے کوئی وارث ہو گا، نہ عورت نہ اس کا شوہر اور نہ نطفہ فراہم کرنے والا۔

فتاویٰ اسلامیہ مصر یہ اور پاکستان کے مشہور اور معروف، قدیم و جدید فتاویٰ میں سے کسی نے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی۔ ۱۹۸۰ء کے اخیر میں اسلامی نظریاتی کونسل کے علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی تھی، اس کونسل کے ایک رکن میرے پاس مشورے کے لیے آئے تھے، میں نے انہیں البحر الرائق سے یہ حوالہ بھی نکال کر دیا کہ خارجی ذریعہ سے شوہر کا پانی اس کی بیوی کے رحم میں پہنچا دیا جائے تو ہر چند کہ یہ طریقہ نادر الوقوع ہے لیکن اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

---

[2] ۲۱ جولائی ۱۹۷۸ء کو دنیا میں پہلی بار ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام لوئی براؤن رکھا گیا۔ دنیا میں اب تک پانچ ہزار سے زیادہ بچے ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ پیدا ہو چکے ہیں۔

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ مکتبہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

کیا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل فطرت اللہ اور خلق اللہ کے خلاف ہے؟

بعض علماء ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش کا اللہ تعالیٰ نے جو فطری طریقہ پیدا کیا ہے جس میں مرد اور عورت کے اختلاط کے بعد نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے اور پہلے علقہ بنتا ہے اور پھر مضغہ بنتا ہے اور پھر اس میں جان ڈال دی جاتی ہے۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا یہ عمل اس فطری طریقہ کے خلاف ہے اور اس سے فطرت اللہ اور خلق اللہ اور سنت اللہ کی تبدیلی لازم آتی ہے۔ اس لیے "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کا یہ عمل مطلقاً ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اس عمل سے قرآن مجید کی حسب ذیل آیات کی مخالفت لازم آتی ہے۔

(۱) فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا ط لا تبدیل لخلق اللہ۔

(روم: ۳۰)

(اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی فطرت (سرشت) کو لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت میں کچھ رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

(۲) ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

(احزاب: ۶۲)

اور آپ اللہ کے دستور کے لیے ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

(۳) ولاضلنہم ولامنینہم ولامرنہم فلیبتکن اذان الانعام ولامرنہم فلیغیرن خلق اللہ ومن یتخذ الشیطان ولیا من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا۔

(نساء: ۱۱۹)

(شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا) اور مجھے قسم ہے میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا۔ اور ضرور ان کے دلوں میں جھوٹی آرزوئیں پیدا کروں گا اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ یقیناً مویشیوں کے کان چیر دیں گے، اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا کہ تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا تو اس نے کھلا ہوا نقصان اٹھایا۔

اس تیسری آیت میں جانوروں کے کان کاٹنے کو بھی خلق اللہ میں تغییر قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطانی عمل اور اخروی نقصان کا موجب قرار دیا ہے۔ پس نطفہ کا استقرار اور اس کی پرورش کا رحم میں ہونا تو سنت اللہ اور فطرت اللہ اور خلق اللہ کے مطابق ہے اور رحم کے بجائے ٹیوب میں اس کا استقرار اور پرورش، سنت اللہ، فطرت اللہ اور خلق اللہ کو تبدیل کرتا ہے اور قرآن مجید کے مطابق یہ شیطان کے حکم پر عمل کرنا اور اللہ کو چھوڑنا ہے لہذا اس کے ناجائز ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے!

الجواب: پہلی آیت میں فطرت اللہ سے مراد انسانی پیدائش کا عادی اور فطری عمل نہیں ہے بلکہ اس سے مراد دین اسلام ہے یہ پوری آیت اس طرح ہے۔

فاقم وجہک للدین حنیفا ط فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا ط لا تبدیل لخلق اللہ ط ذلک الدین القیم۔

(روم: ۳۰)

تو آپ سب سے الگ اور صرف اسی کے ہو کر اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لیے قائم رکھیں۔ (اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی فطرت (سرشت، یعنی دین اسلام) کو لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت میں کچھ رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

اس پوری آیت کو پڑھنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ فطرت اللہ سے مراد دین اسلام ہے۔ علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ کثیر علماء نے فطرت کی تفسیر میں لکھا ہے اس سے مراد حق کو قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد ہے۔ ابن مردویہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حماد بن عمار کہتے ہیں میں نے قتادہ سے پوچھا "فطرت الله التی فطر الناس علیها" کی کیا تفسیر ہے انہوں نے کہا مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فطرت الله التی فطر الناس علیها" اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت تھی بایں طور کہ اگر وہ صحیح طرح غور وفکر کریں گے تو دین اسلام کو قبول کرلیں گے۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ الحدیث[1]

پوری آیت اور اس کی تفسیر سے واضح ہوگیا کہ اس آیت میں فطرت اللہ سے مراد دین اسلام ہے اور اس کا تعلق انسان کی پیدائش کے فطری اور عادی عمل سے نہیں ہے لہٰذا اس آیت سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ عمل تولید کے بطلان پر استدلال ساقط ہوگیا۔

دوسری آیت میں "سنت اللہ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ کسی قوم کی طرف نبی کو بھیجنے اور اس پر حجت تمام کرنے کے بعد بھی اگر وہ قوم اللہ پر ایمان نہ لائے اور زمین پر فساد کرے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں ان فسادیوں کو قتل کرا دیتا ہے اور جلاوطن کرا دیتا ہے۔ چنانچہ پوری آیت اس طرح ہے:

والذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینك بهم ثم لا یجاورونك فیها الا قلیلا ٥ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا ٥ سنة الله فی الذین خلوا من قبل ج ولن تجد لسنة الله تبدیلا ٥

(احزاب: ۶۲ – ۶۰)

(اے نبی!) ہم آپ کو ضرور ان لوگوں پر مسلط کریں گے جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے اور جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلاتے ہیں پھر اس کے بعد (ان میں سے) بہت کم آپ کے پاس ٹھہر سکیں گے، وہ جہاں کہیں بھی جائیں گے ان پر لعنت کی جائے گی ان کو پکڑ لیا جائے گا اور ان کو چن چن کر قتل کیا جائے گا یہ پچھلی امتوں میں (بھی) اللہ کا دستور تھا، اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کے لیے ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

اس پوری آیت کو اس کے سیاق کے ساتھ پڑھنے سے بھی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اس آیت کا انسان کی پیدائش کے فطری اور عادی عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں میں یہ دستور بنادیا تھا کہ جو لوگ زمین میں فساد پھیلائیں ان سے جنگ کی جائے اور ان کو جلاوطن کیا جائے۔ اور وہ جہاں بھی جائیں ان کو مغلوب کیا جائے[2]

---

[1] علامہ شہاب الدین ابوالفضل محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی جلد ۲۱ ص ۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] " " " " " روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

اس تفسیر سے واضح ہوگیا کہ سنت اللہ کا مطلب بالعموم امور عادیہ نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ دستور ہے جو پچھلی امتوں کے فسادیوں کو قتل کرتے اور جلاوطن کرنے سے متعلق ہے۔

تیسری آیت جس میں مویشیوں کے کان چیرتے اور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کے تبدیل کرنے کو شیطان کی اتباع قرار دیا ہے اس سے بھی مطلق اللہ کی بنائی ہوئی صورت میں تبدیلی کی ممانعت مراد نہیں ہے۔ اس کی وضاحت حسب ذیل تفسیر سے ہوتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں :۔

اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب اونٹنی کے پانچ بچے ہو جاتے اور پانچواں بچہ مذکر ہوتا تو وہ اس اونٹنی پر سوار ہونے کو اس پر بوجھ لادنے اور اس سے دیگر اقسام کے نفع اٹھانے کو حرام قرار دیتے ہیں اور بطور علامت اس اونٹنی کا کان چیر دیتے تھے [۱]

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ اونٹنی جب پانچ مرتبہ بیاہ لیتی تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اس سے نفع اٹھانا اپنے اوپر حرام کر لیتے اور اس کا دودھ بتوں کے لیے کر لیتے اور اس کو بحیرہ کہتے تھے، شیطان نے ان کے دل میں یہ ڈال دیا تھا کہ ایسا کرنا عبادت ہے۔ نیز صدر الافاضل لکھتے ہیں مردوں کا عورتوں کی شکل میں زنانہ لباس پہننا عورتوں کی طرح بات چیت اور حرکات کرنا، جسم کو گود کر سرمہ یا سیندور وغیرہ جلد میں پیوست کر کے نقش و نگار بنانا یا بالوں میں بال جوڑ کر بڑی بڑی جٹیں بنانا بھی اس میں داخل ہے۔ (خزائن العرفان ص ۱۵۶)

دراصل کافروں کا یہ دستور تھا کہ گائے۔ بکری یا اونٹ کا بچہ بتوں کے ساتھ نامزد کر دیتے، اور اس کا کان چیر کر یا اس کے کان میں نشانی ڈال کر چھوڑ دیتے تھے۔ اور صورت بدلنے سے مراد یہ ہے کہ جس تبدیلی سے شریعت میں ممانعت ہے وہ تبدیلی نہ کی جائے یا جس تبدیلی سے کفار کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ وہ تبدیلی نہ کی جائے۔ مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا یا عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا جسم گودوانا، بالوں میں بال جڑوانا۔ سر پر کسی کے نام کی چوٹی رکھنا اور ڈاڑھی منڈوانا اس ممانعت میں داخل ہے اور صورت کی ایسی تبدیلی جس میں کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یا کفار کے ساتھ مشابہت نہ ہو وہ تبدیلی جائز ہے، مثلاً مردوں کا سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا، مونچھیں کم کرانا۔ ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کاٹنا زیر ناف اور بغل کے بالوں کو منڈوانا، سفید بالوں پر مہندی لگانا۔ ناخن ترشوانا، جانوروں کے بال منڈوانا۔ کھانے کے لیے جانوروں کو خصی کرنا ان تمام امور میں اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کرنا ہے اور یہ تمام امور بالاجماع جائز ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں :۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس جانور کو کھایا نہ جاتا ہو اس کو خصی کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا، اور جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کو کم عمری میں خصی کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے ایک غرض ہے۔ اور وہ اس کے گوشت کا ذائقہ دار ہونا ہے اور جب جانور بڑا ہو جائے تو اس کو خصی کرنا جائز نہیں ہے اور انسانوں کو خصی کرنا جائز نہیں ہے۔ تغییر خلق اللہ کی ممانعت سے ختنہ کرنا ضرورت کے لیے گودوانا۔ ڈاڑھی کو رنگنا اور سنت سے زائد ڈاڑھی کو کاٹنا مستثنیٰ ہے [۲]

---

[۱] علامہ شہاب الدین ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی جلد ۵ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[۲] " " " " " " " " روح المعانی جلد ۵ ص ۱۵۰ " " " "

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے ہیں:

(ا) خلق اللہ کی تغییر سے مراد اللہ کے دین کی تغییر ہے۔ یہ سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، حسن، ضحاک، مجاہد، سدی، نخعی اور قتادہ کا قول ہے اور اس قول کی وضاحت دو طرح ہو سکتی ہے، اول اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے تمام انسانوں کی ارواح کو نکال کر ان کو اس پر گواہ کیا کہ وہ ان کا رب ہے۔ پھر انسانوں کو فطرت اسلام پر پیدا کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ پس اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول کرنا اس فطرت کو تبدیل کرنا ہے جس پر اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اور اس کی دوسری وضاحت اس طرح ہے کہ حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا تغییر خلق اللہ ہے۔

(ب) تغییر خلق اللہ سے ظاہری صورت میں تبدیلی کرنا مراد ہے۔ حسن بصری نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ بالوں میں بال جڑوائے جائیں یا جسم کو گودوایا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال پر لعنت کی ہے اور حضرت انس، شہر بن حوشب، عکرمہ اور ابوصالح سے روایت ہے کہ تغییر خلق اللہ سے خصی کرنا، کان کاٹنا اور آنکھ پھوڑنا مراد ہے۔ اسی وجہ سے حضرت انس بکروں کے خصی کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور عربوں کی عادت تھی کہ جب ان کے اونٹ ایک ہزار ہو جاتے تو نر کی آنکھ پھوڑ دیتے تھے اور اس کو کانا کر دیتے تھے۔

(ج) ابن زید نے کہا اس سے تخنث مراد ہے یعنی مرد عورت کی مشابہت کرے اور عورت مرد کی مشابہت کرے۔

(د) زجاج نے علاوہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو پیدا کیا تاکہ ان پر سواری کی جائے اور ان کو کھایا جائے، مشرکین نے اس کو بدل کر بحائر، سوائب اور وصائل کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند اور ستاروں کو اس لیے پیدا کیا کہ لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں اور انسانوں کے لیے ان کو مسخر کیا اور مشرکین نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی یہ تغییر خلق اللہ ہے۔[1]

امام رازی نے جو یہ چار تفسیریں ذکر کی ہیں ان چاروں کا حاصل یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کرنے میں کفر یا کسی حرام یا مکروہ تحریمی کام کا ارتکاب ہو تو وہ ممنوع ہے ورنہ نہیں ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں:

المعنی انہ اذا فعل ما امرہ الشیطان بہ وترک ما امرہ الرحمان بہ صار کانہ اتخذ الشیطان ولیا لنفسہ وترک ولایۃ اللہ تعالیٰ۔[2]

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب انسان شیطان کے حکم پر عمل کرے اور رحمان کے حکم کو چھوڑ دے تو گویا اس نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی ولایت کو چھوڑ دیا۔

اب یہ دیکھیے کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل میں اللہ اور رسول کے کسی حکم کی مخالفت ہے؟ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ اس عمل سے کسی صورت کی تبدیلی لازم نہیں آتی جیسے کہ کان چیرنے یا کاٹنے، یا جانوروں کو خصی کرنے یا جسم کو گودوانے یا بالوں میں دوسرے بال ملا کر جڑوانے سے اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اب اگر اس عمل کو تغییر خلق اللہ قرار دیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہو گا کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اور شیطان کے حکم کے موافق ہے یعنی اس میں کسی قسم کا کفر، کفار کی بدعقیدگی یا کوئی معصیت داخل ہے۔

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳۱۷ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

اس لیے یہ تغییر خلق اللہ ہے اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل میں ہوتا یہ ہے کہ اگر عورت یا مرد کی کسی خرابی کی وجہ سے کاشت شدہ انڈا خلیات میں متشکل ہو کر رحم میں نہ آ سکے تو مرد کے مادہ تولید اور عورت کے نسوانی انڈوں کو ایک ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور جب اس میں سولہ خلیات بن جاتے ہیں تو اس مادے کو پھر عورت کے رحم میں رکھ دیتے ہیں اور پھر عورت کے رحم میں ہی بچہ بننے کا عمل شروع ہوتا ہے۔ اب اس میں کون سی چیز خلاف شریعت ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ ———— مرد کے مادہ تولید کو حاصل کرنے کا طریقہ یعنی استمناء بالید غیر شرعی طریقہ ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ مرد کا بیوی یا باندی کے ہاتھ سے مادہ تولید نکلوانا جائز ہے[1] نیز مرد بیوی کے ساتھ مجامعت کرے اور اس کے پر کنڈوم (ساتھی یا فرینچ لیدر) چڑھائے اور اس کے ذریعے مادہ تولید حاصل کرلے اس میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے۔ اسی طرح مرد بیوی کے ساتھ مجامعت کرے اور کسی چیز میں عورت کے انڈے حاصل کرلے تو اس میں بھی کوئی خرابی نہیں ہے۔ رہا چند دنوں کے لیے اس مادہ کو ٹیوب میں رکھنا تو یہ بھی شرعاً جائز ہے کیونکہ یہ علاج کی ایک صورت ہے حضرت اسامہ بن شریک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تداووا فان اللہ تعالٰی لم یضع داء الا وضع لہ دواء غیر داء واحد الھرم۔[2]

علاج کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں بنائی مگر اس کے لیے دوا بنائی ہے سوا ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔"

نیز احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کے لیے جسم سے خون نکلوایا چنانچہ فصد کرانا یعنی جسم سے خون نکلوانا جائز ہے اور جب خون نکلوانا جائز ہے تو علاج کے لیے مادہ منویہ نکلوانا بھی جائز ہوگا۔ علاج کی خاطر انسان کا اپنے منہ سے دانت نکلوانا جائز ہے جو کہ حقیقۃً اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی ہے تو عورت یا مرد کے کسی جسمانی نقص یا مرض کی وجہ سے مادہ تولید یا نسوانی انڈے خلیات میں متشکل ہو کر رحم میں نہ پہنچ سکیں تو اس کے علاج کے لیے اس مادہ کو جسم سے نکال کر چند دنوں کے لیے ٹیوب میں رکھنا اور پھر رحم میں رکھ دینا کس طرح تغییر خلق اللہ یا ناجائز ہوگا جب کہ علاج کے لیے مثلاً منہ سے دانت نکلوانا جائز ہے اور بغیر کسی عذر کے سر کے بال کٹوا دینا جائز ہے، بھیڑوں کے بال مونڈ دینا جائز ہے جس میں حقیقتاً اور صورۃً اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت بدل جاتی ہے نیز جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ خون نکلوا دینا بھی جائز ہے اور جب یہ تمام امور جائز ہیں اور تغییر خلق اللہ کا مصداق نہیں ہیں تو علاج کی ضرورت کی بناء پر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا یہ عمل بھی کسی طرح ناجائز نہیں ہے اور نہ ہی اللہ کی بنائی ہوئی صورت کے بدلنے کا مصداق ہے۔

جمہور فقہاء اسلام کے قواعد کی روشنی میں بھی ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا یہ عمل جائز ہے کیونکہ اس عمل میں تو مرد اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کرتا ہے اور مباشرت کے بعد حاصل ہونے والے اجزاء کو کچھ عرصہ ٹیوب میں رکھنے کے بعد رحم میں رکھ دیا جاتا ہے جبکہ جمہور فقہاء اسلام کی تصریحات کے مطابق بغیر وطی اور مباشرت کے بھی اگر مرد کے اجزاء منویہ کو بیوی کے رحم میں رکھ دیا جائے تو یہ عمل جائز ہے اور اس سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور اس سے نسب کا ثبوت بھی بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ علامہ ابن ہمام حنفی، علامہ زین الدین حنفی، علامہ شہاب الدین احمد شبلی حنفی اور فتاویٰ عالمگیری کی تصریحات ہم اس

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار جلد ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۸۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔ ۱۴۰۶ھ

پہلے پیش کر چکے ہیں، اب ہم فقہاء احناف کے مزید حوالوں کے علاوہ دیگر فقہاء اسلام کی تصریحات پیش کر رہے ہیں ان تصریحات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ مادہ تولید کو رحم میں پہنچانا بھی جائز ہے۔

فقہاء اہلسنت کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز:

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

وقد قيل ان المرأة تحمل من غير وطء، بان يدخل ماء الرجل فى فرجها، اما بفعلها او فعل غيرها۔[1]

ایک قول ہے کہ عورت بغیر وطی اور جماع کے بھی حاملہ ہو جاتی ہے بایں طور کہ مرد کا پانی عورت کی اندام نہانی میں داخل کیا جائے خواہ عورت خود داخل کرے یا کوئی اور۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

وذكر القاضى ان ظاهر كلام احمد ان الولد يلحق به لانه قد يتصور منه الانزال بان يحك موضع ذكره بفرجها فينزل، فعلى هذا القول يلحق به الولد وتنقضى به العدة۔[2]

قاضی حنبلی نے کہا ہے کہ امام احمد کے کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجبوب الذکر (جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو) کے بچہ کو اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا، کیونکہ اس کا انزال بھی ہو سکتا ہے بایں طور کہ وہ اپنے آلہ کو عورت کی اندام نہانی کے ساتھ رگڑے اور اس سے انزال ہو جائے اس قول پر بچہ اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور بچہ ہونے سے عورت کی عدت پوری ہو جائے گی۔

ہر چند کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس جزئیہ سے اختلاف کیا ہے لیکن امام احمد کا ظاہر قول یہی ہے، قاضی اور جمہور فقہا حنبلیہ کا بھی یہی موقف ہے علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

والمسئلة الثانية ان يكون مجبوبا، بان يقطع ذكره وتبقى انثياه - فقال جماهير الاصحاب يلحقه نسبه وهو المذهب وهو ظاهر كلامه فى الوجيز وقدمه فى الفروع الى قوله ولو كان عنينا لم يلحقه نسبه، والصحيح من المذهب انه يلحقه وهو ظاهر كلام اكثر الاصحاب۔[3]

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مجبوب الذکر ہو بایں طور کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہو اور اس کے خصیتین باقی ہوں تو جمہور اصحاب کا قول یہ ہے کہ اس کا نسب ثابت ہو جائے گا وجیز میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور فروع میں اسی کو مقدم کیا ہے اور اگر کوئی شخص نامرد ہے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کا بچہ بھی اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور یہی جمہور اصحاب کا موقف ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع الشرح الکبیر جلد ۱ ص ۱۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] ، ، ، ، ، ، ، ، المغنی جلد ۸ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ الانصاف جلد ۹ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۶ھ

ان حوالہ جات سے ظاہر ہو گیا کہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بغیر جماع اور دخول کے بھی شوہر کا پانی بیوی کے رحم میں پہنچ جانے سے نسب ثابت ہو جاتا ہے لہذا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے بطریق اولیٰ نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ اس کے عمل کے جواز کی واضح دلیل ہے۔ اس طرح انجکشن کے ذریعہ رحم میں مادہ تولید پہنچانا بھی جائز ہوگا۔ اور فقہاء احناف میں سے بہت بڑے فقیہہ علامہ شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

وحيث قال تجب العدة اراد في مجبوب له ماء بسحق فينزل فتجب العدة احتياطا وان لم يكن دخل بها اذا جاءت بولد الى سنتين يثبت النسب منه لان ثبوت النسب باعتبار الانزال بالسحق ۔[1]

اگر قاضی نے مجبوب الذکر اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی تو اس کی بیوی پر عدت واجب ہوگی اور یہ اس وقت ہے جب آلہ کو رگڑنے سے اس کو انزال ہوتا ہو تو خواہ جماع اور دخول نہ ہو پھر بھی احتیاطاً عدت واجب ہوگی اور اگر تفریق کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوگا تو اس کا نسب مجبوب الذکر سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ نسب کا ثبوت اس وجہ سے ہے کہ آلہ کو (بیوی کی فرج پر) رگڑنے سے شوہر کا پانی نکل آیا تھا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

لان المجبوب ينزل بالسحق ويثبت نسب ولده على ما هو المختار[2]

رگڑنے سے مجبوب الذکر کو انزال ہو جاتا ہے اور مختار مذہب پر اس کے بچہ کا اسی سے نسب ثابت ہو جاتا ہے۔

اور محرر مذہب شافعی علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں:

واما مجبوب الذكر باقي الانثيين فيلحقه الولد فتعتد امراته عن الوفاة بوضع الحمل، ولا يلزمها عدة الطلاق لعدم الدخول۔[3]

جس شخص کا آلہ کٹا ہوا ہو اور خصیتین سلامت ہوں، اس کے بچہ کو اس کے ساتھ لاحق کیا جائے گا اور وضع حمل کے بعد اس کی بیوی عدت وفات گزارے گی اور (طلاق کی تقدیر پر) اس کی بیوی کو عدت طلاق لازم نہیں ہوگی۔ کیونکہ دخول اور جماع نہیں ہوا۔

اس عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بغیر دخول اور جماع کے شوہر کا پانی بیوی کے رحم میں پہنچا دیا جائے اور بچہ ہو جائے تو بچہ کا اس شخص سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

فقہاء مالکیہ میں سے علامہ دسوقی مالکی علامہ قرافی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان انزل الخصي او المجبوب اعتدت زوجتهما بسبب خلوتهما كما انهما

اگر خصی یا مجبوب الذکر کو انزال ہوتا ہو تو ان کی بیویاں عدت وفات گزاریں گی اور اگر ان کی بیویوں کو حمل ہو جائے اور ان کے شوہر

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط جلد ۵ ص ۱۰۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین جلد ۸ ص ۳۷۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

یلاعنان لنفی الحمل وان لم ینزلا فلا لعان علیھما ولا عدۃ علی زوجتھما۔[۱]	اس حمل کی نفی کریں تو ان میں لعان بھی ہوگا، اور اگر ان کو انزال نہ ہوتا ہو تو پھر لعان نہیں ہوگا۔ (کیونکہ اب حمل متصور ہی نہیں ہے اور عورت کو رجم کر دیا جائے گا کیونکہ اس کا زنا متعین ہوگیا۔) اور ان کی بیویوں پر عدت وفات بھی نہیں ہوگی۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض فقہاء مالکیہ کے نزدیک بھی بغیر دخول اور جماع کے مجبوب الذکر کی بیوی انزال کی وجہ سے حاملہ ہوسکتی ہے اور اس پر شرعی احکام مرتب ہوں گے۔"

یہاں تک کہ ہم نے فقہاء اہلسنت کے حوالوں سے یہ واضح کیا ہے کہ حمل کے جواز اور بچہ کے نسب کے ثبوت کے لیے وطی اور جماع ضروری نہیں ہے لہٰذا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل ہو یا انجکشن کے ذریعہ مرد کا مادہ تولید عورت کے رحم میں پہنچا دیا جائے دونوں طریقے جائز اور مشروع ہیں۔ اب ہم اس مسئلہ میں اہل تشیع کے موجودہ امام شیخ خمینی کی رائے پیش کر رہے ہیں۔

اہل تشیع کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز:

شیخ خمینی لکھتے ہیں:

(۲۸۷۰) مرد کی منی اس کی بیوی کے رحم میں آلات کے ذریعہ پہنچانا مثلاً پچکاری اشکال نہیں رکھتا، البتہ حرام سے اجتناب کرے پس اگر مرد، عورت کی اجازت سے یہ عمل خود انجام دے اور اپنی منی حلال طریقہ سے حاصل کرے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲۸۷۱) اگر مرد کی منی اس کی بیوی کے رحم میں داخل کریں چاہے حلال طریقہ سے ہو یا حرام سے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ بچہ اسی مرد اور عورت کا ہے اور تمام بیٹے والے احکام اس پر جاری ہوں گے۔

(۲۸۷۲) اجنبی مرد کی منی اجنبی عورت کے رحم میں داخل کرنا جائز نہیں۔ چاہے عورت کی اجازت سے ایسا ہو یا بغیر اجازت کے، چاہے وہ عورت شوہر دار ہو یا بے شوہر، چاہے اس کے شوہر کی اجازت ہو یا نہیں۔

(۲۸۷۳) اگر ایک مرد کی منی کسی اجنبی عورت کے رحم میں داخل کریں اور یہ معلوم ہو کہ بچہ اسی منی سے پیدا ہوا ہے تو اگر یہ عمل بطور شبہ ہو مثلاً مرد کا گمان تھا کہ یہ میری بیوی ہے اور عورت بھی گمان رکھتی ہے کہ یہ میرے شوہر کی منی ہے اور عمل کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے شوہر کی نہیں تو کوئی اشکال نہیں کہ یہ بچہ اسی مرد و عورت کا ہے اور تمام بیٹے والے احکام اس پر جاری ہوں گے البتہ اگر جان بوجھ کر ایسا کیا جائے تو محل اشکال ہے اور تمام مسائل میں احتیاط سے کام لیا جائے لیکن اس میں کوئی اشکال نہیں کہ اگر یہ بچہ لڑکی ہو تو وہ شخص اس سے شادی نہیں کر سکتا۔ اور اگر لڑکا ہو تو وہ عورت اس سے شادی نہیں کر سکتی۔[۲]

فقہاء اسلام کے ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہوگیا کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور انجکشن کے ذریعے طریقہ تولید کا عمل مطلقاً ناجائز نہیں ہے۔ عورت یا مرد کی کسی بیماری یا کمزوری یا نقص کی وجہ سے اگر عام معروف طریقہ سے تولید نہ ہوسکے تو یہ طریقے جائز ہیں بشرطیکہ بیوی کے رحم میں اس کے شوہر کا مادہ منویہ پہنچایا جائے خواہ براہ راست یہ مادہ تولید رحم میں داخل کیا جائے یا ٹیسٹ ٹیوب میں

---

[۱] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی، ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر جلد ۲ ص ۴۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[۲] شیخ روح اللہ خمینی، توضیح المسائل ص ۴۵۳، ۴۵۲ مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۴ھ

رکھنے کے بعد اور اس میں یہ شرط بھی ملحوظ ہے کہ اس میں کسی حرام قطعی فعل کے ارتکاب کا دخل نہ ہو۔ اس موضوع پر میں نے جو کچھ لکھا ہے چونکہ یہ ابتداءً اور ارتجالاً لکھا ہے اور میرے سامنے اس موضوع پر کوئی اور تحقیق نہیں ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی نقص یا خطا کا پہلو ہے بہرحال میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ حق اور صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر اس میں کوئی سقم اور خطاء ہے تو اس کا سبب میرا ناقص مطالعہ اور سوء فہم ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین اللھم اغفر لمصنفہ وقارئہ آمین۔ ۷ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ بمطابق ۲۶ مارچ ۱۹۸۸ء

بَابُ الْعَمَلِ بِإِلْحَاقِ الْقَائِفِ الْوَلَدَ

بچہ کے نسب کے ثبوت میں قیافہ شناسی کا اعتبار

۳۵۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ فَقَالَ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ إِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْأَقْدَامِ لَمِنْ بَعْضٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ درآں حالیکہ خوشی سے آپ کا چہرہ انور دمک رہا تھا، آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم! کہ ایک قیافہ شناس نے ابھی ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدموں کو دیکھ کر بتلایا ہے کہ ان میں سے ایک قدم دوسرے قدم کا جزء ہے۔

۳۵۱۳۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی خوشی میرے پاس

لِعَمْرٍو قَالُوْا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مَسْرُوْرًا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَلَمْ تَرَيْ اَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ عَلَيَّ فَرَاٰى اُسَامَةَ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيْفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُءُوْسَهُمَا وَبَدَتْ اَقْدَامُهُمَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ

تشریف لائے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم نہیں اگرچہ ایک قیافہ شناس مدلجی میرے پاس آیا تھا۔ اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا درآں حالیکہ ان کے سروں پر ایک چادر تھی اور ان کے پیر کھلے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں دیکھ کر کہا ان میں سے بعض قدم بعض کا جز ہیں۔

٣٥١٤ - وَحَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِيْ مُزَاحِمٍ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ قَائِفٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مُضْطَجِعَانِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ فَسُرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْجَبَهُ فَاَخْبَرَ بِهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک قیافہ شناس آیا۔ درآں حالیکہ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت زید بن حارثہ لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے کہا ان میں سے بعض قدم بعض کا جز ہیں، اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی اور آپ نے پھر اس کی خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی دی۔

٣٥١٥ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَكَانَ مُجَزِّزٌ قَائِفًا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

حضرت اسامہ بن زید کے نسب پر طعن کی وجہ

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا سخت کالا رنگ تھا اور ان کے والد کا رنگ ڈھکی ہوئی روئی سے زیادہ سفید تھا۔ اس وجہ سے مشرکین عرب ان کے نسب پر طعن کرتے تھے اور نسب کی شناخت کے معاملہ میں زمانہ جاہلیت کے عرب قیافہ شناس کے قول کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس وجہ سے جب مجزز (جو قیافہ شناس) نے حضرت اسامہ اور حضرت زید کے قدموں کو دیکھ کر ان کے نسب کی تصدیق کر دی کہ حضرت اسامہ، زید ہی کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سبب سے خوشی ہوئی کہ اہل عرب کے اپنے معیار کے اعتبار سے حضرت اسامہ کا نسب ثابت ہو گیا اور اب کسی عرب کے لیے حضرت اسامہ کے نسب میں طعن کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔[1]

قیافہ شناسی کے اعتبار میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: قیافہ شناس کے قول کو قبول کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب قیافہ شناس کے قول کا اعتبار نہیں کرتے، امام شافعی اور جمہور علماء قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں، امام مالک لونڈیوں کے حق میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد کے حق میں نہیں کرتے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ آزاد اور غلام دونوں میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام شافعی کی دلیل مجزز کی حدیث ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہوئے کہ امت میں ایسے لوگ ہیں جو اشتباہ نسب کے وقت نسب کو متمیز کر دیتے ہیں اور اگر قیافہ شناسی باطل ہوتی تو آپ کو اس کے حصول پر خوشی نہ ہوتی۔[2]

قیافہ شناسی، فال نکالنے اور نجومیوں کے کاروبار میں فقہاء احناف کا موقف اور ان کے دلائل

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قیافہ شناسی کا بالکل اعتبار نہیں کرتے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تقف ما لیس لك به علم (اسراء: ۳۶) "اور اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے" اور اس حدیث میں قیافہ کے اعتبار کرنے کا شرعی حکم نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا حضرت زید بن حارثہ سے نسب بغیر کسی تردد کے ثابت تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نسب کے ثبوت کے سلسلے میں کسی کے قول کے محتاج نہیں تھے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مجزز کی اصابت رائے سے تعجب اور خوشی ہوئی جیسے کسی شخص کو اس بات پر تعجب ہو کہ کوئی شخص محض اپنے گمان سے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچ جائے اور اس کا رد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے نہیں کیا کہ صرف اس کے کہنے کی وجہ سے حضرت اسامہ کا نسب ثابت نہیں ہوا تھا بلکہ پہلے ہی سے ثابت تھا۔[3]

راقم الحروف کا یہ نظریہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا محض اس وجہ سے تھا کہ کفار پر حجت قائم ہو جائے، کیونکہ قیافہ شناسی سے نسب کا متمیز ہونا کفار کے قواعد میں سے تھا، یہ اسلام کا کوئی قاعدہ نہیں ہے اس کی مثال

1۔ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
2۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ
3۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۱۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

یہ ہے کہ اسلام میں چاند کا حکم رویت ہلال یا شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ علم فلکیات کے قواعد سے ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین کسی دن رویت ہلال کا اعلان کرے اور علم فلکیات کے حساب سے بھی وہی پہلی تاریخ ہو تو اس سے مسلمان خوش ہوں گے لیکن اس خوشی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علم فلکیات کے حساب کو علماء نے حجت شرعی مان لیا ہے۔

اور قیافہ شناسی کے عدم جواز کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے: ولا تقف ما لیس لک بہ علم (اسراء: ۳۶) "جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو" اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ فال نکالنے والوں اور نجومیوں کا کاروبار حرام ہے اور ان سے مستقبل کا حال دریافت کر کے اجرت دینا بھی حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ قیافہ شناس کے قول کے بطلان پر ہماری دلیل یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی میں بچے کے نسب کا جھگڑا ہو، بیوی یہ کہے کہ میں نے کوئی بدکاری نہیں کی یہ تمہارا بیٹا ہے اور خاوند اس نسب کا انکار کرے اور اس پر بدکاری کی تہمت لگائے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان لعان کو مشروع کیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ قیافہ شناس کے پاس جا کر پوچھو وہ باپ اور متنازعہ بیٹے کو دیکھ کر بتا دے گا کہ یہ لڑکا شوہر کا بیٹا ہے یا نہیں، اگر قیافہ شناس کا قول شرعاً حجت اور معتبر ہوتا تو لعان کرنے کی بجائے قیافہ شناس کے پاس جانے کا حکم دیا جاتا۔[1]

قیافہ شناس کا قول اس لیے بھی باطل ہے کہ وہ غیب کی بات کو اپنے قیافہ یا اٹکل پچو سے بیان کرتا ہے اور اس علم کو جاننے کا دعویٰ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ویعلم ما فی الارحام۔ اور قیافہ شناس مافی الارحام کے علم کا دعویٰ بغیر کسی برہان اور دلیل کے کر رہا ہے اور محض اٹکل پچو سے یا تو وہ نسب کی نفی کر کے پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے گا اور یا اولاد کی نسبت غیر آباء کی طرف کرے گا اور محض چہروں کا ایک دوسرے سے مشابہ ہونا قیافہ شناسی کے لیے کافی نہیں ہے۔ کبھی بچہ کی مشابہت باپ کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی دادا، پردادا بلکہ اس سے بھی دور کے رشتہ دار سے ہوتی ہے۔[1]

اس لیے اللہ عزوجل کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا کہ کون کس کا بیٹا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کے علم میں سے کچھ علم عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپ سے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے پوچھا: من ابی یا رسول اللہ؟ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ابوک حذافۃ "تمہارا باپ حذافہ ہی ہے" (لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے تھے) ایک اور شخص کھڑا ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ، میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: ابوک سالم مولی شیبۃ تمہارا باپ سالم ہے جو شیبہ کا غلام ہے۔[2]

ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا کچھ علم عطا فرمایا ہے۔ آپ کا یہ علم اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کے سامنے ایسا بھی نہیں ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو اور تمام مخلوق کا علم آپ کے سامنے ایسا ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو۔

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۷، ص ۷۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱، ص ۲۰۔ ۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

بَابُ قَدْرِ مَا تَسْتَحِقُّهُ الْبِكْرُ وَ الثَّيِّبُ مِنْ اِقَامَةِ الزَّوْجِ عِنْدَهَا عَقْبَ الزِّفَافِ

شب زفاف کے بعد کنواری اور بیوہ دلہنوں کے پاس شوہر کے ٹھہرنے کا نصاب

۳۵۱۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ بَكْرٍ قَالُوْا نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا وَ قَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ بِكِ عَلٰى اَهْلِكِ هَوَانٌ اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ وَاِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَآئِیْ ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے کے بعد ان کے پاس تین دن رہے پھر فرمایا تم اپنے شوہر کی نظروں سے اتری نہیں ہو، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس ایک ہفتہ قیام کر لوں اور اگر میں تمہارے پاس ایک ہفتہ رہا تو میں اپنی تمام ازواج کے پاس ایک ایک ہفتہ رہوں گا۔

۳۵۱۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَةَ وَ اَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ بِكِ عَلٰى اَهْلِكِ هَوَانٌ اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَاِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ ثُمَّ دُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ ۔

ابوبکر بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا اور صبح کے وقت ان سے فرمایا تم اپنے شوہر کی نظر سے اتری نہیں ہو، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات روز رہوں اور اگر تم چاہو تو تین روز رہوں اور پھر میں دورہ کرتا رہوں (یعنی باری باری سب ازواج کے پاس جاؤں) حضرت ام سلمہ نے فرمایا: آپ تین روز رہیے۔

۳۵۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِیْ ابْنَ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام سلمہ رضی

بْنِ حُمَیْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَةَ فَدَخَلَ عَلَیْهَا فَاَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ اَخَذَتْ بِثَوْبِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتِ زِدْتُکِ وَحَاسَبْتُکِ بِهٖ لِلْبِکْرِ سَبْعٌ وَّلِلثَّیِّبِ ثَلَاثٌ۔

اللہ عنہا سے نکاح کیا اور کچھ وقت رہنے کے بعد ان کے پاس سے جانے کا ارادہ کیا تو انھوں نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس اس سے زیادہ قیام کروں اور مدت کا حساب رکھوں۔ کنواری کے پاس (ابتداءً) سات راتیں اور بیوہ کے پاس تین راتیں گزارنا چاہئیں۔

۳۵۱۹ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَیْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۵۲۰ - حَدَّثَنِیْ اَبُوْ کُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا حَفْصٌ یَعْنِیْ ابْنَ غِیَاثٍ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ اَیْمَنَ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ذَکَرَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَذَکَرَ اَشْیَآءَ هٰذَا فِیْهِ قَالَ اِنْ شِئْتِ اَنْ اُسَبِّعَ لَکِ وَاُسَبِّعَ لِنِسَآئِیْ وَاِنْ سَبَّعْتُ لَکِ سَبَّعْتُ لِنِسَآئِیْ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت کی کئی چیزیں بیان کیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو کہ میں تمہارے پاس ایک ہفتہ رہوں تو دوسری ازواج کے پاس بھی ایک ایک ہفتہ رہوں گا کیونکہ اگر میں تمہارے پاس سات دن رہوں گا تو سات سات دن دوسری ازواج کے پاس بھی رہوں گا۔

۳۵۲۱ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا هُشَیْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِکْرَ عَلَی الثَّیِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا فَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّیِّبَ عَلَی الْبِکْرِ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا قَالَ خَالِدٌ وَلَوْ قُلْتُ اِنَّهٗ رَفَعَهٗ لَصَدَقْتُ وَلٰکِنَّهٗ قَالَ السُّنَّةُ کَذٰلِکَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی بیوہ کے اوپر کنواری کے ساتھ نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اور جب کنواری کے اوپر بیوہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن رہے۔ خالد (راوی) نے کہا کہ اگر میں کہوں کہ یہ حدیث مرفوع ہے، تو کہہ سکتا ہوں، لیکن انھوں نے کہا کہ سنت اسی طرح ہے۔

۳۵۲۲- وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَیُّوْبَ وَخَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ یُّقِیْمَ عِنْدَ الْبِکْرِ سَبْعًا قَالَ خَالِدٌ وَلَوْ شِئْتُ قُلْتُ رَفَعَہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ کنواری کے پاس (ابتداء) سات راتیں قیام کرنا چاہیے خالد راوی نے کہا اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

نئی دلہن اور پرانی بیویوں میں باریوں کی تقسیم میں مذاہب

جمہور علماء امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک نئی بیوی کا پرانی بیوی سے شب زفاف کے بعد زیادہ حصہ ہے اگر نئی بیوی کنواری ہے تو شوہر اس کے ساتھ سات دن رہے گا اور اس کے بعد شوہر باری باری ہر بیوی کے ساتھ رہے گا اور اگر نئی بیوی بیوہ ہے تو اس کے ساتھ پہلے تین دن رہے گا اس کے بعد باری باری ہر بیوی کے ساتھ رہے گا۔ امام ابو حنیفہ بیویوں کے دنوں کی تقسیم کے معاملے میں نئی اور پرانی کا فرق نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں بیویوں میں تقسیم واجب ہے اگر نئی بیوی کے ساتھ تین دن رہے گا تو باقی بیویوں میں سے ہر ایک کے ساتھ تین تین دن رہے گا۔

باریوں کی تقسیم میں امام اعظم کے موقف پر دلائل

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بیویوں کے درمیان نئی اور پرانی بیوی کا فرق کیے بغیر عدل کرنے کا حکم دیا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ. (نساء: ۳)

اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم زیادہ بیویوں کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک بیوی سے نکاح کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔ (نساء: ۱۲۹)

اور تم عورتوں کے درمیان (محبت میں) ہرگز عدل نہ کر سکو گے خواہ تمہیں اس کی کتنی حرص ہو پھر ایسا تو نہ کرو کہ ایک کی طرف بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو بیچ میں لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے درمیان نئی اور پرانی عورتوں کا فرق کیے بغیر عدل کو واجب کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کے معاملہ میں اپنی ازواج میں عدل فرماتے تھے:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فیعدل ویقول اللھم ھذہ قسمتی فیما املک فلا تلمنی فیما

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عدل کے ساتھ اپنی ازواج میں باریوں کی تقسیم کرتے تھے اور فرماتے: اے اللہ! جن چیزوں کا میں مالک ہوں (یعنی معاملات، باریوں کی تقسیم وغیرہ) ان میں میری یہ عدل کے ساتھ

تملك ولا املك ۔ لہ

تقسیم ہے اور جن چیزوں کا میں مالک نہیں ہوں (یعنی محبت میں کمی بیشی) اور تو مالک ہے ان میں تو مجھ پر ملامت نہ فرمانا۔

اور جن احادیث میں کنواری کے لیے سات دن اور ثیبہ (بیوہ) کے لیے تین دن کا ذکر ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ باری باری سب ازواج کے ہاں سات دن یا تین دن گزارے جائیں گے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا اگر میں نے تمہارے پاس سات دن گزارے تو باقی ازواج کے پاس بھی سات سات دن گزاروں گا اور یہ جو حدیث نمبر ۳۵۱۷ میں ہے: وان شئت ثلثت ثم درت - "اگر تم یہ چاہو تو پہلے تمہارے پاس تین دن رہوں اس کے بعد باریاں شروع کروں" یہ زیادتی تمام روایات میں نہیں ہے اس لیے مدرج ہے یعنی راوی کا قول ہے۔ اس زیادتی کا ذکر سنن دارقطنی میں بھی ہے لیکن اس کی سند کا مدار بھی واقدی پر ہے اس لیے ضعف ہے اور قرآن مجید سے جب کوئی صریح حکم ثابت ہو جائے تو ضعیف روایات کو سے کر قرآن مجید کے حکم صریح کو رد نہیں کرنا چاہیے۔

بَابُ ۳۶۶ الْقَسْمِ بَيْنَ الزَّوْجَاتِ وَبَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ اَنْ تَكُوْنَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ لَيْلَةٌ مَّعَ يَوْمِهَا

سنت کے مطابق بیویوں میں ایام کی تقسیم

۳۵۲۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ فَكَانَ اِذَا قَسَمَ بَيْنَهُنَّ لَا يَنْتَهِيْ اِلَى الْمَرْاَةِ الْاُوْلٰى اِلَّا فِيْ تِسْعٍ فَكُنَّ يَجْتَمِعْنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ بَيْتِ الَّتِيْ يَاْتِيْهَا فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَجَاءَتْ زَيْنَبُ فَمَدَّ يَدَهٗ اِلَيْهَا فَقَالَتْ هٰذِهٖ زَيْنَبُ فَكَفَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَتَقَاوَلَتَا حَتَّى اسْتَخَبَتَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات تھیں آپ جب ان میں ایام کی تقسیم فرماتے تو پہلی بیوی کے پاس نو دن کے بعد پہنچتے تھے، اس لیے ہر رات تمام ازواج مطہرات اس زوجہ کے ہاں اکٹھی ہو جاتی تھیں جہاں آپ قیام فرما ہوتے تھے، ایک دن آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، آپ نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا، حضرت عائشہ نے کہا یہ زینب ہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، دونوں ازواج میں بحث چھڑ گئی اور آواز بلند ہونے لگی، اسی اثناء میں نماز کی اقامت ہو گئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے، انھوں نے ان دونوں

لہ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

وَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَمَرَّ اَبُوْ بَکْرٍ عَلٰی ذٰلِکَ فَسَمِعَ اَصْوَاتَھُمَا فَقَالَ اخْرُجْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَ احْثُ فِیْ اَفْوَاھِھِنَّ التُّرَابَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَلْاٰنَ یَقْضِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَہٗ فَیَجِیْئُ اَبُوْ بَکْرٍ فَیَفْعَلُ بِیْ وَیَفْعَلُ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَہٗ اَتَاھَا اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ لَھَا قَوْلًا شَدِیْدًا وَّقَالَ اَتَصْنَعِیْنَ.

کی آوازیں سنیں۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نماز کے لیے تشریف لائیے اور ان کے منہ میں مٹی ڈال دیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے گئے، حضرت عائشہ کہنے لگیں، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر آئیں گے اور حضرت ابوبکر بھی آئیں گے اور وہ مجھ ہی کو برا بھلا کہیں گے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابوبکر حضرت عائشہ کے پاس آئے اور انھیں بہت سخت سست کہا اور کہا تم ایسا کرتی ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد اور ان سے عقد کی تفصیلات، تعدد ازدواج کی حکمتیں اور اس پر اعتراضات کے جوابات ان سب کے باحوالہ بیان سے ہم فارغ ہو چکے ہیں۔ اس بحث کو شرح صحیح مسلم جلد ثالث ص ۳۰۶۔۳۰۳، میں ملاحظہ کریں۔

کاشانۂ رسالت کا ایک دلچسپ گھریلو واقعہ

حدیث نمبر ۳۵۲۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی طرف ہاتھ بڑھایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے لاشعوری میں ہاتھ حضرت زینب کی طرف بڑھایا تھا جب حضرت عائشہ نے بتلایا کہ یہ حضرت زینب ہیں تو آپ نے ہاتھ واپس کھینچ لیا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہ ہی کی طرف بڑھایا تھا جب حضرت زینب آئیں تو حضرت عائشہ نے ان کے آنے پر متنبہ کیا اور آپ نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

حضرت عائشہ اور حضرت زینب میں جو بحث اور تکرار ہوئی یہ بظاہر مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور حسن خلق کا ذکر ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اپنی اولاد پر شفقت کا بیان ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا ثبوت ہے کہ وہ اسلام کے رشتہ سے حضرت ابوبکر کی ماں تھیں اور ان پر حضرت عائشہ کی تکریم و تعظیم لازم تھی لیکن انھوں نے جسمانی رشتہ کا لحاظ کر کے حضرت عائشہ کو ڈانٹا، حضرت عائشہ نے ایک باادب بیٹی کی حیثیت سے سب کچھ سن لیا اور اپنی اسلامی اہمیت کا تذکرہ نہیں کیا۔

تعدد ازدواج پر مخالفین اسلام کے اعتراض کے جوابات

جو شخص چار تک ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی جسمانی اور مالی اہلیت رکھتا ہو اس کو اسلام نے بشرط عدل و انصاف چار تک ایک سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسلام کے اس مسئلہ پر ایک طرف تو غیر مسلم مستشرقین اعتراض کرتے ہیں کہ یہ عورتوں کے ساتھ ناروا زیادتی ہے دوسری طرف مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو اللہ اور رسول سے زیادہ حقوق انسانیت کا محافظ سمجھتے ہیں اور کچھ آزاد خیال عورتیں ہیں جو آئے دن تعدد ازدواج کے مسئلہ کو ہدف طعن بناتی رہتی ہیں، انھی بیگمات کے زور کی وجہ سے پاکستان میں عائلی قانون بنائے گئے اور بیوی کی اجازت کے بغیر مرد کے لیے دوسری شادی کو از روئے قانون ممنوع قرار دے دیا گیا، سہا لہا سال سے تادم تحریر یہ قانون اس ملک میں نافذ ہے اور ملک کے نام اہل فتویٰ علماء اس قانون کو رد کر چکے ہیں، حد یہ ہے کہ سابق صدر ایوب کے دور حکومت میں زنا بالرضا جرم

نہیں تھا اور بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا قابل دست اندازی پولیس جرم تھا۔

سید قطب شہید نے تعدد ازدواج کے مسئلہ کو عقلی اعتبار سے واضح کیا ہے ہم تلخیص کے ساتھ سید قطب شہید کے دلائل پیش کر رہے ہیں: سید قطب شہید لکھتے ہیں کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عورتوں کی اوسط پیدائش مردوں کی اوسط پیدائش سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے تاہم مجموعی طور سے یہ فرق کبھی ایک اور چار کی نسبت سے متجاوز نہیں ہوا۔ اب اگر ہر مرد ایک عورت سے شادی کرے تو سوال یہ ہے کہ جو عورتیں بچ جائیں گی ان کے لیے کیا طریقہ تجویز کیا جائے گا۔ اس مسئلہ کے حل کی صرف تین صورتیں ہیں:

(ا) باقی عورتیں تمام عمر بغیر شادی کے گزار دیں اور اپنی جنسی خواہش کو کبھی کسی مرد سے پورا نہ کریں۔

(ب) باقی عورتیں بغیر شادی کے ناجائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کریں۔

(ج) باقی عورتوں سے وہ مرد دوسری شادی کرلیں جو مالی اور جسمانی اعتبار سے اس کے اہل ہوں۔

پہلی صورت فطرت کے خلاف ہے اور عام بشری طاقت سے باہر ہے، دوسری صورت دین اور قانون دونوں اعتبار سے ناجائز اور گناہ ہے، اس لیے قابل عمل، معروف، فطری اور پسندیدہ صورت صرف تیسری صورت ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ بالعموم مرد ساٹھ سال کی عمر تک جنسی عمل کا اہل اور تر و تازہ رہتا ہے جبکہ عورت بالعموم دس بارہ بچے جن کر چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد جنسی عمل کی اہل نہیں رہتی۔ اب اگر صرف ایک بیوی کی اجازت ہو تو مرد اپنی زندگی کے بیس سال عورت کے بغیر گزارے گا اس مسئلہ کے حل کی بھی تین صورتیں ہیں۔

(ا) بیس سال تک مرد اپنی جنسی خواہش کو پورا نہ کرے۔

(ب) اس عرصہ میں مرد ناجائز طریقے سے اپنی خواہش پوری کرے۔

(ج) اس عرصہ کے لیے یا اس سے کچھ پہلے مرد دوسری شادی کرلے۔

پہلی صورت غیر فطری ہے۔ دوسری دین اور قانون کے اعتبار سے ناجائز ہے اس لیے قابل عمل صرف تیسری صورت ہے، اگر یہ کہا جائے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ عورت اور مرد کی اہلیتوں میں بیس سال کی کمی اور بیشی بالعموم ہوتی ہے تب بھی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض اوقات یہ مشکل بہر حال پیش آتی ہے اور تعدد ازدواج کے جواز کے سوا اس کا اور کوئی قابل قبول حل نہیں ہے۔

سید قطب شہید نے تیسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ بعض اوقات کسی شخص کی بیوی بانجھ ہوتی ہے اور اس کے جسمانی نقص کی وجہ سے اولاد نہیں ہوسکتی اور انسان اپنی نسل بڑھانے اور اپنا سلسلہ نسب آگے منتقل کرنے کے لیے طبعی طور پر اولاد کا خواہش مند ہوتا ہے، اس مشکل کے حل کی بھی صرف دو صورتیں ہیں۔

(ا) پہلی بیوی کو طلاق دے کر دوسری عورت سے شادی کرے۔

(ب) پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کرے۔

اور عدل و انصاف کے مطابق اور انسانی ہمدردی کے قریب تر صرف دوسری صورت ہے جو اسلام کے تعدد ازدواج کے فلسفہ پر مبنی ہے کیونکہ جو عورت بانجھ ہو اس کو خود بھی اولاد کی پیاس ہوتی ہے اور شوہر کی اولاد سے

بھی اس ایک گونہ تسکین ہو جاتی ہے[1]

تعدد ازدواج پر ایک عیسائی مستشرق اور ایک مسلم سکالر کا مباحثہ

شام کے ایک محقق علامہ مصطفیٰ سباعی نے "المرأة بين الفقه والقانون" میں تعدد ازدواج کے موضوع پر اپنا ایک مباحثہ ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں: ۱۹۵۶ء میں جب وہ دمشق یونیورسٹی کے ایک وفد کے ساتھ ایک تعلیمی و تحقیقی سفر کے تحت لندن گئے تو وہاں ان کی ملاقات پروفیسر انڈرسن سے ہوئی جو لندن یونیورسٹی کے شعبہ مشرقی میں عائلی قوانین کے صدر تھے اور ان دونوں کے درمیان تعدد ازدواج کے موضوع پر جو گفتگو ہوئی وہ کچھ وضاحت کے ساتھ درج ذیل ہے:۔

انڈرسن: تعدد ازدواج کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

مصطفیٰ سباعی:۔ یہ ایک صالح نظام ہے جو معاشرہ کی اکثر و بیشتر صورتوں میں مفید ہے بشرطیکہ شوہر دوسری بیوی کے نفقہ کی استطاعت رکھتا ہو اور دونوں بیویوں کے درمیان اسلامی ہدایات کے مطابق عدل و انصاف قائم رکھ سکے۔

انڈرسن:۔ کیا آپ جیسا آدمی بھی موجودہ دور میں تعدد ازدواج کا حامی ہو سکتا ہے؟

مصطفیٰ سباعی:۔ آپ یہ بتلایئے کہ اگر کسی شخص کی بیوی ایک متعدی مرض یا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس کی شفایابی کی کوئی امید ہی نہ رہ گئی ہو اور وہ شخص نوجوان بھی ہو تو وہ کیا کرے؟۔ اس کے سامنے صرف تین راستے ہیں: (ا) اس کو طلاق دے دے (ب) ناجائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرے۔ (ج) دوسری شادی کر لے۔ اور عدل و انصاف اور انسانیت کے ناطے سے اس مشکل کا حل تعدد ازدواج سے ہی نکل سکتا ہے۔

انڈرسن:۔ اس صورت میں ایک چوتھا راستہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ صبر کرے اور اپنے نفس کو حرام سے بچائے!

مصطفیٰ سباعی:۔ کیا ہر شخص اپنے آپ کو حرام سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟

انڈرسن:۔ ہم مسیحی اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کیونکہ ہمارے نفوس میں ایمان کی تاثیر موجود ہے!

مصطفیٰ سباعی:۔ حیرت ہے کہ آپ ایک مغربی ملک کے باشندے ہوتے ہوئے بھی یہ بات کہہ رہے ہیں! اگر یہ بات کوئی مسلمان یا مشرقی عیسائی کہتا تو باور کیا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو حرام سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے کیونکہ ان کے معاشرے اور ماحول میں ہر وقت اور ہر جگہ عورت اور مرد کا عام آزادانہ میل جول اور اختلاط نہیں ہے، جبکہ دوسری طرف تم مغربیوں کا حال یہ ہے کہ تم نے عورت کی معیت میں رہنے اور اس سے اختلاط کا کوئی طریقہ بھی نہیں چھوڑا اور عورت کے بغیر تم ایک لمحہ بھی نہیں گذار سکتے۔ تمہارے ہوٹلوں، کلبوں، تفریح گاہوں، شراب خانوں اور رقص گاہوں میں مرد نامحرم عورتوں کے ساتھ آزادانہ گھومتے ہیں، شراب پیتے ہیں، ناچتے گاتے ہیں اور داد عیش دیتے پھرتے ہیں۔ شاہراہوں پر نوجوان جوڑے برسر عام بوس و کنار میں مصروف رہتے ہیں، ساحل سمندر پر، پارکوں اور دیگر تفریح گاہوں میں عریاں جوڑے کھلے عام ایک دوسرے سے ہم آغوش پڑے ہوتے ہیں اور تمہاری سڑکیں حرامی بچوں سے بھری ہوتی ہیں!

---

[1] علامہ سید قطب شہید، فی ظلال القرآن ج ۲ ص ۲۴۵-۲۴۲، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۳۸۶ھ

ان حالات میں تم کس طرح یہ دعویٰ کر سکتے ہو کہ تمہارا دین تمہیں ناجائز جنسی عمل سے روکتا ہے! بیمار بیویوں کی بات تو ایک طرف رہی، تندرست، نوجوان اور خوبصورت بیویوں کے ہوتے ہوئے بدکاریوں کی خبروں سے تمہارے اخبارات اور رسائل کے کالم سیاہ رہتے ہیں اور اس قسم کے واقعات کے خلاف دعاوی سے تمہاری عدالتیں بھری رہتی ہیں!

انڈرسن: میں صرف اپنی بات کر رہا تھا کہ میں اپنے نفس کو حرام سے روکنے پر قادر ہوں۔!

مصطفےٰ سباعی: یہ بتلائیے کہ آپ ایسے لوگ جو نفس پر قابو رکھ سکتے ہیں اور جو لوگ اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتے ان کے درمیان کیا اوسط اور کیا تناسب ہے؟

انڈرسن: مجھے اس سے انکار نہیں کہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔

مصطفےٰ سباعی: یہ بتلائیے کہ قانون ان لوگوں کے اعتبار سے بنانا چاہیے جن کی تعداد بہت کم ہو یا ان کے اعتبار سے جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور اس قانون کا کیا فائدہ جس کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہو سکے جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکے!

اس پر انڈرسن خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہیں دے سکا۔

بَابُ جَوَازِ هِبَتِهَا نَوْبَتَهَا لِضَرَّتِهَا

اپنی باری سوکن کو ہبہ کرنے کا جواز

۳۵۲۴۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ امْرَاَةً اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ مِنِ امْرَاَةٍ فِيْهَا حِدَّةٌ قَالَتْ فَلَمَّا كَبِرَتْ جَعَلَتْ يَوْمَهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِعَائِشَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَ يَوْمَ سَوْدَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عزیز تھیں، میری یہ تمنا تھی کہ کاش ان کے جسم میں میں ہوتی، حضرت سودہ بنت زمعہ کے مزاج میں تیزی تھی، جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی باری عائشہ کو دے دی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو دن رہتے تھے، ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کی باری کا۔

۳۵۲۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے البتہ اس میں یہ زیادتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ نَا زُهَيْرٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَرِيْكٌ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ اَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا كَبِرَتْ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ جَرِيْرٍ وَّ زَادَ فِيْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ قَالَتْ وَ كَانَتْ اَوَّلَ امْرَاَةٍ تَزَوَّجَهَا بَعْدِيْ۔

جس عورت سے سب سے پہلے نکاح کیا وہ حضرت سودہ تھیں۔

۳۵۲٦ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَى اللَّاتِيْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقُوْلُ اَوَتَهَبُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ قَالَتْ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ لَكَ فِيْ هَوَاكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں پر غصہ آتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے آپ کو ہبہ کر دیتی تھیں، میں کہتی تھی کیا عورت بھی اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے! لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) اے نبی! آپ اپنی ازواج میں سے جسے چاہیں پیچھے ہٹائیں (الگ کر دیں) اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں (الگ نہ کریں) اور جسے آپ نے علیحدہ کر دیا تھا اس کو اگر آپ بلانا چاہیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے کہا بخدا آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔

۳۵۲۷ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ اَمَا تَسْتَحْيِيْ امْرَاَةٌ تَهَبُ نَفْسَهَا لِرَجُلٍ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ فَقُلْتُ اِنَّ رَبَّكَ لَيُسَارِعُ لَكَ فِيْ هَوَاكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کیا عورت کو اس بات سے حیا نہیں آتی کہ وہ اپنا نفس کسی مرد کو ہبہ کرتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) اے نبی! آپ اپنی ازواج میں سے جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں (الگ نہ کریں) اور جسے آپ نے علیحدہ کر دیا تھا اس کو اگر آپ بلانا چاہیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے، میں نے کہا آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔

۳۵۲۸ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ

عطاء کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباس کی معیت میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ کے جنازے میں مقام سرف میں حاضر ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں جب تم ان کی نعش

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا جَنَازَةَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَرِفَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا هٰذِهِ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوا وَلَا تُزَلْزِلُوا وَارْفُقُوا فَإِنَّهُ كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعٌ فَكَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ قَالَ عَطَاءٌ الَّتِي لَا يَقْسِمُ لَهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ۔

اٹھاؤ تو اس کو زیادہ حرکت اور جھٹکے مت دینا، اور انتہائی سکون اور آرام کے ساتھ جنازہ لے کر چلنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں، جن میں سے آٹھ کی باری مقرر تھی اور ایک کی باری مقرر نہیں تھی، عطاء کہتے ہیں کہ جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ صفیہ بنت حیی بنت اخطب تھیں۔

۳۵۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ عَطَاءٌ وَكَانَتْ آخِرُهُنَّ مَوْتًا مَاتَتْ بِالْمَدِينَةِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں عطاء کا یہ قول زائد ہے کہ حضرت میمونہ نے تمام امہات المؤمنین کے بعد مدینہ میں وفات پائی تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طلاق کے سلسلے میں متعارض روایات میں تطبیق

علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ قاسم بن ابی بزہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق بھیجی، جب حضرت سودہ کو طلاق مل گئی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کو جانے والے راستہ میں بیٹھ گئیں، جب انھوں نے حضور کو دیکھا تو کہا میں آپ کو اس ذات کی قسم دیتی ہوں جس نے آپ پر اپنی کتاب نازل کی اور آپ کو رسولوں میں سے افضل رسول بنایا۔ آپ نے مجھے طلاق کیوں دی ہے؟ کیا آپ کو مجھ پر کوئی رنج اور غصہ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت سودہ نے کہا میں آپ کو اسی طرح قسم دے کر کہتی ہوں کہ آپ مجھ سے رجوع کرلیں، میں اب بوڑھی ہو چکی ہوں اور اب مجھے مردوں کی خواہش نہیں لیکن میری خواہش یہ ہے کہ میرا حشر قیامت کے دن آپ کی ازواج میں ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمالیا۔ حضرت سودہ نے کہا میں اپنی باری کا دن اور رات حضرت عائشہ کو دے دیتی ہوں جو آپ کو بہت پیاری ہیں۔[1] سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق دی نہیں تھی، انھیں طلاق کا خوف تھا اس لیے انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی تھی۔[2]

---

[1] علامہ محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۵۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

طبقات ابن سعد میں اور اسی طرح مصنف عبد الرزاق میں طلاق دینے اور پھر حضرت سودہ کی درخواست پر طلاق واپس لینے کا ذکر ہے اور سنن ابوداؤد میں ہے آپ نے طلاق نہیں دی تھی لیکن حضرت سودہ کو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے طلاق کا خدشہ تھا، اس وجہ سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ ان روایات میں تعارض ہے، ملا علی قاری نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق رجعی دے دی تھی جیسا کہ طبقات ابن سعد اور مصنف عبد الرزاق وغیرہ میں ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدت پوری ہو جائے اور آپ رجوع نہ کریں تو پھر حضرت سودہ نے رجوع کی درخواست کی اور اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی۔ حضور نے ان کی درخواست کو قبول کرکے رجوع فرمالیا، سنن ابوداؤد میں مذکور روایت سے یہی مراد ہے۔[۲]

حضرت سودہ کو طلاق دینے کی حکمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تھی اس سے آپ کی مراد یہ نہیں تھی کہ آپ ان کو بالکل علیحدہ کردیں لیکن آپ چونکہ کتاب الٰہی کے شارح تھے اور احکام الٰہیہ پر عمل کا نمونہ آپ کے اسوۂ حسنہ سے وابستہ تھا، اس لیے آپ کا حضرت سودہ کو طلاق دینا اور اس سے رجوع کرنا اس لیے تھا کہ مسلمانوں کے عمل کے لیے نمونہ ہو اور طلاق اور رجوع کے باب میں بھی مسلمانوں کو آپ کی اقتداء کا شرف اور آپ کی سنت پر عمل کرنے کا ثواب مل جائے۔

فقہاء احناف کا عمل بالحدیث کو ترجیح دینا

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنی باری کسی سوکن کو ہبہ کرسکتی ہے کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔[۳] فقہاء احناف میں سے علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ ہبہ کرنے والی نے اپنا حق ساقط کردیا اب خاوند کی مرضی ہے کہ وہ اس باری کو جس پر چاہے صرف کرے۔[۴]

علامہ شامی نے مشائخ حنفیہ کے موقف کو رد کرکے فقہاء شافعیہ کے موقف کی تائید کی ہے لکھتے ہیں: صاحب نہر نے یہ کہا ہے کہ ہبہ کرنے والی کی باری میں تصرف کا حق شوہر کو دینا کہ وہ جس پر چاہے اس باری کو صرف کرے، یہ صحیح نہیں ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے کہ جس سوکن کو باری دے دی گئی ہے بہ اس کا حق ہے خواہ وہ اس باری کو لے یا ترک کردے (علامہ شامی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ محقق ابن ہمام نے شافعیہ کا موقف ذکر کرکے اس کو برقرار رکھا ہے، البتہ یہ کہا کہ اگر ہبہ کرنے والی کی رات، اس سوکن کی رات سے متصل ہے تو خاوند اس کے پاس دو راتیں رہے اور اگر یہ رات اس کے ساتھ متصل نہیں ہے تو درمیان میں جس عورت کی باری ہے اس سے منتقل کرے اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کے بھی اس مسئلہ میں دو قول ہیں، علامہ شامی کہتے ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جس بیوی کی باری درمیان میں آرہی ہے اس سے اجازت لیے بغیر نقل نہ کرے۔[۵]

۱۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۶ ص ۲۴۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

۴۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۲ - ۴۵۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ علامہ شامی، علامہ ابن ہمام اور صاحب نہر وغیرہ نے اس مسئلہ میں مشائخ حنفیہ کا قول چھوڑ کر فقہاء شافعیہ کا قول اس لیے اختیار کیا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کا قول حدیث کے زیادہ قریب ہے اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ فقہاء احناف تقلید میں جامد اور متعصب نہیں ہیں اور وہ درحقیقت قرآن اور حدیث کی اتباع کرتے ہیں جہاں مشائخ حنفیہ کے اقوال قرآن اور حدیث کے مطابق ہوں تو قرآن اور حدیث کی اتباع میں ان اقوال پر عمل کرتے ہیں اور جہاں مشائخ حنفیہ کے اقوال قرآن اور حدیث کے مطابق نہ ہوں تو وہ قرآن اور حدیث پر عمل کرتے ہیں اور ان اقوال کو چھوڑ دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ٣٥٢٦ میں ان عورتوں کا ذکر ہے جو اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیتی تھیں، ان عورتوں کی تفصیل ہم اس سے پہلے کتاب النکاح میں بیان کر چکے ہیں،

ازواج میں باریوں کی تقسیم حضور پر واجب تھی یا نہیں؟

حدیث نمبر ٣٥٢٦ میں سورہ احزاب کی جس آیت کا ذکر ہے علامہ ابن حجر نے اس کی تفسیر میں تین قول بیان فرمائے ہیں:

(ا)۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں ایام کی تقسیم واجب نہیں تھی آپ کو اختیار تھا کہ جس زوجہ کے پاس جتنے دن چاہیں رہیں۔ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس، مجاہد، حسن، قتادہ اور ابو رزین سے یہ تفسیر روایت کی ہے۔

(ب)۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا ہے جس کو چاہیں طلاق دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔

(ج)۔ یہ آیت ان عورتوں کے بارے میں ہے جو اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہیں۔ آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کر لیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں [1]

تمام اہل سیرت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تقسیم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر عمل نہیں کیا، اور تمام ازواج کے ہاں باری باری جاتے تھے۔

حضرت صفیہ کی باری مقرر نہ کرنے کے سلسلے میں عطا اور ابن جریج کا مغالطہ

حدیث نمبر ٣٥٢٨ میں ہے جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ حضرت صفیہ بنت حیی تھیں۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ قاضی عیاض نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے۔ ملا علی قاری نے ابن جریج کے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ اور لکھا ہے:

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ وہم ہے جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ حضرت سودہ تھیں اور اس مسئلہ میں حدیث کے راوی ابن جریج نے مغالطہ کھایا ہے۔ [2]

علامہ ابن سعد نے بھی عطا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حیی کی باری مقرر نہیں کی تھی پھر انہوں نے اس کے رد میں زہری کی سند سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت صفیہ آپ کی ازواج میں سے تھیں اور آپ دیگر ازواج کی طرح ان کی باریاں مقرر کرتے تھے پھر ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پردہ ڈالا اور دیگر ازواج کی طرح ان کی باریاں مقرر کیں پھر ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ

---

[1]۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ، فتح الباری ج ٨ ص ٥٢٦، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ١٤٠١ھ

[2]۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ، المرقات ج ٦ ص ٣٦٣، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ١٣٩٠ھ

روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو حجاب میں لیا اور دیگر ازواج کی طرح ان کی باریاں مقرر کیں [۱]۔

حضرت میمونہ حضرت میمونہ بنت الحارث، ام المؤمنین ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے ابو رہم بن عبدالعزی کے عقد میں تھیں۔ علامہ محمد بن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں عمرہ قضاء کے موقع پر مکہ سے دس میل دور مقام سرف میں حضرت میمونہ سے عقد کیا، حضرت میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ تھیں ان کے بعد آپ نے کسی زوجہ سے عقد نہیں کیا۔

حضرت میمونہ کی نماز جنازہ حضرت ابن عباس نے پڑھائی۔ یزید بن معاویہ کی خلافت کے اخیر ۶۱ھ میں حضرت میمونہ کا انتقال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں آپ کا انتقال سب سے آخر میں ہوا۔ جس وقت آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر ۸۰ یا ۸۱ سال تھی [۲]۔

باب ۲۶ اِسْتِحْبَابِ نِكَاحِ ذَاتِ الدِّيْنِ

دیندار عورت سے نکاح کرنے کا استحباب

۳۵۳۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَعُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار وجوہ کی بناء پر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب کی وجہ سے، اس کے حسن کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دیندار عورت کے حصول کی کوشش کرو۔

کفو کا لغوی معنی علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: کفئ کا معنی ہے "نظیر"، کفاء، کفو اور کفاءت کا بھی یہی معنی ہے، لا کفاء لہ، کا معنی ہے لا نظیر لہ، کفاء کا معنی ہے نظیر اور مساوی، کفاءۃ فی النکاح کا معنی ہے زوج کا عورت کے دین، نسب اور بیت وغیرہ میں مساوی ہونا [۳]۔

سید محمد مرتضٰی زبیدی لکھتے ہیں کفو کا معنی ہے مثل۔ ہر چیز کی مثال کو کفو کہتے ہیں [۴]۔

کفو کا اصطلاحی معنی کفو کا معنی ہے صفات مخصوصہ ممتازہ میں مساوی اور نظیر ہونا، نکاح میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا، لڑکی کے معیار سے کم اور نیچا تو نہیں ہے کیونکہ جو لڑکی صفات مخصوصہ ممتازہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہو

۱۔ علامہ محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

۲۔ علامہ محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۳۰-۱۳۲، ملخصا، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

۳۔ علامہ جمال الدین ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

۴۔ السید محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی حنفی نزیل مصر، تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

وہ اس لڑکے کا فراش بننے کو ناپسند کرے گی جو اس سے صفات میں ادنیٰ ہو اور لڑکی کے وارث اور والی بھی اس بات کو اپنے لیے موجب عار سمجھتے ہیں کہ ان کی لڑکی ایسے گھرانے میں بیاہی جائے جن کا گھرانا حسب و نسب، مال و دولت، دینداری، اور صنعت و حرفت کے اعتبار سے ان کے ہم پلہ نہ ہو یا ان سے بہت کم ہو۔ کفو میں چھ چیزوں کا لحاظ کیا جاتا ہے (۱) اسلام (۲) نسب یعنی کسی شخص کے جد اعلیٰ کا سید، شیخ، مرزا یا مغل ہونا یا جیسے کوئی حضرت ابوبکر کی اولاد ہے، کوئی حضرت عمر کی، کوئی حضرت عثمان کی اور کوئی حضرت علی کی۔ (۳) تقویٰ اور دینداری۔ (۴) حریت یعنی آزاد ہو غلام نہ ہو (۵) مال و دولت (۶) صنعت و حرفت یعنی پیشہ۔[۱]

کفو کی تحقیق

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کفو میں نسب کا اعتبار کرتے ہیں، اور سفیان ثوری کفو میں نسب کا مطلقاً اعتبار نہیں کرتے، سفیان ثوری کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں اور کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے، فضیلت صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ ابوطیبہ نے بنو بیاضہ کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے اس کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطیبہ سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر بڑا فتنہ اور فساد ہو گا، انھوں نے کہا ہاں ہم بخوشی کریں گے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرب کی ایک قوم کو نکاح کا پیغام دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے کہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ میرا نکاح کر دو، اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا انھوں نے یہ پیغام منظور کر لیا تھا، بعد میں کسی اور وجہ سے یہ نکاح نہیں ہوا۔

علامہ سرخسی ایک طویل بحث کے بعد سفیان ثوری کی دوسری دلیل میں پیش کردہ احادیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

وتاویل الحدیث الاخر الندب الی التواضع وترک طلب الکفاءۃ لا الالزام وبہ نقول ان عند الرضا یجوز العقد۔[۲]

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کرنا اور کفو کی طلب کو ترک کرنا مستحب ہے اور کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضا کے وقت (غیر کفو میں) نکاح کرنا جائز ہے۔

علامہ سرخسی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کفو کو طلب کرنا لازم نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کو اختیار کر کے غیر کفو میں نکاح کیا جائے۔ وللہ الحمد۔

علامہ سرخسی نے جو کچھ بیان کیا ہے یہی اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔ اصل چیز اسلام اور اعمال صالحہ ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ علم اور تقویٰ کی فضیلت عارضی ہے اور سادات کی نسبی فضیلت ذاتی ہے، عارضی فضیلت زائل ہو سکتی ہے اور ذاتی فضیلت کا زوال نہیں ہو سکتا، لیکن ان بزرگوں نے یہ غور نہیں کیا کہ سادات کی نسبی فضیلت اسلام اور اعمال صالحہ کے بغیر غیر معتبر اور کالعدم ہے العیاذ باللہ اگر کوئی سید مرتد ہو جائے تو کیا اس کی نسبی فضیلت زائل نہیں ہو جائے گی؟ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب ایمان نہیں لایا تو کیا اسے یہ نہیں فرمایا گیا: انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح (ھود: ۴۶) "یہ تمہارا اہل نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال نیک نہیں ہیں"۔

آج دنیا میں کالے اور گورے کی تفریق پر نسلی امتیاز برتتے جا رہے ہیں اور سفید فام اقوام سیاہ فاموں کو اپنے برابر کے حقوق دینے پر تیار نہیں ہیں، بھارت میں برہمن اونچی ذات کا سپوت ہے اور شودر نیچ ذات

---

[۱] السید محمد امین ابن عابدین حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۲] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۳، (ملخصاً) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

کا سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک زمانہ میں غلاموں کو آزاد لوگوں کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا۔ آج بھی امیروں اور غریبوں میں تفریق رکھی جاتی ہے آج بھی جولاہوں، حجاموں اور موچیوں کو نیچ سمجھا جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جولاہے نہ ہوں تو ہم سرعام برہنہ نظر آئیں موچی نہ ہوں تو ہم اپنے پیروں کو گندگی اور گرمی سے بچا نہ سکیں، حجام نہ ہوں تو ہم اپنے بالوں کی درستگی نہ کرا سکیں۔ سلام ہو اس نبی امی پر جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جوتیوں کی مرمت کر لی کہ کہیں تم جوتی گانٹھنے والوں کو حقیر نہ سمجھ لینا جس نے عرب کے معزز گھرانے میں ایک غلام کا رشتہ کرا کے انسانیت اور مساوات کا جھنڈا بلند کیا جس نے خود اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم یکے بعد دیگرے ایک غیر ہاشمی اموی نوجوان کے نکاح میں دیں اور یہ کوئی ضرورت اور اضطرار کا مسئلہ نہ تھا کیونکہ آپ کے سامنے ہاشمی خاندان کے بھی رشتے تھے لیکن وہ انسان کامل اور محسن انسانیت خود اپنی صاحبزادیوں کا رشتہ غیر کفو میں کر کے یہ مثال اور نمونہ قائم کرنا چاہتا تھا کہ جب میں افضل خلق علی الاطلاق ہو کر رشتہ کے معاملہ میں نسب کے مقابلہ میں اسلام اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہوں تو تم بھی نسبی خصوصیات کی بجائے اسلام اور تقویٰ کو ترجیح دینا اور نسب، مال و دولت اور صنعت و حرفت کی بناء پر کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھنا۔

افضل اور انسب تو یہی ہے کہ رنگ و نسل اور صنعت و حرفت کے امتیازات سے بالا ہو کر صرف اسلام اور تقویٰ کی بنیاد پر رشتے کیے جائیں لیکن اسلام دین فطرت ہے، اور اسلام نے لوگوں کے مزاج، ان کے ماحول اور ان کی نفسیات کو بھی پیش نظر رکھا، چونکہ خاوند اور بیوی نے ساری زندگی ایک ساتھ گذارنی ہوتی ہے اس لیے ان کے ماحول اور مزاج میں مکمل یگانگت ہونی چاہیے، اگر ان کے درمیان کسی وجہ سے منافرت آجائے تو اس دائمی رشتہ میں ناخوشگواریوں کے آنے کا خدشہ ہے اور جس گھرانے اور خاندان کی لڑکی کو عرف اور معاشرہ میں اعلیٰ درجہ کا قرار دیا جاتا ہو اس کی شادی اگر ایسے لڑکے سے کر دی جائے جس کو عرف اور معاشرہ میں گھٹیا سمجھا جاتا ہو تو یہ لڑکی اور اس کے سرپرستوں کے لیے باعث ننگ و عار ہوگا اور ایسے گھر میں اس لڑکی کا زندگی گزارنا اجیرن اور دشوار ہو جائے گا۔ اس لیے جمہور فقہاء نے اپنے اجتہاد سے ایک متوسط قول کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت ترجیح تو تقویٰ اور پرہیزگاری کو دو لیکن اس کے ساتھ ساتھ حسب نسب اور صنعت و حرفت کی خصوصیات کو بھی پیش نظر رکھو۔ لیکن اگر لڑکی کے اولیاء اور وارث لڑکی کی مرضی سے اس کا نکاح غیر کفو میں کر دیں تو وہ صحیح اور جائز ہے یا لڑکی اپنی مرضی سے از خود غیر کفو میں نکاح کرے اور اطلاع ملنے پر لڑکی کے اولیاء اس نکاح کی اجازت دے دیں پھر بھی نکاح جائز اور صحیح ہے اور اگر لڑکی کے اولیاء اس کی اجازت نہ دیں تو وہ اس نکاح کو قاضی سے فسخ کرا سکتے ہیں۔ تاہم امام مالک اور محققین فقہاء احناف کے نزدیک نکاح میں صرف دینداری میں کفاءت شرط ہے اور کسی قسم کی کفاءت نکاح میں شرط نہیں ہے قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال سے یہی ثابت ہے اور یہی ہمارا مختار ہے، ہم پہلے اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث بیان کریں گے پھر مذاہب ائمہ بیان کریں گے اور آخر میں مخالفین کے دلائل پر تبصرہ کریں گے اور اس پر تفصیلی گفتگو اس کتاب کے ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

بعض متاخرین بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر غیر کفو میں نکاح خواہ لڑکی اور اس کے اولیاء اور وارثوں کی اجازت سے ہو پھر بھی حرام ہے اور یہ نکاح زنا کے مترادف ہے لیکن ان بزرگوں نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان تمام عورتوں کا ذکر فرما دیا جو نسب، رضاعت، صہر، جمع فی النکاح اور منکوحہ غیر ہونے کے اعتبار سے حرام ہیں اس کے بعد فرمایا واحل لکم ماوراء ذٰلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین (نساء: ۲۴) "اور ان محرمات مذکورہ کے ماسوا سب عورتیں تمہارے

لیے حلال ہیں، بشرطیکہ تم مال (مہر) کے معاوضہ میں اپنی پاکبازی کے تحفظ کی خاطر ان سے عقد کرو در آں حالیکہ تم زنا کرنے والے نہ ہو" اس آیت میں لفظ "ما" استعمال کیا ہے اور "ما" کا استغراق اور عموم قطعی ہے جس کی حدیث صحیح سے بھی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ پھر بادشما کے خیال میں اتنی طاقت کب ہے کہ اس عموم کی تخصیص کر کے یہ کہہ سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بیان فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ تمام عورتوں کو مسلمانوں پر حلال کر دیا ہے۔ اس میں مزید تخصیص ہے، محرمات مذکورہ کے ماسوا تمام عورتیں حلال نہیں ہیں، بلکہ ایک عورت مزید حرام ہے اور یہ وہ ہے جس کا کفو مرد کے کفو سے اعلیٰ ہو۔

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے: فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربٰع (النساء: ۳) "جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو۔ دو، دو سے، تین، تین سے اور چار چار سے" اس آیت میں بھی لفظ "ما" ہے جو عموم کے لیے ہے (یعنی محرمات مذکورہ کے ماسوا) جو عورتیں تمہیں پسند آئیں خواہ غیر کفو سے ہوں باہمی رضامندی کے ساتھ ان سے نکاح کر لو۔

قرآن مجید میں ہے: یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات: ۱۳) "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہاری شناخت کے لیے الگ الگ خاندان اور قبیلے بنائے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو"

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: امام ابو داؤد نے مراسیل میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت ابی ہند کے بارے میں نازل ہوئی، امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ایک عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: نزوج بناتنا موالینا؟ "ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کر دیں؟" اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوبا الآیۃ۔ زہری کہتے ہیں کہ یہ آیت بالخصوص ابو الہند کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1]

علامہ آلوسی نے مراسیل ابو داؤد،[2] ابن مردویہ اور سنن بیہقی[3] کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ ابو الہند کے ساتھ اپنی ایک عورت کی شادی کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کر دیں؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یا یھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی۔ الآیۃ۔ زہری نے کہا کہ یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فصد لگانے والا غلام تھا۔[4]

غور فرمائیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عورت سے ایک فصد لگانے والے غلام کا نکاح کرا کے صنعت و حرفت اور حسب و نسب

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ ھ
۲۔ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ ھ، مراسیل ابو داؤد، ص ۱۲، مطبوعہ ولی محمد اینڈ سنز کراچی۔
۳۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
۴۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کی بڑائی کے سارے بت زونذ ڈالے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلا مبینا۔ (احزاب: ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم دے دیں تو کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو اس حکم پر عمل نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں جا پڑے گا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی عبد اللہ ابن جحش کے بارے میں نازل ہوئی ہے، حضرت زینب حضور کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے نکاح کا پیغام دیا، حضرت سیدہ زینب نے یہ پیغام سن کر کہا یا رسول اللہ! میں اپنی قوم میں معزز ہوں، آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں میں اس غلام سے نکاح نہیں کر سکتی! اور ایک روایت میں ہے حضرت سیدہ زینب نے فرمایا میں حسب اور نسب کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش نے بھی یہی کہا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا الایۃ۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد دونوں بھائی بہن کے سر تسلیم خم ہو گئے وہ اس نکاح پر راضی ہو گئے۔ رضی اللہ عنہما[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معزز آزاد عرب لڑکی کا نکاح ایک غلام سے کر دیا اور یوں کفو کی بڑائی کے بتوں کے توڑنے کی ابتداء آپ نے اپنے خاندان سے کی، سلام ہو اس نبی پر جس نے اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح ایک غلام سے کر کے انسانیت کا پرچم بلند کیا، صرف زبان سے نہیں کہتے تھے "اے لوگو سنو! تمہارا رب واحد ہے، تمہارا باپ واحد ہے، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے"! آپ نے لوگوں کو انسانی مساوات کی جو تعلیم دی تھی اس پر عمل کر کے دکھایا اور عمل کی ابتداء اپنے گھرانے سے کی تھی!، امام رازی نے بھی اس آیت کا یہی شان نزول بیان کیا ہے[2] امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔[3]

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید کی اس آیت میں سب سے زیادہ صراحت ہے!

ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرك ولو اعجبکم۔ (بقرہ: ۲۲۱)

اور (مسلمان عورتوں کی) مشرک کے نکاح میں نہ دو، جب تک وہ ایمان نہ لائیں خواہ وہ مشرک تمہیں (حسب و نسب اور مال و دولت کے لحاظ سے) اچھے کیوں نہ معلوم ہوں، اور بے شک غلام مسلمان آزاد مشرک سے بہتر ہے۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲، ص ۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۷ ص ۱۳۶-۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ مسلمان آزاد لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے کرنا جائز ہے حالانکہ غلام آزاد کا کفو نہیں ہوتا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آزاد مسلمان لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے جائز قرار دیا ہے۔

یہاں تک ہم نے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں غیر کفو میں نکاح کا جواز بیان کیا ہے اس کے بعد اب ہم احادیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا حکم بیان کریں گے۔

احادیث سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن یحیی بن ابی کثیر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا جاء کم من ترضون امانتہ وخلقہ فانکحوہ کائنا من کان، فان لا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیرا و قال: عریض [1]

یحیی بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کر دو خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں بہت زیادہ فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

یہ حدیث جامع ترمذی میں امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوحاتم سے روایت کی ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے [2]، امام حاکم نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے: ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ [3] "بخاری اور مسلم میں یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے"۔ امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے [4]۔ علامہ علی متقی ہندی نے اس حدیث کو امام نسائی، امام بیہقی، امام ابن عدی اور امام ابن ابی حاتم مزنی کے حوالوں سے روایت کیا ہے [5]، اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے [6]

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکحت المقداد وزیدا لیکون اشرفکم عند اللہ احسنکم اسلاما۔ انکح المقداد

شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے مقداد اور زید کا نکاح کیا تاکہ جو اللہ کے نزدیک مرتبہ والے ہیں وہ تمہارے نزدیک بہترین مسلمان ہوں،

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ
[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[3] حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۵، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔
[4] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[5] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۳۱۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ
[6] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۱، مطبوعہ دلی محمد اینڈ سنز کراچی۔

ضباعة ابنة الزبیر بن عبد المطلب وانکح زید بن حارثة زینب بنت جحش وکان المقداد قد اصابه سباء[1]

حضرت مقداد کا نکاح حضرت زبیر بن عبد المطلب کی لڑکی ضباعہ سے کیا، اور زید بن حارثہ کا نکاح زینب بنت جحش سے کیا، مقداد دشمنوں کی قید میں رہ چکے تھے۔

حضرت مقداد بن عمر حضر موت کے رہنے والے تھے بچپن ہی مختلف ہاتھوں میں پرورش پائی، نوجوانی میں اسود بن عبد یغوث نے بیٹا بنا لیا اسی وجہ سے مقداد بن اسود کہلائے[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچازاد بہن ہاشمی خاتون کا نکاح ایک غیر قرشی، غریب الدیار نوجوان سے حسب ونسب اور کفو کا خیال کیے بغیر کر دیا، کیونکہ آپ کے نزدیک وہ اچھا مسلمان تھا اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا، اور اپنی سگی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کا نکاح یمن سے لائے ہوئے ایک غلام کے ساتھ کر دیا اور حسب ونسب کی عظمت کے سارے اصول اور پیمانے بدل ڈالے!

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا،[3] اور امام بخاری نے بھی اس حدیث کو صحیح بخاری (ج ۲ ص ۷۶۲) میں بیان کیا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یا بنی بیاضة انکحوا ابا هند وانکحوا الیه قال وکان حجاما هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو بیاضہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دو، ابو ہند، بنو بیاضہ کا فصد لگانے والا غلام تھا امام حاکم کہتے ہیں کہ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے روایت نہیں کیا لیکن یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

بنو بیاضہ معزز لوگ تھے ابو ہند ان کے غلام تھے اور فصد لگاتے تھے، انھوں نے اس رشتہ کو ناپسند کیا تو قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی یا ایها الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی الایة پھر وہ لوگ راضی ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کی عورت سے ابو ہند کا نکاح کر دیا اور حسب ونسب پر تفاخر کے سارے جام وسبو توڑ ڈالے!

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے مراسیل[5] میں اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ[6] میں زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے نیز علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[7]

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۲، مطبوعہ ولی محمد اینڈ سنز کراچی

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۳۱۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ ایران، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن الحکم بن عیینۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسل بلالا الی اہل بیت من الانصار یخطب الیہم فقالوا عبد حبشی قال بلال لولا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ان اٰتیکم لما اٰتیتکم فقالوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرک قال نعم قالوا قد ملکت فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فادخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطعۃ من ذھب فاعطاہ ایاھا فقال سق ھٰذا الی امرأتک وقال لاصحابہ اجمعوا الی اخیکم فی ولیمتہ۔ [1]

حکم بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے گھر بھیجا تاکہ وہ اپنے رشتہ کا پیغام دیں، ان انصاری کے گھر والوں نے کہا یہ تو حبشی غلام ہے! حضرت بلال نے کہا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس آنے کے لیے نہ کہا ہوتا تو میں کبھی نہ آتا، انھوں نے کہا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے؟ حضرت بلال نے کہا ہاں! انھوں نے کہا تم اس رشتہ کے مالک ہو! حضرت بلال نے جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کا ٹکڑا آیا۔ آپ نے وہ حضرت بلال کو عطا فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کے پاس لے جانا اور حضرت بلال کے دوستوں سے فرمایا تم اپنے بھائی کے ولیمہ کی تیاری کرو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عربی عورت کا ایک حبشی غلام کے ساتھ نکاح کرکے یہ تعلیم دی ہے کہ حریت، حسب ونسب اور صنعت وحرفت اصل چیز نہیں ہیں، اصل چیز کسی شخص کا اچھا مسلمان ہونا ہے کوئی شخص حسب ونسب اور صنعت وحرفت میں کم تر ہو لیکن وہ اچھا مسلمان ہو تو اس کو رشتہ دے دینا چاہیے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [2]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن فاطمۃ بنت قیس ان ابا عمرو بن حفص طلقھا البتۃ وھو غائب فارسل الیھا وکیلہ بشعیر فسخطتہ فقال واللہ مالک علینا من شیء فجاءت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ذلک لہ فقال لیس لک علیہ نفقۃ

حضرت فاطمہ بنت قیس بیان کرتی ہیں کہ ابو عمرو بن حفص نے مجھے طلاق بائن دے دی، درآں حالیکہ وہ غائب تھا، اس کے وکیل نے حضرت فاطمہ کے پاس کچھ جو بھیجے، وہ ناراض ہوگئیں، وکیل نے کہا قسم بخدا تمہارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تمہارے لیے اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے پھر آپ نے

---

[1] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۲-۱۱، مطبوعہ نور محمد اینڈ سنز کراچی۔
[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

فامرها ان تعتد فی بیت ام شریک ثم قال تلک امرأۃ یغشاها اصحابی اعتدی عند ابن ام مکتوم فانه رجل اعمی تضعین ثیابک فاذا حللت فاذنینی قالت فلما حللت ذکرت له ان معاویۃ بن ابی سفیان و اباجهم خطبانی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ابو جهم فلا یضع عصاہ عن عاتقه و اما معاویۃ فصعلوک لا مال له انکحی اسامۃ بن زید فکرهته ثم قال انکحی اسامۃ فنکحته فجعل اللہ فیه خیرا واغتبطت [1]

انھیں حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر میں عدت گزاریں، پھر فرمایا ان کے ہاں تو میرے صحابہ آتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہے تم آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکو گی، اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ وہ کہتی ہیں جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوجہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں ہے، اور رہے معاویہ تو وہ غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔ میں نے ان کو ناپسند کیا (شاید ان کے کالے رنگ اور غلام زادہ ہونے اور عدم کفو کی وجہ سے) آپ نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو، میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بہت خیر کی عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں

حضرت فاطمہ بنت قیس قریش کے ایک معزز گھرانے کی خاتون تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید ان کے کفو نہ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر کے یہ واضح کیا کہ غیر کفو میں بھی نکاح جائز ہے اور بسا اوقات غیر کفو کے نکاح میں بڑی خیر ہوتی ہے۔

یہ حدیث امام ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے [2]۔ امام نسائی نے بھی اس کو روایت کیا ہے [3]۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے فرمایا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے [4]۔ امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے [5]۔ امام مالک نے بھی اس کو روایت کیا ہے [6]۔ امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے [7]۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۲ - ۳۱۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ،

[3] امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۳ - ۱۸۲، مطبوعہ " " "

[5] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۴، " " "

[6] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۵۲۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[7] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان زوج بریرة کان عبدا یقال له مغیث کانی انظر الیه یطوف خلفها یبکی ودموعه تسیل علی لحیته فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعباس یا عباس الا تعجب من حب مغیث بریرة ومن بغض بریرة مغیثا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو راجعتیه قالت یا رسول اللہ تأمرنی قال انما اشفع قالت فلا حاجة لی فیه۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بریرہ کے خاوند ایک غلام تھے جن کا نام مغیث تھا، میں ان کی طرف دیکھتا تھا وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے پھرتے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا کیا تمہیں اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنی نفرت ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا کاش کہ تم مغیث سے نکاح کر لو! حضرت بریرہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ آپ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں صرف سفارش کر رہا ہوں! حضرت بریرہ نے کہا پھر مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے حضرت بریرہ یہودیوں کی لونڈی تھیں اور ان کا نکاح حضرت مغیث سے ہو چکا تھا حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو یہودیوں سے خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت مغیث حسب سابق غلام رہے اور یہ اسلام کا قاعدہ ہے کہ جب شادی شدہ لونڈی آزاد کر دی جائے اور اس کا خاوند غلام ہو تو اس آزاد شدہ لونڈی کو خیار عتق دیا جاتا ہے آیا وہ اس غلام کے نکاح میں رہنا چاہتی ہے یا نہیں۔ حضرت بریرہ کو جب یہ اختیار دیا گیا تو انھوں نے حضرت مغیث کو مسترد کر دیا، حضرت مغیث کی حضرت بریرہ سے فراق میں جو حالت زار ہوئی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترس آیا اور آپ نے انھیں حضرت مغیث سے نکاح کا مشورہ دیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت بریرہ آزاد تھیں اور مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ کا کفو نہ تھے اگر غیر کفو میں نکاح ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نکاح کا مشورہ کیوں دیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ کو حضرت مغیث کے ساتھ نکاح کا مشورہ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز اور مشروع ہے البتہ چونکہ یہ حضور کا صرف مشورہ تھا جس کی حیثیت سفارش کی تھی کوئی تشریعی امر نہیں تھا اس لیے حضرت بریرہ نے اپنے حق خیار کو استعمال کیا اور یہ شرعاً قابل مواخذہ نہیں ہے تاہم خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

آثار صحابہ و تابعین سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة: ان ابا حذیفة بن عتبة بن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن

[1] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

ربیعۃ بن عبد شمس و کان ممن شہد بدرا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم تبنی سالما فانکحہ بنت اخیہ ھند بنت الولید بن عتبۃ بن ربیعۃ و ھو مولی لامراۃ من الانصار۔[1]

ربیعہ بن عبدالشمس کے بیٹے ابوحذیفہ جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوحذیفہ نے سالم کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا، سالم ایک انصاری عورت کے غلام تھے۔ حضرت ابوحذیفہ نے سالم کے ساتھ اپنی سگی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا۔

یہ نکاح بھی غیر کفو میں کیا گیا کیونکہ آزاد قریشی خاتون کا نکاح ایک غلام سے کیا گیا۔ یہ حدیث سنن نسائی میں بھی ہے[2] اور یہ حدیث سنن بیہقی میں بھی ہے[3] امام عبدالرزاق نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔[4]

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن سیرین قال : قال عمر بن الخطاب ما فی شیء من امر الجاھلیۃ غیر شتین : غیر انی لست ابالی ای المسلمین انکحت و بایھن انکحت۔[5]

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے تھے کہ زمانہ جاہلیت کی صرف دو چیزیں میں نے باقی رکھی ہیں، ایک یہ کہ میں کسی مسلمان کے ساتھ بھی رشتہ کروں مجھے اس میں عار نہیں۔ دوسری یہ کہ میں کسی مسلمان عورت سے نکاح کر لوں مجھے اس میں عار نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی سادات اور اشراف کے ساتھ خصوصیت کی تحقیق

حضرت علامہ ابن حجر مکی سے یہ سوال کیا گیا کہ حضرت زینب بنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد بکثرت موجود ہے کیا ان کی اولاد کا بھی وہی حکم ہوگا جو ان کے بھائیوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد کا ہے اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے تو آپ کی نواسیوں کی اولاد آپ کی طرف کیوں منسوب نہیں ہوتی؟

علامہ ابن حجر مکی نے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت زینب کی اولاد کے لیے یہ حکم تو ثابت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، آپ کی اہل بیت اور آپ کی ذریت ہیں لیکن اس کے باوجود ان کا نسب آپ سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ فقہاء کہتے ہیں کہ کسی شخص کی اولاد میں اس کی بیٹی کی اولاد بھی شامل ہوتی ہے لیکن اس کی نسل اور نسب میں صرف بیٹے اور پوتے شامل ہوتے ہیں، اور علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہے یعنی ان سے آپ کا نسب ثابت ہے اور نواسیوں کی اولاد کا آپ سے نسب ثابت نہیں ہے یعنی حضرت ام کلثوم زوجہ عمر بن

---

[1] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۷ ص ۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[5] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے، اور حضرت زینب اور حضرت حسن اور حضرت حسین ان چاروں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب ثابت ہے اور حضرت حسن اور حضرت حسین کی اولاد کا نسب اولاً حضرت حسن اور حضرت حسین سے ثابت ہے اور ان کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نسب ثابت ہے برخلاف حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم کی اولاد کے کیونکہ ان کا نسب ان کے والدوں حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ سے ثابت ہے ان کا نسب نہ ان کی ماں حضرت فاطمہ سے ثابت ہے نہ ان کے نانا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ اولاد نسب میں اپنے باپ کے تابع ہوتی ہے نہ کہ ماں کے، فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور یہ ان کی خصوصیت ہے اور یہ حکم حضرت حسن اور حضرت حسین کی اولاد میں منحصر ہے کیونکہ حاکم نے یہ حدیث روایت کی ہے " لکل بنی ام عصبة الا ابنتی فاطمة فانا ولیها وعصبتها " ہر ماں کے بیٹوں کا ایک عصبہ ہوتا ہے سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے ان کا ولی اور عصبہ میں ہوں"، پس آپ کا نسب اور عصبیت دونوں حضرت حسنین کے ساتھ خاص ہیں اور ان کی بہنوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ اس لیے تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ شریفہ (سیدہ) کا جو بیٹا غیر شریف (غیر سید) سے ہوگا وہ غیر شریف (غیر سید) ہوگا (الی قولہ) اوائل میں شریف کا اطلاق عام تھا اور تمام اہل بیت کو شریف کہتے تھے خواہ وہ عباسی ہو یا عقیلی بعد میں جب فاطمیین مصر کے حاکم ہو گئے تو شریف کا لفظ صرف حضرت حسن اور حضرت حسین کی ذریت میں منحصر ہو گیا[1] (برصغیر میں شریف کو سید کہتے ہیں، سعیدی)

نیز علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ جو شرف حضرت فاطمہ زہرا کی اولاد کو حاصل ہوا ہے (یعنی ان کا حضور سے نسب ثابت ہے اور ان پر زکوٰۃ حرام ہے اور ان سے محبت اور تکریم ایمان کی علامت ہے) یہ صرف حضرت فاطمہ کی اولاد کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ اگر حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابو العاص سے نسل زندہ رہتی اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم کی حضرت عثمان سے نسل زندہ رہتی تو ان کو بھی وہی شرف اور سیادت حاصل ہوتی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل کے لیے ثابت ہے لیکن قضاءً باقی صاحبزادیوں کی نسل کا سلسلہ نہیں چل سکا[2]

سادات لڑکیوں کا غیر سادات سے نکاح کا جواز از روئے احادیث و آثار

علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل اوحی الی ان ازوج کریمتی من عثمان.
رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی تھی کہ میں اپنی دونوں صاحبزادیوں کا نکاح عثمان سے کر دوں۔

احناف کے نزدیک قریش کے تمام قبائل ایک دوسرے کا کفؤ ہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک ہاشمی اور مطلبی کا کفؤ کوئی دوسرا قبیلہ نہیں ہے اور حضرت عثمان اموی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا کفؤ نہیں تھے اس کے باوجود آپ نے اپنی

---

[1] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۴۲-۱۴۳، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[2] " " " " ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۴۲

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۸۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی الطبعة الثالثة، ۱۴۰۲ھ

صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے ایک اموی نوجوان سے عقد کیا، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں اذقد یقول یجوز کونہ لاسقاطحقہ فی الکفاءۃ نظرالی مصلحۃ اخری۔ [1] امام شافعی فرماتے ہیں اپنا حق ساقط کر کے غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے جبکہ وہاں کوئی اور مصلحت ہو، یہ صحیح ہے کہ احناف کے نزدیک قریش کے تمام قبائل ایک دوسرے کا کفو ہیں لیکن اہل ذوق اور اہل فہم پر مخفی نہیں کہ کفو کے معنی ہیں نسب میں مساوات اور شرف میں ایک دوسرے کا نظیر ہونا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے تمام تر فضائل کے باوجود شرف نسب میں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کے ہرگز کفو نہیں تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کا پرچم بلند کرنے کے لیے اور امت کے لیے اسوہ قائم کرنے کی خاطر حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے نکاح کر دیا۔ فصلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ صلوۃ دائما ابدا۔

علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن اسلم مولی عمر قال دعا عمر بن الخطاب علی بن ابی طالب فساره ثم قام علی فجاء الصفة فوجد العباس و عقیلا و الحسین فشاورهم فی تزویج عمر ام کلثوم فغضب عقیل وقال یاعلی ما تزیدك الایام والشهور والسنوات الا العمی فی امرك والله لئن فعلت لیکونن ولیکونن لاشیئا عددها و مضی یجر ثوبه فقال علی للعباس والله ما ذلك منه نصیحة ولکن درة عمر احرجته الی ما تری اما والله ما ذاك رغبة فیك یا عقیل ولکن اخبرنی عمر بن الخطاب یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول کل سبب و نسب منقطع یوم القیامة الا سببی و نسبی فضحك عمر فقال ویح عقیل سفیه احمق رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح۔ [2]

حضرت عمر کے غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت علی بن ابی طالب سے چپکے سے کوئی بات کی، پھر حضرت علی چوپال پر آئے اور وہاں حضرت عباس، حضرت عقیل اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے حضرت ام کلثوم (بنت علی بن فاطمہ) کا حضرت عمر کے ساتھ نکاح کے بارے میں مشورہ کیا، یہ سن کر عقیل غضبناک ہو گئے اور کہا اے علی جوں جوں دن گذرتے جاتے ہیں۔ تمہاری اپنے معاملات میں بے دقوفی بڑھتی جاتی ہے، اگر تم نے یہ نکاح کر دیا تو ایسا ہوگا، ایسا ہوگا، یہ کہہ کر عقیل اپنا کپڑا گھسیٹتے چلے گئے۔ حضرت علی نے حضرت عباس سے کہا عقیل نے خیر خواہی کی بات نہیں کی، بلکہ صرف عمر کے درہ سے خوف زدہ ہے، اے عقیل بخدا عمر یہ رشتہ کسی رغبت کی وجہ سے نہیں مانگ رہے، مجھے عمر نے یہ حدیث سنائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر رشتہ ازدواج اور ہر نسب منقطع ہو جائے گا سوا اس رشتہ کے جو مجھ سے قائم ہو اور سوا اس نسب کے جو مجھ سے قائم ہو، (یعنی حضرت عمر نے اس بشارت کے حصول کے لیے یہ رشتہ طلب کیا تھا نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں) پھر حضرت عمر ہنسے اور فرمایا افسوس عقیل احمق اور جاہل ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۲-۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثہ ۱۴۰۲ھ

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کفؤ میں رشتہ کرنے کے لیے لڑکی کے عام اولیاء اور وُرثاء کا راضی ہونا ضروری نہیں ہے۔ صرف ولی اقرب کی رضامندی ضروری ہے اور یہ کہ لڑکی اور اس کا ولی اقرب راضی ہو تو سید زادی کا نکاح غیر کفؤ میں ہو سکتا ہے۔ حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ثعلبة بن ابی مالك ان عمر بن الخطاب قسم مروطا بین نساء من نساء المدینة فبقی مرط جید فقال له بعض من عنده یا امیر المؤمنین اعط هذا بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم التی عندك یریدون ام کلثوم بنت علی فقال عمر ام سلیط احق وام سلیط من نساء الانصار ممن بایع رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عمر فانها کانت تزفر لنا القرب یوم احد[1]

ثعلبہ بن ابی مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مدینہ کی مستورات میں چادریں تقسیم کیں، ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ بعض اہل مجلس نے کہا اے امیر المومنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو دے دیجئے جو آپ کے نکاح میں ہیں ان کی مراد ام کلثوم بنت علی تھیں۔ حضرت عمر نے فرمایا حضرت ام سلیط اس چادر کی زیادہ مستحق ہیں حضرت ام سلیط ایک انصاری خاتون تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، حضرت عمر نے کہا جنگ احد میں وہ ہمارے لیے اپنی پیٹھ پر مشکیزے لاد کر لاتی تھیں۔

حضرت ام کلثوم کے ساتھ حضرت عمر کے نکاح کو شیعہ محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔ شیخ کلینی رازی روایت کرتے ہیں:

عن زرارة عن ابی عبد الله علیه السلام فی تزویج ام کلثوم فقال: ان ذلك فرج غصبناه[2]

زرارہ کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے حضرت ام کلثوم کے نکاح کے بارے میں کہا: ہم سے اس فرج کو چھین لیا گیا!

اس کے بعد دوسری روایت ہے:

عن هشام بن سالم عن ابی عبد الله علیه السلام قال، لما خطب الیه قال له امیر المؤمنین: انها صبیة قال: فلقی العباس فقال له مالی ابی باس؟ قال: وما ذاك قال خطبت الی ابن اخیك فردنی اما والله لاعورن زمزم ولا ادع

ہشام بن سالم بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا جب حضرت عمر نے حضرت علی کو نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علی نے فرمایا وہ (ام کلثوم) ابھی کم سن ہے، حضرت عمر حضرت عباس سے ملے اور کہا کیا سبب ہے کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ حضرت عباس نے پوچھا آپ ایسا کیوں کہتے ہیں، حضرت عمر نے کہا میں نے تمہارے بھتیجے کو نکاح کا پیغام دیا تھا انھوں نے اس کو مسترد کر دیا، سنو! بخدا! میں زمزم کو بند کرا دوں گا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۱ ھ

[2] ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸ ھ، الفروع من الکافی ج ۵ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار الکتب اسلامیہ تہران، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۲ ھ

لکم مکرمة الا هذ متها ـــــ ولا قیمن علیه شاهدین بأنه سرق ولا قطعن یمینه فاتاه العباس وسأله ان یجعل الامر الیه فجعله الیه۔[1]

تمہارے مکانات گروا دوں گا، میں دو گواہ قائم کروں گا، کہ علی نے چوری کی اور اس کا دایاں ہاتھ کٹوا دوں گا حضرت عباس، حضرت علی کے پاس گئے اور ان کو سمجھایا کہ یہ رشتہ منظور کر لیں، پھر حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کر دیا۔[2]

بعض بزرگ جو غیر کفو میں سید زادیوں کے نکاح کو ناجائز کہتے ہیں اور اس نکاح کو زنا سے تعبیر کرتے ہیں (العیاذ باللہ) ان پر جب حضرت ام کلثوم کے نکاح سے معارضہ کیا جاتا ہے تو وہ اس واقعہ کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ من گھڑت بات اور بے اصل روایت ہے، حالانکہ یہ واقعہ تواتر سے ثابت ہے۔ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے، تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون، تاریخ کامل، اصابہ، اسد الغابہ، استیعاب اور سینکڑوں تصانیف میں اس کا ذکر ہے حتیٰ کہ شیعہ محدثین اور مورخین نے بھی اس نکاح کو تسلیم کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم نے زیادہ حوالہ جات پیش نہیں کیے۔

فاطمہ بنت حسین کا پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی حسن بن حسن سے ہوا ان کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ بنت حسین کے بیٹے عبد اللہ بن حسن نے ان کے حکم سے ان کا نکاح حضرت عثمان کے پوتے عبد اللہ بن عمرو بن عثمان سے کر دیا اور یہ غیر سید سے سیدہ کے نکاح کی دوسری واضح مثال ہے، امام ابن سعد لکھتے ہیں:

فاطمة بنت حسین بن علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی وامها ام اسحاق بنت طلحة بن عبید الله بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ تزوجها ابن عمها حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب فولدت له عبد الله وابراهیم وحسن وزینب، ثم مات عنها فخلف علیها عبد الله بن عمرو بن عثمان بن عفان زوجها ایاه ابنها عبد الله بن حسن بامرها فولدت له القاسم ومحمدا۔[3]

فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی اور ان کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ہیں حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنے چچا زاد بھائی حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے شادی کی اور ان سے چار بچے پیدا ہوئے عبد اللہ، ابراہیم، حسن، زینب پھر ان کے خاوند حسن بن حسن فوت ہو گئے اور ان کے بعد حضرت فاطمہ بنت حسین کے حکم سے ان کے بیٹے عبد اللہ بن حسن نے ان کا نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے کر دیا ان سے ان کے دو بچے ہوئے قاسم اور محمد۔

[1] ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی، متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۵ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، الطبعة الثانیہ، ۱۳۶۲ھ،

[2] شیعہ محدثین نے حضرت عمر سے ام کلثوم کے نکاح کو جو رنگ دے کر بیان کیا ہے اس سے حضرت علی کے وقار میں کسی طرح اضافہ نہیں ہوا، پہلی روایت سے یہ لازم آیا کہ حضرت علی اس قدر کمزور تھے کہ ان سے حضرت عمر ان کی بیٹی چھین کر لے گئے۔ دوسری روایت سے یہ لازم آیا کہ ہاتھ کٹنے کے ڈر سے بیٹی کا رشتہ دے دیا اور کسی غیرت مند آدمی سے یہ باتیں متصور نہیں ہیں۔ حضرت علی کا مقام ان باتوں سے بہت بلند ہے۔

[3] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۷۳ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

سیدہ فاطمہ بنت حسین کا جو نکاح حضرت عثمان کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا ہے اس کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی [1] اور شیخ ولی الدین عراقی نے بھی کیا ہے۔[2]

حضرت حسین کی دوسری صاحبزادی سیدہ سکینہ کے یکے بعد دیگرے چار نکاح ہوئے اور چاروں غیر سادات سے ہوئے پہلا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا، ان کی شہادت کے بعد دوسرا نکاح عبداللہ بن عثمان سے ہوا ان کے انتقال کے بعد تیسرا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا، ان کی وفات کے بعد چوتھا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف زہری سے ہوا، امام ابن سعد لکھتے ہیں:

سكينة بنت الحسين بن علي بن ابي طالب بن عبدالمطلب وامها الرباب بنت امرئ القيس بن عدي بن اوس بن جابر بن كعب الى قوله تزوجها مصعب بن الزبير بن العوام ابتكرها فولدت له فاطمة ثم قتل عنها فخلف عليها عبد الله بن عثمان بن عبد الله بن حكيم بن حزام بن خويلد بن اسد بن عبد العزى بن قصي فولدت له عثمان الذي يقال له قرين وحكيما وربيحة فهلك عنها فخلف عليها زيد بن عمرو بن عثمان بن عفان فهلك عنها. فخلف عليها ابراهيم بن عبد الرحمن بن عوف الزهري كانت ولته نفسها فتزوجها [3]

سکینہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب، ان کی والدہ رباب بنت امرئ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب تھیں، سیدہ سکینہ سے مصعب بن الزبیر بن العوام نے شادی کی در آں حالیکہ آپ باکرہ تھیں، آپ سے فاطمہ نام کی لڑکی پیدا ہوئیں، مصعب کی شہادت کے بعد آپ سے عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام نے شادی کی ان سے دو لڑکے عثمان (جس کو قرین کہتے تھے) اور حکیم اور ایک لڑکی ربیحہ پیدا ہوئی ان کی وفات کے بعد زید بن عمرو بن عثمان بن عفان نے شادی کی اور ان کی وفات کے بعد آپ نے از خود ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف زہری سے شادی کی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی چھ پوتیوں کا نکاح غیر سادات سے ہوا جس کی تفصیل یہ ہے!

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

دهؤلاء ولد الحسن بن الحسن بن علي بن ابي طالب (الى قوله) وكان للحسن بن الحسن من البنات زينب شقيقة عبد الله وابراهيم والحسن تزوجها الوليد بن عبد الملك بن مروان وام كلثوم شقيقتهم ايضا تزوجها ابن عمها محمد بن علي بن الحسين، فاطمة بنت الحسن بن الحسن تزوجها معاوية بن عبد الله بن جعفر بن ابي طالب ثم خلف

یہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد ہے، حسن بن حسن کی متعدد بیٹیاں تھیں۔ ایک زینب تھیں جو عبداللہ ابراہیم اور حسن کی بہن تھیں ان کا نکاح ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا، دوسری ام کلثوم تھیں۔ ان کا نکاح ان کے چچازاد بھائی محمد بن علی بن حسین سے ہوا، تیسری فاطمہ تھیں ان کا نکاح معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا۔ بعد میں اس فاطمہ کا نکاح ایوب بن مسلمہ بن عبداللہ بن الولید بن الولید بن مغیرہ سے ہوا، چوتھی ملیکہ

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۳ - ۴۴۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۱۳، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[3] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۷۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

علی فاطمۃ ھذہ ایوب بن مسلمۃ بن عبد اللہ بن الولید بن الولید بن مغیرۃ، ملیکۃ بنت الحسن بن الحسن شقیقۃ جعفر و داؤد تزوجھا جعفر بن المصعب بن الزبیر وام القاسم بنت الحسن بن الحسن شقیقۃ ملیکۃ تزوجھا مروان بن ابان بن عثمان بن عفان[1]

تھیں یہ جعفر اور داؤد کی بہن تھیں ان کا نکاح جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوا، پانچویں ام قاسم تھیں یہ ملیکہ کی بہن تھیں، ان کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن بن حسن کی متعدد بیٹیاں تھیں جن میں سے چار کا نکاح غیر سادات سے ہوا، سیدہ زینب کا ولید بن عبد الملک سے، سیدہ فاطمہ کا نکاح معاویہ بن عبد اللہ سے، سیدہ ملیکہ کا نکاح جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوا اور سیدہ ام قاسم کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

وولد اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحکم المذکور محمد اکبر والحسین اسحاق مسلمۃ امھم خدیجۃ بنت الحسین بن الحسن بن علی بن ابی طالب ومحمد الاصغر والولید ویزید، امھم حمادۃ بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب خلف علیھا بعد بنت عمھا المذکورۃ[2]

اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحکم کی اولاد میں محمد اکبر، حسین، اسحاق، مسلمہ ان کی والدہ خدیجہ بنت الحسین بن الحسن بن علی بن ابی طالب تھیں، اور ان کی اولاد میں محمد اصغر، ولید اور یزید ہیں، ان کی والدہ حمادہ بنت الحسن بن الحسن بن ابی طالب تھیں جن سے اسماعیل بن عبد الملک نے ان کی چچازاد بہن کی وفات کے بعد شادی کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسین بن حسن اور حسن بن حسن کی دو صاحبزادیوں خدیجہ بنت الحسین بن الحسن اور حمادہ بنت الحسن بن الحسن سے اسماعیل بن عبد الملک بن حارث بن الحکم نے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ اور یہ شخص غیر سادات سے تھا۔

اعتبار کفو میں احادیث وآثار

جمہور فقہاء نے نکاح میں کفو کا اعتبار کیا ہے اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔ تاہم انسب اور اولیٰ یہی ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار کیا جائے تاکہ خاندان کے اتحاد اور مخصوص عادات، ماحول اور مزاج کی یکسانیت کی وجہ سے زوجین میں رفاقت رہے اور وہ خوشگوار زندگی گزار سکیں۔

حسب ذیل احادیث اور آثار میں کفو کا اعتبار کرنے کے دلائل ہیں۔

علامہ بیہقی لکھتے ہیں:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنکحوا النساء الا من الاکفاء

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح صرف ان کے کفو

---

[1] ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، جمہرۃ انساب العرب ص ۴۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ
[2] ” ” ” ” جمہرۃ انساب العرب ص ۴۲،

ولا یزوجھن الا الاولیاء ولا مھر دون عشرۃ دراھم رواہ ابو یعلی وفیہ مبشر بن عتیک وھو متروک [1]

ہیں کیا جائے اور ان کا نکاح صرف ان کے اولیاء کریں اور ان کا مہر دس درہم سے کم نہ ہو، اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی مبشر بن عتیک ہے اور وہ متروک ہے یعنی ضعیف۔

صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء نے اعتبار کفو کے سلسلے میں اسی حدیث کو ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، حافظ زیلعی نے بھی اس کے ضعف کی صراحت کی ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن الحارث بن عمران الجعفری عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال تخیروا لنطفکم فانکحوا الاکفاء وانکحوا الیھم تابعہ عکرمۃ ابن ابراھیم [2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو، خود بھی کفو میں نکاح کرو اور کفو ہی میں رشتہ دو، عکرمہ بن ابراہیم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ہر چند کہ حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لیکن تصحیح حدیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حارث سے مروی ہے اور وہ متہم ہے اور عکرمہ نے اس کی متابعت کی ہے اور اس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے [3]

یہ وہ ضعیف الاسناد احادیث مرفوعہ ہیں جن پر کفو کے اس عظیم الشان مسئلہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اعتبار کفو میں حضرت عمر کا ایک ضعیف اثر بھی پیش کیا جاتا ہے جس پر سیر حاصل بحث ہم نے اس کتاب کے ضمیمہ میں کر دی ہے۔

احادیث کفو کی فنی حیثیت

صاحب ہدایہ نے اعتبار کفو کے لیے جو حدیث پیش کی ہے: لاتنکحوا النساء الا الاکفاء الحدیث "صرف کفو میں نکاح کرو"۔ حافظ زیلعی اس کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبشر بن عبید ہے، دار قطنی نے کہا مبشر بن عبید متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ مبشر بن عبید کی روایات جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں، ابن حبان نے کہا یہ ثقات سے موضوعات روایت کرتا ہے۔ سوائے اظہار تعجب کے اس کی احادیث کو کتاب میں لکھنا جائز نہیں ہے، عقیلی نے بھی امام احمد سے نقل کیا کہ اس کی احادیث موضوع ہیں۔ بیہقی نے کہا کفو کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سے اکثر حجت نہیں ہیں، ان روایات میں سے حضرت علی کی یہ روایت ہے۔ ثلاثۃ لاتؤخرھا وفیہ والایم اذا وجدت کفوا "تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا اور اس میں یہ بھی ہے کہ غیر شادی شدہ عورت کا کفو مل جائے تو اس کے نکاح میں تاخیر مت کرو"۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کر کے کہا: ھذا اسناد

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، دار النشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

اسنادہ متصلا "میرے خیال میں یہ حدیث منقطع ہے" حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا لیکن یہ حدیث صحیح ہے۔ صاحب ہدایہ نے بھی اس حدیث سے کفو کے اعتبار پر استدلال کیا ہے، ابن جوزی نے کفارۃ کے اعتبار پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء۔ "اپنی اولاد کے لیے رشتوں کو پسند کرو اور کفو میں ان کا نکاح کرو" یہ حدیث جتنی اسانید سے مروی ہے وہ سب ضعیف ہیں۔[1]

حافظ زیلعی کی اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اعتبار کفو کے سلسلہ میں صرف حضرت علی کا یہ اثر سند صحیح سے مروی ہے: تین چیزوں میں تاخیر مت کرو۔۔۔۔ جب غیر شادی شدہ لڑکی کا کفو مل جائے تو اس کے نکاح میں تاخیر مت کرو۔

کفو میں فقہاء حنبلیہ کی رائے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ صحت نکاح کے لیے کفو کی شرط میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ کفو صحت نکاح کے لیے شرط ہے، اگر کوئی غلام، عرب عورت سے نکاح کرے تو یہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا، یہ سفیان کا قول ہے، امام احمد نے کہا جو شخص شرابی ہو وہ عورت کا کفو نہیں ہے اور ان کے درمیان تفریق کر دی جائیگی اسی طرح اگر جلاہا نکاح کرے تو اس کی بھی تفریق کر دی جائے گی، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، صاحب شرف عورتوں کا نکاح غیر کفو میں کرنے سے میں منع کروں گا۔"[2]

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ نکاح میں کفو شرط نہیں ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبد العزیز، عبید بن عمیر، حماد بن ابی سلمان، ابن سیرین، ابن عون، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب الرائے (امام ابوحنیفہ) کا یہی نظریہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات: ۱۳) "تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ وہ معزز ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ نے سالم کو بیٹا بنایا اور ان سے اپنی بھتیجی ہند بنت الولید کا نکاح کر دیا حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے غلام تھے، اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کا نکاح اسامہ سے کر دیا حالانکہ فاطمہ قرشیہ تھیں اور اسامہ غلام زادے تھے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کے باپ زید بن حارثہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے کر دیا حالانکہ زید بن حارثہ غلام تھے اور حضرت ابن مسعود نے اپنی بہن سے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے شادی کرنا خواہ وہ گورے رنگ کا رومی ہو یا کالے رنگ کا حبشی، اور اس لیے کہ کفو سے عورت اور اس کے اولیاء کا حق ختم نہیں ہوتا اس لیے نکاح میں کفو کی شرط نہیں ہے جیسا کہ نکاح میں عیب سے سلامتی کی شرط نہیں ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ نکاح میں کفاءت شرط نہیں ہے عورت اور اس کے تمام اولیاء راضی ہو جائیں تو نکاح صحیح ہے اور اگر بعض اولیاء راضی نہ ہوں تو کیا نکاح باطل ہو جائے گا یا نکاح صحیح رہے گا؟

---

[1] حافظ ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۹۷-۱۹۶ ملخصا، مطبوعہ مجلس علمی سورت، ۱۳۵۷ھ

[2] یہ اثر مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۱۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴/۲ ص ۴۱۸ اور سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۳ میں ہے، لیکن چونکہ یہ اثر حضرت عمر کے مسلک اور ان سے مروی دوسرے آثار کے خلاف ہے اس لیے ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ سعیدی غفرلہٗ

اس مسئلہ میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں اور امام شافعی کے بھی دو قول ہیں۔

امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ یہ نکاح باطل ہے کیونکہ کفارۃ تمام اولیاء کا حق ہے اور عقد کرنے والا ان کی رضاء کے بغیر تصرف کر رہا ہے اس لیے صحیح نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ جب ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مرافعہ کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار دیا اور نکاح کو باطل نہیں کیا۔ اس روایت کی بناء پر جو راضی نہ ہو وہ فسخ کر سکتا ہے، امام شافعی اور امام مالک کا یہی قول ہے (علامہ ابن قدامہ کا یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص لڑکی کو اختیار دیا ہے اور لڑکی اولیاء کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس کی مرضی کے بغیر اگر کفو میں بھی نکاح کر دیا جائے تو اس کو فسخ کا اختیار ہے اس لیے اس حدیث کا علامہ ابن قدامہ کے نظریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام شافعی اور امام مالک کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اور اس کے بعض اولیاء راضی ہو جائیں تو باقی اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اولیاء میں سے ہر ایک کی رضامندی ضروری ہے، اگر ولی اقرب مثلاً باپ نے غیر کفو میں نکاح کر دیا اور بھائی اس پر راضی نہیں ہیں تو وہ نکاح فسخ کرا سکتے ہیں اور امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب ولی اقرب نے نکاح کر دیا تو دوسرے اولیاء کے لیے فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اقرب کی موجودگی میں ابعد کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے اس کی مرضی غیر معتبر ہے۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ عورت اور اس کے تمام اولیاء راضی ہوں تو غیر کفو میں نکاح صحیح اور ناقابل فسخ ہے اور اگر بعض اولیاء راضی نہ ہوں تو عقد صحیح ہے لیکن وہ نکاح فسخ کرا سکتے ہیں نیز علامہ ابن قدامہ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ جن اولیاء کا اختلاف ہو وہ بوقت عقد اختلاف کا اظہار کر دیں اگر بعد میں اختلاف کا اظہار کیا تو نکاح باطل نہیں ہوگا۔

کفو میں مالکیہ کی رائے

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حضرت اسامہ سے نکاح کی تشریح میں علامہ زرقانی مالکی، قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس قرشیہ تھیں اور حضرت اسامہ غلام تھے۔[2]

قاضی ابوالولید باجی مالکی نے بھی اس حدیث کے تحت یہی تقریر کی ہے۔[3]

علامہ وشتانی مالکی نے مسئلہ کفارۃ پر طویل بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں: کفارۃ صفات معتبرہ میں تقارب کو کہتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ کفارۃ کا کس چیز میں اعتبار ہوتا ہے تو امام مالک نے فرمایا کفارۃ کا اعتبار دین میں ہوتا ہے اور تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں، حتیٰ کہ غلام قرشیہ کا کفو ہے حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے اسی طرح مروی ہے۔[4]

---

[1] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۷-۲۶، ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۳ ص ۶۵ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر

[3] قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقیٰ ج ۴ ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۳۲ھ

[4] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

امام سحنون بن سعید التنوخی مالکی، امام عبدالرحمٰن بن قاسم مالکی سے دریافت کرتے ہیں!

(قلت) ارایت ان کانت ثیبا فخطب
الخاطب الیھا نفسھا فابی والدھا او ولیھا
ان یزوجھا فرفعت ذلک الی السلطان وھو
دونھا فی الحسب والشرف الا انہ کفؤ
فی الدین فرضیت بہ وابی الولی (قال)
یزوجھا السلطان ولا ینتظر الی قول
الاب والولی اذا رضیت بہ وکان
کفوا فی دینہ قال وھذا قول مالک
(قلت) ارایت ان کان کفوا فی الدین
ولم یکن کفوا فی المال فرضیت بہ
وابی الولی ان یرضی ایزوجھا منہ السلطان
ام لا (قال) لم اسمع منہ فی ذلک شیئا
الا انی سألت مالکا عن نکاح الموالی فی
العرب فقال لا بأس بذلک الا تری الی ما
فی کتاب اللہ تبارک وتعالی یا یھا الناس
انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم
شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم
عند اللہ اتقاکم (قلت) ارأیت ان
رضیت بعبد وھی امرأۃ من العرب
وابی الاب او الولی ان یزوجھا وھی
ثیب ایزوجھا منہ السلطان ام لا (قال)
لم اسمع من ذلک فیہ الا ما اخبرتک
قال ولقد قیل لمالک ان بعض ھؤلاء
القوم فرقوا بین عربیۃ ومولی
فاعظم ذلک اعظاما شدیدا وقال
اھل الاسلام کلھم بعضھم لبعض اکفاء
لقول اللہ فی التنزیل یا یھا الناس انا
خلقناکم من ذکر وانثی و

میں نے کہا یہ بتلایئے کہ اگر بیوہ عورت کو کوئی شخص
نکاح کا پیغام دے، اور اس کا والد یا ولی اس شخص سے
نکاح کرنے سے انکار کرے، اور وہ یہ مقدمہ قاضی کے
پاس لے جائے اور پیغام دینے والا حسب اور شرف میں
ہر چند کہ لڑکی سے کم ہو لیکن دین میں اس کا کفؤ ہو اور لڑکی
اس سے نکاح پر راضی ہو اور ولی راضی نہ ہو؟ امام ابن قاسم
نے جواب دیا کہ قاضی اس شخص سے نکاح کر دے اور لڑکی
کی رضامندی کے بعد باپ اور ولی کے قول کی طرف نہ
دیکھے، وہ دین میں اس کا کفؤ ہے، امام ابن قاسم نے کہا،
امام مالک کا یہی قول ہے۔ میں نے کہا یہ بتلایئے کہ اگر وہ
دین میں اس کا کفؤ ہو اور مال میں اس کا کفؤ نہ ہو، لڑکی اس
کے ساتھ نکاح پر راضی ہو اور اس کا ولی راضی نہ ہو ایسی
عورت میں قاضی اس عورت کا اس شخص سے نکاح کرے
یا نہیں؟ امام ابن قاسم نے کہا میں نے امام مالک سے یہ مسئلہ
نہیں سنا لیکن ان سے یہ مسئلہ ہے کہ غلاموں کا عرب خواتین سے
نکاح جائز ہے، امام مالک نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور
ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شناخت کے لیے
تمہیں گروہوں اور قبائل میں بانٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ
متقی ہے، میں نے کہا یہ بتلایئے کہ اگر ایک عرب عورت
کسی غلام سے نکاح پر راضی ہو اور اس کا باپ یا ولی راضی
نہ ہو درآں حالیکہ وہ عورت بیوہ ہو کیا قاضی اس کا نکاح
کر سکتا ہے؟ امام ابن قاسم نے کہا اس کا بھی وہی جواب ہے
یعنی کر سکتا ہے۔ امام مالک سے کہا گیا بعض لوگ غلاموں اور
عربوں میں فرق کرتے ہیں تو امام مالک نے اسے بہت بھاری سمجھا اور
فرمایا تمام اہل اسلام ایک دوسرے کے کفؤ ہیں۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت

جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔[1]

سے پیدا کیا ہے اور شناخت کے لیے قبائل اور گروہوں میں بانٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کا ولی یا سلطان یا قاضی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو یہ نکاح جائز ہے، دراصل امام مالک مسلمانوں کے درمیان کفو کے لحاظ سے تفریق کے قائل ہی نہیں ہیں ونعم ما قال!

کفو میں فقہاء شافعیہ کی رائے

امام شافعی مسئلہ کفو پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وان کان الولی اقرب ممن دونہ فزوج غیر کفاء باذنھا، فلیس لمن بقی من الاولیاء الذی ھو اولی منھم ردہ لانہ لا ولایۃ لھم معہ قال ولیس نکاح غیر الکفاء محرما فاردہ بکل حال انما ھو نقص علی المزوجۃ والولاۃ فاذا رضیت المزوجۃ ومن لہ الامر معا بالنقص لم اردہ۔[2]

جب ولی اقرب لڑکی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح کر دے تو باقی اولیاء کو اس نکاح کے مسترد کرانے کا حق نہیں ہے، جن کی بہ نسبت یہ ولی اقرب ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ان کی ولایت نہیں ہے، امام شافعی نے کہا کہ غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہوتا، جو مطلقاً رد کر دیا جائے، غیر کفو کی وجہ سے لڑکی اور اس کے اولیاء پر نقص ہے اور جب وہ اس نقص کو برداشت کرنے پر تیار ہیں تو میں اس نکاح کو رد نہیں کروں گا۔

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی فرماتے ہیں:

ومن ذلک قول الائمۃ الثلاثۃ انہ اذا اتفق الاولیاء والمرأۃ علی نکاح غیر کفاء صح مع قول احمد انہ لا یصح۔[3]

ائمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کے اولیاء راضی ہوں تو غیر کفو میں نکاح صحیح ہے اور امام احمد کے قول میں صحیح نہیں ہے۔

امام شعرانی نے امام احمد کا مذہب پورا نقل نہیں کیا، امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کے تمام اولیاء غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو نکاح صحیح ہے جیسا کہ ہم مغنی ابن قدامہ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

کفو میں فقہاء حنفیہ کی رائے

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں:

(قال) واذا تزوجت المرأۃ غیر کفاء

امام محمد فرماتے ہیں کہ جب عورت غیر کفو میں شادی

---

[1] امام سحنون بن سعید تنوخی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۵-۱۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ

[2] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۵ ص ۱۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[3] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۹ھ

فرضی بہ احد الاولیاء جاز ذٰلک ولا یکون لمن ھو مثلہ فی الولایۃ او ابعد منہ ان ینقضہ الا ان یکون اقرب منہ فحینئذ لہ المطالبۃ بالتفریق۔[1]

کرے اور اس کے اولیاء میں سے کوئی ایک راضی ہو تو نکاح جائز ہے اور اس جیسا یا اس سے دور کا ولی اس نکاح کو منسوخ کرانے کا مجاز نہیں ہے، البتہ اگر اس سے زیادہ قریب ولی انقلاف کرے تو وہ تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قاضی خاں میں بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے[2]، ہدایہ[3]، فتح القدیر[4] اور کفایہ[5] میں بھی اسی کی تائید ہے۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ عالم، عربی، قرشی اور علوی کا کفو ہے[6] اسی طرح خلاصۃ الفتاویٰ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے[7]

علامہ داؤد آفندی حنفی لکھتے ہیں:

ولو تزوجت المراۃ غیر کفو فللولی ان یفرق (الی قولہ) وان رضی احد الاولیاء فلیس لغیرہ الاعتراض۔[8]

اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس کے ولی کو تفریق کرانے کا حق ہے اور اگر اولیاء میں سے ایک بھی راضی ہو جائے تو دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں ہے

اس کی شرح در المنتقیٰ میں بھی اسی طرح لکھا ہے:[9]

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

من نکحت غیر کفوٍ فرق الولی لما ذکرنا والنکاح ینعقد صحیحا فی ظاھر الروایۃ (الی قولہ) ورضاء بعض الاولیاء کرضاء کلھم حتی لا یتعرض احد منھم بعد ذٰلک الا اذا کان اقرب منہ۔[10]

جو عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی اس کی تفریق کرا سکتا ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق نکاح صحیح ہے اور اگر بعض ولی راضی ہو جائیں تو یہ کل کی رضا کے برابر ہے الا یہ کہ ولی اقرب راضی نہ ہو۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی نے جو لکھا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ لڑکی اور اولیاء کی مرضی سے غیر کفو میں نکاح جائز ہے

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ،

[2] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیہ، ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ علی ھامش فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ 〃 〃 〃

[5] علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ علی ھامش فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶ مطبوعہ 〃 〃 〃

[6] علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیہ ج ۴ ص ۱۱۲ مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[7] شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ

[8] علامہ داؤد آفندی حنفی متوفی ۱۰۷۸، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[9] شرح در المنتقی علی ھامش مجمع الانہر ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[10] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

اور اگر اولیاء راضی نہ ہوں تو ان کو فسخ کا اختیار ہے۔[۱] ملا مسکین نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[۲]

عالم گیری میں ہے

ثم المراۃ اذا زوجت من غیر کفاء صح النکاح فی ظاہر الروایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی وھو قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی اخرا وقول محمد رحمہ اللہ تعالٰی اخرا ایضا (الی قولہ) ولکن للاولیاء حق الاعتراض۔[۳]

جب عورت از خود غیر کفو میں نکاح کرے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح صحیح ہے، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا آخری قول یہی ہے البتہ اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

نوادر کی روایت سے غیر کفو میں نکاح کے بطلان پر استدلال کی تحقیق

بعض متاخرین بزرگوں نے نوادر کی ایک روایت کی بنا پر سیدہ کے ساتھ غیر سید کے نکاح کو باطل قرار دیا ہے اور اس پر عرب وعجم کا اتفاق بتلایا ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ثم فی ظاہر الروایۃ لافرق بین الکفاء وغیر الکفاء ولکن للولی الاعتراض فی غیر الکفاء وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ انہ لایجوز فی غیر الکفاء۔[۴]

پھر ظاہر روایہ میں یہ ہے کہ کفو اور غیر کفو میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن ولی کو نکاح غیر کفو میں اعتراض کا حق ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز نہیں ہے۔

اور علامہ شامی نے لکھا ہے:

وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح ای علی ظاہر الروایۃ ولصحتہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی۔[۵]

ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح کے لزوم میں کفاءت معتبر ہے اور حسن کی روایت یہ ہے کہ کفاءت نکاح کی صحت کی شرط ہے اور یہی مفتیٰ بہ ہے۔

ہر چند کہ ظاہر الروایۃ میں صحت نکاح کے لیے کفو کا اعتبار نہیں ہے لیکن نوادر کی روایت جو حسن بن زیاد سے مروی ہے اس میں صحت نکاح کے لیے کفو کی شرط ہے۔ علامہ شامی نے اسی روایت کو فتویٰ کے لیے اختیار کیا ہے۔ علامہ شامی اور بعض دوسرے مشائخ کا ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں نوادر کی روایت پر فتویٰ دینا اصول کے خلاف ہے۔ اور صحیح نہیں ہے۔

خود علامہ شامی لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۷، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ

۲۔ علامہ معین الدین الھروی المعروف محمد ملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۳۸، مطبوعہ مطبعۃ جمعیۃ المعارف مصر ۱۲۸۷ھ

۳۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۹۲، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۲۰ - ۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۵۔ سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۷، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح بظاهر الروایۃ [۱]

البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں تصریح ہے کہ جب کسی فتویٰ کا ظاہر الروایۃ سے تعارض ہو تو ترجیح ظاہر الروایۃ کو ہوتی ہے۔

نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ غیر ظاہر الروایۃ وہ کتابیں جن کے بارے میں یہ صحت سے ثابت نہیں ہو سکا کہ یہ امام محمد کی تصانیف ہیں یا وہ امام محمد کی تصانیف نہیں ہیں؟ بلکہ حسن بن زیاد وغیرہ کی تصانیف ہیں [۲]۔ دوسری بات یہ ہے کہ غیر ظاہر الروایۃ یا نوادر کی روایت پر بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے ورنہ اکثر مشائخ نے ظاہر الروایۃ ہی پر فتویٰ دیا ہے۔
ملا مسکین اس بحث میں لکھتے ہیں:

وکثیر من مشائخنا افتوا بظاھر الروایۃ۔ [۳]

ہمارے اکثر مشائخ نے ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے۔

علامہ طحطاوی نے بھی ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے۔

پھر غور طلب بات یہ ہے کہ ظاہر الروایت اور نوادر کے اختلاف سے ان بزرگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ یہ بزرگ اس بات کے قائل ہیں کہ غیر کفو میں سادات لڑکیوں کا نکاح ناجائز ہے خواہ لڑکی اور ولی راضی ہوں اور یہ بات نوادر سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ظاہر الروایۃ کا مفاد یہ ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح ہو تو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہے ولی چاہے تو فسخ کرا سکتا ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ اور قاضی کے پاس فسخ کرانے کی ضرورت نہیں نکاح از خود باطل ہو جائے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ولی راضی ہو تو یہ نکاح صحیح ہے۔ ہدایہ میں حسن بن زیاد کی روایت مجملاً مذکور ہے۔ البحر الرائق میں اس کی تفصیل ہے جس سے کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔

علامہ زین الدین ابن نجیم فرماتے ہیں:

وان المفتی بہ روایۃ الحسن عن الامام من عدم الانعقاد اصلا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضاء بعدہ۔ [۴]

حسن بن زیاد نے جو امام ابو حنیفہ سے روایت بیان کی اس پر فتویٰ اس صورت میں ہے جب لڑکی کا ولی ہو اور وہ عقد سے پہلے غیر کفو میں راضی نہ ہو تو اصلاً نکاح نہیں ہوگا کیونکہ بعد کی رضا کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حسن بن زیاد کی روایت ذکر کرنے کے بعد قاضی خان نے اخیر میں امام ابو یوسف کا قول ذکر کیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ غیر کفو میں نکاح ہونے یا نہ ہونے میں ولی کی رضا شرط ہے۔
قاضی خان لکھتے ہیں:

۱۔ سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ
۲۔ 〃 〃 〃 〃 رد المحتار ج ۱ ص ۶۴،
۳۔ علامہ معین الدین الھروی المعروف بملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ مطبعہ جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ
۴۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، ج ۳ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی الاحوط ان یجعل العقد موقوفا علی اجازۃ الولی الا ان الزوج اذا لم یکن کفاء یصح فسخ الولی وان کان کفأ لا یصح فسخہ۔[1]

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ عقد کو ولی کی اجازت پر موقوف رکھا جائے البتہ اگر زوج کفؤ نہیں ہے تو ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے اور اگر کفؤ ہے تو اس کا فسخ کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ علائی حصکفی لکھتے ہیں:

(ویفتی) فی غیر الکفاء (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار للفتوی لفساد الزمان۔[2]

غیر کفؤ میں نکاح پر مطلقاً عدم جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور زمانہ کے خراب حالات کی وجہ سے یہی قول فتویٰ میں مختار ہے۔

بعض بزرگ درمختار کی اس عبارت کو پیش کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ غیر کفار میں نکاح مطلقاً باطل ہے خواہ ولی راضی ہو یا ناراض، لیکن اس قول کی تشریح میں جو علامہ شامی نے لکھا اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ھٰذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھٰذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضا بعدہ بحر، واما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا لان وجہ عدم الصحۃ علی ھٰذہ الروایۃ دفع الضرر عن الاولیاء اما ھی فقد رضیت باسقاط حقھا فصح۔[3]

یہ قول حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے اور یہ اس صورت پر محمول ہے جب اس عورت کا ولی ہو اور وہ اس نکاح پر عقد سے پہلے راضی نہ ہو تو بعد میں اس کی رضا غیر معتبر ہوگی، (بحر) لیکن جب عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو یہ نکاح بالاتفاق صحیح اور نافذ العمل ہے۔ کیونکہ اس روایت کی بناء پر نکاح کے صحیح نہ ہونے کی وجہ اس کے ولی سے ضرر کو رفع کرنا ہے، لیکن جب وہ عورت خود اپنا حق ساقط کر کے غیر کفؤ میں نکاح کرنے پر راضی ہے تو نکاح صحیح ہوگا (فتح القدیر)۔

صاحب البحر اور علامہ شامی کی وضاحت سے یہ واضح ہو گیا کہ ظاہر الروایۃ ہو یا حسن بن زیاد کی مفتیٰ بہ روایت دونوں کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب لڑکی اور اس کا ولی غیر کفؤ میں نکاح پر راضی ہو تو وہ نکاح صحیح ہے، اور یہی قرین قیاس ہے ظاہر الروایۃ اور حسن بن زیاد کی روایت سے قطع نظر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ محققین احناف نے کفؤ کو تسلیم نہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا کفؤ ہے اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے شادی کر سکتا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خاں علی ھامش الہندیہ ج ا ص ۳۳۵، مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار ج ۲ ص ۴۰۹، ۴۰۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار علی ھامش الدر المختار ج ۲ ص ۴۰۹، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

وفی حاشیۃ الدر للعلامۃ نوحان الامام ابا الحسن الکرخی والامام ابا بکر جصاص وھما من کبار علماء العراق ومن تبعھما من مشائخ العراق لم یعتبروا الکفاءۃ ولو لم تثبت عندھم ھذہ الروایۃ عن ابی حنیفۃ لما اختارھا ۔ [1]

علامہ نوح نے حاشیہ درر میں لکھا ہے کہ امام ابوالحسن الکرخی اور امام ابوبکر جصاص یہ دونوں عراق کے بہت بڑے عالم تھے اور جو مشائخ عراق ان کے تابع ہیں ان سب نے کہا ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار نہیں ہے اور اگر ان اماموں کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا ایسا قول نہ ہوتا تو وہ اس قول کو اختیار نہ کرتے ۔

خیال رہے کہ امام ابوالحسن الکرخی مجتہد فی المسائل ہیں اور فقہاء کے تیسرے طبقہ سے ہیں اور ابوبکر جصاص رازی اصحاب تخریج اور فقہاء کے چوتھے طبقہ سے ہیں [2]

امام شامی کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کفو کے غیر معتبر ہونے میں امام ابوحنیفہ کا بھی قول موجود ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی علت اور حرمت کا مدار کفو پر نہیں رکھا ۔ علامہ شامی نے امام کرخی اور امام جصاص کے جس قول کا ذکر کیا ہے کہ نکاح میں کفو معتبر نہیں ہے ۔ اس کو علامہ طحطاوی [3]، ملامسکین [4] اور علامہ خوارزمی [5] نے بھی بیان کیا ہے ۔

علامہ کاسانی کا بھی جمہور فقہاء حنفیہ کی طرح یہی مسلک ہے کہ غیر کفو میں لزوم نکاح کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اس کے باوجود انھوں نے امام ابوالحسن کرخی کا نظریہ بہت فراخ دلی سے بیان کیا ہے لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے کفو کو نکاح کے لزوم کے لیے شرط قرار دیا ہے اور امام کرخی حنفی نے کہا ہے کہ کفو نکاح کے لیے اصلاً شرط نہیں ہے، امام مالک، سفیان ثوری اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوطیبہ نے بنی بیاضہ کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے نکاح سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطیبہ سے نکاح کراؤ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا، اور روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کی ایک قوم کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے حضرت بلال کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا ان سے جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرو، حالانکہ حضرت بلال غیر کفو تھے، اگر نکاح میں کفو شرط ہوتا تو آپ حضرت بلال کو غیر کفو میں نکاح کا حکم نہ دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے، سوائے پرہیزگاری کے، اور یہ اس پر نص صریح ہے کہ نکاح میں کفاءت شرط نہیں ہے۔ اور اگر کفاءت شرط ہوتی تو اس کا سب سے زیادہ اعتبار قصاص میں کیا جاتا کیونکہ جتنی احتیاط قصاص کے باب میں ہوتی ہے اور

---

[1] سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۷ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] " " " " رد المحتار ج ۱ ص ۷۲ - ۷۱

[3] علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۳۸، دار المعرفت بیروت، ۱۳۹۵ھ

[4] علامہ معین الدین الھروی ملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ

[5] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کسی باب میں نہیں ہوتی اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ شخص کو ادنیٰ شخص کے بدلہ میں قتل کر دیا جاتا ہے[۱] (دراصل اسلام میں مسلمانوں کے درمیان ادنیٰ اور اعلیٰ کا کوئی تصور نہیں ہے آپ نے فرمایا سب مسلمان برابر ہیں، سعیدی)

علامہ بدرالدین عینی حنفی مسئلہ کفاءت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علماء کا کفاءت میں اختلاف ہے، مہلب نے کہا کہ کفاءت دین میں اتفاق کو کہتے ہیں خواہ نسب میں اختلاف اور باہم تفاضل ہو، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے آباء کے نسب پر جو فخر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا ہے اور شرف دین کو معیار بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم "تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔" اور ابن بطال نے فرمایا: علماء کا کفاءت میں اختلاف ہے، امام مالک نے صرف دین میں کفاءت کا اعتبار کیا ہے، اور کہا ہے کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں اس لیے ایک غلام کا قرشیہ سے نکاح کرنا جائز ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، ابن سیرین کا بھی یہی نظریہ ہے اور ان کی دلیل یہ ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، اور حضرت سالم کی حدیث سے استدلال کیا ہے (سالم آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت ابو حذیفہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید سے ان کا نکاح کر دیا جو قرشی تھیں۔ سعیدی غفرلہ) اور آپ نے فرمایا: علیک بذات الدین "نکاح میں دیندار سے رشتہ کرو"۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی کو رشتہ دینے کا عزم کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو بیاضہ ابو ہند سے نکاح کرو، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی لڑکیوں کا غلاموں سے نکاح کر دیں! اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے"۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کو ایسے لوگ نکاح کا پیغام دیں جن کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو ان کے ساتھ نکاح کر دو" اس کے بعد علامہ عینی نے ان احادیث کو ذکر کیا ہے جو کفو کی شرط میں پیش کی جاتی ہیں اور ان کی سند پر بحث کی ہے بعض کو منقطع، بعض کو منکر اور بعض کو موضوع قرار دیا ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ کفاءت کے اعتبار میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں ان میں سے اکثر حجت نہیں ہیں۔[۲]

مسئلہ کفاءت میں مصنف کا مؤقف

کفاءت کے سلسلہ میں ہم نے بہت طویل بحث کی ہے اور قرآن مجید، احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے فقہاء کے اقوال کو تفصیلاً بیان کیا ہے، قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نکاح میں کفو کا اصلاً اعتبار نہیں ہے حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، سفیان ثوری، ابن سیرین، امام مالک اور فقہاء احناف میں سے امام ابوالحسن کرخی، امام ابوبکر جصاص اور مشائخ عراق کا یہی مسلک ہے اور یہی حق اور صواب ہے، امام شافعی، جمہور فقہاء احناف اور امام احمد کا مختار قول یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے لزوم کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اور بعض ضعیف الاسناد احادیث اور آثار سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لڑکی اور ولی کی رضا کے باوجود سادات کا نکاح غیر سادات سے حرام

۱۔ علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۷، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

۲۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۴-۸۶ (ملخصاً) مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ہے یہ محض بے سند قول ہے اور اللہ اور رسول کے حلال کیے ہوئے کو حرام کرنے کے مترادف ہے ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں اس مسئلہ میں بہت غلو کیا جارہا ہے اور اگر سادات میں سے کوئی شخص غیر کفو میں رشتہ کردے تو اس کو حرام، زنا اور نجانے کیا کچھ کہا جاتا رہا ہے اور اب تک کسی شخص نے اس مسئلہ پر تحقیق اور تفصیل سے قلم نہیں اٹھایا تھا تو میں نے توفیق الٰہی سے احکام شریعت کے احیاء کی خاطر اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو دلائل سے واضح کیا، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کو میرے لیے توشہ آخرت کردے۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں ان صفحات پر جو سیاہی خرچ ہوئی ہے وہ یقیناً میری گناہوں کی سیاہی سے بہت کم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کا یہی اسلوب اور طریقہ ہے کہ وہ نیکی کے ایک قطرہ سے گناہوں کی اتنی سیاہی دھو ڈالتا ہے جس کو دھونے کے لیے سمندروں کا تمام پانی بھی ناکافی ہوتا ہے۔ اللھم اغفر للمصنف والمعاون لہ والقاری والعامل بہ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین سید الشافعین وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المفسرین والفقہاء والمحدثین اجمعین۔

مسئلہ کفو کی مزید بحث دیکھنے کے لیے ص ۱۱۵۹ پر ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ نِكَاحِ الْبِكْرِ [۳۶۹]

کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کا استحباب

۳۵۳۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا جَابِرُ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قُلْتُ ثَيِّبٌ قَالَ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ اَخَوَاتٍ فَخَشِيْتُ اَنْ تَدْخُلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُنَّ قَالَ فَذَاكَ اِذًا اِنَّ الْمَرْاَةَ تُنْكَحُ عَلٰى دِيْنِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عورت سے نکاح کیا، جب میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا جی! آپ نے پوچھا: کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا: بیوہ سے! آپ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہ شادی کی، وہ تم سے کھیلتی، تم اس سے کھیلتے! میں نے کہا یا رسول اللہ! میری کچھ بہنیں ہیں، مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں وہ میری بہنوں کی پرورش اور میرے درمیان حائل نہ ہو جائے! آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے، عورت سے اس کی دینداری، اس کے مال اور جمال کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دینداری کو مقدم رکھا کرو۔

۳۵۳۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے ایک عورت سے شادی کی، مجھ سے رسول اللہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ فَاَيْنَ اَنْتَ مِنَ الْعَذَارٰى وَلِعَابِهَا قَالَ شُعْبَةُ فَذَكَرْتُهُ لِعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ فَقَالَ قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاِنَّمَا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ۔

٣٥٣٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيٰى اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ هَلَكَ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ اَوْ قَالَ سَبْعَ فَتَزَوَّجْتُ امْرَاَةً ثَيِّبًا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ تَزَوَّجْتَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَبِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ اَوْ قَالَ تُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ هَلَكَ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ اَوْ سَبْعَ وَاِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اٰتِيَهُنَّ اَوْ اَجِيْئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَجِيْءَ بِامْرَاَةٍ تَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ وَتُصْلِحُهُنَّ قَالَ فَبَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْ قَالَ لِيْ خَيْرًا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِي الرَّبِيْعِ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے! آپ نے فرمایا تم کنواری لڑکیوں اور ان کی دل ربائیوں سے کیونکر غافل رہے؟ (راوی) شعبہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار کے سامنے بیان کی تو انہوں نے کہا میں نے بھی حضرت جابر سے یہ روایت سنی ہے، آپ نے فرمایا تھا تم نے کسی ایسی لڑکی سے شادی کیوں نہ کی جو تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ (حضرت جابر کے والد) فوت ہو گئے اور نو یا سات بیٹیاں چھوڑ گئے (راوی کو شک ہے) میں نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بلکہ بیوہ سے نکاح کیا ہے، آپ نے فرمایا تم نے کسی کنواری لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی یا تم اس سے خوش طبعی کرتے وہ تم سے خوش طبعی کرتی میں نے آپ سے عرض کیا: حضرت عبد اللہ شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے نو یا سات بیٹیاں چھوڑی تھیں اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں ان لڑکیوں کے سامنے ان کی ہم عمر لڑکی کو بیاہ کر لے آؤں! بلکہ میں نے یہ چاہا کہ میں نکاح کر کے ایسی عورت لاؤں جو ان کی نگہداشت اور خبر گیری کرے! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے یا میرے لیے کوئی اور کلمہ خیر فرمایا۔

۳۵۳۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ إِلَى قَوْلِهِ امْرَأَةٍ تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ قَالَ أَصَبْتَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس کے آخر میں ہے میں نے ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جو میری بہنوں کی کنگھی چٹی اور ان کی خدمت کرے، آپ نے فرمایا اچھا کیا۔

۳۵۳۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَلَمَّا أَقْبَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ خَلْفِي فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْإِبِلِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يُعْجِلُكَ يَا جَابِرُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ فَقَالَ أَبِكْرًا تَزَوَّجْتَهَا أَمْ ثَيِّبًا قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ قَالَ هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ أَمْهِلُوا حَتَّى نَدْخُلَ لَيْلًا أَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ قَالَ وَقَالَ إِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد سے واپس آ رہے تھے، میرا اونٹ سست تھا، میں اس کو تیز چلانا چاہ رہا تھا۔ ناگاہ ایک سوار نے پیچھے سے میرے اونٹ کو ایک چھڑی ماری، پھر وہ اونٹ اس قدر تیز چلنے لگا کہ تو نے کبھی ــــــ اتنا تیز اونٹ چلتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا! میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ (چھڑی مارنے والے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ نے فرمایا اے جابر! تمہیں کیوں جلدی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے، آپ نے فرمایا: کسی کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا؟ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی! حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور گھر میں داخل ہونے لگے تو آپ نے فرمایا ٹھہرو رات آ لینے دو، تاکہ جس عورت کے بال بکھرے ہوئے ہوں وہ کنگھی کر لے اور جس عورت کا شوہر باہر گیا ہوا ہو وہ اپنی شرمگاہ کے بال صاف کر لے، آپ نے فرمایا پھر جب تم جاؤ گے تو سمجھ داری سے کام لینا۔

۳۵۳۶- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَجِيدِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد

الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَاَبْطَأَ بِيْ جَمَلِيْ فَاَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ اَبْطَأَ بِيْ عَلَيَّ جَمَلِيْ وَاَعْيٰى فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ فَحَجَنَهُ بِمِحْجَنِهٖ ثُمَّ قَالَ ارْكَبْ فَرَكِبْتُ فَلَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اَكُفُّهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَزَوَّجْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا فَقُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ اِنَّ لِيْ اَخَوَاتٍ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَزَوَّجَ امْرَاَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ اَمَا اِنَّكَ قَادِمٌ فَاِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ثُمَّ قَالَ اَتَبِيْعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَاشْتَرَاهُ مِنِّيْ بِاُوْقِيَةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُهُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْاٰنَ حِيْنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَاَمَرَ بِلَالًا اَنْ يَّزِنَ لِيْ اُوْقِيَةً فَوَزَنَ لِيْ بِلَالٌ فَاَرْجَحَ فِي الْمِيْزَانِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا وَلَّيْتُ قَالَ ادْعُ لِيْ جَابِرًا فَدُعِيْتُ

میں گیا، میرا اونٹ سست چل رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کیا جی! فرمایا: کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا میرا اونٹ سست چل رہا ہے اور اس نے مجھے تھکا دیا ہے اور میں پیچھے رہ گیا ہوں! آپ نے سواری سے اتر کر اپنی ڈھال سے اسے چھڑی کی طرح مارا پھر فرمایا: اب سوار ہو، بخدا میں نے دیکھا کہ اب میں اس اونٹ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ سے آگے بڑھنے سے روکتا تھا! آپ نے فرمایا کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا نہیں! بلکہ بیوہ سے، آپ نے فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی! میں نے عرض کیا میری کچھ بہنیں ہیں میں نے یہ چاہا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو ان کی خبر گیری کرے اور ان کی کنگھی وغیرہ کرے اور ان کی خدمت کرے، آپ نے فرمایا اب تم گھر جا رہے ہو جب تم گھر پہنچو تو سمجھ داری سے کام لینا، پھر فرمایا: کیا تم اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا جی! آپ نے مجھ سے وہ اونٹ ایک اوقیہ چاندی کے عوض خرید لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے اور میں بھی صبح پہنچ گیا، میں مسجد میں آیا تو آپ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا تم اب آئے ہو! میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا اپنے اونٹ کو چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعات نماز پڑھو، حضرت جابر کہتے ہیں میں نے مسجد میں جا کر دو رکعات نماز پڑھی، جب میں واپس آیا تو آپ نے بلال سے کہا کہ وہ مجھے ایک اوقیہ چاندی وزن کر کے دے! مجھے بلال نے وزن کر کے چاندی دی اور تول میں جھکتی ہوئی دی حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں چاندی لے کر چلا، ابھی میں نے پیٹھ پھیری ہی تھی کہ آپ نے فرمایا: "جابر کو بلاؤ"، میں

فَقُلْتُ الْاٰنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْهُ فَقَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَ لَكَ ثَمَنُهٗ۔

نے دل میں سوچا اب آپ اونٹ مجھ کو واپس کر دیں گے اور مجھے اس اونٹ کا واپس کیا جانا سخت ناپسند تھا۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ بھی لے لو اور اس کی قیمت بھی رکھو!۔

۳۵۳۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ نَا اَبُوْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا فِيْ مَسِيْرٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا عَلٰى نَاضِحٍ لِّيْ اِنَّمَا هُوَ فِيْ اُخْرَيَاتِ النَّاسِ قَالَ فَضَرَبَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ نَخَسَهٗ اُرَاهُ قَالَ بِشَيْءٍ كَانَ مَعَهٗ قَالَ فَجَعَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَتَقَدَّمُ النَّاسَ يُنَازِعُنِيْ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَكُفُّهٗ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَبِيْعُنِيْهِ بِكَذَا وَكَذَا وَ اللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ قَالَ قُلْتُ هُوَ لَكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ اَتَبِيْعُنِيْهِ بِكَذَا وَكَذَا وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ قَالَ قُلْتُ هُوَ لَكَ قَالَ وَ قَالَ لِيْ اَتَزَوَّجْتَ بَعْدَ اَبِيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ثَيِّبًا اَمْ بِكْرًا قَالَ قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُضَاحِكُكَ وَ تُضَاحِكُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُلَاعِبُهَا قَالَ اَبُوْ نَضْرَةَ وَ كَانَتْ كَلِمَةً يَّقُوْلُهَا الْمُسْلِمُوْنَ اِفْعَلْ كَذَا وَ كَذَا وَ اللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر سے آ رہے تھے، اور میں ایک پانی پلانے والے اونٹ پر سوار تھا، جو سب لوگوں سے پیچھے تھا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کسی چیز سے مارا جو آپ کے پاس تھی (مارنے کی دیر تھی) وہ اونٹ سب سواریوں سے آگے نکل گیا، میں اسے روکنے کی کوشش کرتا تھا لیکن وہ میرے قابو میں نہیں آتا تھا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ مجھ سے فرمایا: کیا تم مجھے یہ اونٹ اتنی اتنی قیمت پر فروخت کرو گے؟۔ (اللہ تمہاری مغفرت فرمائے) میں نے دونوں مرتبہ عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ آپ ہی کا اونٹ ہے! پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے والد کی وفات کے بعد شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی! آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا بیوہ سے، آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے وہ تمہارے ساتھ دل لگی کرتی! ابونضرہ راوی کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا تکیہ کلام ہے وہ کہتے ہیں کہ تم ایسا کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے!۔

حدیث جابر کے فوائد

(۱) کنواری لڑکی سے شادی کرنا افضل ہے۔
(۲) استاذ اور شیخ کو چاہیے کہ اپنے تلامذہ کے احوال دریافت کریں اور ان کے فائدے

اور مصلحت کی طرف راہنمائی کریں۔

(۳) بہنوں کی تربیت کے لیے اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کرنا افضل ہے۔

(۴) جو شخص کوئی نیک کام یا عبادت کرے اسے دعا دینی چاہیے۔

(۵) شوہر اور اس کے بھائی بہنوں کی خدمت کرنا جائز ہے اور عورت کی مرضی سے اس سے یہ خدمت لینی چاہیے۔ اور اس کی مرضی کے بغیر نہیں۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کا معجزہ اکہ سب سے سست رفتار اونٹ آپ کے ہاتھ سے چھڑی لگتے ہی سب سے تیز رفتار اونٹ ہو گیا۔

(۷) عورت کو اپنے خاص بال صاف کرنے چاہئیں خواہ کسی طریقے سے صاف کرے۔

(۸) شوہر اگر سفر پر گیا ہو تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے بیوی کو اتنا موقع دے کہ وہ بن سنور کر اس کا استقبال کر سکے۔

(۹) بعض احادیث میں اچانک رات کو گھر میں آنے سے منع کیا ہے، یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ لشکر کی واپسی کی شہرت ہو چکی تھی۔

(۱۰) سفر سے واپس آنے والے کو چاہیے کہ گھر جانے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے۔

(۱۱) وزن کرتے وقت پلڑا جھکتے ہوئے وزن کرنا مستحب ہے، اسی طرح قرض میں بھی از خود زیادہ دینا مستحب ہے۔

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا ایسا کریمانہ فعل ہے کہ جابر کو اونٹ کی قیمت بھی دی اور ساتھ ہی اونٹ بھی دے دیا۔

(۱۳) استاذ یا شیخ جب شاگرد سے کسی چیز کو خریدیں تو شاگرد کا حق ہے کہ وہ ان کو وہ چیز نذر کر دے۔

(۱۴) بعض روایات میں نو بہنوں کا ذکر ہے، بعض میں سات کا، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ دو شادی شدہ تھیں اور سات کنواری اور کل نو بہنیں۔ (حافظ عسقلانی)

(۱۵) صحیح بخاری اور مسند احمد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر جس غزوہ سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے یہ غزوہ تبوک تھا، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع تھا۔

(۱۶) حضور نے جابر کو گھر جاتے وقت الکیس الکیس فرمایا تھا، کیس کے معنی جماع، اولاد کو طلب کرنا، احتیاط اور عقل ہیں اور یہ چاروں معنی یہاں مناسب ہیں۔

(۱۷) اوقیہ کے معنی چالیس درہم ہیں جو دس تولہ چاندی سے کچھ زیادہ ہے۔

(۱۸) راستہ میں صرف اونٹ کے خریدنے کی بات ہوئی تھی بیع اس وقت ہوئی جب حضرت جابر نے اونٹ حوالے کر کے رقم لی، اس لیے اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیع کے بعد بھی بائع مبیع سے فائدہ اٹھا سکتا ہے یا ایسی کوئی شرط لگا سکتا ہے۔

کیا عہد رسالت کی سادگی کی وجہ سے اس ترقی یافتہ دور کا رنگ و نور ناجائز ہے؟۔

جسٹس محمد تقی عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ عہد رسالت میں مجلس نکاح قائم کرنے اور اس میں احباب، اکابر اور مشائخ کو دعوت دینے کا رواج نہ تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت جابر نے اپنے نکاح میں حضور کو دعوت نہیں دی کیونکہ آپ

نے پوچھا کیا تم نے شادی کرلی ہے؟ حالانکہ حضرت جابر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت قریبی رابطہ تھا اور آپ نے شادی کی خبر سن کر دعائے خیر کی اور یہ نہیں فرمایا کہ تم نے عقد نکاح میں مجھے کیوں نہیں بلایا؟ اگر مجلس نکاح کو قائم کرنا اور اس میں متعلقین کو دعوت دینا دین میں مطلوب ہوتا تو حضرت جابر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دینا نہ بھولتے اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف نے بھی اپنے نکاح کی مجلس منعقد کی نہ آپ کو بلایا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر رنگ کے آثار دیکھ کر خود ان کی شادی کے بارے میں پوچھا، اس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں مجلس نکاح قائم کرنے کا رواج نہ تھا بلکہ عہد صحابہ میں بھی ایسا رواج نہ تھا۔[1]

شیخ محمد تقی عثمانی نے یہ جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح ہے، نکاح کرنا سنت ہے لیکن اس سنت کے لیے مجلس اور محفل کو منعقد کرنے کا رواج خیر القرون میں نہ تھا، لیکن اب برس ہا برس سے مسلمانوں میں یہ معمول ہے کہ سنت نکاح کو منعقد کرنے کے لیے محفل کا انعقاد کیا جاتا ہے، رشتہ داروں، احباب، مشائخ و اکابر اور تمام متعلقین کو اس میں دعوت دی جاتی ہے اور تمام بلاد اسلامیہ میں یہ عمل جاری و ساری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عمل بدعت سیئہ نہیں ہے اور تمام دنیا کے مسلمان گمراہی پر مجتمع نہیں ہوتے اور محفل منعقد کرنے والوں میں سے کوئی بھی اس کو فرض یا واجب اور مطلوب فی الدین سمجھ کر نہیں کرتا، بلکہ سب کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ عقد نکاح ایک خوشی کا موقع ہے اور اپنی خوشی میں اپنے احباب کو شریک کرنا اور اس بہانہ ان سے ملاقات کرنا اور احباب اور اکابر کی ضیافت کرنا ایک مستحسن کام ہے فقہی اصطلاح میں اس کو مستحب بھی کہا جاسکتا ہے، عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اس کا رواج اس لیے نہیں تھا کہ وہ بالکل سادہ لوگ تھے اور تہذیب و تمدن کے یہ تقاضے ان کے ہاں متعارف نہیں تھے، زمانہ جس طرح آگے بڑھتا رہا تہذیب و ثقافت کی نئی اقدار سامنے آتی رہی ہیں ان اقدار میں سے جو چیزیں کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہیں اور جن چیزوں سے شریعت نے منع نہیں کیا ان کو اپنا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے جو چیزیں شریعت کے کسی عام اصول کے تحت ہوں تو وہ یقیناً مستحب ہوں گی اور جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے مثلاً مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع، محفلوں میں عورتوں کا بے پردہ عریاں لباس پہن کر تیز قسم کی خوشبوؤں کو لگا کر جانا، شادی کی محفل میں فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، بارات میں مزامیر اور باجوں کا اہتمام سے انتظام، ان چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے اور ان کو حرام قرار دیا ہے اور یہ چیزیں ہر حال میں حرام رہیں گی۔ مسلمانوں کو ان سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

اسی اصول پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وعظ کی محفلوں کا جس طرح اہتمام ہوتا ہے، سیرت کانفرنسوں کا انعقاد کیا ہے اور محافل ہائے میلاد کا انتظام اور اہتمام کیا جاتا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر دینی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ چاند دیکھنے کے لیے رویت ہلال کمیٹی کا انتظام ہے۔ خیر القرون میں یہ چیزیں نہ تھیں کیونکہ وہ سادگی کا دور تھا وہ لوگ نہ گھڑیوں کے معین اوقات سے نماز پڑھتے تھے نہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھاتے تھے نہ مسجد میں مینار اور محراب بناتے تھے نہ مسجد کی صفوں میں قالین بچھاتے تھے نہ مقدس راتوں اور قومی ایام میں شہر کی عمارتوں اور مسجدوں میں چراغاں کرتے تھے نہ خوشی کے موقع پر جلوس نکالتے تھے۔ یہ سب چیزیں بعد میں تہذیب و تمدن کے تقاضوں کے لیے رائج ہوگئیں ہیں اور شریعت میں ان سے منع بھی نہیں

---

[1] شیخ محمد تقی عثمانی نزیل کراچی، تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الثانی، ۱۴۰۷ھ

کیا گیا لیکن چونکہ کرنے والوں کی نیت صحیح اور مقصد صالح ہوتا ہے اس لیے یہ سب امور مستحسن اور مستحب ہیں البتہ جس جگہ کوئی ناجائز چیز در آئے گی وہ ہر حال میں ناجائز رہے گی۔

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَاءِ

عورتوں کی خیر خواہی کا بیان

۳۵۳۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت "پسلی" سے پیدا کی گئی ہے، وہ سیدھا کرنے سے سیدھی نہیں ہوگی، اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اس کی کجی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاؤ، اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔

۳۵۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَإِذَا شَهِدَ أَمْرًا فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ أَوْ لِيَسْكُتْ وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان ہے وہ جب کسی چیز کو دیکھے تو یا تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے۔ اور اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی عورتوں سے خیر خواہی کرو۔

۳۵۴۰۔ وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عِمْرَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان مرد، کسی مسلمان عورت کو دشمن نہ رکھے اگر کسی کی کسی ایک عادت سے وہ ناخوش

بْنِ اَبِیْ اَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَکَمِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ کَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ اَوْ قَالَ غَیْرَهٗ۔

ہے تو اس کی دوسری خصلت سے خوش ہو جائے۔

۳۵۴۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِیْدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا عِمْرَانُ بْنُ اَبِیْ اَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَکَمِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۵۴۲ - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَا یُوْنُسَ مَوْلٰی اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا حَوَّآءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حوا (خیانت) نہ کرتیں تو کوئی عورت کسی مرد سے خیانت نہ کرتی۔

۳۵۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَحَادِیْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ لَمْ یَخْبُثِ الطَّعَامُ وَلَمْ یَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّآءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کبھی کوئی کھانا اور گوشت خراب نہ ہوتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

۳۵۴۴ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ نَا حَيْوَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ شُرَحْبِيْلُ بْنُ شَرِيْكٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

۳۵۴۵ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ كَالضِّلَعِ اِذَا ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَاِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پسلی کی طرح ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے، اور اگر تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو اس کی کجی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاتے رہو گے۔

۳۵۴۶ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهٖ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ سَوَآءً۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے

عورت کے پسلی سے پیدا ہونے کے تقاضے

حدیث نمبر ۳۵۴۸ میں ذکر ہے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حوا حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئی تھیں۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ حوا حضرت آدم کی بائیں چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئیں جس وقت حضرت آدم سوئے ہوئے تھے۔ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ عورت مکمل درست ہو جائے گی اور جو شخص اس کے تمام اخلاق سدھارنے کی کوشش کرے گا وہ اس کو کھو دے گا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ عورت کے اخلاق میں اگر کچھ کجی ہے تو وہ اس کا عیب نہیں ہے جیسا کہ پسلی میں کجی عیب نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۴۹ میں ہے عورتوں سے خیر خواہی کرو، اس میں یہ اشارہ ہے کہ عورت کو پسلی سے تشبیہ دینے کا مقصد

نہیں ہے کہ اس کی اصلاح کی کوشش نہ کی جائے البتہ پیار محبت اور ملائمت سے اس کی اصلاح کرنی چاہیے اگر اس سے کبھی درشتی یا بد اخلاقی صادر ہو تو اس کی طبعی کجی پر محمول کر دیا جائے لیکن اگر وہ کوئی خلاف شرع کام کرے مثلاً نماز نہ پڑھے روزے نہ رکھے یا بے پردہ بازار جائے تو پہلے اس کو ملائمت سے سمجھائے نہ مانے تو پھر سختی کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قوا انفسکم و اھلیکم نارا (تحریم: ۶) "اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ" تاہم طلاق دینے سے گریز کرے، طلاق دینا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناپسندہ فعل ہے بعض لوگ وقتی طور پر مغلوب الغضب ہو کر تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں بعد میں دونوں فریق پشیمان ہوتے ہیں اور بچوں کی تربیت اور پرورش کا معاملہ ابتری کا شکار ہو جاتا ہے۔

حضرت حوا کی خیانت کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۵۴۲ میں ہے اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت حوا نے حضرت آدم کو ممنوعہ درخت سے کھانے کی ترغیب دی تھی۔ اور خیانت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حوا نے شیطان کے وسوسہ کو قبول کر لیا تھا اور اس کے بہکانے میں آگئی تھیں، اور اپنے خیال میں حضرت آدم کی بہتری کے لیے انہیں اس درخت سے کھانے کی ترغیب دی تھی، یہ ان کی غلطی تھی، دانستہ غلط کاری نہیں تھی اس پر خیانت کا اطلاق صورۃً اور مجازاً ہے، جیسے حضرت آدم کی بھول پر صورۃً اور مجازاً عصیان کا اطلاق آیا ہے (وعصی آدم ربہ فغوی (طٰہٰ: ۱۲۱) اور چونکہ اولاد میں ماں باپ کا اثر ہوتا ہے اس لیے حوا کی بیٹیوں میں حسب استعداد اس خیانت کا اثر آگیا۔

کھانا خراب ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ۳۵۴۳ میں ہے اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کبھی کوئی کھانا اور گوشت خراب نہ ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے سب سے پہلے کھانے کا ذخیرہ کرنا شروع کیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے کھانے پینے کی چیزوں کو لوگ رکھتے تھے لیکن وہ خراب نہیں ہوتی تھیں بنو اسرائیل نے من وسلویٰ کو بچا کر رکھنا شروع کیا تو بطور عذاب ان کے کھانے پینے کی چیزوں کو بدبودار اور خراب کر دیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطلاق

طلاق کا لغوی معنی

امام اللغت سید زبیدی طلاق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عباب میں ہے کہ عورت کی طلاق کے دو معنی ہیں (ا) نکاح کی گرہ کو کھول دینا (ب) ترک کر دینا، چھوڑ دینا، لسان العرب میں ہے کہ عثمان اور زید کی حدیث ہے۔ طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق عورتوں سے ہے۔[1]

طلاق کا اصطلاحی معنی

علامہ ابن نجیم طلاق کا فقہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے مآل نکاح کی قید کو اٹھا دینا، طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں، اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے قاضی کی تفریق بھی شامل ہے، طلاق بائنہ کی وجہ سے نکاح کی قید فی الفور اٹھ جاتی ہے اور طلاق رجعی کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے۔[2]

طلاق کی اقسام

طلاق کی تین قسمیں ہیں، احسن، حسن اور بدعی۔

طلاق احسن:۔ جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو، ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے، اس میں دوران عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے، اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق حسن:۔ جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو ان ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کے دوسری طلاق دی جائے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے تیسری طلاق دی جائے اس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے گی تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب شرعی حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ عقد نہیں ہو سکتا۔

طلاق بدعی:۔ اس کی تین صورتیں ہیں: (ا) ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعۃً دی جائیں خواہ ایک کلمہ سے مثلاً تم کو تین طلاق دیں یا کلمات متعددہ سے مثلاً کہے تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔ (ب) عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے، اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔ (ج) جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو، ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے، طلاق بدعی کسی صورت میں ہو اس کا دینے والا

---

[1] سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی مصری، تاج العروس ج ۶ ص ۴۲۵، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ۔

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

گنہگار ہوتا ہے۔[1]

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق بائن ہے، مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں بہن کہہ دے، طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جا سکتا ہے، لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی، اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک کا مالک رہ جائے گا، طلاق بائن سے فی الفور نکاح منقطع ہو جاتا ہے، لیکن اگر تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہو سکتا ہے۔ لیکن پچھلی طلاق کا شمار ہو گا۔

طلاق کیوں مشروع کی گئی؟

اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ رشتہ نکاح میں منسلک ہو جائیں ان کے نکاح کو قائم اور برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے اور اگر کبھی ان کے درمیان اختلاف یا نزاع پیدا ہو تو رشتہ دار اور مسلم سوسائٹی کے ارباب حل و عقد اس اختلاف کو دور کر کے ان میں صلح کرائیں اور اگر ان کی پوری کوشش کے باوجود زوجین میں صلح نہ ہو سکے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ بدستور رشتہ نکاح میں بندھے رہے تو یہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہو جائیں گے تو ان کی عدم موافقت اور باہمی نفرت کے باوجود ان کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے، اس صورت میں ان کی، ان کے رشتہ داروں اور معاشرہ کے دیگر افراد کی بہتری اور مصلحت اسی میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو طلاق دینے سے نہ روکا جائے۔ طلاق کے علاوہ عقد نکاح کو فسخ کرنے کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر خلع کرا لے اور تیسری صورت قاضی کی تفریق ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جن دو مسلمان حَکَموں کو نزاعی حالت میں یہ معاملہ سپرد کیا گیا ہو وہ نکاح کو فسخ کرنے کا فیصلہ کر دیں۔

صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر شوہر کو بیوی ناپسند ہو پھر بھی وہ اس سے نباہ کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا و يجعل الله فيه خيرا كثيرا۔

(النساء: ۱۹)

اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی اور حسنِ سلوک کے ساتھ رہو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے!

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عن محارب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احل الله شيئا ابغض اليه من الطلاق۔[2]

حضرت محارب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۸، ۵۰۳، مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابغض الحلال الی اللہ عز و جل الطلاق ۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے ۔

قرآن اور سنت کی ان ہدایات کی روشنی میں شوہر پر یہ لازم ہے کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں حتی الامکان طلاق سے گریز کرے اور اگر طلاق دینا ناگزیر ہو تو صرف ایک طلاق رجعی دے کیونکہ اس کے بعد عدت کے تین ماہ تک اس معاملہ پر نظر ثانی کا موقع رہے گا ورنہ عدت کے بعد عورت علیحدہ ہو جائے گی، آج کل لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تین بار کہے بغیر طلاق نہیں ہوتی، اس لیے یا تو وہ خود تین طلاقیں دیتے ہیں یا وکیل اور وثیقہ نویس ان کو تین طلاقیں لکھ دیتے ہیں اور جب طلاق نافذ ہو جاتی ہے تو یہ لوگ پشیمان ہوتے ہیں اور مفتیوں کے پاس جاتے ہیں کہ دوبارہ نکاح یا رجوع کا کوئی حیلہ بتلائیں حتیٰ کہ یہ لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ اس قسم کے حلالہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، لیکن بعد میں بچوں کی دربدری اور دوسرے برے نتائج سے بچنے کے لیے اس وقت فریقین ہر قیمت پر صلح کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ میری بائیس سالہ افتاء کی زندگی کا تجربہ ہے۔

صرف مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا؟

طلاق دینے کا حق صرف مرد کو تفویض کیا گیا ہے حالانکہ عقد نکاح عورت اور مرد دونوں کی باہمی رضامندی سے وجود میں آتا ہے تو پھر عورت کو یہ اختیار کیوں نہیں ہے کہ وہ بھی جب چاہے اس عقد کو ختم کر دے؟

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عورت مغلوب الغضب ہوتی ہے اور اس کو جلد غصہ آتا ہے اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے اختیار میں ہوتا تو وقوع طلاق کی شرح دوچند سے بھی زیادہ بڑھ جاتی، عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ شوہر عورت کے مطالبہ اور اس کی ضد پر طلاق دیتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کی قوت فیصلہ کمزور ہوتی ہے۔ خصوصاً حیض کے ایام میں عورت ذہنی اضطراب میں مبتلا ہوتی ہے اور ان ایام میں اس کا ذہن منتشر اور مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے اس لیے اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے سپرد کیا جاتا تو شرح طلاق زیادہ ہو جاتی اور اکثر ہنستے بستے گھر ویران ہو جاتے، تیسری وجہ یہ ہے کہ عورتیں ناقصات عقل ہوتی ہیں جیسا صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابو داؤد، مسند احمد بن حنبل اور مستدرک[2] میں اس کی تصریح ہے اور فسخ نکاح کا معاملہ ناقص العقل کے سپرد کرنے کے لائق نہیں ہے۔

طلاق کا معاملہ مرد کو مفوض کرنے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے اس لیے ان حقوق سے دست کش ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا روپیہ خرچ کر کے کوئی چیز حاصل کرتا ہے وہ اس چیز کو آخری حد تک رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور صرف اس وقت اس چیز کو چھوڑتا ہے جب اس کو چھوڑنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے۔ اس کے برخلاف حقوق زوجیت کو قائم کرنے میں عورت کو کوئی محنت کرنی پڑتی

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] بخاری ج ۱ ص ۴۴، ج ۱ ص ۹۷، ج ۱ ص ۱۳۱، ج ۱ ص ۲۶۱، ج ۱ ص ۲۶۳۔ مسلم ج ۱ ص ۶۰، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۷۔ ترمذی ص ۳۷۵۔ ابن ماجہ ص ۲۸۹ - ۲۸۸، مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۶۷، مستدرک ج ۲ ص ۱۹۰۔

ہے نہ پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے اس لیے اگر طلاق کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں دے دی جاتی تو عورت کو طلاق واقع کرنے میں اس قدر سوچ و بچار اور تامل کی ضرورت نہ ہوتی۔ علاوہ ازیں یہ اقدام عدل و انصاف کے بھی خلاف ہوتا۔

طلاق میں عورت کی رضامندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟

یہ ٹھیک ہے کہ بعض اوقات عورت طلاق لینا نہیں چاہتی اور اپنے اور اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر وہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہنا ہی چاہتی ہے لیکن مرد بدمزاج اور ظالم ہوتا ہے اور عورت کی مرضی کے خلاف وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے، ایسی صورت میں بعض عورتیں یہ کہتی ہیں کہ جب نکاح کے عقد میں اس کی مرضی کا دخل ہے تو طلاق میں اس کی رضامندی کا دخل کیوں نہیں ہے؟ اور اس کی مرضی کے بغیر طلاق کیوں مؤثر قرار دی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عقد کو بھی قائم کرنے کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری ہے (مثلاً وکالت، اجارت، مضاربت وغیرہ) لیکن عقد کو فسخ کرنے کے لیے دونوں فریقوں کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی، کوئی ایک فریق بھی دوسرے کی مرضی کیخلاف عقد توڑ سکتا ہے اس لیے اگر کوئی شخص کسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنے پر آمادہ نہ ہو اور اس کے ساتھ عمل زوجیت پر تیار نہ ہو تو اس سے بزور یہ عمل نہیں کرایا جا سکتا نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تم خواہی نخواہی اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھو اور اس کو خرچ دیتے رہو اور چونکہ ازدواجی زندگی کی گاڑی میں اہم رول مرد ادا کرتا ہے کیونکہ عمل زوجیت اور نفقہ کی ادائیگی میں مرد فاعل ہوتا ہے اور عورت اس کے فعل کی محل یا منفعل ہوتی ہے اس لیے عقد نکاح کو قائم رکھنے یا اس کو فسخ کرنے کا اختیار بھی صرف مرد کو دیا گیا ہے۔

خلع

طلاق کو مرد کے اختیار میں دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وقوع طلاق میں عورت کا بالکل دخل نہیں ہے عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے اگر عورت کو مرد کی شکل وصورت پسند نہ ہو یا کسی اور طبعی نامناسبت کی وجہ سے وہ مرد کو ناپسند کرتی ہو تو وہ اپنا مہر چھوڑ کر یا کچھ اور دے دلا کر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

سید محمد قطب شہید لکھتے ہیں: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس ابن شماس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ثابت کے خلق اور اس کے دین کے بارے میں کوئی حرف گیری نہیں کرتی، لیکن میں اسلام کے بعد کفر (ناشکری یا شوہر کے حقوق کو ادا نہ کرنا) کو ناپسند کرتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ واپس کر دو گی (ثابت نے ان کو مہر میں باغ دیا تھا) انھوں نے کہا ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا "باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔"[۵]

اس حدیث کی روشنی میں یہ ہونا چاہیے کہ جب کسی عورت کو کسی طبعی ناہمواری کی وجہ سے شوہر ناپسند ہو اور یہ نفرت اس قدر بڑھ جائے کہ وہ اس نفرت کی وجہ سے شوہر کے حقوق ادا نہ کر سکے تو پھر وہ قاضی اسلام سے رجوع کرے اور قاضی مہر واپس کر کے شوہر سے طلاق دلا دے، یاد رہے کہ یہاں قاضی شوہر سے طلاق دلوائے گا ازخود نکاح فسخ نہیں کریگا۔

قاضی اور حکمین کی تفریق

طلاق دینا مرد کے اختیار میں ہے۔ لیکن اگر مرد عورت پر تعدی اور ظلم کرتا ہے اور اس کو طلاق نہیں دیتا تو عورت کو حق ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ کرا لے اور مذہب مالکیہ

۵۔ سید محمد قطب شہید، فی ظلال القرآن ج ۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۶ھ

کے مطابق یہ تفریق نافذ ہو جائے گی، اسی طرح اگر خاوند تنگ کرنے کے لیے عورت کو نفقہ دے نہ طلاق دے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند پاگل ہو جائے اور ٹھیک نہ ہو سکے یا کسی اور ناقابل علاج بیماری میں مبتلاء ہو جائے اور حقوق زوجیت ادا نہ کر سکے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند کسی جرم کی وجہ سے لمبی مدت کے لیے سزا یاب ہو یا اس کو عمر قید ہو جائے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے اور عورت کے گذر بسر کا ذریعہ نہ ہو تو عدالت تحقیق کے بعد فی الفور تفریق کر دے گی۔ اگر عورت اور مرد میں اختلاف ہو اور وہ حکمین کو مقرر کریں اور حکمین تفریق کا فیصلہ کر دیں تو تفریق ہو جائے گی یہ تمام صورتیں امام مالک کے نزدیک جائز ہیں اور فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت امام مالک کے مذہب پر عمل درست ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ قاضی اپنے اجتہاد سے مذہب غیر کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس پر عمل صحیح ہے ان تمام امور کی باحوالہ، مکمل مفصل اور مدلل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث باب: ۴،۲،۹ (ص ۱۱۲۱ - ۱۰۹۲) میں بیان کر دی ہیں۔

تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات، مصالح اور حکمتیں

اسلام نے صرف تین طلاقوں کی گنجائش رکھی ہے، پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد مرد کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار ہے لیکن تیسری طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے، اب اگر وہ مرد اور عورت پھر ملنا چاہیں تو اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے نکاح کرنے کے بعد وہ شخص اس سے عمل زوجیت (صحبت) کرے اور پھر اپنی مرضی سے جب اس کو طلاق دے دے تو پھر وہ عورت اس کی عدت گذار کر پہلے شوہر کے نکاح میں جا سکتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ ناگوار اور مشکل صورت ہے اس لیے مرد کو تیسری طلاق دینے سے پہلے اچھی طرح سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا چاہیے تاکہ بعد میں پشیمانی اور پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے اور دوسرے مفتیوں سے حیلے نہ پوچھے جائیں اور اپنا مذہب چھوڑ کر غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لینے کی ضرورت نہ پڑے اسلام نے اسی لیے بیک وقت تین طلاقیں دینے سے روکا ہے اور اس فعل کو معصیت اور گناہ قرار دیا ہے۔

سنت کے مطابق اور احسن طریقے سے طلاق دینے کے فوائد

جب کوئی شخص سنت کے مطابق صحیح طریقہ سے عورت کی پاکیزگی کے ان ایام میں جن میں اس نے جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق دے گا اور دوسری طلاق کے لیے اگلی پاکیزگی کے ایام تک رکا رہے گا جو تقریباً ایک ماہ کے برابر ہیں تو اس عرصہ میں وہ اس معاملہ پر سو دفعہ سے زیادہ غور کرے گا اور گمان غالب ہے کہ اس کی رائے بدل جائے گی (کیونکہ میں بائیس سالہ افتاء کی زندگی میں بارہا دیکھ چکا ہوں کہ کل شوہر نے تین طلاقیں دی ہیں اور آج وہ دوڑا چلا آ رہا ہے کہ کوئی حیلہ بتلائیں کہ نکاح قائم رہ سکے، جب ایک دن میں رائے بدل جاتی ہے، حالات بدل جاتے ہیں تو ایک ماہ میں تو بہت گنجائش ہے) اگر بیوی کے مطالبہ یا اس کے غلط طرز عمل کی وجہ سے یہ اختلاف کی صورت پیدا ہوئی ہے تو ایک ماہ میں اس کے طرز عمل میں تبدیلی یا مطالبہ طلاق ترک کر دینے کا غالب امکان ہے اس طرح دوسری طلاق پڑنے کا خطرہ ٹل جائے گا اور تیسری طلاق کی نوبت نہیں آئے گی۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احسن طریقہ یہ ہے کہ زمانہ طہر میں بشرط عدم مجامعت صرف ایک طلاق دی جائے اور عدت کے پورے زمانہ میں دوبارہ

طلاق نہ دی جائے اور عدت کے اس تین ماہ میں طلاق سے رجوع کرنے کا زیادہ موقع رہیگا اور بالفرض رجوع نہیں کیا اور عدت گذر گئی اور عورت بائنہ ہو گی اور بعد میں حالات سازگار ہوئے تو اب دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش ہے اور کسی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے جب کہ تین طلاقیں دینے کے بعد یہ گنجائش نہیں رہتی۔

طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت ہے

تین طلاق کی تحدید سے دراصل عورت کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے کیونکہ اگر طلاق میں کوئی تحدید نہ ہوتی تو عورت کی گلوخلاصی کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ زمانہ جاہلیت میں مرد عورت کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا پھر طلاق دے دیتا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا تھا۔

امام رازی نے "الطلاق مرتان" کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے جس وجہ سے اس کو ضرر ہوتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔ (البقرة : ۲۲۹) "طلاق (رجعی) دو بار ہے پھر (عدت میں) حسن سلوک کے ساتھ روک لینا ہے یا (عدت پوری کرنے کے لیے) احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[1]" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله وتلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون (البقرہ ۲۳۰) "پھر اگر اسے (تیسری) طلاق دے دی تو وہ (عورت) اس (تیسری طلاق) کے بعد اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ (عورت) اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اسے طلاق دے دے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ (عدت کے بعد نکاح کر کے) آپس میں رجوع کر لیں اگر وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنھیں وہ علم والوں کے لیے بیان فرماتا ہے۔"

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج

چونکہ تیسری طلاق آخری حد ہے اور اس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہے اس لیے تیسری طلاق دینے سے پہلے بہت سوچ وبچار اور غور وخوض کرنا چاہیے اور اس آخری قدم اٹھانے سے پہلے دوستوں اور رشتہ داروں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلام کی ہدایت کے مطابق طلاق وقفہ وقفہ سے دی جائے اگر ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئیں تو پھر بعد میں پریشانی اور پشیمانی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا اس لیے بکثرت احادیث اور آثار میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کو معصیت اور گناہ فرمایا ہے، لیکن اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو اس کو اب صبر و استقامت اور حوصلہ سے اس اقدام کے نتیجہ اور انجام کا سامنا کرنا چاہیے اور اپنے ہاتھوں کی ہوئی اس علیحدگی کو قبول کر لینا چاہیے۔ حلالہ کا مکروہ حیلہ اختیار کرے نہ غیر مقلد مولویوں کے خلاف شرع فتوی پر عمل کرنے کے لیے در بدر مارا مارا پھرے، کیونکہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا عقل اور درایت کے بھی خلاف ہے اور قرآن اور حدیث کے بھی خلاف ہے۔ عدد کی

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

معاملات میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ کوئی شخص تین یا پانچ یا دس عدد کو ایک عدد قرار دے اور اگر کوئی شخص دس روپوں کو ایک روپیہ قرار دے تو یہ منطق اور قانون دونوں کے خلاف ہے پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے وقت ان لوگوں کی منطق کہاں رخصت ہوجاتی ہے۔ آئندہ مباحث میں ہم ان شاء اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں پر گفتگو کریں گے۔ پہلے ہم ایک مجلس کی تین طلاقوں کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف فقہاء بیان کریں گے پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر غیر مقلدین کے دلائل پیش کر کے ان کا جائزہ لیں گے اس کے بعد قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی روشنی میں جمہور فقہاء اسلام کا یہ موقف پیش کریں گے کہ اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو وہ بہرحال نافذ ہو جائیں گی۔

۳۵۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيَتْرُكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے، پھر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے حتیٰ کہ حیض (ماہواری) گذر جائے۔ اس کے بعد ایک اور حیض گذر جانے دے پھر چاہے تو اس کو رکھے اور چاہے تو طلاق دے بشرطیکہ اس طہر میں بیوی سے مقاربت نہ کی ہو اور طلاق دینے کا یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق کا حکم دیا ہے۔

۳۵۴۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ قُتَيْبَةُ نَا لَيْثٌ وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْسِكَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ عِنْدَهُ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دے دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ اس طلاق سے رجوع کریں پھر حیض ختم ہونے تک بیوی کو رکھیں پھر جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو ایک اور حیض گذرنے تک انھیں مہلت دیں اور جب وہ اس دوسرے حیض سے پاک ہو جائے اور وہ اس کو طلاق دینا چاہیں تو حیض سے پاکیزگی کے اس دور میں انھیں طلاق دیں۔ بشرطیکہ اس مدت میں بیوی سے مقاربت نہ کی ہو، اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں

يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ مِنْ حَيْضَتِهَا فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِيْنَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُّجَامِعَهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُّطَلَّقَ لَهَا النِّسَآءُ وَزَادَ ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَتِهٖ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ لِأَحَدِهِمْ أَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِهٰذَا وَإِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ وَعَصَيْتَ اللّٰهَ فِيْمَا أَمَرَكَ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ قَالَ مُسْلِمٌ جَوَّدَ اللَّيْثُ فِي قَوْلِهٖ تَطْلِيْقَةً وَّاحِدَةً۔

۳۵۴۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيَدَعْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ حَيْضَةً أُخْرٰى فَإِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا قَبْلَ أَنْ يُّجَامِعَهَا أَوْ يُمْسِكْهَا فَإِنَّهَا الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُّطَلَّقَ لَهَا النِّسَآءُ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا صَنَعَتِ التَّطْلِيْقَةُ قَالَ وَاحِدَةٌ اعْتَدَّ بِهَا

۳۵۵۰- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي

کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ ابن رمح نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے جب سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے جب تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں (تو تم رجوع کر سکتے ہو) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس چیز کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو بیوی تم پر حرام ہو گئی حتی کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور شخص سے نکاح کرے، اور تم نے (اس طرح اکٹھی تین طلاقیں دے کر) اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو طلاق دینے کا طریقہ بتایا تھا، اس کی نافرمانی کی ہے۔ امام مسلم کہتے ہیں کہ لیث نے اپنی روایت میں ایک طلاق کا لفظ عمدگی سے ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا ابن عمر سے کہو کہ اس طلاق کو واپس لے لے پھر اپنی بیوی کو رہنے دے حتی کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر ایک اور حیض گذر جائے اور جب وہ اس حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے سکتا ہے، بشرطیکہ اس پاکیزگی کی مدت میں اس سے مقاربت نہ کی ہو، یا چاہے تو اس کو اپنے پاس رہنے دے اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ عبید اللہ کہتے ہیں میں نے نافع سے پوچھا جو طلاق دی گئی تھی اس کا کیا ہوا، انھوں نے کہا اس طلاق کو شمار کیا گیا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن

شَيْبَةَ وَابْنُ مُثَنًّى قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ عُبَيْدِ اللّٰهِ لِنَافِعٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى فِيْ رِوَايَتِهٖ فَلْيَرْجِعْهَا وَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ فَلْيُرَاجِعْهَا۔

اس میں عبید اللہ کا سوال اور نافع کا جواب مذکور نہیں ہے۔

۳۵۵۱ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهٗ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَحِيْضَ حَيْضَةً أُخْرٰى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ قَالَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ يَقُوْلُ أَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا وَاحِدَةً أَوِ اثْنَتَيْنِ وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهٗ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَحِيْضَ حَيْضَةً أُخْرٰى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ وَأَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ عَصَيْتَ رَبَّكَ فِيْمَا أَمَرَكَ بِهٖ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ وَبَانَتْ مِنْكَ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے حضرت ابن عمر کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا، اور یہ کہ وہ اس کو ایک اور حیض گذرنے کی مہلت دیں پھر اس دوسرے حیض سے پاک ہونے کی مہلت دیں، پھر مقاربت سے پہلے اس کو طلاق دیں، اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے، پھر جب حضرت ابن عمر سے یہ سوال کیا جاتا کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی ہے، تو وہ فرماتے اگر تو نے ایک طلاق دی ہے یا دو طلاقیں دی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، پھر اس کو مہلت دو حتی کہ اس کا ایک اور حیض گذر جائے اور وہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو مقاربت سے پہلے طلاق دے دو، اور اگر تم نے اس کو تین طلاقیں دی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا جس طریقہ سے حکم دیا ہے تو نے اس کی نافرمانی کی ہے، اور بیوی تجھ سے بائنہ ہو گئی۔

۳۵۵۲ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَنَا

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالتِ

مُحَمَّدٌ وَّهُوَ ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَلَّقْتُ امْرَاَتِيْ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتّٰى تَحِيْضَ حَيْضَةً مُّسْتَقْبَلَةً سِوٰى حَيْضَتِهَا الَّتِيْ طَلَّقَهَا فِيْهَا فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا مِّنْ حَيْضَتِهَا قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّهَا قَالَ فَذٰلِكَ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ كَمَا اَمَرَ اللّٰهُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ طَلَّقَهَا تَطْلِيْقَةً فَحُسِبَتْ مِنْ طَلَاقِهَا وَرَاجَعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ كَمَا اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے آپ نے فرمایا ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے حتیٰ کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے، اس کے سوا ایک اور حیض گذر جائے، پھر اس کے بعد اگر وہ چاہے تو اس کو طلاق دے دے، بشرطیکہ وہ اس حیض سے پاک ہو چکی ہو اور اس نے اس سے مقاربت نہ کی ہو، یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طلاق دینے کا وقت ہے، (حضرت) عبد اللہ بن عمر نے ایک طلاق دی تھی جو کہ شمار کر لی گئی تھی، اور (حضرت) عبد اللہ بن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس طلاق سے رجوع کر لیا تھا۔

۳۵۵۳۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهٖ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَرَاجَعْتُهَا وَحُسِبَتْ لَهَا التَّطْلِيْقَةُ الَّتِيْ طَلَّقْتُهَا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول موجود ہے کہ میں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا تھا اور میں نے جو طلاق دی تھی اس کو شمار کر لیا گیا تھا۔

۳۵۵۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّابْنُ نُمَيْرٍ وَّاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَالُوْا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلٰى اٰلِ طَلْحَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اسے رجوع کرنے کا حکم دو، پھر وہ اس کو حیض سے پاکیزگی یا حالت حمل میں طلاق دے۔

وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا ۔

۳۵۵۵ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقُ بَعْدُ أَوْ يُمْسِكُ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا اسے اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دو، حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے، پھر ایک اور حیض گذر جائے، پھر پاک ہو جائے، اس کے بعد طلاق دے یا رکھے۔

۳۵۵۶ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ مَكَثْتُ عِشْرِينَ سَنَةً يُحَدِّثُنِي مَنْ لَا أَتَّهِمُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا وَهِيَ حَائِضٌ فَأُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَجَعَلْتُ لَا أَتَّهِمُهُمْ وَلَا أَعْرِفُ الْحَدِيثَ حَتَّى لَقِيتُ أَبَا غَلَّابٍ يُونُسَ بْنَ جُبَيْرٍ الْبَاهِلِيَّ وَكَانَ ذَا ثَبْتٍ فَحَدَّثَنِي أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَهِيَ حَائِضٌ فَأُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا قَالَ قُلْتُ أَفَحُسِبَتْ عَلَيْهِ قَالَ فَمَهْ أَوَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ ۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ بیس سال تک ایک ثقہ آدمی مجھ سے یہ حدیث بیان کرتا رہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں تین طلاقیں دے دیں اور آپ کو ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا، میں اس راوی پر بدگمانی تو نہیں کرتا تھا لیکن مجھے اس حدیث میں اشکال تھا حتیٰ کہ میری ملاقات ابو غلاب یونس بن جبیر باہلی سے ہوئی جو بہت مستند شخص تھے انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو حضرت ابن عمر نے بتلایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی۔ آپ کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا، راوی نے پوچھا کہ وہ طلاق شمار کی گئی تھی؟ کہا کیوں نہیں! کیا وہ ناسمجھ تھے۔

۳۵۵۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَسَأَلَ عُمَرُ

ایک اور سند سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے انھیں (رجوع کرنے کا) حکم دیا۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَہٗ۔

۳۵۵۸ - وَحَدَّثَنَاہُ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ اَیُّوْبَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِی الْحَدِیْثِ فَسَاَلَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّرَاجِعَھَا حَتّٰی یُطَلِّقَھَا طَاھِرًا مِّنْ غَیْرِ جِمَاعٍ وَقَالَ یُطَلِّقُھَا فِیْ قُبُلِ عِدَّتِھَا۔

ایک اور سند سے یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر نے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اپنی بیوی کو حیض سے پاکیزگی کے ان ایام میں طلاق دیں جن میں انھوں نے جماع نہ کیا ہو، اور فرمایا اس مدت کے شروع میں طلاق دے دیں۔

۳۵۵۹ - وَحَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ عَنِ ابْنِ عُلَیَّۃَ عَنْ یُوْنُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ فَقَالَ اَتَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فَاِنَّہٗ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ فَاَتٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّرَاجِعَھَا ثُمَّ تَسْتَقْبِلَ عِدَّتَھَا قَالَ فَقُلْتُ لَہٗ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ اَتُعْتَدُّ بِتِلْکَ التَّطْلِیْقَۃِ قَالَ فَمَہْ اَوَ اِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ۔

یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی ہے۔ انھوں نے کہا کیا تم عبداللہ بن عمر کو نہیں پہچانتے! انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا، آپ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ دوبارہ عدت شروع کر (راوی کہتے ہیں) پھر میں نے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دے تو کیا وہ طلاق شمار کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! کیا وہ عاجز اور بے وقوف ہے جو اس طلاق کو شمار نہیں کرے گا۔

۳۵۶۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰی نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ نَا سَمِعْتُ یُوْنُسَ بْنَ جُبَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ طَلَّقْتُ امْرَاَتِیْ وَھِیَ حَائِضٌ فَاَتٰی

یونس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا وہ اس طلاق سے رجوع کر لیں جب

عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُرَاجِعْهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَإِنْ شَاءَ فَلْيُطَلِّقْهَا قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَفَتَحْتَسِبُ بِهَا فَقَالَ مَا يَمْنَعُهٗ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ.

وہ (حیض سے) پاک ہو جائیں تو پھر چاہیں تو ان کو طلاق دے دیں، یونس کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کیا وہ طلاق شمار کی گئی تھی؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ابن عمر کو اس طلاق کو شمار کرنے سے کیا چیز مانع تھی؟ کیا تمہارے خیال میں وہ عاجز اور احمق تھے!

۳۵۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَتِهِ الَّتِي طَلَّقَ قَالَ طَلَّقْتُهَا وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ فَذَكَرَهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا لِطُهْرِهَا قَالَ فَرَاجَعْتُهَا ثُمَّ طَلَّقْتُهَا لِطُهْرِهَا قُلْتُ فَاعْتَدَدْتَ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ الَّتِي طَلَّقْتَ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ مَا لِيَ لَا أَعْتَدُّ بِهَا وَإِنْ كُنْتُ عَجَزْتُ وَاسْتَحْمَقْتُ.

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کی بیوی کی طلاق کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے فرمایا میں نے اس کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی، پھر میں نے اس واقعہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا، انھوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس سے کہو کہ اس طلاق سے رجوع کرے اور جب وہ (حیض سے) پاک ہو جائے تو اس کو ایام طہر میں طلاق دے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا، پھر اس کو طہر میں طلاق دے دی، میں نے پوچھا آپ نے اس کو حالت حیض میں جو طلاق دی تھی کیا اس کو شمار کر لیا تھا، انھوں نے کہا میں اس طلاق کو کیوں نہ شمار کرتا؟ کیا میں عاجز اور احمق تھا۔

۳۵۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ أَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتٰى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهٗ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَفَحَسِبْتَ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ قَالَ فَمَهْ.

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا انھیں رجوع کرنے کا حکم دو، پھر جب وہ (حیض سے) پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے دیں، میں نے پوچھا کیا آپ نے اس طلاق کا شمار کر لیا تھا؟ فرمایا: کیوں نہیں؟!

۳۵۶۳- وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا لِيَرْجِعْهَا وَفِي حَدِيثِهِمَا قَالَ قُلْتُ لَهُ أَتَحْتَسِبُ بِهَا قَالَ فَمَهْ.

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے البتہ پہلی سند کے ساتھ روایت میں ہے اس کو اس طلاق سے رجوع کرنا چاہیے اور دوسری سند میں ہے میں نے کہا کیا طلاق شمار ہو گی تو انھوں نے کہا ہشت!۔

۳۵۶۴- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُسْأَلُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَقَالَ أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَذَهَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا قَالَ لَمْ أَسْمَعْهُ يَزِيدُ عَلٰى ذٰلِكَ لِأَبِيهِ.

طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کا حکم دریافت کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی، آپ نے فرمایا کیا تم عبداللہ بن عمر کو پہچانتے ہو؟ طاؤس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے اسے رجوع کرنے کا حکم دیا: ابن طاؤس نے کہا: اس نے اپنے والد سے یہ حدیث نہیں سنی تھی۔

۳۵۶۵- حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَيْمَنَ مَوْلٰى عَزَّةَ يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَأَبُو الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَسْمَعُ كَيْفَ تَرٰى فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَقَالَ طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ

عبدالرحمن بن ایمن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کر رہے تھے درآں حالیکہ حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ بھی سن رہے تھے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی ہو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم دریافت کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس طلاق سے رجوع کرے، اور فرمایا جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے دے یا اس کو رکھ لے، حضرت ابن عمر رضی

عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُرَاجِعْهَا فَرَدَّهَا وَقَالَ اِذَا طَهُرَتْ فَلْیُطَلِّقْ اَوْ لِیُمْسِكْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا وَقَرَاَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ فِیْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ۔

اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: (اے نبی) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو۔

۳۵۶۶۔ حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَ هٰذِهِ الْقِصَّةِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۵۶۷۔ وَحَدَّثَنِیْهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَیْمَنَ مَوْلٰی عُرْوَةَ یَسْاَلُ ابْنَ عُمَرَ وَاَبُو الزُّبَیْرِ یَسْمَعُ بِمِثْلِ حَدِیْثِ حَجَّاجٍ وَفِیْهِ بَعْضُ الزِّیَادَةِ قَالَ مُسْلِمٌ اَخْطَاَ حَیْثُ قَالَ مَوْلٰی عُرْوَةَ اِنَّمَا هُوَ مَوْلٰی عَزَّةَ۔

عبدالرحمن بن ایمن نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا درآں حالیکہ حضرت ابوالزبیر بھی سن رہے تھے اس حدیث میں کچھ اضافہ ہے اور عبدالرحمن بن ایمن عروہ کے نہیں عزہ کے غلام تھے۔

حالت حیض میں طلاق دینے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: امت کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ کو طلاق دینا حرام ہے، اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دی تو طلاق دینے والا گنہ گار ہوگا، لیکن اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس شخص کو طلاق سے رجوع کا حکم دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ثابت ہے [1]

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

حیض سے متصل طہر کے بعد ایک مزید طہر گذروانے کی حکمت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں ہے جس حیض میں طلاق دی ہے اس کے بعد جو طہر گذرے گا پھر حیض گذرے گا اس کے بعد ایک اور طہر گذر جائے تب وہ ایسے طہر میں طلاق دے سکتا ہے جس میں اس نے بیوی سے مقاربت نہ کی ہو، یہاں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور طہر تک طلاق دینے کے امر کو موخر کیوں فرمایا؟ علامہ نووی نے اس کے چار جواب دیے ہیں: (ا) تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ اس شخص نے طلاق دینے کی غرض سے رجوع کیا ہے، اس لیے طلاق کے متصل طہر کے بعد ایک اور طہر گذر جائے (ب) ایک مزید طہر کا گذارنا طلاق دینے والے شخص کے لیے بمنزلہ سزا ہے (ج) جو طہر حیض سے متصل ہے وہ بھی بمنزلہ حیض ہے اس لیے اس میں طلاق دینے کی اجازت نہیں دی۔ (د) طلاق سے متصل طہر میں اس کو طلاق دینے کی اجازت نہیں دی، تاکہ کچھ مزید وقت گذر جائے اور اس کے دل سے طلاق دینے کا خیال نکل جائے۔

عدت کو حیض قرار دینے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک عورتوں کی عدت طلاق طہر ہے اور امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ عدت حیض ہے، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء (بقرہ: ۲۲۸) "مطلقہ عورتیں تین قروء تک ٹھہریں" اگر قروء سے مراد طہر ہے تو پورے تین قروء نہیں گذریں گے ڈھائی یا ساڑھے تین ہوں گے، اس لیے اس سے مراد حیض ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ عورت ڈھائی طہر عدت گذارے گی اور قرآن مجید میں اس پر تغلیباً تین کا اطلاق ہے، یہ جواب اس لیے درست نہیں ہے کہ جب حقیقت پر عمل ہو سکتا ہے اور قروء کو حیض پر محمول کرنے کی صورت میں پورے تین قروء عدت ہو سکتی ہے تو قرآن مجید کی آیت کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کی دلیل یہ ہے کہ ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طہر میں طلاق دینے کا حکم دیا ہے جس میں مقاربت نہ کی ہو اور فرمایا یہی وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فطلقوھن لعدتھن (طلاق: ۶۵) "عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو" اس سے معلوم ہوا کہ عدت حیض نہیں طہر ہے[۵]۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق دینے کی عدت کا ایک معنی (وقت یا زمانہ) ہے جس کا تعلق مردوں سے ہے اور دوسرا معنی طلاق کے بعد ٹھہرنے کی عدت ہے جس کا تعلق عورتوں سے ہے، اس آیت میں مردوں کے طلاق دینے کی عدت کا بیان ہے اور یہ طہر ہے اور والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء میں جس عدت کو بیان کیا ہے وہ عورتوں کی عدت ہے جس سے مراد حیض ہے۔

بَابُ طَلَاقِ الثَّلَاثِ

تین طلاقوں کا بیان

۳۵۶۸ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی

۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ النَّاسَ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ اَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اَنَاةٌ فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَاَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ۔

اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں، جو شخص بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا اس کو ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں عجلت شروع کر دی ہے جس میں ان کے لیے مہلت تھی تو اگر ہم بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیں، تو بہتر ہوگا پھر انھوں نے تین طلاقوں کے نافذ کرنے کا حکم دیا۔

۳۵۶۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتَعْلَمُ اَنَّمَا كَانَتِ الثَّلَاثُ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّثَلَاثًا مِّنْ اِمَارَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَعَمْ۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ابوصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں!

۳۵۷۰ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوٗسٍ اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَاتِ مِنْ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ابوالصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا، آپ کو اس بارے میں کیا علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں، بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس

هَنَاتِكَ اَلَمْ يَكُنِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَاحِدَةً فَقَالَ قَدْ كَانَ ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَتَابَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ فَاَجَازَهٗ عَلَيْهِمْ۔

نے فرمایا ایسا تھا، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے متواتر طلاقیں دینا شروع کر دیں تو انھوں نے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

بیک وقت تین طلاقوں کے بدعی ہونے میں مذاہب

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے، امام شافعی کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا ہر چند کہ مستحب کے خلاف ہے تاہم گناہ نہیں ہے اور امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول میں امام شافعی کے موافق ہیں اور دوسرے قول میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہیں، علامہ ابن قدامہ حنبلی، امام احمد کے دونوں قولوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بیک وقت تین طلاقوں کے دینے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، حضرت حسن بن علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور شعبی کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ حضرت عویمر عجلانی نے جب اپنی بیوی سے لعان کیا تو کہا: یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو میرا اسے تہمت لگانا جھوٹ ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دیں۔ (بخاری ومسلم) اور اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار منقول نہیں ہے، نیز بخاری اور مسلم میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھے طلاق البتہ (منقطع) دے دی۔ اور حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے خاوند نے پیغام کے ذریعہ ان کو تین طلاقیں بھیجیں، اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جب طلاق متفرق طور پر دینا جائز ہے تو ایک ساتھ تین طلاقیں دینا بھی جائز ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور حرام ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، اور حضرت ابن عمر کا یہی نظریہ ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے، حضرت علی نے فرمایا جو شخص سنت کے مطابق طلاق دے گا وہ نادم نہیں ہوگا اور ایک روایت میں فرمایا: عورت کو ایک طلاق دے کر تین حیض تک چھوڑے رکھو، اس مدت میں جب چاہو، رجوع کر سکتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایسے شخص کو لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو وہ اس کو خوب پیٹتے تھے۔ مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا "میرے چچا نے اپنی بیوی کو (بیک وقت) تین طلاقیں دے دی ہیں"۔ آپ نے فرمایا تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا (یعنی اب وہ رجوع نہیں کر سکتا)۔ [۱]

---

[۱] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۲۸۱ - ۲۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

بیک وقت تین طلاقیں دے کر عورت کو بدر کر دینا نصوص صریحہ کی بناء پر معصیت ہے۔ علماء امت کے درمیان اس مسئلہ میں جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اس امر میں ہے کہ ایسی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں یا تین طلاق مغلظہ کے حکم میں۔ لیکن اس کے بدعت اور معصیت ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

حالانکہ امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے وہ بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ نہیں مباح کہتے ہیں[1] اور امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ نے مذاہب فقہاء کی تحقیق کیے بغیر یہ لکھ دیا ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں جمہور کا موقف

جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابوحنیفہ اور قدیم وجدید جمہور علماء کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی خواہ دخول سے پہلے دی ہوں یا دخول کے بعد۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس کا یہی نظریہ ہے، رضی اللہ عنہم، اور بعد کے تابعین اور ائمہ کا بھی یہی موقف ہے[3] قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں[4]

علامہ الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں کہ بار بار لفظ طلاق کا تکرار کرنے سے تمام طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر طلاق دینے والا تاکید کی نیت کرے تو اس کا دیانۃً اعتبار ہوگا[5] (یعنی قضاءً اعتبار نہیں ہوگا)۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کا موقف

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے ایک طہر میں ایک لفظ یا متعدد الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دیں، مثلاً کہا کہ تم کو تین طلاقیں، یا کہا کہ تم کو طلاق ہے تم کو طلاق ہے، تم کو طلاق ہے، یا کہا تم کو تین طلاقیں، یا دس طلاقیں، یا سو طلاقیں، یا ہزار طلاقیں، اس قسم کی عبارات میں متقدمین اور متاخرین علماء کے تین نظریات ہیں اور ایک چوتھا قول بھی ہے جو محض من گھڑت اور بدعت ہے، پہلا قول یہ ہے کہ یہ طلاق مباح اور لازم ہے، یہ امام شافعی کا قول ہے امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام اور لازم ہے یہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے یہ قول متقدمین میں بکثرت صحابہ اور تابعین سے منقول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے لیکن اس سے صرف ایک طلاق لازم آتی ہے یہ قول صحابہ میں سے حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے منقول ہے، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے بھی مروی ہے اور حضرت ابن عباس کے دو قول ہیں، ـــــ

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، حقوق الزوجین ص ۱۵۰، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، بائیسویں بار ۱۹۸۶ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[5] علامہ علاؤالدین الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی حامش ردالمحتار ج ۲ ص ۴۳۲ مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ

تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے طاؤس، خلاص بن عمرو، محمد بن اسحاق سے منقول ہے، داؤد اور ان کے اکثر اصحاب کا یہی قول ہے، ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین اور ان کے بیٹے جعفر بن محمد کا بھی یہی قول ہے، اسی وجہ سے شیعہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے، چوتھا قول بعض معتزلہ اور بعض شیعہ کا ہے وہ یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے کوئی طلاق نہیں پڑتی، سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا اور تیسرا قول ہی وہ ہے جس پر کتاب وسنت سے دلائل موجود ہیں۔[۱]

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں چار مذاہب ہیں، پہلا مذہب یہ ہے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، یہ قول ائمہ اربعہ، جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کا ہے (رضی اللہ عنہم)۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ مردود ہے کیونکہ یہ بدعت محرمہ ہے اور بدعت اس حدیث کی وجہ سے مردود ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے"؟ اس مذہب کو ابومحمد بن حزم نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا یہ باطل ہے اور رافضیوں کا قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے، یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، جیسا کہ امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے، امام احمد نے کہا یہ ابن اسحاق کا مذہب ہے وہ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے اس کو سنت کی طرف لوٹانا چاہیے (تابعین میں سے) طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی نظریہ ہے، چوتھا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے، مدخول بہا کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بہا کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے، یہ قول حضرت ابن عباس کے تلامذہ کا ہے اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔[۲]

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں علماء شیعہ کا موقف

جیسا کہ شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے بعض شیعہ کا موقف یہ ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی (شرائع الاسلام ج ۲ ص ۵،)

اور جمہور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

شیخ ابوجعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن زرارة، عن احدهما علیهما السلام قال، سألته عن رجل طلق امرأته ثلاثا فی مجلس واحد (او اکثر) وهی طاهر قال: هی واحدة۔[۳]

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایک علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں تین طلاقیں دیں درآں حالیکہ وہ عورت حیض سے پاک تھی؟ انہوں نے کہا یہ ایک طلاق ہوگی۔

عن عمرو بن البراء قال: قلت لابی عبداللہ

عمرو بن براء کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام

۱۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۳ ص ۹،۰۷، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود

۲۔ شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۴ ص ۵۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۶۹ھ

۳۔ شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱۔ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۶۲ھ

علیہ السلام ان اصحابنا یقولون : ان الرجل اذا طلق امرأة مرة او مائة مرة فانما ھی واحدة وقد کان یبلغنا عنك وعن ابائك علیھم السلام انھم کانوا یقولون اذا طلق مرة او مائة مرة فانما ھی واحدة فقال ھو کما بلغکم[1]

سے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا سو طلاقیں دے تو وہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ اور ہمیں آپ سے اور آپ کے آباء علیہم السلام سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار طلاق دے یا سو بار طلاق دے تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں پہنچا ہے۔

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الطلاق مرتان" اس سے معلوم ہوا کہ وہ طلاق رجعی جس میں طلاق کے بعد رجوع کیا جاتا ہے ایک بار دینے کے بعد دوسری مرتبہ دی جاتی ہے، جیسے کسی شخص نے کہا جائے دو بار تسبیح کرو یا تین بار تسبیح کرو یا سو بار تسبیح کرو، اس پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنی بار تسبیح کرے کہ یہ عدد پورا ہو جائے، مثلاً کہے سبحان اللہ، سبحان اللہ تو یہ دو بار ہوگا اور اگر اس نے کہا "دو بار سبحان اللہ!" (سبحان اللہ مرتان) یا سو بار سبحان اللہ" (سبحان اللہ مائة مرة) کہا تو یہ ایک تسبیح شمار کی جائے گی علیٰ ہذا القیاس جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا تمہیں دو طلاقیں یا تمہیں تین طلاقیں یا تمہیں دس طلاقیں یا تمہیں ہزار طلاقیں تو یہ ایک طلاق شمار کی جائے گی۔ اس کو واضح کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ نے ایک یہ مثال دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع فرمایا ہے کہ نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ، اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا جائے، اب اگر کوئی شخص کہے سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر عدد خلقہ (اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر) تو یہ صرف ایک تسبیح شمار کی جائے گی۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین طلاقیں لازم کر دی ہوں، اس بارے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن مروی نہیں ہے اور نہ کسی مستند کتاب میں کوئی ایسی حدیث نقل کی گئی ہے، اس سلسلے میں جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں وہ سب ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں، بلکہ موضوع ہیں، بلکہ صحیح مسلم اور دیگر سنن اور مسانید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں عجلت کرنی شروع کر دی ہے جس میں انھیں مہلت دی گئی تھی، اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں تو بہتر ہوگا، پھر آپ نے یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں۔ اس سلسلے میں دوسری حدیث یہ ہے "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں پھر سخت غمگین ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۶۲ھ

تم نے کس طرح طلاق دی تھی؟ انھوں نے کہا میں نے اسے تین طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے فرمایا ایک مجلس میں؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا یہ ایک طلاق ہوئی ہے اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کر سکتے ہو۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر حضرت رکانہ نے رجوع کر لیا۔" شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ استفسار فرمایا ایک مجلس میں؟ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر ایک مجلس میں تین طلاقیں نہ دی جائیں تو پھر وہ ایک نہیں قرار دی جائیں، اور جب ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں گی تو وہ ایک قرار دی جائے گی، حضرت رکانہ کی یہ حدیث شیخ ابن تیمیہ نے مسند احمد کے حوالے سے بیان کی ہے[1]

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے 'الطلاق مرتان' سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر طلاق الگ الگ دی جائے تب وہ متعدد طلاقیں متصور ہوں گی اور اگر کسی نے کہا "تم کو تین طلاقیں" تو چونکہ یہ طلاق ایک بار دی گئی ہے اس لیے یہ ایک طلاق ہی شمار ہو گی، شیخ ابن تیمیہ کا یہ استدلال خود انھیں بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس استدلال کا یہ تقاضا ہے کہ کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار کہا، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، تو یہ تین طلاقیں واقع ہونی چاہییں کیونکہ یہ تین طلاقیں تین بار دی گئی ہیں، حالانکہ شیخ کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق ہے جیسا کہ اس سے پہلے باحوالہ گذر چکا ہے۔

زنا کی شہادات اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات

شیخ ابن قیم جوزیہ نے زنا کی چار شہادتوں اور قسامت کی پچاس قسموں سے یک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں چار بار گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے، تو اس کی یہ گواہی مردود ہو گی جب تک کہ چار آدمی الگ الگ گواہی نہ دیں، اسی طرح اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں پچاس قسمیں کھاتا ہوں کہ میں نے قتل کیا ہے نہ قاتل کو دیکھا ہے تو اس کی یہ قسم معتبر نہیں ہو گی جب تک کہ پچاس آدمی الگ الگ قسمیں نہ کھائیں، اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں تو یہ تین طلاقیں بھی معتبر نہیں ہوں گی جب تک کہ وہ الگ الگ تین طلاقیں نہ دے[2]

• اس استدلال کا ایک جواب تو یہی ہے کہ یہ دلیل خود شیخ ابن قیم کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر تین بار الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جانی چاہییں، حالانکہ ان کے نزدیک ایک مجلس میں الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ بھی واقع نہیں ہوتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زنا کی شہادت اور قسامت پر طلاق کا قیاس درست نہیں ہے کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میں زنا کی چار گواہیاں دیتا ہوں یا میں قتل کرنے کی پچاس قسمیں کھاتا ہوں اس کی گواہی اور قسم مطلقاً مردود ہے برخلاف طلاق کے کیونکہ جو شخص کہے میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں اس کی طلاق ان کے نزدیک بھی مطلقاً مردود نہیں ہے بلکہ ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ دوسرا جواب علامہ آلوسی کی عبارت سے مستفاد ہے۔
علامہ آلوسی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے کہ شہادات لعان اور رمی جمرات پر طلاق کو قیاس کرنا قیاس

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۳۳ ص ۱۲-۱۱ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز۔
[2] شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۴ ص ۵۵ مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ

مع الفاروق ہے۔ دونوں کے احکام الگ الگ ہیں، اور ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ____

____ علاوہ ازیں طلاق کا معاملہ حلت اور حرمت سے ہے اور اس میں احتیاط یہی ہے کہ جو تین طلاقیں بیک وقت دی گئی ہیں وہ واقع مان لی جائیں [۱] اور یہ مسلّم اصول ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین ایک طلاق قرار دے کر نکاح کو مباح کہتے ہیں اور جمہور ان تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر کے نکاح کو حرام کہتے ہیں اور اس اصول کے مطابق جمہور کے قول کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اباحت اور تحریم کے تعارض میں تحریم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر خاتون جنت سے فرمایا تھا کہ بیٹی نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو، یہ لونڈیوں سے بہتر ہے اب اگر کوئی شخص سبحان اللہ تینتیس بار (ایک دفعہ) کہہ دے تو کیا وہ اس اجر و ثواب کا مستحق ہو گا؟ [۲] (پیر صاحب اس سے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین طلاقیں کہنے سے تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں)۔

یہ دلیل سب سے پہلے شیخ ابن تیمیہ نے قائم کی تھی اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ کے متبعین مزید مثالوں کے ساتھ اس کو نقل کرتے چلے گئے ہیں۔

ہم اس دلیل کے چار جواب بیان کر چکے ہیں کہ یہ استدلال ان حضرات کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اگر ایک مجلس میں کلمات متعددہ سے تین بار تین طلاقیں دی جائیں تو اس دلیل کے اعتبار سے وہ نافذ ہونی چاہئیں حالانکہ یہ لوگ اس کو بھی تین طلاق نہیں مانتے بلکہ ایک طلاق کہتے ہیں، دوسرا یہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کی ہوتی ہے، تیسرا جواب ہم نے علامہ آلوسی سے نقل کیا جس کا خلاصہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ مثلاً یوں کہہ دے کہ سو بار سبحان اللہ تو اس حدیث پر عمل نہیں ہو گا اور یہ تسبیح فاطمہ نہیں ہو گی اور وہ اس کے اجر کا مستحق نہیں ہو گا اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تم کو تین طلاقیں تو آپ بھی یہ تو مانتے ہیں کہ ایک طلاق ہو جائے گی اس لیے یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ علامہ آلوسی نے جو دوسرا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا حرام کو حلال کرنا ہے اس لیے اس قسم کی تک بندیوں اور ڈھکوسلوں سے اللہ اور رسول کے حرام کردہ کو حلال نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت عمر پر عہد رسالت کے معمول بدلنے کے الزام کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کی دوسری دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا اور حضرت عمر نے یہ کہا کہ اگر ان کو تین طلاق ہی قرار دیا جائے تو بہتر ہو گا اور پھر انہوں نے ایسا ہی کر دیا۔ جس طرح شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت

---

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۲] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

[۳] حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری محقق سنی حنفی عالم ہیں اس مسئلہ میں ان کی رائے ائمہ اربعہ کے متفق علیہ موقف سے مختلف ہے تاہم ہماری معلومات کے مطابق انہوں نے اس رائے پر فتویٰ نہیں دیا، لیکن چونکہ غیر مقلد حضرات ان کا رسالہ مسلسل چھاپ رہے ہیں اس لیے ہم نے ان کے دلائل کا جواب ضروری سمجھا تاکہ عوام اہل سنت ان کے حوالے سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ (غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

کی صریح مخالفت کی اور تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو قبول کر لیا اگر اس بات کو مان لیا جائے تو حضرت ابوبکر اور ان کے دور میں فوت ہونے والے صحابہ کے علاوہ کوئی صحابی اس قابل نہیں رہے گا کہ اس کے دین پر اعتماد کیا جائے اور اس کی روایت کو قبول کیا جائے یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کا ظاہر معنی نہیں لیا اور اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے

قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جس کو صحاح ستہ کے دیگر مؤلفین نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا نیز دیگر احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں (جس کا تفصیلی بیان عنقریب آرہا ہے) اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت چونکہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی صراحت کے خلاف ہے اس لیے یہ روایت شاذ اور معلل ہے اور استدلال سے خارج ہے۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل

اس روایت کے شاذ، معلل اور مردود ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز روایت کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں اس لیے یہ روایت شاذ ہے اور حضرت ابن عباس کی طرف اس روایت کو منسوب کرنے میں طاؤس کو وہم ہوا ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

صحیح مسلم کی اس زیر بحث حدیث کو طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی صراحت کے مطابق یہ طاؤس کا وہم ہے اس کی مزید وضاحت امام بیہقی کے بیان سے ہوتی ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جس میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے، امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو ترک کر دیا ہے، اور میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ترک کیا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس کی باقی روایات کے مخالف ہے، پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا حضرت ابن عباس نے فرمایا پہلے انسان تین طلاق دینے کے بعد رجوع کر لیتا تھا، "الطلاق مرتان" نے اس کو منسوخ کر دیا، سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اس پر حرام ہو گئی، مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا تم تین طلاقیں لے لو اور ستانوے طلاقوں کو چھوڑ دو، مجاہد سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں، حضرت

ے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کے دس سے زائد جواب دیئے ہیں، ہم بغرض اختصار صرف دو جواب پیش کر رہے ہیں سعیدی غفرلہ۔

ابن عباس نے فرمایا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی، تم نے اللہ کا خوف نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا، ان کے علاوہ عطاء، عمرو بن دینار اور مالک بن حارث وغیرہ طاؤس کے علاوہ حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ حضرت ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں کہ یک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں اس کے برخلاف صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ عہد رسالت اور عہد ابوبکر میں تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں اس لیے یہ روایت طاؤس کے وہم پر محمول کی جائے گی اور صحیح نہیں ہے۔[۱]

اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا؟

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے خصوصاً حضرت ابن عباس راوی حدیث کا فتویٰ بھی اس کے خلاف ہے تو اس روایت پر عمل کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے الی قولہ اس کے متعلق مختصر یہ گذارش ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالیشان کے سامنے کسی کا قول حجت نہیں، نیز حضرت ابن عباس سے بھی دو روایتیں آئی ہیں ایک وہ جو اوپر گذری دوسری وہ جسے مسند میں امام احمد نے نقل کیا ہے: فکان ابن عباس یری انما الطلاق عند کل طہر حدیث ۲۳۸۷ دوسرے صحابہ کرام کے اقوال کا ذکر جا بجا گذر چکا ہے نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ان الاعتبار لروایۃ الراوی لا برأیہ۔ "اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی ذاتی رائے کا"[۲]

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں ہے لیکن یہ کون سی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: "تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جائے۔" اگر مسلم کی حدیث مذکور مراد ہے تو اول تو اس میں آپ کے کسی فرمان کا ذکر نہیں ہے۔ ثانیاً اسی حدیث میں تو بحث ہو رہی ہے کہ یہ ثابت اور صحیح نہیں ہے طاؤس کا وہم ہے، مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ:

قال احمد بن حنبل کل اصحاب ابن عباس رووا عنہ خلاف ما قال طاؤس، سعید بن جبیر و مجاھد و نافع عن ابن عباس بخلافہ۔[۳]

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس سے طاؤس کے برخلاف روایت کیا ہے۔ سعید بن جبیر، مجاہد اور نافع نے حضرت ابن عباس سے اس کے برخلاف روایت کی ہے۔

اور چونکہ صحیح مسلم کی یہ روایت طاؤس کے وہم پر مبنی ہے اس لیے صحیح نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عہد رسالت کے معمول کی مخالفت اور تمام صحابہ پر مداہنت کی تہمت لگانے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ایک معقول وجہ (طاؤس کے وہم) کی بنیاد پر اس حدیث کو مسترد کر دیا جائے!

---

[۱] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۳۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[۲] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء
[۳] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۲، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ، ۱۳۹۸ھ

پیر کرم شاہ صاحب نے لکھا ہے: نیز اصول فقہ کا یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی رائے کا۔
اس کے بارے میں گزارش ہے کہ عام راویوں کے بارے میں بے شک ایسا ہی ہے لیکن جب صحابی رسول کسی حدیث کی روایت کریں اور ان کا عمل یا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہو تو پھر دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ روایت صحیح نہیں یا اس صحابی کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ صحابی رسول سے یہ متصور نہیں کہ وہ ایک حدیث بیان کرے اور عمل اس کے خلاف کرے۔ کتب صحاح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کو ترک کر دیا اور یہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ان کے نزدیک کسی دلیل سے رفع یدین منسوخ ہو چکا ہو[1]
نیز حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے اور خود تین مرتبہ دھوتے تھے، امام طحاوی لکھتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سن کر اس پر عمل کرنا ترک کر دیں گے۔ اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کی عدالت (نیکوکاری) ساقط ہو جائے گی اور وہ اس قابل بھی نہیں رہیں گے کہ ان کی کوئی بات قبول کی جائے چہ جائیکہ ان کی روایت قبول کی جائے، اس لیے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت ابوہریرہ کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہو چکی ہے[2]
جب صحابی رسول کا عمل یا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی نسبت اس صحابی کی طرف صحیح نہیں ہے یا پھر اس روایت میں کوئی تاویل ہے۔ علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

ان راویه اذا عمل بخلافه کان ذلك طعنا فی صحته او دلیلا علی انه منسوخ او مصروف عن الظاهر[3]

راوی کا عمل جب حدیث کے خلاف ہو تو یہ اس حدیث کی صحت میں طعن کا موجب ہے یا اس حدیث کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے یا پھر اس حدیث میں تاویل ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس کی یہ حدیث جس کو طاؤس نے بیان کیا ہے، ایسی ہی ہے، قوی ترین بات یہ ہے کہ چونکہ یہ طاؤس کا وہم ہے اس لیے صحیح اور ثابت نہیں ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس کو منسوخ قرار دے کر بھی جواب دیا ہے اور اس کا ظاہری معنی چھوڑ کر تاویل بھی کی ہے، عنقریب ہم بعض تاویلات کا ذکر کریں گے۔
پیر کرم شاہ صاحب نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ "حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں رمل کرتے تھے اور ان کا قول یہ ہے کہ رمل سنت نہیں ہے"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رمل کے معاملہ میں حضرت

۱۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ
۲۔ 〃 〃 〃 ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳ ، 〃 〃 〃 〃
۳۔ علامہ عبد العزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، النبراس ص ۳۲۳، مطبوعہ شاہ عبد الحق اکیڈمی بندیال، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۷ھ

ابن عباس کی رائے جمہور کے خلاف ہے اور تین طلاقوں کے مسئلہ میں ان کی روایت دیگر احادیث اور جمہور کے موافق ہے اور ان کی منفرد رائے کو ترک کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی جو روایت جمہور کے موافق ہو اس کو بھی ترک کر دیا جائے۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر راوی کا عمل اور فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو غیر مقلدین اور شوافع کا وہی مسلک ہے جو پیر کرم شاہ صاحب نے فتح الباری کے حوالے سے بیان کیا ہے اور نیل الاوطار میں بھی مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے ایسا ہی لکھا ہے[۱] اور حق اور صواب احناف اور مالکیہ کا نظریہ ہے جس کو ہم نے امام طحاوی اعلیٰ حضرت علامہ پرہاروی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل

طاؤس کی اس روایت کے وہم اور غلط ہونے پر ایک اور واضح قرینہ یہ ہے کہ خود طاؤس کا فتویٰ بھی اس روایت کے خلاف تھا، طاؤس یہ کہتے تھے کہ اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو یہ ایک طلاق ہوگی (کیونکہ وہ پہلی طلاق کے بعد بائنہ ہو جاتی ہے اور بعد کی طلاقوں کا محل نہیں رہتی) طاؤس مدخولہ کی تین طلاقوں کو ایک طلاق نہیں قرار دیتے تھے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن لیث عن طاؤس وعطاء انہما قالا: اذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بہا فہی واحدۃ[۲]

لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو مقاربت سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ ایک طلاق ہوگی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلقاً تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتے تھے اس لیے طاؤس کی یہ روایت جس کو امام مسلم نے بیان کیا ہے وہم اور مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔

علامہ ماردینی، طاؤس کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وذکر صاحب الاستذکار ان ہذہ الروایۃ وہم وغلط لم یعرج علیہا احد من العلماء الی قولہ ولا یصح ذلک عن ابن عباس لروایۃ الثقات عنہ خلافہ[۳]

علامہ ابن عبد البر (صاحب استذکار) نے کہا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت وہم اور غلط ہے۔ علماء میں سے کسی نے اس کو قبول نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس سے طاؤس کی یہ روایت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ثقہ راویوں نے حضرت ابن عباس سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔

نیز علامہ ابو جعفر بن نحاس کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھتے ہیں کہ "طاؤس ہر چند کہ نیک شخص ہیں لیکن وہ حضرت ابن عباس سے بہت سی روایات میں متفرد ہیں، اہل علم ان روایات کو قبول نہیں کرتے، ان روایات میں سے ایک روایت وہ بھی ہے — جس میں انہوں نے حضرت ابن عباس سے تین طلاقوں کے ایک ہونے کی روایت کی ہے، لیکن

۱۔ قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، قاہرہ، ۱۳۹۸ھ

۲۔ حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۲۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

۳۔ علامہ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۷، ص ۳۳۸-۳۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

حضرت ابن عباس اور حضرت علی سے صحیح روایت یہی ہے کہ تین طلاقیں، تین ہی ہوتی ہیں۔

طاؤس کی روایت کا صحیح محمل

جمہور فقہاء اسلام نے اولاً تو اس حدیث کے فنی سقم کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا ثانیاً بر سبیل تنزل اس میں تاویل کی اور کہا کہ دور رسالت اور دور صحابہ میں لوگ تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے بعد میں حضرت عمر کے دور میں لوگوں نے تین طلاقیں دینے کی نیت سے تین بار طلاق کہنا شروع کر دیا اس لیے حضرت عمر نے ان کی نیات کے اعتبار سے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیا۔ ان جوابات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امر کو نہیں بدلا بلکہ اسی چیز کو نافذ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت رکانہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی ہے آپ نے فرمایا تم نے طلاق البتہ سے کیا مراد لیا تھا؟ میں نے کہا ایک طلاق! آپ نے فرمایا قسم بخدا؟ میں نے کہا قسم بخدا! آپ نے فرمایا پس یہ وہی طلاق ہے جس کا تم نے ارادہ کیا ہے، یعنی ایک[1] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے تین اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے[2] امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[3] اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رکانہ سے یہ استفسار نہ کرتے کہ تم نے اس لفظ سے کیا مراد لیا ہے اور ان کی مراد پر قسم طلب نہ فرماتے بلکہ صاف فرما دیتے کہ ایک مجلس میں ایک عبارت سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت رکانہ سے طلاق کی تعداد کا دریافت کرنا اور ان کی مراد پر قسم لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقیں مؤثر ہو جاتی ہیں، اور حضرت عمر نے جو فیصلہ نافذ کیا وہ اس حدیث کے مطابق تھا اور جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ بھی اسی حدیث کے تابع ہے۔

حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کے فنی اسقام

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ سے متعلق ایک دوسری روایت مسند احمد کے حوالے سے ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایک طلاق قرار دیا اور انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن تیمیہ نے مسند احمد کی اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابو داؤد کی مذکور الصدر روایت پر ترجیح دی ہے لیکن شیخ ابن تیمیہ کا جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی روایت پر مسند احمد کو ترجیح دینا عدل وانصاف سے سخت بعید ہے، کیونکہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ مسند احمد میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا، اس میں ضعیف، حسن، صحیح ہر قسم کی احادیث ہیں۔ برخلاف جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کے کیونکہ یہ ان کتب احادیث میں سے ہیں جن میں احادیث صحیحہ جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کو صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے اور مسند احمد کو صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

امام ابوداؤد کے علم میں بھی مسند احمد کی یہ روایت تھی جس میں طلاق البتہ کی بجائے تین طلاقوں کا ذکر ہے لیکن انھوں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی: ھذا اصح من حدیث ابن جریج ان رکانۃ طلق امرأتہ ثلاثا لانھم اھل بیتہ وھم اعلم بہ[1] یہ حدیث ابن جریج کی روایت کی بہ نسبت صحیح ہے جس میں ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ اس حدیث کی روایت حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہے اور وہ اپنے گھر کے واقعات کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے۔" امام ابوداؤد نے اپنی تینوں احادیث یزید بن رکانہ سے روایت کی ہیں اسی طرح امام ترمذی نے بھی یزید بن رکانہ کی روایت سے حدیث بیان کی ہے اس کے برخلاف امام احمد نے مسند احمد میں ابن جریج سے حضرت رکانہ کی روایت بیان کی ہے اور یہ بالکل معقول اور انصاف کی بات ہے کہ حضرت رکانہ کے گھر کا واقعہ وہی درست ہوگا جو ان کے بیٹے نے بیان کیا ہے اور ان کے بیٹے کی روایت کے خلاف اگر کسی غیر متعلق شخص نے کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو وہ درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ نے البتہ والی روایت کو مجروح قرار دینے کے لیے کسی کتاب کا حوالہ دیے بغیر لکھا ہے: امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ابوعبید اور ابومحمد بن حزم نے البتہ والی روایت کو ضعیف قرار دیا اور بیان کیا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں، ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے[2]

امام احمد بن حنبل چونکہ اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے والے ہیں اس لیے وہ ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا اگر ان کی تضعیف بالفرض ہو بھی تو خارج از بحث ہے اور ابن حزم کا حوالہ دینا، شیخ ابن تیمیہ کی مغالطہ آفرینی ہے۔ شیخ ابن حزم نے سنن ابوداؤد کی ایک اور روایت کو بعض بنی ابی رافع کی وجہ سے مجہول لکھا ہے جس کا ذکر باحوالہ آگے آرہا ہے۔ رہے امام بخاری تو ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انھوں نے البتہ والی روایت کی تضعیف کی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام بخاری نے مسند احمد والی روایت کو مضطرب اور معلل قرار دیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے[3] اور علامہ ابن عبدالبر نے اس کو تمہید میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی مسند احمد والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور دوسرا راوی داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے اور البتہ والی (صحاح ستہ کی) روایت صحت کے قریب ہے اور مسند احمد والی روایت میں راویوں کی غلطی ہے[4]

علامہ ابوبکر رازی جصاص نے مسند احمد کی اس روایت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔[5]

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ رکانہ کی حدیث منکر ہے اور صحیح روایت وہ ہے جو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے

۱۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ

۲۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۳ ص ۱۵ مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود

۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تلخیص الحبیر، ج ۳ ص ۲۱۳، مطبوعہ مصر،

۴۔ علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناھیہ فی الاحادیث الواھیہ ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد

۵۔ علامہ ابوبکر بن احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی [1]

حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ کی البتہ والی روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس حدیث کے راوی مجہول ہیں اور ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔" شیخ ابن تیمیہ کی یہ بات بھی عدل و انصاف اور حقیقت اور صداقت سے بہت دور ہے۔ یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے، اور امام ابوداؤد نے اس کو تین مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف امام ترمذی کی سند کے راویوں کی عدالت اور ضبط کا حال بیان کر رہے ہیں :۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو از ھناد از قبیصہ از جریر بن حازم از زبیر بن سعید از عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ بیان کیا ہے۔ سند کے پہلے راوی ھناد ہیں، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا تم ھناد کو لازم رکھو، ابوحاتم نے کہا وہ بہت سچے ہیں قتیبہ نے کہا میں نے دیکھا کہ وکیع ھناد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے، امام نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں، امام ابن حبان نے بھی ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے [2]

اس سند کے دوسرے راوی قبیصہ ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حافظ ابوزرعہ سے قبیصہ اور ابونعیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا ان دونوں میں قبیصہ افضل ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا وہ بہت سچے ہیں۔ اسحق بن سیار نے کہا میں نے شیوخ میں سے قبیصہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا، امام نسائی نے کہا ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے [3]

اس حدیث کے تیسرے راوی ہیں جریر بن حازم، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حماد جتنی تعظیم جریر بن حازم کی کرتے تھے کسی اور کی نہیں کرتے تھے، عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں۔ دوری کہتے ہیں میں نے یحییٰ سے پوچھا کہ جریر بن حازم اور ابوالاشہب میں کس کی روایت بہتر ہے انھوں نے کہا جریر کی روایت احسن اور اسند ہے۔ ابوحاتم نے کہا یہ بہت سچے اور نیک ہیں [4]

اس حدیث کے چوتھے راوی زبیر بن سعید ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: دوری نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں، دارقطنی نے کہا یہ معتبر ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے [5]

اس حدیث کے پانچویں راوی ہیں عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ: یہ خود حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہیں۔ امام

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۷۱، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۵ھ

[3] " " ، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۴۹ - ۳۴۸ " " "

[4] " " ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۰ " " "

[5] " " ، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۱۵ " " "

ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے[۱] اور حافظ ابن حجر نے اس کو مقرر رکھا ہے[۲]

حضرت رکانہ سے متعلق سنن ابوداؤد کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان

پیر کرم شاہ صاحب نے سنن ابوداؤد کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے حضرت عبد یزید ابورکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لو۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں، آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں تم اس سے رجوع کر لو۔[۳]

اس حدیث سے پیر صاحب کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کی سند میں بعض بنی ابی رافع موجود ہیں، جو مجہول ہیں۔ غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اسی حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (شیخ ابن تیمیہ نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث کے بارے میں ابن حزم کا حوالہ دیا تھا وہ اصل میں یہ حدیث ہے)

قال ابو محمد: ما نعلم لهم شيئا احتجوا به غير هذا و هذا لا يصح لانه عن غير مسمى من بني ابي رافع ولا حجة في مجهول.[۴]

ہمارے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی اور کوئی دلیل نہیں ہے، اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ ابو رافع کی اولاد میں سے جس شخص سے یہ روایت ہے اس کا نام نہیں لیا گیا، اور مجہول راوی کی روایت دلیل نہیں ہو سکتی۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مستدرک کی بعض روایات میں بعض بنی ابی رافع کی تعیین محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کر دی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع کے بارے میں لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن معین نے کہا یہ لیس بشئی ہے، ابو حاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث، منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا یہ کوفہ کے شیعہ میں سے ہے اور فضائل میں اس نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے، ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا۔ برقانی نے دارقطنی سے روایت کیا کہ یہ متروک ہے[۵] یاد رہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہے جس شخص کے بارے میں میں یہ کہوں کہ یہ منکر الحدیث ہے اس سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ امام ابن عدی نے اس کو شیعہ لکھا ہے اور تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا شیعہ حضرات کا مسلک ہے۔

اس روایت کی سند اس پائے کی نہیں ہے، جس سے حلال اور حرام کے مسئلہ میں استدلال ہو سکے، خصوصاً جب کہ اس روایت سے وہ چیز حلال ہو رہی ہو جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت سے حرام ہو چکی ہو اور ائمہ اربعہ اور

---

[۱] حافظ محمد بن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ کتاب الثقات ج ۷، ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ
[۲] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۳۲۵، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۶ھ
[۳] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۹۔۲۹۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[۴] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۶۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۵۲ھ
[۵] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۲۱، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۶ھ

جمہور مسلمین کا اس کی حرمت پر اتفاق ہو۔

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے حامیوں کے پاس تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے لیے صرف یہ تین روایات تھیں ایک صحیح مسلم کی روایت جو طاؤس کا وہم اور شاذ روایت ہے، دوسری مسند احمد کی روایت جو مضطرب، منکر، معلّل اور ضعیف روایت ہے، تیسری سنن ابوداؤد کی یہ روایت جو مجہول، منکر اور متروک کی روایت ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور کے قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ دو طلاقوں کے بعد بھی خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہے تو ان طلاقوں سے رجوع کرلے اور چاہے تو رجوع نہ کرے لیکن :

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره۔ (بقرۃ ۱۵، ۲۳۰)

پس اگر اس نے اس کو ایک اور طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے "تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے۔

اس آیت سے پہلے "الطلاق مرتان" کا ذکر ہے یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ دی جاسکتی ہے، اس کے بعد "فان طلقها" الآیۃ فرمایا، اس کے شروع میں حرف فاء ہے جو تعقیب بلا مہلت کے لیے آتا ہے اور اب قواعد عربیہ کے اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد خاوند نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ اس آیت میں اگر حرف "ثم" یا اس قسم کا کوئی اور حرف ہوتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا تو علی التعیین یہ کہا جاسکتا تھا کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے گی لیکن قرآن مجید میں ثم کی بجائے "فا" کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خاوند نے دو طلاقیں دینے کے بعد فوراً تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

قرآن مجید نے "الطلاق مرتان" فرمایا ہے یعنی دو مرتبہ طلاق دی جائے اور دو مرتبہ طلاق دینا اس سے عام ہے کہ ایک مجلس میں دو مرتبہ طلاق دی جائے یا دو طہروں میں دو مرتبہ طلاق دی جائے اور اس کے بعد فوراً اگر تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، اس سے واضح ہوگیا کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار طلاق دی اور بیوی سے کہہ دیا میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی تو یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ غیر مقلدوں کے مشہور، مستند اور ان کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

فهذا یقع علی الثلاث مجموعة ومفرقة ولا یجوز ان یخص بهذه الآیة بعض ذلک دون بعض بغیر نص۔[1]

یہ آیت بیک وقت دی گئی تین طلاقوں اور الگ الگ دی گئی طلاقوں دونوں پر صادق آتی ہے اور اس آیت کو بغیر کسی نص کے طلاق کی بعض صورتوں کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۵۲ھ

قرآن مجید کی اس آیت سے بھی جمہور فقہاء اسلام کا استدلال ہے۔

اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔ (احزاب: ۴۹)

جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو مقاربت سے پہلے طلاق دے دو، تو ان پر تمہارے لیے کوئی عدت نہیں جس کو تم گنو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا ذکر فرمایا ہے اور طلاق دینے کو اس سے عام رکھا ہے کہ بیک وقت اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں یا الگ الگ طلاقیں دی جائیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مطلق اور عام رکھا ہو اس کو اخبار آحاد اور احادیث صحیحہ سے بھی مقید اور خاص نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ ماوشما کی غیر معصوم آراء اور غیر مستند اقوال سے اس کو مقید کیا جا سکے۔

قرآن مجید سے استدلال پر اعتراض کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے:

دوسری آیات اور سنت نبوی نے ان کے اطلاق کو مقید کر دیا ہے، اور ان کے احکام اور شرائط کو بیان کر دیا ہے نیز ان آیات میں ایک ساتھ طلاق دینے کی بھی تو کہیں تصریح نہیں ہے[۱]

قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ بیک وقت اجتماعی طور پر دی گئی تین طلاقیں ایک ہوں گی جس کو اس آیت کے عموم کی تخصیص پر قرینہ بنایا جا سکے۔ نہ کسی حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے اور بدعت اور گناہ ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے اور سنت طریقہ الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دینا ہے لیکن اس میں گفتگو نہیں ہے گفتگو اس میں ہے کہ اگر کسی شخص نے خلاف سنت طریقہ سے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تو آیا وہ نافذ ہوں گی یا نہیں! البتہ بکثرت احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جائیں گی جیسا کہ عنقریب واضح ہو گا۔ غیر مقلدوں کے امام ثانی ابن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثم طلقتموھن الآیۃ عموم لاباحۃ الثلاث والاثنین والواحدۃ۔[۲]

اس آیت میں عموم ہے اور تین، دو اور ایک طلاق دینے کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

جمہور فقہاء اسلام نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

وللمطلقات متاع بالمعروف۔ (بقرۃ: ۲۴۱)

مطلقہ عورتوں کو رواج کے مطابق متعہ (کپڑوں کا جوڑا) دینا چاہیے۔

شیخ ابن حزم اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلا یخص تعالیٰ مطلقۃ واحدۃ من

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو عام رکھا ہے

۱۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۴، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

۲۔ شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۵۲ھ

مطلقة اثنین ومن مطلقة ثلاثا[1] ہے خواہ وہ ایک طلاق سے مطلقہ ہو یا دو سے یا تین سے اور ان میں سے کسی کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا۔

اس آیت میں مطلقہ عورتوں کو متعہ (کپڑوں کا جوڑا) دینے کی ہدایت کی ہے خواہ وہ عورتوں تین طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا دو طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا ایک سے اور کسی ایک طلاق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی تخصیص نہیں فرمائی، یہی چیز شیخ ابن حزم نے بیان کی ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کے عموم اور اطلاق کی اور بھی آیات ہیں لیکن ہم بغرض اختصار انہی آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں پر جمہور فقہاء اسلام کے احادیث سے دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدث سهل بن سعد اخي بني ساعدة ان رجلا من الانصار جاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ارایت رجلا وجد مع امراته رجلا ایقتله او کیف یفعل فانزل الله في شانه ما ذكر في القرآن من امر التلاعن فقال النبي صلی الله علیه وسلم قد قضى الله فيك وفي امراتك قال فتلاعنا في المسجد وانا شاهد فلما فرغا قال كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم حين فرغا من التلاعن ففارقها عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال ذاك تفريق بين كل من المتلاعنين قال ابن شهاب فكانت السنة بعدهما ان يفرق بين كل المتلاعنين[2]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ انصار میں سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لے تو اس کو قتل کر دے یا کیا کرے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں قرآن مجید میں لعان کا مسئلہ ذکر فرمایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے اور تیری بیوی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا، حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے میرے سامنے مسجد میں لعان کیا جب وہ لعان سے فارغ ہو گئے تو اس شخص نے کہا اب اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں خود جھوٹا ہوں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے لعان سے فارغ ہوتے ہی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی، آپ نے فرمایا سب لعان کرنے والوں کے درمیان یہ تفریق ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں اس کے بعد یہ طریقہ مقرر ہو گیا کہ سب لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی کی شرح مسلم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وذلك لانه ظن ان اللعان لا يحرمها عليه

اس نے اس لیے تین طلاقیں دی تھیں کہ اس کا

---

[1] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۵۲ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

فاراد تحریمها بالطلاق فقال هی طالق ثلثا[1]

گمان یہ تھا کہ لعان سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی تو اس نے کہا" اس کو تین طلاقیں ہیں "

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور مقرر تھی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اس شخص نے اپنی بیوی سے تفریق اور تحریم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو تین طلاقیں دیں اگر ایک مجلس میں تین طلاقوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی تو اس صحابی کا یہ فعل عبث ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے، بیک وقت تین طلاقوں سے تمہاری مفارقت نہیں ہوگی۔

اس سلسلے میں امام بخاری نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے:

قال سهل فتلاعنا وانا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما فرغا من تلاعنها قال عويمر كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلثا قبل ان يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم[2]

حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کیا در آں حالیکہ میں بھی لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضرت عویمر نے کہا: یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں پھر حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[3] امام نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[4] اور ابو داؤد میں بھی ہے۔ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محمد بن ابی صفرہ مالکی نے کہا ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی، ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر نفس لعان سے تفریق ہوتی تو حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے، اور شوافع نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا مباح ہے۔[5]

بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے یہ بات بہر حال واضح ہو گئی کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور متفق علیہ تھی کہ تین طلاقوں سے تفریق اور تحریم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد رجوع جائز نہیں ہے ورنہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تفریق کے قصد سے اپنی بیوی کو لفظ واحد سے تین طلاقیں نہ دیتے۔

اس واقعہ میں سنن ابو داؤد کی درج ذیل حدیث نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا ہے:

عن سهل بن سعد فی هذا الخبر قال فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلی

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۵۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ
[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، " " " " ۱۳۷۵ھ
[4] امام عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[5] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، " "

الله علیه وسلم فانفذه رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔[1]

کے سامنے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

اس حدیث میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابوداؤد میں حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد کسی انصاف پسند شخص کے لیے اس مسئلہ میں تردد کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حضرت عویمر کی حدیث سے استدلال پر اعتراض کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث سے جمہور فقہاء اسلام کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جہاں تک اس حدیث کی سند کا تعلق ہے اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے لیکن کیا اس حدیث سے استدلال درست ہے، تو یہ ذرا تفصیل طلب ہے خود ابوبکر الجصاص اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔[2]

پیر کرم شاہ صاحب کا یہ استدلال سخت حیرت کا باعث ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ تین طلاقیں اگر بیک وقت دی جائیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ ابوبکر جصاص اور علامہ سرخسی نے اس استدلال کا رد نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ احناف کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا مباح ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے تین طلاقیں دینے پر انکار فرماتے اور آپ کا انکار نہ فرمانا بیک وقت تین طلاقوں کے مباح ہونے کی دلیل ہے۔ علامہ ابوبکر الجصاص اور علامہ سرخسی نے ان کے اس استدلال کا رد فرمایا ہے۔ اب ہم پہلے علامہ ابوبکر الجصاص کی اصل عبارت ذکر کرتے ہیں:۔

علامہ ابوبکر الجصاص الرازی فرماتے ہیں:

قال فلما لم ینکر الشارع صلی الله علیه وسلم ایقاع الثلاث دل علی اباحته وهذا الخبر لا یصح للشافعی الاحتجاج به لان من مذهبه ان الفرقة قد کانت وقعت بلعان الزوج قبل لعان المرأة فبانت منه ولم یلحقها طلاق فکیف کان ینکر علیها طلاقا لم یقع ولم یثبت حکمه فان قیل فما وجهه علی مذهبک

امام شافعی نے فرمایا کہ جب شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقیں بیک وقت دینے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا مباح ہے، (علامہ جصاص فرماتے ہیں) اس حدیث سے امام شافعی کا استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت کے لعان سے پہلے خاوند کے لعان کرنے سے تفریق ہو جاتی ہے اور عورت اس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور اس کے بعد طلاق لاحق نہیں ہوتی، اور جب طلاق واقع ہوئی نہ اس کا حکم ثابت ہوا تو

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ۔

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۵، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۸۹ء

قیل لہ جائز ان یکون ذلک قبل ان یسن الطلاق للعدۃ ومنع الجمع بین التطلیقات فی طھر واحد فلذلک لم ینکر علیہ الشارع صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کیسے انکار فرماتے! اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمہارے یعنی احناف کے مذہب پر اس حدیث کی کیا توجیہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ طلاق دینے کا طریقہ اور وقت مقرر کرنے سے پہلے کا واقعہ ہو اور ایک طہر میں تین طلاقوں کو جمع کرنے کی ممانعت سے پہلے انھوں نے تین طلاقیں دی ہوں۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ علامہ جصاص کی بحث اس بات میں ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا ممنوع ہے یا مباح ہے؟ اس میں بحث نہیں ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد ایک طلاق واقع ہوتی ہے یا تین!

اب ہم آپ کے سامنے علامہ سرخسی کی اصل عبارت پیش کر رہے ہیں، علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

وقال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لا اعرف فی الجمع بدعۃ ولا فی التفریق سنۃ بل الکل مباح وربما یقول ایقاع الثلاث جملۃ سنۃ حتی اذا قال لامرأتہ انت طالق ثلاثا للسنۃ وقع الکل فی الحال عندہ قال بالاتفاق لونوی وقوع الثلاث جملۃ یقع جملۃ ولو لم یکن سنۃ لما عملت نیتہ لان النیۃ بخلاف الملفوظ باطل واستدل فی ذلک بحدیث العجلانی فانہ لما لاعن امرأتہ قال کذبت علیھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امسکتھا فھی طالق ثلاثا۔[2]

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تین طلاقوں کے جمع کا بدعت ہونا اور ان کو الگ الگ دینے کا سنت ہونا، میں نہیں جانتا بلکہ سب طرح طلاق دینا مباح ہے، اور بسا اوقات کہتے ہیں کہ تین طلاقوں کو جمع کر کے دینا سنت ہے حتیٰ کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تم کو سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر وہ اکٹھی تین طلاقوں کی نیت کرے تو تینوں اکٹھی واقع ہو جاتی ہیں کیونکہ الفاظ کے برخلاف نیت کرنا باطل ہے۔ امام شافعی نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جب حضرت عویمر نے اپنی بیوی سے لعان کر لیا تو کہا: یا رسول اللہ! میں نے اگر اب اس عورت کو رکھ لیا تو میں جھوٹا قرار پاؤں گا اس کو تین طلاقیں:

اس کے بعد علامہ سرخسی نے امام شافعی کے اور بھی دلائل ذکر کیے ہیں اور اخیر میں اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے اور احناف کے مسلک پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما طلق امرأتہ فی حالۃ الحیض امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یراجعھا فقال ارأیت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کرنے کا حکم دیا انھوں نے پوچھا یہ بتلائیے کہ اگر

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۶ ص ۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

لو طلقتها ثلاثا اکانت تحل لی فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا بانت منک وھی معصیۃ وبھذہ الآثار تبین انہ انما ترک الانکار علی العجلانی فی ذلک الوقت شفقۃ علیہ لعلمہ انہ لشدۃ الغضب ربما لا یقبل قولہ فیکفر فاخر الانکار الی وقت آخر وانکر علیہ فی قولہ اذھب فلا سبیل لک علیھا او کراھۃ ایقاع الثلاث لما فیہ من سد باب التلافی من غیر حاجۃ وذلک غیر موجود فی حق العجلانی لان باب التلافی بین المتلاعنین متسد ما داما مصرین علی اللعان والعجلانی کان مصرا علی اللعان[1]

میں اس کو تین طلاقیں دے دوں تو کیا پھر بھی رجوع کر سکتا ہوں؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تین طلاق دینا گناہ ہے (یہی احناف کی دلیل ہے۔ سعیدی غفر لہ)۔ ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ نے حضرت عویمر عجلانی کو تین طلاقیں دینے سے اس وجہ سے نہیں روکا تھا کہ وہ اس وقت سخت غصہ میں تھے اور آپ کو علم تھا کہ اس وقت وہ آپ کی بات نہیں مانیں گے اور اس وجہ سے کافر ہو جائیں گے اس وجہ سے آپ نے از روئے شفقت انکار کو کسی اور وقت کے لیے مؤخر کر دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جاؤ تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے تو یہی آپ کا انکار تھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ تین طلاقوں کو بیک وقت دینا اس وقت مکروہ ہے جب وہ بلا ضرورت ہوں اور ان کی تلافی اور تدارک ممکن ہو اور حضرت عویمر عجلانی کے حق میں یہ وجہ متحقق نہیں تھی کیونکہ جو میاں بیوی آپس میں لعان کرنے پر مصر ہوں ان کی طلاق کا تدارک نہیں ہو سکتا اور حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ لعان کرنے پر مصر تھے۔

دیکھئے شمس الائمہ سرخسی کیا فرما رہے ہیں! اور پیر کرم شاہ صاحب الازہری ان کے حوالے سے کیا سمجھا رہے ہیں؟ فیا للاسف!

صحیحین کی ایک اور حدیث سے استدلال پر اعتراض کا جواب

امام بخاری "باب من اجاز الطلاق الثلاث" جس نے بیک وقت تین طلاقوں کو جائز قرار دیا کے باب" میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس عورت نے کہیں اور شادی کر لی، اس نے بھی طلاق دے دی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آیا یہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۶ ص ۴-۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۳، مطبوعہ " " " ۱۳۷۵ھ

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس شخص نے اس کو تین طلاقیں مجموعی طور پر (ایک مجلس میں) دی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی حدیث کی باب سے مطابقت بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے۔[2]

صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے بھی واضح ہوگیا کہ بیک وقت تین طلاقوں کے بعد تحریم ہو جاتی ہے اور رجوع جائز نہیں رہتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت تین طلاقیں دی جانے کے بعد فرمایا کہ یہ اس شوہر پر حلال نہیں ہے، اور یہ استدلال بالکل واضح ہے کیونکہ بیک وقت تین طلاقوں کے بعد رجوع کا ناجائز ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہے۔

بیک وقت تین طلاقوں کی تحریم میں یہ حدیث بھی بالکل واضح ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث سے جمہور کے استدلال کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ تین طلاقیں ایک ساتھ دی گئیں تھیں، بلکہ طلق ثلاثا کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نے تین بار طلاقیں دیں، اس لیے اس حدیث سے بھی استدلال درست نہ ہوا۔[3]

جمہور فقہاء اسلام کا اس حدیث سے استدلال بالکل درست ہے اور طلق ثلاثا کا یہی معنی ہے کہ اس نے بیک وقت تین طلاقیں دیں۔ پیر صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ اس کا مطلب ہے اس نے تین بار طلاقیں دیں اس کے لیے طلق ثلاثا کی جگہ طلق ثلث مرات کا لفظ ہونا چاہیے تھا اور اس سے بھی پیر صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ایک مجلس میں تین لفظوں سے تین بار طلاق دی جائے تو وہ بھی ان کے نزدیک ایک طلاق ہوتی ہے۔ پیر صاحب کا مدعا تب ثابت ہوتا جب حدیث کے الفاظ یوں ہوتے: طلق ثلاث تطليقات فی ثلاثة اطهار "تین طہروں میں تین طلاقیں دیں" لیکن بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے طلق ثلاثا یعنی انھوں نے بیک وقت تین طلاقیں دیں اور اس سے جمہور فقہاء اسلام ہی کا مدعا ثابت ہوتا ہے لہٰذا اس حدیث سے جمہور کا استدلال بالکل درست ہے۔

سوید بن غفلہ کی روایت کی تحقیق

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن سويد بن غفلة قال كانت عائشة الخثعمية عند الحسن بن علی رضی الله عنه فلما قتل علی رضی الله عنه قالت لتهنئك الخلافة قال بقتل علی تظهر الشماتة اذهبی فانت طالق يعنی ثلاثا فتلفعت

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس نے حضرت حسن سے کہا آپ کو خلافت مبارک ہو، حضرت حسن نے کہا: تم حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو، جاؤ! تم کو تین طلاقیں دیں! اس نے

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[3] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۶، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

بثیابها وقعدت حتی قضت عدتها فبعث الیها ببقیة بقیت لها من صداقها وعشرة آلاف صدقة فلما جاءها الرسول قالت امتاع قلیل من حبیب مفارق فلما بلغه قولها بکی ثم قال لولا انی سمعت جدی او حدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراته ثلاثا عند الاقراء او ثلاثا مبهمة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره راجعتها۔[1]

اپنے کپڑے لیے اور بیٹھ گئی، حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی، حضرت حسن نے اس کی طرف اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار کا صدقہ بھیجا، جب اس کے پاس قاصد یہ مال لے کر آیا تو انہوں نے کہا مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ تھوڑا سا سامان ملا ہے۔ جب حضرت حسن تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی یا کہا اگر میرے والد نے یہ بیان نہ کیا ہوتا کہ انہوں نے میرے نانا سے سُنا ہے جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ الگ طہروں میں یا بیک وقت تو وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

یہ حدیث انتہائی واضح اور صریح ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔

امام دارقطنی نے بھی اس حدیث کو سوید بن غفلہ سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے[2]

امام الہیثمی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے سوید بن غفلہ اور ابواسحاق سے روایت کیا ہے[3]

غیر مقلدوں کے عالم شیخ شمس الحق عظیم آبادی امام دارقطنی کی بیان کردہ اس حدیث کی پہلی سند پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں عمرو بن قیس رازی ازرق ہے، یہ راوی بہت سچا ہے لیکن اس کے اوہام ہیں، امام ابوداؤد نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کی حدیث میں خطاء ہے اور اس کی سند میں سلمہ بن فضل قاضی رے ہے۔ ابن راہویہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام بخاری نے کہا اس کی احادیث میں منکر روایات بھی ہیں، ابن معین نے کہا یہ تشیع کرتا تھا میں نے اس کی احادیث لکھی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ابوحاتم نے کہا اس کی احادیث سے استدلال نہیں ہوتا۔ ابوزرعہ نے کہا کہ رے کے لوگ اس کی غلط رائے اور ظلم کی وجہ سے اس کو پسند نہیں کرتے تھے[4]

شیخ عظیم آبادی نے اس حدیث کے دو راویوں کے بارے میں صرف جرح کے اقوال نقل کر دیے ہیں، حالانکہ ان دونوں کی زیادہ تر تعدیل کی گئی ہے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: عمرو بن قیس رازی ازرق سے، امام بخاری نے تعالیق میں روایت

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، السنن الکبری ج ۷، ص ۳۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۳۱۔ ۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ ھ

[4] شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی، التعلیق المغنی علی دارقطنی ج ۴ ص ۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

کی ہے، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی روایات کو ذکر کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے رے کے لوگ امام سفیان ثوری کے پاس گئے اور ان سے احادیث سننے کی درخواست کی۔ انھوں نے فرمایا کیا تمہارے پاس عمرو بن ابی قیس نہیں ہیں؟ امام ابوداؤد نے ایک جگہ کہا کہ ان کی حدیث میں خطاء ہوتی ہے اور دوسری جگہ فرمایا ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن حبان اور ابن شاہین نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ عثمان بن ابی شیبہ نے کہا ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں ان سے حدیث میں کچھ وہم بھی ہے۔ امام بزار نے فرمایا: یہ مستقیم الحدیث ہیں، یعنی ان کی روایت صحیح ہوتی ہے [۱]

اس حدیث کی سند کے جس دوسرے راوی پر شیخ عظیم آبادی نے جرح کی ہے وہ، ہیں سلمہ بن فضل قاضی رے، حافظ ابن حجر عسقلانی کے بارے میں لکھتے ہیں: امام ابن معین ان کو ایک روایت میں ثقہ اور ایک میں لیس بہ بأس کہتے ہیں ابن سعد ان کو ثقہ اور صدوق کہتے ہیں، محدث ابن عدی فرماتے ہیں ان کی حدیث میں غرائب و افراد تو ہیں، لیکن میں نے ان کی کوئی ایسی حدیث نہیں دیکھی جو حد انکار تک پہنچتی ہو، ان کی احادیث متقارب اور قابل برداشت ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور لکھتے ہیں "یخطی و یخالف"۔ امام ابوداؤد ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں میں ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔ [۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی سند کے دو راویوں عمرو بن ابی قیس رازی اور سلمہ بن فضل قاضی رے (طہران) کے بارے میں جو ائمہ حدیث کی آراء پیش کی ہیں ان میں ان کی زیادہ تر تعدیل کی گئی ہے اور ان کے حفظ اور اتقان کی توثیق اور حافظ الہیثمی اس حدیث کی سند کے راویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی و فی رجالہ ضعف وقد وثقوا [۳]

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کے راویوں میں کچھ ضعف ہے لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے۔

پھر اس حدیث کو طبرانی کی دوسری سند سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی و رجال الاول رجال الصحیح [۴]

ان دونوں کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور پہلی حدیث کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

حافظ نورالدین الہیثمی کا علم رجال میں بہت اونچا مقام ہے، اور جب انھوں نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو ایک انصاف پسند شخص کو اس کی سند میں تردد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، علاوہ ازیں یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے، دو سندوں سے امام دار قطنی نے روایت کیا ہے، دو سندوں سے امام طبرانی نے روایت کیا ہے امام بیہقی نے لکھا ہے کہ سوید بن غفلہ سے اس کو عمرو بن شمر اور ابراہیم بن عبد الاعلی نے بھی روایت کیا ہے، اس طرح

---

[۱] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۹۵-۹۴، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۵ھ

[۲] " " " ، تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۱۵۴-۱۵۳ " " "

[۳] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۴] " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۴۰-۳۳۹، " "

اس حدیث کی سات اسانید کا بیان آگیا ہے جس سے اس حدیث کو مزید تقویت پہنچتی ہے ۔

سنن نسائی کی روایت سے استدلال پر اعتراض کا جواب

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے کے ثبوت میں یہ حدیث بھی بہت واضح اور صریح ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن مخرمة عن ابيه قال سمعت محمود بن لبيد قال اخبر رسول الله صلی الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً فقام غضباناً ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم حتی قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله[۱]

محمود بن لبید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں، آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا میرے سامنے کتاب اللہ کو کھیل بنایا جا رہا ہے، حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں اس کو قتل نہ کر دوں!

اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا عہد رسالت میں معمول نہ ہوتا اور تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے کا معمول ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ——— اس قدر ناراض کیوں ہوئے تھے؛ ظاہر ہے کہ ایک طلاق تو سنت ہے اور اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقیں بھی ایک طلاق کے مترادف ہیں تو وہ بھی حکماً سنت قرار پائیں گی اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں ہے اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض نہ ہوتے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضور کا ایسے شخص پر ناراض ہونا جس نے تینوں طلاقیں ایک بار دی تھیں اس امر پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ ایسا کرنا حکم الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔[۲]

یقیناً خلاف ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے اسی لیے وہ بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ کہتے ہیں لیکن پیر صاحب کا مدعا یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں سے ایک طلاق ہوتی ہے اور وہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برخلاف جمہور فقہاء اسلام کا موقف ثابت ہوتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں ثابت ہو جاتی ہیں۔

ہ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس حدیث کو بیہقی کی ایک سند کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس سند پر جرح کی ہے۔ جب کہ ہم نے سنن دار قطنی کی ایک روایت کی سند کی صحت کو ثابت کیا ہے اور اس کی سند کی جرح کا جواب دیا ہے اور مجمع الزوائد سے اس کی توثیق کی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

[۱] امام عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[۲] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۳۱، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

حافظ الہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر انہ طلق امرأتہ تطلیقۃ وھی حائض الی قولہ فقلت یا رسول اللہ! لوطلقتھا ثلاثا کان لی ان ارا جعھا قال اذا بانت منک وکانت معصیۃ، رواہ الطبرانی وفیہ علی بن سعید الرازی قال الدارقطنی لیس بذلک وعظمہ غیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تمہارا بیوی کو تین طلاقیں دینا گناہ ہے اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں علی بن سعید ایک راوی ہے دارقطنی نے کہا وہ قوی نہیں ہے اور دوسروں نے اس کو عظیم قرار دیا اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کی فنی حیثیت بھی متعین کر دی ہے کہ امام دارقطنی نے اس کے ایک راوی علی بن سعید رازی کی ثقاہت سے اختلاف کیا ہے اور اس حدیث کے باقی تمام راویوں کی ثقاہت پر اتفاق ہے اور صرف امام دارقطنی کے اختلاف سے اس حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ یک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ یہ فعل گناہ ہے۔

یک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن سالم عن ابن عمر قال: من طلق امرأتہ ثلثا طلقت وعصی ربہ[2]

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی اور اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے[3]

قال مجاھد عن ابن عباس قال: قال لہ رجل، یا اباعباس! طلقت امرأتی ثلاثا، فقال ابن عباس، یا اباعباس! یطلق احدکم فیستحمق، ثم یقول، یا اباعباس!

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابوعباس! میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے (طنزاً) فرمایا: یا اباعباس! پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عصیت ربك و فارقت امرأتك[1]

حماقت سے طلاق دیتا ہے پھر کہتا ہے اے ابوعباس! تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن واقع بن سحبان قال: سئل عمران بن حصین عن رجل طلق امرأته ثلاثا فی مجلس، قال: اثم بربه وحرمت علیه امرأته[2]

واقع بن سحبان بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں؟ حضرت عمران بن حصین نے کہا: اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

عن انس قال: کان عمر اذا اتی برجل قد طلق امراته ثلاثا فی مجلس اوجعه ضربا وفرق بینهما[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں تو آپ اس کو مارتے تھے اور ان کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔

عن الزهری فی رجل طلق امراته ثلاثا جمیعا قال: ان من فعل فقد عصی ربه و بانت منه امراته[4]

زہری کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو یک وقت تین طلاقیں دے دیں اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہو گئی۔

عن الشعبی فی رجل اراد ان یبین منه امرأته قال: یطلقها ثلاثا[5]

شعبی سے پوچھا گیا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا چاہے؟ انھوں نے کہا اس کو تین طلاقیں دے دے۔

عن علقمة عن عبداللہ انه سئل عن رجل طلق امراته مائة تطلیقة قال، حرمها ثلاث وسبعة وتسعون

علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں؟ آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۹۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ،
[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۵ ص ۱۱، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ،
[3] 〃 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۱، 〃 〃 ، 〃
[4] 〃 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۱، 〃 〃 ، 〃
[5] 〃 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۲، 〃 〃 ، 〃

عدوان [۱]

اس کی بیوی حرام ہو گئی اور باقی ستانوے طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔

عن حبیب قال: جاء رجل الی علی فقال: انی طلقت امراتی الفا قال: بانت منک بثلاث واقسم سائرھا بین نسائک [۲]

حبیب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ایک شخص کہنے لگا: میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں، آپ نے فرمایا تمہاری بیوی تین طلاقوں سے علیحدہ ہو گئی، باقی طلاقیں اپنی بیویوں میں تقسیم کر دو۔

عن معاویۃ بن ابی یحیی قال جاء رجل الی عثمان فقال: انی طلقت امراتی مائۃ فقال ثلاث تحرمھا علیک و سبعۃ وتسعون عدوان [۳]

معاویہ بن ابی یحیی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے پاس ایک شخص نے آکر کہا: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں؟ آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی اور باقی ستانوے طلاقیں، حد سے تجاوز ہیں۔

عن المغیرۃ بن شعبۃ انہ سئل عن رجل طلق امرأتہ مائۃ فقال ثلاث تحرمنھا علیہ و سبعۃ وتسعون فضل [۴]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں آپ نے فرمایا تین طلاقوں نے اس پر اس کی بیوی کو حرام کر دیا اور ستانوے طلاقیں زائد ہیں۔

عن الشعبی عن شریح قال رجل: انی طلقتھا مائۃ قال: بانت منک بثلاث وسائرھن اسراف ومعصیۃ [۵]

شعبی کہتے ہیں کہ شریح سے کسی نے پوچھا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں۔ انھوں نے کہا تمہاری بیوی تین طلاق سے علیحدہ ہو گئی اور باقی طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔

جاء رجل الی الحسن فقال انی طلقت امرأتی الفا قال: بانت منک العجوز [۶]

حسن بصری سے ایک شخص نے کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔

عن جابر قال: سمعت ام سلمۃ سئلت

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ

۱۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۵ ص ۱۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

۲۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۳، 〃 〃 〃

۳۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۳، 〃 〃 〃

۴۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۴-۱۳، 〃 〃 〃

۵۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۴، 〃 〃 〃

۶۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۴، 〃 〃 〃

عن رجل طلق امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها فقالت لاتحل لہ حتی یطأ زوجھا[1]

رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، آپ نے فرمایا اس کی بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک دوسرا شوہر اس سے مقاربت نہ کرلے۔

عن ابی ھریرۃ وابن عباس وعائشۃ فی الرجل یطلق امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها: قالوا: لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ[2]

حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ تینوں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جس شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔

عن ابراھیم قال، اذا طلقھا ثلاثا قبل ان یدخل بها لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ۔[3]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے۔

مذکور الصدر تینوں روایات میں غیر مدخولہ پر جن تین طلاقوں کے واقع کرنے کا حکم کیا گیا ہے اس سے مراد بیک وقت دی گئی لفظ واحد سے تین طلاقیں ہیں کیونکہ اگر الفاظ متعددہ سے تین طلاقیں دی جائیں تو پہلی طلاق سے غیر مدخولہ عورت بائنہ ہوجاتی ہے اور بقیہ طلاقوں کا محل نہیں رہتی اور وہ طلاقیں لغو ہوجاتی ہیں۔ حسب ذیل حدیث سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے:

عن ابن عباس: اذا طلقھا ثلاثا قبل ان یدخل بها لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ ولو قالھا تتری بانت بالاولی[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب کوئی شخص دخول سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ عورت اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اور اگر اس نے متفرق الفاظ سے یہ طلاقیں دیں تو عورت پہلی طلاق سے بائنہ ہوجائے گی۔

1۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۲۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
2۔ 〃 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۲۳،
3۔ 〃 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۲۳،
4۔ المصنف ج ۵ ص ۲۵،

ہم نے مذکور الصدر روایات میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر فقہاء اور امہات المومنین کے فتاویٰ اور تصریحات پیش کی ہیں کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں اور فقہاء تابعین میں سے، ابن شہاب زہری، شعبی، شریح، حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے فتاویٰ پیش کیے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت کے بعد جمہور فقہاء اسلام کا موقف انہی نفوس قدسیہ کی اتباع پر مبنی ہے۔

حرفِ آخر تین طلاقوں کے مسئلہ میں میں نے اس قدر تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ آج کل غیر مقلدین کی عام روش یہ ہے کہ جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ اس کو ایک طلاق قرار دیکر ثبوت میں طاؤس کی روایت لکھ کر دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے عام مسلمان شکوک و شبہات میں مبتلا ہوتے ہیں جب میں نے یہ دیکھا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کر دیا ہے اس کو بکثرت حلال کیا جا رہا ہے حتیٰ کہ ملک کے عائلی قانون میں بھی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دے دیا گیا ہے تو میں نے اللہ اور اس کے رسول کی قائم کردہ حدود کے علمی تحفظ اور دفاع کے لیے یہ صفحات لکھ دیے!

اے اللہ! اس تحریر کو نفع آور بنا، منکرین کے لیے اس کو ذریعہ ہدایت اور ماننے والوں کے لیے سبب استقامت کر دے، اس کے مصنف، معاون اور پڑھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرما اور ان کے لیے دارین کی سعادتوں اور کامرانیوں کو مقدر کر دے، والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ امہات المومنین اجمعین۔

بَابُ وُجُوبِ الْكَفَّارَةِ عَلٰى مَنْ حَرَّمَ امْرَاَتَهٗ وَلَمْ يَنْوِ الطَّلَاقَ

عورت کو اپنے اوپر حرام کرنے والے پر کفارے کا وجوب

۳۵۷۱ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي الدَّسْتَوَائِيَّ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْحَرَامِ يَمِيْنٌ يُكَفِّرُهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اپنی بیوی کو حرام کہنا قسم ہے جس کا کفارہ لازم ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۳۵۷۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيْرِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام کرے

عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ يَعْلَى ابْنَ حَكِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ إِذَا حَرَّمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ فَهِيَ يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا وَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

تو یہ قسم ہے وہ اس کا کفارہ دے، اور فرمایا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۳۵۷۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يُخْبِرُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا تُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا قَالَتْ فَتَوَاطَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ أَنَّ أَيَّتَنَا مَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ فَنَزَلَ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكَ إِلَى قَوْلِهِ إِنْ تَتُوبَا لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا لِقَوْلِهِ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہر کر شہد پیتے تھے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اور حضرت حفصہ نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، وہ یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر (ایک قسم کا گوند جس کی بُو آپ کو ناپسند تھی) کی بُو آ رہی ہے کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ہم میں سے کسی ایک کے پاس آئے، اور اس نے آپ سے ایسا ہی کہا، آپ نے فرمایا نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں دوبارہ اس کو نہیں پیؤں گا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: لم تحرم ما احل اللہ لك (الی قولہ تعالیٰ) ان تتوبا، یہ آیت حضرت عائشہ اور حفصہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی و اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا اس سے مقصود آپ کا یہ فرمانا ہے، نہیں! میں نے شہد پیا تھا۔

۳۵۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا نَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹھاس اور شہد کو پسند فرماتے تھے

أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ فَكَانَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ دَارَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْهُنَّ وَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ عِنْدَهَا أَكْثَرَ مِمَّا كَانَ يَحْتَبِسُ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ فَقِيلَ لِي أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةً مِنْ عَسَلٍ فَسَقَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَرْبَةً فَقُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَوْدَةَ وَقُلْتُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ سَيَدْنُو مِنْكِ فَقُولِي لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكَلْتَ مَغَافِرَ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ لَا فَقُولِي لَهُ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ أَنْ يُوجَدَ مِنْهُ الرِّيحُ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقُولِي لَهُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ وَسَأَقُولُ ذٰلِكَ لَهُ وَقُولِيهِ أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى سَوْدَةَ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ كِدْتُ أَنْ أُنَادِيَهُ بِالَّذِي قُلْتِ لِي وَإِنَّهُ لَعَلَى الْبَابِ فَرَقًا مِنْكِ فَلَمَّا دَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكَلْتَ مَغَافِرَ قَالَ لَا قَالَتْ فَمَا هٰذِهِ الرِّيحُ قَالَ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ قَالَتْ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيَّ قُلْتُ لَهُ

عصر کی نماز کے بعد آپ اپنی ازواج (مطہرات) کے پاس جاتے تھے، ایک دن آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے، میں نے اس کی وجہ پوچھی، مجھے یہ بتلایا گیا کہ حفصہ کی قوم کی ایک عورت نے انھیں شہد بھیجا اور حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا تھا، میں نے سوچا خدا کی قسم ہم اب کوئی تدبیر کریں گے، میں نے اس بات کا حضرت سودہ سے ذکر کیا اور کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئیں اور تمہارے قریب ہوں تو تم کہنا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ فرمائیں گے: نہیں! پھر تم کہنا یہ بو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ سے بو آئے، آپ یہی کہیں گے کہ مجھے حضرت حفصہ نے شہد کا شربت پلایا تھا، تم کہنا کہ شاید ان شہد کی مکھیوں نے درخت عرفط کا رس چوسا ہوگا! میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ تم بھی یہی کہنا، جب آپ حضرت سودہ کے پاس آئے تو حضرت سودہ کہتی ہیں، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے (تمہارے ڈر سے) میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں وہی بات کہوں جو تم نے مجھے بتائی تھی، ابھی آپ دروازے پر تھے کہ حضرت سودہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت سودہ نے کہا پھر یہ بو کیسی آرہی ہے؟ آپ نے فرمایا حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا تھا! حضرت سودہ نے کہا شاید اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کے درخت کو چوسا ہوگا، پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا، پھر جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انھوں نے بھی یہی کہا، پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو شہد نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے

مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى صَفِيَّةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَسْقِيْكَ مِنْهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ بِهٖ قَالَتْ تَقُوْلُ سَوْدَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهَا اسْكُتِيْ قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ اِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ بِهٰذَا سَوَاءً۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ نے کہا بخدا ہم نے آپ پر شہد حرام کر دیا (یعنی اس کے استعمال سے روک دیا) میں نے ان سے کہا چپکی رہو!۔

۳۵۷۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهَا۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

بیوی کو حرام کہنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۵۷۱ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اپنی بیوی کو حرام کہنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے اس مسئلہ میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں، جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ "تو مجھ پر حرام ہے" اس کے بارے میں امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق ہو گی اور اگر اس نے بغیر طلاق اور ظہار کی نیت کے بعینہ اس عورت کی تحریم کی نیت کی ہے تو ان الفاظ کی وجہ سے اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا لیکن یہ قسم نہیں ہے اور اگر اس نے بغیر کسی نیت کے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا یہ قول لغو ہے اور اس پر کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہو گا۔[1]

علامہ نووی شافعی نے لکھا کہ امام مالک کا مذہب مشہور یہ ہے کہ ان کلمات سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، خواہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، لیکن اگر اس نے تین سے کم کی نیت کی ہے تو غیر مدخولہ میں اس کی نیت قبول کر لی جائے گی۔
علامہ وشتانی مالکی کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔[2]

علامہ علی بن سلیمان مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اس کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کے تین قول ہیں: (ا) یہ ظہار ہے اور یہی فی الجملہ مذہب ہے، مستوعب، خلاصہ، محرر، رعایتین، حاوی صغیر اور فروع میں اس کو مقدم کیا گیا ہے (ب) یہ کنایہ ظاہرہ ہے اور اس سے تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں، حنبل اور اثرم سے روایت ہے حرام تین طلاقیں ہیں (ج) یہ قسم ہے، علامہ زرکشی نے کہا ہے کہ یہ لفظ قسم میں ظاہر ہے، اگر اس نے یہ لفظ بغیر کسی نیت کے کہا ہے تو یہ قسم ہے اور اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے، ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ
[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اور مستوعب وغیرہ میں لکھا ہے کہ مشہور فی المذہب یہی قول ہے۔[۱]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" اس کی نیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر اس نے کہا میں نے جھوٹ کا ارادہ کیا تھا تو اسی پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ یہ اس کے کلام کی حقیقت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ قضاءً تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ قول بظاہر قسم ہے، اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے طلاق کا ارادہ کیا ہے تو ان کلمات سے طلاق بائنہ ہوگی الا یہ کہ اس نے تین طلاقوں کا ارادہ کیا ہو، اور اگر اس نے کہا میں نے ظہار کا ارادہ کیا ہے تو یہ ظہار ہے، یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا نظریہ ہے۔ امام محمد یہ کہتے ہیں کہ ان کلمات سے ظہار نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں تشبیہ نہیں ہے، اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اس نے حرمت کا اطلاق کیا ہے اور ظہار میں بھی حرمت ہوتی ہے، اور اگر وہ کہے کہ میں نے تحریم کا ارادہ کیا ہے یا بلا ارادہ یہ الفاظ کہے ہیں تو یہ ایلاء ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے، اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے بلا نیت یہ الفاظ کہے تو عرف کی بناء پر اس کو طلاق (بائنہ) پر محمول کیا جائے گا۔[۲]

علامہ بابرتی حنفی نے لکھا ہے: ابوبکر اسکاف، ابوجعفر ہندوانی اور ابوبکر سعید نے لکھا ہے کہ فقیہ ابواللیث نے کہا ہے ہم اسی قول پر عمل کرتے ہیں کیونکہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی یہ عام عادت ہے کہ وہ ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ کرتے ہیں۔[۳]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: یہ مشائخ متاخرین کا اپنے زمانے کے عرف کی بناء پر فتویٰ ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد یہ الفاظ کہتے ہیں اور اگر عورت خاوند سے کہے "تم پر حرام ہوں" تو یہ قسم ہے اور اس کے بعد اس نے خاوند کو مقاربت کا موقع دیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا، یہ کلمہ ایسے ہے جیسے مرد نے بغیر نیت کے طلاق کے الفاظ کہے تو صریح الفاظ کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور یہاں پر صراحت کا موجب عرف ہے اس بناء پر فقہاء نے کہا ہے کہ کسی شخص نے یہ کلمات کہے اور کہا میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔[۴]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" فقہاء متاخرین کہتے ہیں ان الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے۔[۵]

بعض معاصرین نے اس مسئلہ میں متقدمین کا قول نقل کر دیا ہے[۶] اور اس پر غور نہیں کیا کہ اس مسئلہ میں متاخرین کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ اور رد المحتار کے حوالوں سے واضح کر دیا ہے۔

---

[۱] - علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۸ ص ۴۸۷ - ۴۸۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۶ھ

[۲] - علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶ - ۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[۳] - علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ علی حامش فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶ 〃 〃 〃 〃

[۴] - علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶ 〃 〃 〃 〃

[۵] - علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۶۱ - ۶۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۶] - مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۸ ص ۲۹۵، مطبوعہ المجدہ پرنٹرز لاہور۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے حیلہ کی توجیہ

حدیث نمبر ۳۵۷۳ میں ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب بنت جحش کے ہاں سے روکنے کے لیے یہ طے کیا کہ آپ سے کہیں گی کہ "آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے"۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لیے یہ حیلہ کس طرح جائز تھا؟ اور اس کا جواب دیا کہ یہ عورتوں کی غیرت طبعی کی تقاضا تھا اور یہ گناہ صغیرہ ہے جس کا عبادات سے کفارہ ہو جاتا ہے[1] یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر ڈوب گئی تھیں کہ اس حیلہ کے عدم جواز کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد سے امتناع کو حرام سے تعبیر کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۵۷۳ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شہد نہیں پیوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یوں کیا "آپ اس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے"۔ "لم تحرم ما احل اللہ لک" (تحریم: ۱)

امام رازی فرماتے ہیں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو اس کو حلال کرنا غیر ممکن ہے، کیونکہ حلال کرنے میں حلت کو ترجیح ہے اور حرام کرنے میں حرمت کو ترجیح ہے اور دونوں ترجیحیں جمع نہیں ہو سکتیں، پس قرآن مجید میں لم تحرم ما احل اللہ لک۔ "آپ اس چیز کو کیوں حرام کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے" کا کیا محمل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حلال چیز کے نفع سے اپنے آپ کو روکنا مراد ہے، اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو شرعاً حرام کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام قرار دینا یا اس کے حرام ہونے کا اعتقاد کرنا کفر ہے، لہٰذا اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے جائز ہو سکتی ہے۔[2]

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ اللہ کے حلال کردہ کو حرام کیوں کرتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے، یہ قول باطل ہے، آپ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام نہیں کیا جیسا کہ امام رازی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے اور آپ کا کسی چیز کو حلال کرنا یا حرام کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث (اعراف: ۱۵۷) "(وہ نبی) مسلمانوں کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں"۔ البتہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی جلی یا وحی خفی کے کسی اشارہ سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو جان کر کسی چیز کو حلال یا حرام کرتے ہیں۔

بعض معاصرین لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا منشاء معلوم تھا کہ مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا زینب کے ہاں شہد میں نے پیا ہے

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اس کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں ۔ [۱]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ "میں شہد کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں" صحیح بخاری میں آپ کے یہ الفاظ روایت کیے گئے ہیں ولن اعود لہ جس کا ترجمہ ان صاحب نے بھی یہ کیا ہے آئندہ نہیں پیونگا، صحیح مسلم میں بھی یہی الفاظ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ آپ کی طرف خلاف واقع نسبت کرنے پر جہنم میں گھر بنانے کی وعید ہے اور جیسا کہ امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنا کفر ہے اس لیے یہ لکھنا کہ "میں شہد کو حرام کرتا ہوں"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت بڑی جسارت ہے اور مسلمانوں کی دل شکنی کا موجب، اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے۔!

سید ابو الاعلیٰ مودودی لم تحرم ما احل اللہ لک کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
یہ دراصل استفہام نہیں ہے بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے یعنی مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے بلکہ آپ کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا جو فعل آپ سے صادر ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے (الی قولہ) اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور آپ کو اس تحریم سے باز رہنے کا حکم دیا۔ [۲]

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے جس طرح بار بار حلال کو حرام کرنے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور آپ کے اس فعل کی جس طرح تصویر کھینچی ہے وہ اہل ایمان کے لیے یقیناً دل آزار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد کو حرام نہیں کیا تھا بلکہ اپنے آپ کو اس کے استعمال سے روک لیا تھا جیسا کہ امام رازی کی تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: لن اعود لہ "میں دوبارہ ہرگز شہد نہیں پیوں گا۔" اور جن چیزوں کا کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے مباح کر دیا ہے ان میں مباح کرنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان کو کھانا اور نہ کھانا دونوں جائز ہیں، آپ کے لیے جس طرح شہد کو پینا جائز تھا اسی طرح اس کو نہ پینا بھی جائز تھا پھر ایک مباح کام کا کرنا کس طرح ناپسندیدہ ہو سکتا ہے! دراصل اس آیت میں نہ آپ کے کسی فعل کے ناپسندیدہ ہونے پر تنبیہ کرنا مقصود ہے نہ آپ کے کسی فعل پر گرفت کی گئی ہے بلکہ آپ کی تعظیم و تکریم اور مقام نبوت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ آپ ازواج کو راضی کرنے کے لیے شہد کو کیوں ترک کر رہے ہیں! آپ کا یہ مقام نہیں کہ آپ ازواج کو راضی کریں، آپ کا مقام یہ ہے کہ ازواج آپ کو راضی کریں! جن کی رضا خود خالق کائنات کو مطلوب ہے انھیں مخلوق میں سے کسی کو راضی کرنے کی کیا ضرورت ہے! اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وان تظاهرا علیه فان اللہ هو مولٰه وجبریل وصالح المؤمنین والملئکة بعد ذلك ظهیر (تحریم: ۴)
"اگر تم دونوں کی اسی طرح روش رہی (تو جان لو) اللہ نبی کا مولیٰ ہے اور جبرائیل آپ کا مولیٰ ہے اور نیک مسلمان اور فرشتے آپ کے مددگار ہیں،" یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ پر واضح کیا کہ اگر تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے

---

[۱] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۸ ص ۲۹۸، مطبوعہ الجدہ، بمونز لاہور
[۲] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۵ مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، طبع ششم، ۱۹۷۷ء

پر نہیں چلیں تو انھیں کیا کمی ہوگی، جن کا اللہ محب ہے، جبرائیل ان کا موافق ہے، نیک مسلمان اور سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں! اگر ان آیات میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ناپسندیدہ قرار دے کر اس کی گرفت فرما رہا ہوتا تو کیا اس کا یہی انداز ہوتا۔!

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک اور مولیٰ ہے اور جس کی گرفت کرنا چاہے اس پر قادر ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور سلطنت سے محمد (بے حد تعریف کیے ہوئے) مصطفیٰ اور مجتبیٰ (پسندیدہ اور برگزیدہ) بنایا ہے، آپ کو علی الاطلاق ہدایت کا منبع بنایا ہے، بغیر کسی استثناء کے آپ کے تمام افعال کو مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے، ہر مسلمان کی اخروی فوز و فلاح کے لیے آپ کی اتباع کو مطلقاً لازم کیا ہے، ہر مسلمان پر آپ کی اطاعت مطلقاً فرض کر دی ہے۔ آپ کا کوئی فعل ناپسندیدہ اور گرفت کا موجب نہیں ہے یقیناً سید مودودی کی یہ تفسیر ہی ناپسندیدہ اور گرفت کی موجب ہے۔

صحیحین کی دو روایتوں کے تعارض کا جواب

حدیث نمبر ۳۵۴۳ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا تھا اور ان کے خلاف حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں، یہ حدیث عبید بن عمیر کی روایت ہے اور صحیح بخاری میں بھی ہے، اس کے برخلاف حدیث نمبر ۳۵۴۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے پاس شہد پیا تھا اور ان کے خلاف حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ، حضرت صفیہ اور حضرت سودہ تھیں، یہ ہشام بن عروہ کی روایت ہے اور بخاری میں بھی ہے۔ عبید بن عمیر اور ہشام بن عروہ کی روایات باہم متعارض ہیں، علامہ بدرالدین عینی، علامہ ابن حجر اور علامہ کرمانی نے کہا ہے یہ دو الگ الگ واقعات ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے[1] اور قاضی عیاض، علامہ قرطبی اور علامہ نووی کی تحقیق یہ ہے کہ عبید بن عمیر کی روایت راجح ہے اور ہشام بن عروہ کی روایت مرجوح ہے[2]، ہماری رائے میں یہی صحیح ہے اور اس پر حسب ذیل قرائن ہیں:

(ا) عبید بن عمیر کی سند زیادہ قوی ہے اس سند کو امام نسائی، اصیلی، علامہ نووی اور حافظ ابن حجر نے ترجیح دی ہے۔

(ب) عبید کی روایت قرآن مجید کے موافق ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے ان تظاهرا عليه یعنی دو ازواج نے یہ کارروائی کی تھی اور دو کا ذکر عبید کی روایت میں ہے، ہشام نے تین کا ذکر کیا ہے۔

(ج) امام بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے، حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت حفصہ اور حضرت صفیہ ایک گروہ میں تھیں اور حضرت زینب بنت جحش اور حضرت ام سلمہ دوسرے گروہ میں تھیں[3] اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ جن کے پاس شہد پینے کے لیے ٹھہرتے تھے وہ حضرت زینب بنت جحش تھیں، اس لیے حضرت عائشہ کو یہ ناگوار ہوا اور ان کو طبعی غیرت لاحق ہوئی، کیونکہ ان کا تعلق حضرت عائشہ کے مقابل گروہ سے تھا۔

(د) عبید بن عمیر کی روایت کی تائید حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ کارروائی کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں۔

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۱، " " " ۱۳۸۱ھ

بَابُ ۳۴۷ بَيَانِ تَخْيِيْرِ امْرَاَتِهٖ لَا يَكُوْنُ طَلَاقًا اِلَّا بِالنِّيَّةِ!

۳۵۷۶- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَخْيِيْرِ اَزْوَاجِهٖ بَدَاَ بِيْ فَقَالَ اِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ اَنْ لَا تَعْجَلِيْ حَتّٰى تَسْتَاْمِرِيْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا لِيَاْمُرَانِيْ بِفِرَاقِهٖ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۝ قَالَتْ قُلْتُ فِيْ اَيِّ هٰذَا اَسْتَاْمِرُ اَبَوَيَّ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ قَالَتْ ثُمَّ فَعَلَ اَزْوَاجُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ.

۳۵۷۷- حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُعَاذَةَ

بغیر نیت کے صرف تخییر سے طلاق نہ ہونے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنی بیویوں کو (دنیا یا آخرت کے لینے میں) اختیار دے دو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ابتداء کی اور فرمایا میں تم سے ایک چیز کا ذکر کرنے لگا ہوں اگر تم اس کا فیصلہ کرنے میں عجلت نہ کرو اور والدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے، حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی علم تھا کہ میرے والدین آپ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے، حضرت عائشہ نے کہا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ:) اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ کرتی ہو تو آؤ میں تمہیں دنیوی سامان دے کر عمدگی سے رخصت کر دوں! اور اگر تم اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کا ارادہ کرتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکو کاروں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا: اس میں والدین سے مشورہ کی کیا بات ہے، میں اللہ، اس کے رسول اور دار آخرت کا ارادہ کرتی ہوں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج نے بھی میری طرح فیصلہ کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کسی زوجہ کی باری ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْعَدَوِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُنَا إِذَا كَانَ فِيْ يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَ مَا نَزَلَتْ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُؤْوِيْ إِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ فَقَالَتْ لَهَا مُعَاذَةُ فَمَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَكِ قَالَتْ كُنْتُ أَقُوْلُ إِنْ كَانَ ذٰلِكَ إِلَيَّ لَمْ أُوْثِرْ أَحَدًا عَلٰى نَفْسِيْ۔

اس سے اجازت طلب کرتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) آپ ان میں سے جسے چاہیں الگ رکھیں، اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں، تو معاذہ نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے اجازت طلب کرتے تو آپ کیا کہتی تھیں؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا میں یہ کہتی تھی کہ اگر یہ معاملہ میری طرف مفوض ہوتا تو میں اپنی ذات پر کسی کو ترجیح نہ دیتی!

۳۵۷۸ - وَحَدَّثَنَاهُ الْحَسَنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ أَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَنَا عَاصِمٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۵۷۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ نَا عَبْثَرٌ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَعُدَّهُ طَلَاقًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دیا تھا، ہم اس اختیار کو طلاق نہیں قرار دیتے تھے۔

۳۵۸۰ - حَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ مَا أُبَالِيْ خَيَّرْتُ امْرَأَتِيْ وَاحِدَةً أَوْ مِائَةً أَوْ أَلْفًا بَعْدَ أَنْ تَخْتَارَنِيْ وَلَقَدْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَتْ قَدْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَكَانَ طَلَاقًا۔

مسروق کہتے ہیں جب میری بیوی مجھے اختیار کر چکی ہے تو پھر مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں اپنی بیوی کو ایک بار، سو بار یا ہزار بار اختیار دوں اور میں یہ مسئلہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ چکا ہوں، حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا تو کیا یہ طلاق تھی؟

۳۵۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو اختیار دیا تھا لیکن یہ طلاق نہیں تھی۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیَّرَ نِسَآءَہٗ فَلَمْ یَکُنْ طَلَاقًا۔

۳۵۸۲- وَحَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ وَاِسْمَاعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ خَیَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاہُ فَلَمْ نَعُدَّہٗ طَلَاقًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا، ہم نے آپ کو اختیار کر لیا، ہم اس کو طلاق میں شمار نہیں کرتے تھے۔

۳۵۸۳- حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ خَیَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاہُ فَلَمْ یَعُدَّہَا عَلَیْنَا شَیْئًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا ہم نے آپ کو اختیار کر لیا، آپ نے اس کو ہمارے حق میں کچھ شمار نہیں کیا۔

۳۵۸۴- حَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّہْرَانِیُّ قَالَ نَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ زَکَرِیَّا قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَۃَ وَعَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَۃَ بِمِثْلِہٖ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۳۵۸۵- وَحَدَّثَنَا زُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَۃَ قَالَ نَا زَکَرِیَّا ابْنُ اِسْحٰقَ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِہٖ لَمْ یُؤْذَنْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی کی اجازت چاہی، انھوں نے دیکھا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع ہیں اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی حضرت جابر نے کہا حضرت ابوبکر کو اجازت دے دی گئی اور وہ اندر چلے گئے، پھر حضرت عمر آئے اور انھوں نے اجازت

لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ لِاَبِیْ بَکْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَآءُهٗ وَاجِمًا سَاکِتًا قَالَ فَقَالَ لَاَقُوْلَنَّ شَیْئًا اُضْحِکُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَاَیْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَاَلَتْنِی النَّفَقَةَ فَقُمْتُ اِلَیْهَا فَوَجَاْتُ عُنُقَهَا فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِیْ کَمَا تَرٰی یَسْاَلْنَنِی النَّفَقَةَ فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلٰی عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا یَجَاُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ اِلٰی حَفْصَةَ یَجَاُ عُنُقَهَا کِلَاهُمَا یَقُوْلُ تَسْاَلْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لَیْسَ عِنْدَهٗ فَقُلْنَ وَاللّٰهِ لَا نَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا اَبَدًا لَیْسَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا اَوْ تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ ثُمَّ نَزَلَتْ عَلَیْهِ هٰذِهِ الْاٰیَةُ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ حَتّٰی بَلَغَ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا قَالَ فَبَدَاَ بِعَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَقَالَ یَا عَآئِشَةُ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَعْرِضَ عَلَیْکِ اَمْرًا اُحِبُّ اَنْ لَّا تَعْجَلِیْ فِیْهِ حَتّٰی تَسْتَشِیْرِیْ اَبَوَیْکِ قَالَتْ وَمَا هُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَتَلَا عَلَیْهَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ قَالَتْ اَفِیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْتَشِیْرُ اَبَوَیَّ بَلْ اَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَاَسْئَلُکَ اَنْ

طلب کی، انھیں بھی اجازت مل گئی، حضرت عمر نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش اور غمگین بیٹھے ہیں اور آپ کے گرد ازواج بیٹھی ہوئی ہیں، حضرت عمر کہتے ہیں میں نے سوچا کہ میں ضرور ایسی بات کہوں گا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آئے گی، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! کاش آپ بنت خارجہ (حضرت عمر کی بیوی کو) دیکھتے اس نے مجھ سے نفقہ کا سوال کیا میں نے کھڑے ہو کر اس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی، اور آپ نے فرمایا یہ جو میرے گرد بیٹھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ بھی نفقہ کا سوال کر رہی ہیں، حضرت ابوبکر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر ان کا گلا دبانے لگے، حضرت عمر، حضرت حفصہ کے پاس کھڑے ہو کر ان کا گلا دبانے لگے، اور وہ دونوں یہ کہتے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا سوال کر رہی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں ہے، انھوں نے کہا بخدا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اب کبھی کچھ نہیں مانگیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ایک ماہ یا انتیس دن الگ رہے، پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی "اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دیجئے..... آپ نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی اور فرمایا اے عائشہ میں تم پر ایک چیز پیش کر رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تم اس میں عجلت نہ کرو حتی کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو، حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! وہ کیا بات ہے؟ آپ نے حضرت عائشہ پر اس آیت کی تلاوت کی حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں گی؟ نہیں! میں اللہ اور رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں، اور میں آپ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ آپ اپنی ازواج کو میرے جواب کی خبر نہ دیں۔ آپ نے فرمایا مجھ سے جس زوجہ نے بھی تمہارے جواب کے

لا تخبر امراة من نسائك بالذي قلت قال لا تسألني امراة منهن الا اخبرتها ان الله تعالى لم يبعثني معنتا ولا متعنتا ولكن بعثني معلما ميسرا۔

بارے میں پوچھا میں اس کو بتادوں گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے دشواری اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی کے ساتھ تعلیم دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۳۵۸۶- حدثني زهير بن حرب قال نا عمر بن يونس الحنفي قال نا عكرمة بن عمار عن سماك ابي زميل قال حدثني عبد الله بن عباس قال حدثني عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال لما اعتزل نبي الله صلى الله عليه وسلم نساءه قال دخلت المسجد فاذا الناس ينكتون بالحصى يقولون طلق رسول الله صلى الله عليه وسلم نساءه وذلك قبل ان يؤمرن بالحجاب قال عمر فقلت لاعلمن ذلك اليوم قال فدخلت على عائشة رضي الله تعالى عنها فقلت يا ابنة ابي بكر اقد بلغ من شانك ان تؤذي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت مالي ومالك يا ابن الخطاب عليك بعيبتك قال فدخلت على حفصة بنت عمر فقلت لها يا حفصة اقد بلغ من شانك ان تؤذي رسول الله صلى الله عليه وسلم والله لقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحبك ولولا انا لطلقك رسول الله صلى الله عليه وسلم فبكت اشد البكاء فقلت لها اين

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار کی، میں مسجد میں گیا، میں نے دیکھا کہ لوگ کنکریوں کو الٹ پلٹ کر رہے ہیں، اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا میں آج اس کی تحقیق کروں گا پہلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا اے ابوبکر کی بیٹی! کیا اب تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذاء دیتی ہو؟ حضرت عائشہ نے کہا: اے ابن خطاب! مجھے تم سے اور تم کو مجھ سے کیا واسطہ؟ تم اپنی گٹھڑی یعنی حضرت حفصہ کی خبر لو، پھر میں حفصہ بنت عمر کے پاس گیا اور کہا: اے حفصہ! کیا اب تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذاء دیتی ہو؟ بخدا تم خوب جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے محبت نہیں ہے، اور اگر میں نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق دے چکے ہوتے، حضرت حفصہ (یہ سن کر) زیادہ زور شور سے رونے لگیں، میں نے ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا وہ بالاخانے کے گودام میں ہیں، جب میں وہاں گیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت رباح، بالاخانے کی چوکھٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے سیڑھی کے ڈنڈے پر اپنے دونوں پیر لٹکائے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سیڑھی سے چڑھتے اور اترتے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَتْ هُوَ فِيْ خِزَانَتِهِ فِي الْمَشْرُبَةِ
فَدَخَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبَاحٍ غُلَامِ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا
عَلٰى أُسْكُفَّةِ الْمَشْرُبَةِ مُدَلٍّ رِجْلَيْهِ
عَلٰى نَقِيْرٍ مِّنْ خَشَبٍ وَّهُوَ جِذْعٌ
يَرْقٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَيَنْحَدِرُ فَنَادَيْتُ يَا رَبَاحُ
اسْتَأْذِنْ لِّيْ عِنْدَكَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ رَبَاحٌ
إِلَى الْغُرْفَةِ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيَّ فَلَمْ يَقُلْ
شَيْئًا ثُمَّ قُلْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ
لِّيْ عِنْدَكَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ رَبَاحٌ إِلَى الْغُرْفَةِ
ثُمَّ نَظَرَ إِلَيَّ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ
رَفَعْتُ صَوْتِيْ فَقُلْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ
لِّيْ عِنْدَكَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَإِنِّيْ أَظُنُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَنَّ أَنِّيْ جِئْتُ مِنْ
أَجْلِ حَفْصَةَ وَاللّٰهِ لَئِنْ أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضَرْبِ
عُنُقِهَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهَا وَرَفَعْتُ
صَوْتِيْ فَأَوْمٰى إِلَيَّ أَنِ ارْقَهْ فَدَخَلْتُ
عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى حَصِيْرٍ فَجَلَسْتُ
فَأَدْنٰى عَلَيْهِ إِزَارَهُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ
وَإِذَا الْحَصِيْرُ قَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِهِ
فَنَظَرْتُ بِبَصَرِيْ فِيْ خِزَانَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَنَا بِقَبْضَةٍ

تھے، میں نے بلند آواز سے کہا: اے رباح! رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے حاضر ہونے کی اجازت حاصل
کرو، حضرت رباح نے بالاخانے کی طرف دیکھا پھر مجھے دیکھا
اور چپ رہے، میں نے پھر کہا اے رباح! رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے میرے لیے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرو۔
رباح نے پھر بالاخانے کی جانب دیکھا پھر میری جانب دیکھا اور
کوئی جواب نہیں دیا، میں نے پھر بلند آواز سے کہا اے رباح! میرے لیے
حاضر ہونے کی اجازت طلب کرو تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں، شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ خیال فرمایا ہے کہ میں حفصہ کی وجہ سے آیا ہوں، بخدا! اگر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ کی گردن مارنے کا حکم دیں تو
میں اس کی گردن ماردوں گا، یہ بات میں نے بلند آواز سے کہی،
اس نے مجھے اشارہ کیا کہ سیڑھی سے چڑھ کر چلا جاؤں، میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، میں
بیٹھ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اپنے اوپر کر لی،
اس چادر کے علاوہ آپ کے پاس اور کوئی چادر نہیں تھی، آپ
کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے، میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے گودام پر نظر ڈالی اس میں ایک صاع کے
لگ بھگ چند مٹھی جو تھے، ایک کونے میں درخت سلم کے
اتنے ہی پتے پڑے ہوئے تھے اور ایک کچا چمڑا لٹکا
ہوا تھا جو اچھی طرح رنگا ہوا نہیں تھا، یہ منظر دیکھ کر میری آنکھیں
بھر آئیں اور آنسو بہنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ابن خطاب تمہیں
کس چیز نے رلایا ہے؟ میں نے کہا یا نبی اللہ! میں کیوں نہ
روؤں، آپ کے پہلو میں چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں اور
یہ آپ کا گودام ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ میں دیکھ رہا
ہوں! اور ادھر قیصر وکسریٰ پھلوں اور نہروں سے مالا مال ہیں،
آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے برگزیدہ بندے ہیں اور
آپ کا یہ گودام ہے! آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب کیا تم

مِّنْ شَعِيْرٍ نَّحْوَ الصَّاعِ وَمِثْلَهَا قَرَظًا فِيْ
نَاحِيَةِ الْغُرْفَةِ فَإِذَا أَفِيْقٌ مُّعَلَّقٌ
قَالَ فَابْتَدَرَتْ عَيْنَايَ قَالَ مَا يُبْكِيْكَ
يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَمَا لِيْ
لَا أَبْكِيْ وَهٰذَا الْحَصِيْرُ قَدْ أَثَّرَ فِيْ
جَنْبِكَ وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ لَا أَرٰى فِيْهَا
إِلَّا مَا أَرٰى وَذَاكَ قَيْصَرُ وَكِسْرٰى فِي
الثِّمَارِ وَالْأَنْهَارِ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَفْوَتُهٗ
وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ
أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ لَنَا الْآخِرَةُ وَلَهُمُ
الدُّنْيَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ
حِيْنَ دَخَلْتُ وَأَنَا أَرٰى فِيْ وَجْهِهٖ
الْغَضَبَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا
يَشُقُّ عَلَيْكَ مِنْ شَأْنِ النِّسَآءِ فَإِنْ
كُنْتَ طَلَّقْتَهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَكَ وَ
مَلَائِكَتَهٗ وَجِبْرِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ وَ
أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَّالْمُؤْمِنُوْنَ مَعَكَ وَ
قَلَّمَا تَكَلَّمْتُ وَأَحْمَدُ اللّٰهَ بِكَلَامٍ
إِلَّا رَجَوْتُ أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ يُصَدِّقُ
قَوْلِيَ الَّذِيْ أَقُوْلُ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ
آيَةُ التَّخْيِيْرِ عَسٰى رَبُّهٗ إِنْ طَلَّقَكُنَّ
أَنْ يُّبْدِلَهٗ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ
وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ
مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمَلَآئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ وَّكَانَتْ
عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِيْ بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهُمَا وَحَفْصَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا
تَظَاهَرَانِ عَلٰى سَآئِرِ نِسَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اس بات سے خوش نہیں ہو کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان
کے لیے دنیا؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! جب میں داخل ہوا
تھا تو آپ کے چہرہ پر غضب کے آثار تھے، میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ! آپ کو اپنی ازواج کے بارے میں کیوں
پریشانی ہے؟ اگر آپ نے انھیں طلاق دے دی تو اللہ
تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اس کے فرشتے اور جبرائیل اور
میکائیل آپ کے ساتھ ہیں میں اور ابوبکر اور تمام مسلمان آپ کے
ساتھ ہیں، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب بھی میں کوئی بات کرتا یا
اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا تو اللہ تعالیٰ میرے کلام کی تصدیق میں قرآن
مجید کی آیت نازل کر دیتا، پھر یہ آیت تخییر نازل ہو گئی (ترجمہ)
اگر وہ (نبی) تمہیں طلاق دے دیں تو ان کا رب تمہارے
بدلہ میں ان کے لیے تم سے بہتر ازواج لے آئے گا اور اگر
تم دونوں نے نبی کے ساتھ موافقت نہ کی تو اللہ آپ کا مولیٰ
ہے اور جبرائیل اور ان کے بعد سارے فرشتے اور نیک
مسلمان ان کے مددگار ہیں، اور حضرت عائشہ بنت ابی بکر
رضی اللہ عنہما اور حضرت حفصہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی
ازواج پر زور ڈالا تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا
آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے، آپ نے فرمایا نہیں!
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب میں مسجد میں داخل ہوا
تھا تو مسلمان کنکریاں الٹ پلٹ رہے تھے اور کہہ رہے
تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق
دے دی ہے کیا میں نیچے اتر کر ان کو یہ خبر سنا دوں کہ
آپ نے ان کو طلاق نہیں دی ہے آپ نے فرمایا: ہاں اگر
تم چاہو تو! پھر میں آپ سے مسلسل باتیں کرتا رہا حتیٰ
کہ آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ زائل ہو گیا حتیٰ کہ آپ کے
دندان مبارک ظاہر ہوئے اور آپ ہنسے، اور ہنستے وقت
آپ کے دندان مبارک سب سے خوبصورت معلوم ہوتے
تھے، پھر میں کھجور کے تنے کو پکڑے ہوئے اترا اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح اترے گویا کہ آپ

أَطَلَّقْتَهُنَّ قَالَ لَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَالْمُسْلِمُونَ يَنْكُتُونَ بِالْحَصٰى يَقُولُونَ طَلَّقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءَهٗ أَفَأَنْزِلُ فَأُخْبِرُهُمْ أَنَّكَ لَمْ تُطَلِّقْهُنَّ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَلَمْ أَزَلْ أُحَدِّثُهٗ حَتّٰى تَحَسَّرَ الْغَضَبُ عَنْ وَجْهِهٖ وَحَتّٰى كَشَرَ فَضَحِكَ وَكَانَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ ثَغْرًا ثُمَّ نَزَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْتُ أَتَشَبَّثُ بِالْجِذْعِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا يَمَسُّهٗ بِيَدِهٖ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا كُنْتَ فِي الْغُرْفَةِ تِسْعًا وَّعِشْرِينَ قَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَّعِشْرِينَ فَقُمْتُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَنَادَيْتُ بِأَعْلٰى صَوْتِي لَمْ يُطَلِّقْ نِسَآءَهٗ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلٰى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهٗ مِنْهُمْ فَكُنْتُ أَنَا اسْتَنْبَطْتُ ذٰلِكَ الْأَمْرَ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّخْيِيرِ.

زمین پر چل رہے ہوں (یعنی لکڑی کا سہارا لیے بغیر اترے) آپ نے اس لکڑی کو بالکل نہیں چھوا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ بالاخانے میں انتیس دن رہے ہیں آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے، میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا: آپ نے ازواج کو طلاق نہیں دی ہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو وہ اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اس خبر کو رسول یا صاحبان امر کے پاس لے جاتے تو اس (کی حقیقت) کو وہ لوگ جان لیتے جو خبر سے (حقیقت کا) استنباط کرتے ہیں اور اس (طلاق کی) خبر سے حقیقت کا کھوج میں نے نکالا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر کو نازل کر دیا۔

٣٥٨٧ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيٰى قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ أَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ مَكَثْتُ سَنَةً وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک یہ ارادہ کرتا رہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے بارے میں سوال کروں لیکن ان کے رعب کی وجہ سے سوال نہ کر سکا، ایک مرتبہ حضرت عمر حج کے لیے گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، واپسی میں حضرت عمر اپنی کسی حاجت کے لیے پیلو کے درخت کے پاس گئے، میں ان کے انتظار میں کھڑا رہا جب وہ اپنی حاجت سے فارغ ہو

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ اٰیَۃٍ فَمَا
اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَسْأَلَہٗ ھَیْبَۃً لَّہٗ حَتّٰی خَرَجَ
حَاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَہٗ فَلَمَّا رَجَعَ فَکُنَّا
بِبَعْضِ الطَّرِیْقِ عَدَلَ اِلَی الْاَرَاکِ لِحَاجَۃٍ
لَّہٗ فَوَقَفْتُ لَہٗ حَتّٰی فَرَغَ ثُمَّ سِرْتُ
مَعَہٗ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَنِ
اللَّتَانِ تَظَاھَرَتَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَزْوَاجِہٖ فَقَالَ
تِلْکَ حَفْصَۃُ وَعَآئِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ
تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ فَقُلْتُ لَہٗ وَاللّٰہِ اِنْ
کُنْتُ لَاُرِیْدُ اَنْ اَسْأَلَکَ عَنْ ھٰذَا
مُنْذُ سَنَۃٍ فَمَا اَسْتَطِیْعُ ھَیْبَۃً لَّکَ
قَالَ فَلَا تَفْعَلْ مَا ظَنَنْتَ اَنَّ عِنْدِیْ
مِنْ عِلْمٍ فَسَلْنِیْ عَنْہُ فَاِنْ کُنْتُ
اَعْلَمُہٗ اَخْبَرْتُکَ قَالَ وَقَالَ عُمَرُ
وَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ مَا نَعُدُّ
لِلنِّسَآءِ اَمْرًا حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْھِنَّ
مَا اَنْزَلَ وَقَسَمَ لَھُنَّ مَا قَسَمَ قَالَ
فَبَیْنَمَا اَنَا فِیْ اَمْرٍ اَتَّمِرُہٗ اِذْ قَالَتْ
لِی امْرَاَتِیْ لَوْ صَنَعْتَ کَذَا وَکَذَا
فَقُلْتُ لَھَا وَمَا لَکِ اَنْتِ وَلِمَا ھٰھُنَا
وَمَا تَکَلُّفُکِ فِیْ اَمْرٍ اُرِیْدُہٗ فَقَالَتْ
لِیْ عَجَبًا لَّکَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ مَا تُرِیْدُ
اَنْ تُرَاجَعَ اَنْتَ وَاِنَّ ابْنَتَکَ لَتُرَاجِعُ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی
یَظَلَّ یَوْمَہٗ غَضْبَانًا قَالَ عُمَرُ
فَاٰخُذُ رِدَآئِیْ ثُمَّ اَخْرُجُ مَکَانِیْ حَتّٰی
اَدْخُلَ عَلٰی حَفْصَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا
فَقُلْتُ لَھَا یَا بُنَیَّۃُ اِنَّکِ لَتُرَاجِعِیْنَ

ہوکر آئے تو میں ان کے ساتھ چل پڑا، اور کہا: یا امیر المؤمنین
ازواج مطہرات میں وہ کون سی دو عورتیں ہیں جنھوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت نہیں کی تھی انھوں
نے کہا وہ حضرت حفصہ اور عائشہ تھیں، میں نے کہا بخدا! میں
ایک سال سے ان کے بارے میں آپ سے سوال
کرنا چاہتا تھا لیکن آپ کے رعب کی وجہ سے ہمت نہ کر
سکا، انھوں نے کہا ایسا نہ کرو، جس چیز کا تمہارے خیال
میں مجھے علم ہو وہ مجھ سے پوچھ لیا کرو، اگر مجھے اس چیز
کا علم ہوگا تو تمہیں بتاؤں گا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ
حضرت عمر نے کہا بخدا ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کچھ اہمیت
نہیں دیتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے احکام نازل
کیے اور ان کے حقوق اور حصے مقرر کیے۔ ایک دن میں
اپنے کسی کام کے بارے میں مشورہ کر رہا تھا، میری بیوی
نے کہا تم اس، اس طرح یہ کام کرو، میں نے کہا تمہیں میرے
کاموں میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا
اے ابن الخطاب تمہارا کیا خیال ہے میں تمہیں کوئی جواب
نہ دوں! حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو جواب دیتی ہے یہاں تک کہ آپ سارا دن اس سے
ناراض رہتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا یہ سن کر میں نے چادر
سنبھالی اور گھر سے نکلا اور سیدھا (حضرت) حفصہ رضی اللہ
عنہا کے پاس گیا، اور کہا بیٹی! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو ایسا جواب دیتی ہو جس سے آپ سارا دن ناراض
رہتے ہیں؟ حضرت حفصہ نے کہا: بخدا میں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو ایسا جواب دیتی ہوں، میں نے کہا میں تمہیں
اللہ کے عذاب اور اس کے رسول کی ناراضگی سے ڈرا رہا
ہوں، اے بیٹی! تم ان سے دھوکا نہ کھانا جو اپنے حسن
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ناز کرتی ہیں،
پھر وہاں سے چل کر میں قرابت کے تقاضے سے حضرت
ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کو بھی سمجھایا، حضرت

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى
يَظَلَّ يَوْمَهٗ غَضْبَانًا فَقَالَتْ حَفْصَةُ
وَاللّٰهِ إِنَّا لَنُرَاجِعُهٗ فَقُلْتُ تَعْلَمِيْنَ
أَنِّيْ أُحَذِّرُكِ عُقُوْبَةَ اللّٰهِ وَغَضَبَ
رَسُوْلِهٖ يَا بُنَيَّةُ لَا تَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ
الَّتِيْ قَدْ أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا وَحُبُّ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا
ثُمَّ خَرَجْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ
لِقَرَابَتِيْ مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا فَقَالَتْ لِيْ أُمُّ
سَلَمَةَ عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قَدْ
دَخَلْتَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى تَبْتَغِيَ
أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَزْوَاجِهٖ قَالَ
فَأَخَذَتْنِيْ أَخْذًا كَسَرَتْنِيْ عَنْ بَعْضِ
مَا كُنْتُ أَجِدُ فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهَا
وَكَانَ لِيْ صَاحِبٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِذَا
غِبْتُ أَتَانِيْ بِالْخَبَرِ وَإِذَا غَابَ كُنْتُ
أَنَا آتِيْهِ بِالْخَبَرِ وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ نَتَخَوَّفُ
مَلِكًا مِّنْ مُّلُوْكِ غَسَّانَ ذُكِرَ لَنَا أَنَّهٗ
يُرِيْدُ أَنْ يَّسِيْرَ إِلَيْنَا فَقَدِ امْتَلَأَتْ
صُدُوْرُنَا مِنْهُ فَأَتٰى صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ
يَدُقُّ الْبَابَ وَقَالَ افْتَحْ افْتَحْ فَقُلْتُ
جَاءَ الْغَسَّانِيُّ فَقَالَ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ
اعْتَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ أَزْوَاجَهٗ قَالَ فَقُلْتُ رَغِمَ أَنْفُ حَفْصَةَ
وَعَائِشَةَ ثُمَّ آخُذُ ثَوْبِيْ فَأَخْرُجُ حَتّٰى
جِئْتُ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِيْ مَشْرُبَةٍ لَهٗ يُرْتَقٰى إِلَيْهَا
بِعَجَلِهَا وَغُلَامٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

ام سلمہ نے مجھ سے کہا اے ابن الخطاب! تعجب ہے کہ تم ہر
معاملہ میں دخل دیتے ہو، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کی ازواج کے معاملہ میں بھی دخل دینا چاہتے ہو،
حضرت عمر نے کہا ان کی اس بات سے مجھے اسقدر افسوس
ہوا کہ میں جو کہنا چاہتا تھا وہ بھی نہ کہہ سکا، میں ان کے
پاس سے چلا آیا۔ ایک انصاری میرا دوست تھا، جب
میں حضور کی مجلس سے غائب ہوتا تو وہ مجھے آکر آپ
کی مجلس کی خبریں سناتا تھا اور جب وہ غائب ہوتا تھا تو
میں اس کو احوال سناتا تھا۔ ان دنوں ہم کو غسان کے ایک
بادشاہ کے حملہ کرنے کا خطرہ تھا جس کے بارے میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ
ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس سے ہمارے دل خوفزدہ تھے ایک
دن میرا انصاری دوست آیا اور دروازہ کھٹکھٹانے لگا اور کہنے لگا کھولو! کھولو!
میں نے پوچھا کیا غسانی نے حملہ کر دیا؟ اس نے کہا اس سے بھی اہم خبر ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج سے علیحدہ ہو گئے، میں نے کہا عائشہ اور حفصہ
کی ناک خاک آلودہ ہو، پھر میں نے اپنے کپڑے سنبھالے
اور چل پڑا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالاخانے پر
بیٹھے تھے جس پر ایک سیڑھی رکھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ایک حبشی غلام سیڑھی کے ایک ڈنڈے پر بیٹھا
ہوا تھا، میں نے کہا یہ عمر ہے میرے لیے اجازت
طلب کرو، حضرت عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو یہ واقعہ سنایا۔ جب میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ
عنہا کا جواب سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے
آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے اوپر
اور کوئی چیز نہیں تھی۔ آپ کے سر کے نیچے ایک چمڑے
کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ
کے پیروں کی جانب درخت سلم کے پتے پڑے
ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے، میں
رونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَدُ عَلٰى رَاْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ فَاُذِنَ لِيْ قَالَ عُمَرُ فَقَصَصْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيْثَ اُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهٗ لَعَلٰى حَصِيْرٍ مَّا بَيْنَهٗ شَيْءٌ وَّتَحْتَ رَاْسِهٖ وِسَادَةٌ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ وَّاِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَّصْبُوْرًا وَّعِنْدَ رَاْسِهٖ اُهُبًا مُّعَلَّقَةً فَرَاَيْتُ اَثَرَ الْحَصِيْرِ فِيْ جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ فِيْمَا هُمَا فِيْهِ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَكَ الْاٰخِرَةُ۔

رور ہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیصر وکسرٰی کتنی آسائش اور شان وشوکت سے رہتے ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کر ان کے لیے دنیا ہو اور تمہارے لیے آخرت!

۳۵۸۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلْتُ مَعَ عُمَرَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ كَنَحْوِ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ قُلْتُ شَاْنُ الْمَرْاَتَيْنِ قَالَ حَفْصَةُ وَاُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَزَادَ فِيْهِ فَاَتَيْتُ الْحُجَرَ فَاِذَا فِيْ كُلِّ بَيْتٍ بُكَاءٌ وَّزَادَ اَيْضًا وَّكَانَ اٰلٰى مِنْهُنَّ شَهْرًا فَلَمَّا كَانَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ نَزَلَ اِلَيْهِنَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا اور جب مرالظہران پر پہنچا، باقی حدیث حسب سابق ہے، البتہ اس روایت میں یہ زیادہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا میں نے پوچھا وہ دو عورتیں کون ہیں تو حضرت عمر نے کہا حفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما، اور یہ بھی زائد ہے کہ جب میں (ازواج مطہرات کے) حجروں کی طرف گیا تو ہر حجرے سے رونے کی آواز آرہی تھی اور یہ بھی زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ان سے نہ ملنے کی قسم کھائی تھی، جب انتیس دن پورے ہوگئے تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔

۳۵۸۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ وَهُوَ مَوْلَى الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَبِثْتُ سَنَةً مَا أَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا حَتَّى صَحِبْتُهُ إِلَى مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ ذَهَبَ يَقْضِي حَاجَتَهُ فَقَالَ أَدْرِكْنِي بِإِدَاوَةٍ مِنْ مَاءٍ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ وَرَجَعَ ذَهَبْتُ أَصُبُّ عَلَيْهِ وَذَكَرْتُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ فَمَا قَضَيْتُ كَلَامِي حَتَّى قَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ میں حضرت عمر سے ان دو عورتوں کے بارے میں سوال کروں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت نہیں کی تھی، میں ایک سال تک انتظار کرتا رہا اور مجھے ان سے سوال کا موقع نہ مل سکا، حتیٰ کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ روانہ ہوا، جب ہم مرّ الظہران پر پہنچے تو حضرت عمر قضاء حاجت کے لیے گئے اور مجھ سے کہا تم پانی کا لوٹا لے کر آؤ۔ میں پانی لے کر آیا، جب وہ حاجت سے فارغ ہو گئے اور واپس لوٹے تو میں ان پر پانی ڈالنے لگا، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین وہ کون دو عورتیں ہیں؟ ابھی میں سوال مکمل نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عمر نے کہا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

۳۵۹۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا وَقَالَ إِسْحَقُ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَيْنِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا حَتَّى حَجَّ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں مجھے کافی عرصہ سے یہ بے چینی تھی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کروں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کون تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: تم دونوں اللہ سے توبہ کرو کیونکہ تمہارے دلوں میں کچھ جھکاؤ آ گیا ہے، حتیٰ کہ حضرت عمر نے حج کیا اور میں بھی ان کے ساتھ حج پر گیا۔ ہم ایک راستہ پر جا رہے تھے کہ حضرت عمر راستہ سے ہٹ کر ایک طرف گئے، میں بھی پانی کا لوٹا لے کر ان کے پاس گیا۔ قضاء حاجت کے بعد وہ میرے پاس آئے اور میں نے پانی ڈال کر ان کو وضو کرایا، میں نے کہا اے امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے وہ کونسی دو عورتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

حججت معه فلما كنا ببعض الطريق عدل عمر رضي الله تعالى عنه وعدلت معه بالإداوة فتبرز ثم أتاني فسكبت على يديه فتوضأ فقلت يا أمير المؤمنين من المرأتان من أزواج النبي صلى الله عليه وسلم اللتان قال الله عز وجل لهما إن تتوبا إلى الله فقد صغت ذنوبكما قال عمر رضي الله تعالى عنه واعجبا لك ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال الزهري كره والله ما سأله عنه ولم يكتمه قال هي حفصة وعائشة رضي الله تعالى عنهما ثم أخذ يسوق الحديث قال كنا معشر قريش قوما نغلب النساء فلما قدمنا المدينة وجدنا قوما تغلبهم نساؤهم فطفق نساؤنا يتعلمن من نسائهم قال وكان منزلي في بني أمية بن زيد بالعوالي فتغضبت يوما على امرأتي فإذا هي تراجعني فأنكرت أن تراجعني فقالت ما تنكر أن أراجعك فوالله إن أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ليراجعنه وتهجره إحداهن اليوم إلى الليل فانطلقت فدخلت على حفصة فقلت أتراجعين رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت نعم فقلت أتهجره إحداكن اليوم

إلى الليل قالت نعم قلت قد خاب من

فرمایا ہے تم دونوں اللہ سے توبہ کرو، کیونکہ تمہارے دلوں میں جھکاؤ آگیا ہے! حضرت عمر نے کہا اے ابن عباس تم پر تعجب ہے! زہری نے کہا حضرت عمر کو ان کا اتنے عرصہ تک سوال نہ کرنا پسند نہیں آیا حالانکہ حضرت عمر ان سے نہ چھپاتے، پھر فرمایا وہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں، پھر واقعہ سنانے لگے کہ ہم قریش کے لوگ ایک ایسی قوم تھے، جو عورتوں پر حاوی رہتے تھے، لیکن جب ہم مدینہ آئے تو دیکھا کہ ان لوگوں پر ان کی عورتیں حاوی ہیں اور ہماری عورتوں نے بھی دیکھا دیکھی ہیں مدینہ کی خواتین کی ریس کرنا شروع کر دی، میرا گھر مدینہ کے بالائی علاقہ میں بنو امیہ بن زید میں تھا، ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو اس نے بھی پلٹ کر جواب دیا، مجھے اس کے جواب دینے پر حیرت ہوئی، اس نے کہا تمہیں میرے جواب دینے پر تعجب کیوں ہوتا ہے! بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی آپ کو جواب دیتی ہیں!، اور ان میں سے کوئی ایک صبح سے رات تک آپ کو چھوڑے رکھتی ہے۔ میں اٹھ کر سیدھا (حضرت) حفصہ کے پاس گیا اور پوچھا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہو؟! انھوں نے کہا: ہاں! میں نے کہا اور تم میں سے کوئی ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح سے رات تک چھوڑے رکھتی ہے؟۔ انھوں نے کہا ہاں! میں نے کہا تم میں سے جس نے بھی یہ کیا وہ نامراد ہو گئی اور اس کو خسارہ ہوا، کیا تم میں سے کسی کو اپنے اوپر اللہ تعالی کے غضب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کا ڈر نہیں ہے، کہیں وہ ناگہانی ہلاک نہ ہو جائے!، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا تم جواب مت دیا کرو، اور نہ آپ سے کسی چیز کا سوال کیا کرو، تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو اس کا مجھ سے سوال کرو، تم اپنی اس سوکن کے حال سے دھوکا نہ کھانا جو تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز ہے، حضرت عمر کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں

فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْكُنَّ وَخَسِرَ اَفَتَاْمَنُ
اِحْدٰىكُنَّ اَنْ يَّغْضَبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا لِغَضَبِ
رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِيَ
قَدْ هَلَكَتْ لَا تُرَاجِعِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْئَلِيْهِ شَيْئًا وَّ
سَلِيْنِيْ مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ اَنْ
كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ اَوْسَمَ وَاَحَبَّ اِلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْكِ يُرِيْدُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهَا قَالَ وَكَانَ لِيْ جَارٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ
قَالَ فَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ اِلٰى رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْزِلُ
يَوْمًا وَّاَنْزِلُ يَوْمًا فَيَاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ
الْوَحْيِ وَغَيْرِهٖ وَاٰتِيْهِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ
فَكُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ الْخَيْلَ
لِتَغْزُوَنَا فَنَزَلَ صَاحِبِيْ ثُمَّ اَتَانِيْ
عِشَآءً فَضَرَبَ بَابِيْ ثُمَّ نَادَانِيْ فَخَرَجْتُ
اِلَيْهِ فَقَالَ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ قُلْتُ
مَاذَا اَجَآءَتْ غَسَّانُ قَالَ لَا بَلْ اَعْظَمُ
مِنْ ذٰلِكَ وَاَطْوَلُ طَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءَهٗ فَقُلْتُ قَدْ
خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ وَقَدْ كُنْتُ اَظُنُّ
هٰذَا كَائِنًا حَتّٰى اِذَا صَلَّيْتُ الصُّبْحَ
شَدَدْتُ عَلَىَّ ثِيَابِيْ ثُمَّ نَزَلْتُ
فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ وَهِيَ تَبْكِيْ
فَقُلْتُ اَطَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا اَدْرِيْ هَا هُوَ ذَا
مُعْتَزِلٌ فِيْ هٰذِهِ الْمَشْرُبَةِ فَاَتَيْتُ
غُلَامًا لَّهٗ اَسْوَدَ فَقُلْتُ اسْتَاْذِنْ

حضرت عمر نے کہا ایک انصاری میرا پڑوسی تھا، ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ایک دن وہ جاتا تھا اور ایک دن میں جاتا تھا۔ ہم آپس میں یہ باتیں کرتے تھے کہ غسان کا بادشاہ ہم پر حملہ کرنے کے لیے اپنے گھوڑوں کے نعل لگوا رہا ہے۔ ایک رات کو میرا دوست آیا اور دروازے پر دستک دی، پھر مجھے آواز دی، میں باہر آیا تو اس نے کہا ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا! میں نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ کیا غسان نے حملہ کر دیا؟ اس نے کہا اس سے بہت بڑا اور لمبا حادثہ ہو گیا ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، میں نے کہا حفصہ ناکام و نامراد ہو گئی! اور مجھے اس حادثہ کا پہلے ہی گمان تھا، صبح کی نماز پڑھنے کے بعد میں اپنے کپڑے لے کر روانہ ہوا، اور حفصہ کے پاس پہنچا درآں حالیکہ وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے کہا پتہ نہیں! آپ علیحدہ ہو کر اس بالاخانے میں بیٹھے ہیں، میں آپ کے حبشی غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ عمر کے حاضر ہونے کی اجازت لے کر آؤ، وہ اندر گیا اور پھر واپس آ کر کہا میں نے تمہارا ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش رہے، میں چل پڑا اور منبر تک پہنچا اور وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں سے کچھ رو رہے تھے، میں کچھ دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ سے نہیں رہا گیا، اور میں اس غلام کے پاس گیا، اور کہا جاؤ عمر کے لیے اجازت لے کر آؤ، وہ اندر جا کر واپس آ گیا اور کہا میں نے تمہارا ذکر کیا تھا، حضور سن کر خاموش رہے، میں واپس جانے لگا، ناگاہ غلام نے مجھے آواز دی اور کہا اندر جاؤ تمہارے لیے اجازت مل گئی ہے، میں اندر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا، آپ ایک چٹائی پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے جس سے آپ کے پہلو میں نشان پڑ گئے تھے، میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سر اٹھا کر

لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ فَجَلَسْتُ فَإِذَا عِنْدَهُ رَهْطٌ جُلُوسٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ فَجَلَسْتُ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ ثُمَّ أَتَيْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي فَقَالَ ادْخُلْ فَقَدْ أَذِنَ لَكَ فَدَخَلْتُ فَسَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى رَمْلِ حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَقُلْتُ أَطَلَّقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ نِسَاءَكَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيَّ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَوْ رَأَيْتَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ قَوْمًا نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَجَدْنَا قَوْمًا تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ فَتَغَضَّبْتُ عَلَى امْرَأَتِي يَوْمًا فَإِذَا هِيَ تُرَاجِعُنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي فَقَالَتْ مَا تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللَّهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَتَهْجُرُهُ إِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ فَقُلْتُ قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ مِنْهُنَّ وَخَسِرَ أَفَتَأْمَنُ إِحْدَاهُنَّ أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ عَلَيْهَا لِغَضَبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ قَدْ هَلَكَتْ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں! میں نے کہا اللہ اکبر! یارسول اللہ! دیکھیے ہم قریش لوگ عورتوں پر حاوی رہتے تھے، جب ہم مدینہ میں آئے تو دیکھا یہاں عورتیں مردوں پر حاوی رہتی ہیں، ہماری عورتوں نے بھی ان عورتوں کی ریس کرنا شروع کر دی، ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو اس نے بھی پلٹ کر جواب دیا۔ مجھے اس کے جواب دینے پر تعجب ہوا، اس نے کہا تمہیں میرے جواب دینے پر تعجب کیوں ہو رہا ہے؟ بخدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی آپ کو جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی ایک آپ کو صبح سے رات تک چھوڑے رکھتی ہے، میں نے کہا ان میں سے جس نے بھی یہ کیا وہ ناکام اور نامراد ہو گئی، کیا ان میں سے کسی کو اپنے اوپر اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کا خوف نہیں ہے کہ وہ اسی وقت ہلاک ہو جائے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حفصہ کے پاس گیا اور اس سے کہا تم اپنی سوکن کے حال سے دھوکا نہ کھانا، وہ تم سے زیادہ حسین ہے اور تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز ہے، آپ پھر مسکرائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کا دل بہلانے کی کچھ باتیں کروں؟ آپ نے فرمایا، ہاں! میں بیٹھ گیا اور میں نے سر اٹھا کر گھر کا جائزہ لینا شروع کیا، بخدا میں نے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کو دیکھ کر میری نظر ٹھہرتی سوائے تین بغیر رنگی ہوئی کھالوں کے، میں نے کہا یارسول اللہ! آپ دعا کیجیے کہ آپ کی امت پر وسعت کی جائے، کیونکہ فارس اور روم بہت خوش حال ہیں حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے، آپ یہ سن کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابن الخطاب کیا تمہیں کوئی شک ہے؟ یہ وہ اقوام ہیں جن کی اچھی چیزیں انہیں دنیا میں ہی دے دی گئیں، میں نے کہا، یارسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجیے، آپ نے ازواج مطہرات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
قَدْ دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا
يَغُرَّنَّكِ اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ اَوْسَمَ
مِنْكِ وَاَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكِ فَتَبَسَّمَ اُخْرٰى
فَقُلْتُ اَسْتَاْنِسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ
نَعَمْ فَجَلَسْتُ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فِي الْبَيْتِ
فَوَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ فِيْهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ
اِلَّا اُهُبًا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ ادْعُ اللّٰهَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ يُّوَسِّعَ عَلٰى اُمَّتِكَ
فَقَدْ وَسَّعَ عَلٰى فَارِسَ وَالرُّوْمِ وَهُمْ
لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَاسْتَوٰى
جَالِسًا ثُمَّ قَالَ اَفِيْ شَكٍّ اَنْتَ يَا ابْنَ
الْخَطَّابِ اُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ
طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ
اسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَانَ
اَقْسَمَ اَنْ لَّا يَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِّنْ
شِدَّةِ مَوْجِدَتِهٖ عَلَيْهِنَّ حَتّٰى عَاتَبَهُ
اللّٰهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَاَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ
لَمَّا مَضٰى تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً دَخَلَ
عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَدَاَ بِيْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ
اَقْسَمْتَ اَنْ لَّا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا
وَّاِنَّكَ دَخَلْتَ مِنْ تِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ
اَعُدُّهُنَّ فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّ
عِشْرُوْنَ ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِنِّيْ ذَاكِرٌ
لَّكِ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ اَنْ لَّا تَعْجَلِيْ فِيْهِ
حَتّٰى تَسْتَاْمِرِيْ اَبَوَيْكِ ثُمَّ قَرَاَ عَلَيَّ

پر شدت رنج کی وجہ سے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک
ازواج مطہرات کے پاس نہیں جائیں گے حتیٰ کہ اللہ
تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف متوجہ کر دیا، زہری کہتے ہیں مجھے
عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ جب انتیس راتیں گذر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے مجھ سے ابتداً
کی، میں نے کہا: یا رسول اللہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ
ایک ماہ تک ہمارے پاس تشریف نہیں لائیں گے اور
آپ انتیس روز بعد آ گئے، میں ایک ایک دن گن رہی
تھی، آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔
پھر فرمایا: اے عائشہ! میں تم سے ایک چیز کا ذکر کرنے
لگا ہوں اگر تم اس میں عجلت نہ کرو تا وقتیکہ اپنے والدین
سے مشورہ کر لو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے پھر آپ
نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) اے نبی! اپنی ازواج
سے کہہ دیجئے..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
کہا بخدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ میرے
ماں باپ مجھے آپ سے جدا ہونے کا مشورہ نہیں دیں
گے، میں نے کہا: کیا اس میں، میں اپنے ماں باپ سے
مشورہ کروں؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کا ارادہ
کرتی ہوں، معمر کہتے ہیں کہ مجھے ایوب نے خبر دی کہ
حضرت عائشہ نے کہا آپ (دوسری) ازواج کو یہ نہ بتلائیں
کہ میں نے آپ کو اختیار کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ بنا کر بھیجا ہے، مشقت
میں ڈالنے والا نہیں بنایا۔ قتادہ نے کہا صغت
قلوبکما کے معنی ہیں تم دونوں کے دل جھک گئے۔

الْاٰيَةَ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ اَجْرًا عَظِيْمًا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَدْ عَلِمَ وَاللّٰهِ اَنَّ اَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا لِيَاْمُرَانِيْ بِفِرَاقِيْ قَالَتْ فَقُلْتُ اَوَ فِيْ هٰذَا اَسْتَاْمِرُ اَبَوَيَّ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ قَالَ مَعْمَرٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَيُّوْبُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَا تُخْبِرْ نِسَاءَكَ اَنِّيْ اخْتَرْتُكَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ مُبَلِّغًا وَّلَمْ يُرْسِلْنِيْ مُتَعَنِّتًا قَالَ قَتَادَةُ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا قَالَ مَالَتْ قُلُوْبُكُمَا۔

نفس تخییر کے طلاق نہ ہونے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۵۸۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا تو کیا یہ طلاق تھی؟ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور فقہاء اسلام کے نظریہ پر دلیل ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو اختیار دیا تو یہ طلاق نہیں ہے اور اس سے تفریق نہیں ہوگی، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حسن اور لیث بن سعد سے مروی ہے کہ نفس تخییر سے طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، خواہ وہ زوج کو اختیار کرے یا نہ کرے، خطابی اور نقاش نے اس قول کو امام مالک سے نقل کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ نقل صحیح نہیں ہے، یہ مذہب ان احادیث سے مردود ہے اور جو لوگ اس کے قائل ہیں ان تک یہ احادیث نہیں پہنچیں [۱]

مرد اگر عورت کو نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دے اور وہ نکاح میں نہ رہنے کو اختیار کرے تو بالاتفاق بائن ہو جائے گی۔

ایلاء کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایلاء کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی سے مقاربت نہیں کرے گا اگر اس نے چار ماہ تک مقاربت نہ کی اور اپنی قسم پوری کر دی تو مدت پوری ہونے کے بعد اس کی عورت پر طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اگر اس مدت کے دوران اس نے مقاربت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر صرف قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور بیوی پر طلاق نہیں ہوگی، اگر اس نے چار ماہ سے کم مثلاً تین ماہ تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو یہ صرف قسم ہے ایلاء نہیں ہے اگر قسم توڑ دی تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم پوری کی تو کچھ نہیں ہوگا، نہ کفارہ لازم ہوگا نہ بیوی پر طلاق پڑے گی، اور اگر چار ماہ سے زائد مثلاً پانچ ماہ مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی تو یہ پھر بھی ایلاء ہے [۲] امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایلاء میں یہ شرط ہے کہ چار ماہ سے زیادہ مدت تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائے اگر چار ماہ کی قسم کھائی تو یہ صرف قسم ہے ایلاء نہیں ہے۔

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۶ھ

[۲] علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، حصلہ در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۷۵۱-۷۴۹، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ایلاء میں یہ شرط ہے کہ چار ماہ سے زیادہ مدت تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائے، حضرت ابن عباس، طاؤس، سعید بن جبیر، امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، ابوثور اور ابو عبید کا بھی یہی قول ہے، عطاء، ثوری اور اصحاب رائے (احناف کثرہم اللہ) کا قول یہ ہے کہ جب چار ماہ یا اس سے زائد کی قسم کھائی تو یہ ایلاء ہے، قاضی ابوالحسین نے کہا ہے کہ امام احمد کا بھی یہ ایک قول ہے[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج سے الگ رہنے کی قسم کھائی تھی اس لیے یہ ایلاء نہیں تھا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ایلاء سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایلاء سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے[2]

بَابُ الْمُطَلَّقَةِ الْبَائِنِ لَا نَفَقَةَ لَهَا

مطلقہ بائنہ کے لیے نفقہ نہ ہونے کا بیان

۳۵۹۱ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ يَزِيْدَ مَوْلَى الْاَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا وَكِيْلُهُ بِشَعِيْرٍ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَجَاءَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ فَاَمَرَهَا اَنْ تَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ اُمِّ شَرِيْكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكَ امْرَاَةٌ يَغْشَاهَا اَصْحَابِيْ اِعْتَدِّيْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهُ رَجُلٌ اَعْمٰى تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ فَاِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِيْنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ وَاَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو عمرو بن حفص نے انھیں طلاق البتہ دے دی، دراں حالیکہ وہ ان کے پاس موجود نہیں تھے، انھوں نے اپنی طرف سے ایک وکیل کے ہاتھ مجھے کچھ جو روانہ کیے حضرت فاطمہ اس پر ناراض ہوئیں تو ان کے وکیل نے کہا بخدا، ہم پر تمہارا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں، اور اس بات کا ذکر کیا آپ نے فرمایا تمہارا اس پر کوئی نفقہ (کھانے اور رہائش کا خرچ) واجب نہیں ہے، اور آپ نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں، پھر فرمایا اس عورت کے ہاں تو میرے اصحاب بکثرت جمع ہوتے ہیں، اس لیے تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو، وہ نابینا شخص ہیں، ان کے ہاں تم کپڑے اتار سکتی ہو، اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا، حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں: جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ سے ذکر کیا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم دونوں نے نکاح کا پیغام دیا ہے۔

---

[1] ۔ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ المغنی ج ۷ ص ۴۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

[2] ۔ قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۷۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

أَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ انْكِحِي أُسَامَةَ فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے، رہے معاویہ تو وہ مفلس شخص ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو، میں نے ان کو ناپسند کیا، آپ نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کرلو، میں نے ان سے نکاح کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں خیر رکھ دی اور مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

٣٥٩٢ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ وَقَالَ قُتَيْبَةُ أَيْضًا نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ كِلَيْهِمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّهُ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَنْفَقَ عَلَيْهَا نَفَقَةَ دُونٍ فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ قَالَتْ وَاللَّهِ لَأُعْلِمَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ كَانَتْ لِي نَفَقَةٌ أَخَذْتُ الَّذِي يُصْلِحُنِي وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِي نَفَقَةٌ لَمْ آخُذْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ وَلَا سُكْنَى.

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کے شوہر نے ان کو طلاق دے دی اور معمولی سا نفقہ دیا، جب انھوں نے وہ نفقہ دیکھا تو کہا بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گی، پھر اگر میں نفقہ کی مستحق ہوئی تو اپنی ضروریات کے مطابق نفقہ لوں گی، اور اگر میں نفقہ کی مستحق نہیں ہوئی تو بالکل نہیں لوں گی، انھوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا تمہارے کھانے کا خرچ اس کے ذمہ ہے نہ رہائش۔

٣٥٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ فَأَخْبَرَتْنِي أَنَّ زَوْجَهَا الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا فَأَبَى أَنْ يُنْفِقَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَفَقَةَ لَكِ فَانْتَقِلِي فَاذْهَبِي إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَكُونِي عِنْدَهُ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر مخزومی نے ان کو طلاق دے دی، اور ان کو نفقہ دینے سے انکار کیا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے نفقہ نہیں ہے، تم ابن ام مکتوم کے گھر چلی جاؤ، وہ نابینا ہیں، وہاں تم اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔

فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمٰى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ عِنْدَهُ -

۳۵۹۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أُخْتَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ لَهَا أَهْلُهُ لَيْسَ لَكِ عَلَيْنَا نَفَقَةٌ فَانْطَلَقَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فِي نَفَرٍ فَأَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ فَقَالُوا إِنَّ أَبَا حَفْصٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَهَلْ لَهَا مِنْ نَفَقَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ وَّعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَأَرْسَلَ إِلَيْهَا أَنْ لَّا تَسْبِقِينِي بِنَفْسِكِ وَأَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ إِلٰى أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهَا إِنَّ أُمَّ شَرِيكٍ يَأْتِيهَا الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ فَانْطَلِقِي إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمٰى فَإِنَّكِ إِذَا وَضَعْتِ خِمَارَكِ لَمْ يَرَكِ فَانْطَلَقَتْ إِلَيْهِ فَلَمَّا مَضَتْ عِدَّتُهَا أَنْكَحَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ -

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوحفص بن مغیرہ مخزومی نے انھیں تین طلاقیں دے دیں اور پھر یمن چلے گئے، ان کے گھر والوں نے حضرت فاطمہ سے کہا تمہارا نفقہ ہم پر واجب نہیں ہے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت میمونہ کے گھر آئے اور عرض کیا کہ ابوحفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو کیا اس عورت کا نفقہ ہے ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کا نفقہ نہیں ہے، اس پر عدت ہے، اور اس عورت کو پیغام بھیجا کہ تم مجھ سے مشورہ لیے بغیر نکاح نہ کرنا اور یہ حکم دیا کہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں پھر پیغام بھیجا کہ ام شریک کے گھر تو قدیم مہاجرین آتے رہتے ہیں، تم ابن ام مکتوم نابینا کے ہاں عدت گزارنا، کیونکہ جب تم اپنا دوپٹہ اتارو گی تو وہ تم کو نہیں دیکھیں گے، وہ ابن ام مکتوم کے پاس چلی گئیں، جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید سے ان کا نکاح کر دیا۔

۳۵۹۵ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں بنو مخزوم کے ایک شخص کے نکاح میں تھی، اس نے مجھے طلاق البتہ دے دی، میں نے اس کے گھر والوں کے پاس آدمی بھیج کر نفقہ کا مطالبہ کیا۔ باقی روایت یحییٰ بن ابی کثیر کی طرح ہے۔

اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَۃَ عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ قَالَ کَتَبْتُ ذٰلِکَ مِنْ فِیْھَا کِتَابًا قَالَتْ کُنْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ مَخْزُوْمٍ فَطَلَّقَنِی الْبَتَّۃَ فَاَرْسَلْتُ اِلٰی اَھْلِہٖ اَبْتَغِی النَّفَقَۃَ وَاقْتَصُّوا الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَلَا تَفُوْتِیْنَا بِنَفْسِکِ۔

۳۵۹۶۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ اَنَّ اَبَا سَلَمَۃَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ قَیْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَخْبَرَتْہُ اَنَّھَا کَانَتْ تَحْتَ اَبِیْ عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِیْرَۃِ فَطَلَّقَھَا اٰخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِیْقَاتٍ فَزَعَمَتْ اَنَّھَا جَآءَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْتَفْتِیْہِ فِیْ خُرُوْجِھَا مِنْ بَیْتِھَا فَاَمَرَھَا اَنْ تَنْتَقِلَ اِلَی ابْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ الْاَعْمٰی فَاَبٰی مَرْوَانُ اَنْ یُّصَدِّقَہٗ فِیْ خُرُوْجِ الْمُطَلَّقَۃِ مِنْ بَیْتِھَا وَقَالَ عُرْوَۃُ اِنَّ عَآئِشَۃَ اَنْکَرَتْ ذٰلِکَ عَلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں وہ ابو عمرو کے نکاح میں تھیں اس نے انھیں تین طلاقیں دے دیں، حضرت فاطمہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے گھر سے نکلنے کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ابن ام مکتوم نابینا کے گھر چلی جاؤ، مروان نے مطلقہ کے گھر سے نکلنے میں اس روایت کی تصدیق نہیں کی، عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس روایت کا انکار کیا۔

۳۵۹۷۔ وَحَدَّثَنِیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَیْنٌ قَالَ نَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ مَعَ قَوْلِ عُرْوَۃَ اَنَّ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنْکَرَتْ ذٰلِکَ عَلٰی فَاطِمَۃَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں عروہ کا یہ قول بھی ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ کی اس روایت کا انکار کیا تھا۔

۳۵۹۸- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّ اللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالَا اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ خَرَجَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَى الْيَمَنِ فَاَرْسَلَ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِتَطْلِيْقَةٍ كَانَتْ بَقِيَتْ مِنْ طَلَاقِهَا وَاَمَرَ لَهَا الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ بِنَفَقَةٍ فَقَالَا لَهَا وَاللّٰهِ مَالَكِ نَفَقَةٌ اِلَّا اَنْ تَكُوْنِيْ حَامِلًا فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهٗ قَوْلَهُمَا فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ فَاسْتَاْذَنَتْهُ فِي الْاِنْتِقَالِ فَاَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ اَيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِلَى ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّكَانَ اَعْمٰى تَضَعُ ثِيَابَهَا عِنْدَهٗ وَلَا يَرَاهَا فَلَمَّا مَضَتْ عِدَّتُهَا اَنْكَحَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا مَرْوَانُ قَبِيْصَةَ بْنَ ذُؤَيْبٍ يَسْاَلُهَا عَنِ الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَتْهُ بِهٖ فَقَالَ مَرْوَانُ لَمْ نَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنِ امْرَاَةٍ سَنَاْخُذُ بِالْعِصْمَةِ الَّتِيْ وَجَدْنَا النَّاسَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ حِيْنَ بَلَغَهَا قَوْلُ مَرْوَانَ فَبَيْنِيْ وَبَيْنَكُمُ الْقُرْاٰنُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ الْاٰيَةَ قَالَتْ هٰذَا لِمَنْ كَانَتْ لَهٗ مُرَاجَعَةٌ فَاَيُّ اَمْرٍ يَّحْدُثُ بَعْدَ الثَّلَاثِ فَكَيْفَ تَقُوْلُوْنَ لَا نَفَقَةَ

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ، حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ یمن گئے اور انھوں نے ایک قاصد کے ہاتھ اپنی بیوی حضرت فاطمہ بنت قیس کو تیسری طلاق بھیج دی جو دو طلاقیں دینے کے بعد بچی ہوئی تھی اور حارث بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو پیغام بھیجا کہ اس کو نفقہ دے دینا، ان دونوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے کہا بخدا تمہارے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے الا یہ کہ تم حاملہ ہوتیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ سے ان کے قول کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، پھر انھوں نے اس گھر سے منتقل ہونے کے بارے میں پوچھا، تو انھیں اجازت مل گئی۔ انھوں نے پوچھا: یارسول اللہ! اب میں کہاں رہوں؟ آپ نے فرمایا ابن ام مکتوم کے ہاں وہ نابینا ہے، تم وہاں اپنے کپڑے اتار سکوگی اور وہ تم کو نہیں دیکھے گا۔ جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حضرت اُسامہ بن زید سے نکاح کر دیا، مروان (حاکم مدینہ) نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے پاس قبیصہ بن ذویب کو بھیجا جس نے اس سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انھوں نے یہ حدیث بیان کی، مروان نے کہا ہم نے یہ حدیث ایک عورت کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنی، ہم اس قوی دلیل کو اختیار کریں گے جس پر سب لوگوں کا عمل ہے، جب حضرت فاطمہ کو مروان کی یہ بات پہنچی کہ میرے اور تمہارے درمیان قرآن مجید فیصلہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لا تخرجوهن من بيوتهن الخ "مطلقہ عورتوں کو گھروں سے نہ نکالو" تو حضرت فاطمہ نے کہا یہ آیت ان مطلقہ عورتوں کے بارے میں ہے جن کو طلاق رجعی دی گئی ہو، اور تین طلاقوں کے بعد کون سا رجوع ہوگا؟ پھر تم یہ کیسے کہتے ہو کہ نفقہ کا نہ ہونا اس صورت پر محمول ہے جب وہ حاملہ نہ ہو، اور تم اس کو کس دلیل سے رد کروگے؟۔

لَهَا إِذَا لَمْ تَكُنْ حَامِلًا فَعَلَامَ تَحْبِسُونَهَا.

۳۵۹۹- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا سَيَّارٌ وَّحُصَيْنٌ وَمُغِيرَةُ وَأَشْعَثُ وَمُجَالِدٌ وَّإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَدَاوُدُ قَالَ دَاوُدُ نَا كُلُّهُمْ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَسَأَلْتُهَا عَنْ قَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ قَالَتْ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّكْنَى وَالنَّفَقَةِ قَالَتْ فَلَمْ يَجْعَلْ لِي سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً وَّأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَدَّ فِي بَيْتِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

شعبی کہتے ہیں کہ میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقدمہ میں کیا فیصلہ کیا تھا، انھوں نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکان اور نفقہ کے بارے میں اپنا مقدمہ لے کر گئی، آپ نے مجھے مکان اور نفقہ نہیں دلوایا، اور مجھے یہ حکم دیا کہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گذاروں۔

۳۶۰۰- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ وَّدَاوُدَ وَمُغِيرَةَ وَإِسْمَاعِيلَ وَأَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَنْ هُشَيْمٍ.

ایک اور سند سے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۳۶۰۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْهُجَيْمِيُّ قَالَ نَا قُرَّةُ قَالَ نَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ نَا الشَّعْبِيُّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبِ ابْنِ طَابٍ وَّسَقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي.

شعبی کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے ہمیں تازہ کھجوریں کھلائیں میں نے ان سے سوال کیا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ کہاں عدت گذارے۔ انھوں نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی تھیں، مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دی تھی کہ میں اپنے گھر والوں میں جا کر عدت گزاروں۔

۳۶۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا قَالَ لَيْسَ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةٌ ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے نفقہ ہے نہ مکان،

۳۶۰۳ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ انا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا فَأَرَدْتُ النُّقْلَةَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْتَقِلِي إِلٰى بَيْتِ ابْنِ عَمِّكِ عَمْرِو بْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَاعْتَدِّي عِنْدَهُ ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں، میں نے وہاں سے منتقل ہونے کا ارادہ کیا، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ نے فرمایا اپنے عم زاد عمرو بن ام مکتوم کے ہاں جاؤ اور وہاں عدت گزارو۔

۳۶۰۴ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ قَالَ انا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ كُنْتُ مَعَ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْأَعْظَمِ وَمَعَنَا الشَّعْبِيُّ فَحَدَّثَ الشَّعْبِيُّ بِحَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً ثُمَّ أَخَذَ الْأَسْوَدُ كَفًّا مِنْ حَصًى فَحَصَبَهُ بِهِ فَقَالَ وَيْلَكَ تُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا قَالَ عُمَرُ لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي لَعَلَّهَا حَفِظَتْ أَوْ نَسِيَتْ لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد اعظم میں اسود بن یزید کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ شعبی بھی تھے، شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مکان اور خرچ معین نہیں کیا۔ اسود نے مٹھی میں کنکریاں بھر کر شعبی کی طرف پھینکیں اور کہا: افسوس ہے کہ تم جیسا آدمی ایسی حدیث بیان کرتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی، مطلقہ کے لیے رہائش اور نفقہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ان کو اپنے گھروں سے مت نکالو تاوقتیکہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۔

۳۶۰۵ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَ نَا أَبُوْ دَاؤُدَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ أَبِيْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ بِقِصَّتِهِ ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے

۳۶۰۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ بْنِ صُخَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ إِنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلٰثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِيْنِيْ فَآذَنْتُهُ فَخَطَبَهَا مُعَاوِيَةُ وَأَبُوْ جَهْمٍ وَّأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا مُعَاوِيَةُ فَرَجُلٌ تَرِبٌ لَا مَالَ لَهُ وَ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رہائش دلوائی نہ نفقہ حضرت فاطمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا، انہوں نے آپ کو اطلاع دی کہ انہیں حضرت معاویہ حضرت ابوجہم اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم نے نکاح کا پیغام دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معاویہ تو غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے، رہے ابوجہم تو وہ عورتوں کو بہت مارتے ہیں۔ تم اسامہ سے نکاح کر لو! حضرت فاطمہ نے اپنے ہاتھ سے (بطور انکار) اشارہ کرتے ہوئے کہا اسامہ، اسامہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی اطاعت اور اس کے

أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابُ النِّسَاءِ وَلَكِنْ أُسَامَةُ فَقَالَتْ بِيَدِهَا هَكَذَا أُسَامَةُ أُسَامَةُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَاعَةُ اللَّهِ وَطَاعَةُ رَسُولِهِ خَيْرٌ لَكِ قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُهُ فَاغْتَبَطْتُ.

رسول کی اطاعت تمہارے لیے بہتر ہے! حضرت فاطمہ نے کہا میں نے حضرت اسامہ سے نکاح کر لیا اور مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

٣٦٠٧- وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ أَرْسَلَ إِلَيَّ زَوْجِي أَبُو عَمْرِو بْنُ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ بِطَلَاقِي وَأَرْسَلَ مَعَهُ بِخَمْسَةِ آصُعِ تَمْرٍ وَخَمْسَةِ آصُعِ شَعِيرٍ فَقُلْتُ أَمَا لِي نَفَقَةٌ إِلَّا هَذَا وَلَا أَعْتَدُّ فِي مَنْزِلِكُمْ قَالَ لَا قَالَتْ فَشَدَدْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَمْ طَلَّقَكِ قُلْتُ ثَلَاثًا قَالَ صَدَقَ لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ اعْتَدِّي فِي بَيْتِ ابْنِ عَمِّكِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ ضَرِيرُ الْبَصَرِ تُلْقِي ثَوْبَكِ عِنْدَهُ فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُكِ فَآذِنِينِي قَالَتْ فَخَطَبَنِي خُطَّابٌ مِنْهُمْ مُعَاوِيَةُ وَأَبُو الْجَهْمِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مُعَاوِيَةَ تَرِبٌ خَفِيفُ الْحَالِ وَأَبُو جَهْمٍ مِنْهُ شِدَّةٌ عَلَى النِّسَاءِ أَوْ يَضْرِبُ النِّسَاءَ أَوْ نَحْوَ هَذَا وَلَكِنْ عَلَيْكِ بِأُسَامَةَ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر حضرت ابو عمرو بن حفص نے عیاش بن ربیعہ کے ہاتھ مجھے طلاق بھجوائی اور ان کے ہاتھ پانچ صاع کھجوریں اور پانچ صاع جو بھی بھجوائے، میں نے کہا میرے لیے صرف یہی نفقہ ہے؟ اور کیا میں تمہارے گھر میں عدت نہیں گزاروں گی؟ انھوں نے کہا نہیں! وہ کہتی ہیں میں نے اپنے کپڑے سمیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے پوچھا اس نے تمہیں کتنی طلاقیں دی ہیں؟ میں نے کہا تین، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، تمہارا نفقہ کا حق نہیں ہے، تم اپنے عم زاد ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، وہ نابینا ہیں، تم اپنے کپڑے اتار کر رکھ سکو گی۔ جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ فاطمہ نے کہا مجھے کئی لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا ان میں حضرت معاویہ اور حضرت ابوجہم بھی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاویہ غریب آدمی ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے اور ابوجہم عورتوں پر بہت سخت ہیں یا فرمایا عورتوں کو مارتے ہیں یا اس کی مثل کوئی لفظ فرمایا لیکن تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔

بْنِ زَيْدٍ۔

۳۶۰۸ - وَحَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي الْجَهْمِ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَسَاَلْنَاهَا فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ اَبِيْ عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَخَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ نَجْرَانَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَزَادَ قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُهُ فَشَرَّفَنِيَ اللّٰهُ بِاَبِيْ زَيْدٍ وَّكَرَّمَنِيَ اللّٰهُ بِاَبِيْ زَيْدٍ۔

ابو بکر بن ابی جہم بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابو سلمہ بن عبد الرحمان دونوں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے طلاق کا واقعہ پوچھا انھوں نے کہا میں حضرت ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی، وہ غزوہ نجران میں گئے اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے: میں نے ابو زید سے شادی کر لی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ شادی کی وجہ سے مجھے شرافت اور بزرگی عطا فرمائی۔

۳۶۰۹ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْ سَلَمَةَ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَمَنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَحَدَّثَتْنَا اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا طَلَاقًا بَاتًّا بِنَحْوِ حَدِيْثِ سُفْيٰنَ۔

ابو بکر کہتے ہیں کہ میں اور ابو سلمہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے ہم سے بیان کیا کہ ان کے خاوند نے انھیں تین طلاقیں دی تھیں اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

۳۶۱۰ - وَحَدَّثَنِيْ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ السُّدِّيِّ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَلَّقَنِيْ زَوْجِيْ ثَلَاثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنٰى وَّلَا نَفَقَةً۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے رہائش اور خرچ نہیں مقرر کیا تھا۔

۳۶۱۱- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ تَزَوَّجَ یَحْیَی ابْنُ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَکَمِ فَطَلَّقَهَا فَاَخْرَجَهَا مِنْ عِنْدِهٖ فَعَابَ ذٰلِکَ عَلَیْهِمْ عُرْوَۃُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالُوْا اِنَّ فَاطِمَۃَ قَدْ خَرَجَتْ قَالَ عُرْوَۃُ فَاَتَیْتُ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَاَخْبَرْتُهَا بِذٰلِکَ فَقَالَتْ مَا لِفَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا خَیْرٌ اَنْ تَذْکُرَ هٰذَا الْحَدِیْثَ۔

ہشام کے والد بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید بن عاص نے عبدالرحمان بن الحکم کی بیٹی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دے کر اپنے گھر سے نکال دیا، اس بات پر عروہ نے ان کی مذمت کی، انھوں نے کہا فاطمہ بھی تو گھر چھوڑ کر چلی گئی تھیں، عروہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کو یہ واقعہ سنایا، حضرت عائشہ نے فرمایا: فاطمہ بنت قیس کے لیے اس حدیث کو بیان کرنا اچھا نہیں ہے۔

۳۶۱۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَوْجِیْ طَلَّقَنِیْ ثَلَاثًا وَّ اَخَافُ اَنْ یُّقْتَحَمَ عَلَیَّ قَالَ فَاَمَرَهَا فَتَحَوَّلَتْ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے خاوند نے مجھ کو تین طلاقیں دے دیں اور مجھے خوف ہے کہ وہ میرے ساتھ سختی کریں گے آپ نے حکم دیا کہ وہ دوسری جگہ چلی جائیں۔

۳۶۱۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا لِفَاطِمَۃَ خَیْرٌ اَنْ تَذْکُرَ هٰذَا تَعْنِیْ قَوْلَهَا لَا سُکْنٰی وَلَا نَفَقَۃَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے لیے اس حدیث کو بیان کرنے میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کی اس حدیث سے مراد تھی کہ "مطلقہ کے لیے نہ نفقہ ہے نہ سکنیٰ"۔

۳۶۱۴- وَحَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لِعَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ سے کہا: کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ فلانہ بنت الحکم کو اس کے خاوند نے طلاق البتہ دی اور وہ گھر سے چلی گئیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اس نے بُرا کیا، عروہ نے کہا کیا آپ نے حضرت فاطمہ کا قول نہیں سُنا، حضرت عائشہ نے فرمایا اس کے لیے

عَنْهَا اَلَمْ تَرَیْ اِلٰی فُلَانَۃَ بِنْتِ الْحَکَمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّۃَ فَخَرَجَتْ فَقَالَتْ بِئْسَ مَا صَنَعَتْ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِیْ اِلٰی قَوْلِ فَاطِمَۃَ فَقَالَتْ اَمَا اِنَّهٗ لَا خَیْرَ لَهَا فِیْ ذِکْرِ ذٰلِکَ۔

اس ذکر میں کوئی خیر نہیں ہے۔

مختلف روایات میں تطبیق

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے ابوعمرو بن حفص نے تین طلاقیں دیں، ایک روایت میں ہے اس نے طلاق البتہ دی، ایک روایت میں ہے اس نے آخری بار تیسری طلاق دی اور ایک روایت میں ہے اس نے بقیہ طلاقوں میں سے ایک طلاق دی، اور ایک روایت میں ہے اس نے طلاق دی اور کسی عدد کا ذکر نہیں کیا۔ ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس نے پہلے دو طلاقیں دی تھیں، پھر تیسری بار تیسری طلاق دی، پس جس روایت میں بغیر عدد کے طلاق کا ذکر ہے یا جس میں ہے تیسری بار آخری طلاق دی ان کی تطبیق تو بالکل ظاہر ہے، اور جس راوی نے طلاق البتہ کا ذکر کیا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ طلاق جس کے بعد نکاح قائم نہیں رہتا اور جس نے تین طلاقوں کی روایت ذکر کی ہے اس کی مراد تین طلاقوں کا تتمہ ہے[1]

طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنیٰ کے استحقاق میں مذاہب

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر پر ہر حال میں نفقہ اور سکنیٰ (کھانے اور رہائش کا خرچ) لازم ہے، خواہ مطلقہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ اگر حاملہ ہو تو اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ لازم ہے ورنہ کچھ لازم نہیں، امام شافعی اور امام مالک کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ صرف اس صورت میں لازم ہے جب وہ حاملہ ہو۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ حسن بصری، عمرو بن دینار، طاؤس عطا بن ابی رباح، عکرمہ، شعبی، امام احمد بن حنبل، اسحاق، اور غیر مقلدین کے نزدیک، جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں اگر وہ حاملہ ہے تو اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے ورنہ اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنیٰ۔ اور حماد، شریح، نخعی، ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، حسن بن صالح، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے اور عبدالرحمٰن بن مہدی ابو عبیدہ۔ امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ تو ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ اس وقت لازم ہوگا جب وہ حاملہ ہوگی[2]

مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جنہوں نے مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ دونوں کو واجب کیا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۸، ۳۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ (مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے موافق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو" اس آیت میں سکنیٰ کا امر ہے اور نفقہ اس لیے واجب ہے کہ وہ اس کے پاس مقید ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے، پتا نہیں وہ مسئلہ سے ناواقف ہے یا بھول گئی۔ (مالکی اور شافعی) علماء نے کہا کہ کتاب اللہ میں فقط سکنیٰ کا ذکر ہے۔ امام دارقطنی نے کہا کہ حضرت عمر کے قول میں "ہمارے نبی کی سنت" کے الفاظ ایسی زیادتی ہے جو غیر محفوظ ہے۔ ثقہ راویوں نے اس کا ذکر نہیں کیا اور فقہاء حنبلیہ کا استدلال حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کا استدلال قرآن مجید کی آیت سے ہے: اسکنوھن من حیث سکنتم۔ اس آیت میں صرف سکنیٰ کو واجب کیا ہے نفقہ کو واجب نہیں کیا اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے بھی نفقہ کا عدم وجوب ثابت ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن "اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو ان کو نفقہ دو تاوقتیکہ حمل وضع ہو جائے" اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو مطلقہ غیر حاملہ ہو اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔[۱]

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب پر فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے، اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ مطلقہ ثلاثہ حاملہ کے لیے بھی نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے۔ اختلاف اس مطلقہ ثلاثہ میں ہے جو غیر حاملہ ہو، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے سکنیٰ واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے، امام احمد بن حنبل اور غیر مقلدین کے نزدیک اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنیٰ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ دونوں واجب ہیں۔ فقہاء احناف قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

(۱) وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین۔ (البقرہ: ۲۴۱)

اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان نفقہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے۔

امام فخر الدین رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(والقول الثانی) ان المراد بھذہ المتعۃ النفقۃ، والنفقۃ قد تسمی متاعا واذا حملنا ھذہ المتاع علی النفقۃ اندفع التکرار۔[۲]

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں متعہ سے مراد نفقہ ہے اور نفقہ کو متاع بھی کہا جاتا ہے اور جب ہم متاع کو نفقہ پر محمول کریں گے تو تکرار نہیں رہے گا۔

ایک آیت میں ہے:

ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر

اور مطلقہ عورتوں کو کچھ برتنے کے لیے دو (یعنی

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[۲] امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

قدرہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین۔ (بقرہ : ۲۳۶)

کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا) خوشحال اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ یہ نیکی کرنے والوں پر واجب ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۶ میں مطلقہ عورتوں کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق متاع دینے کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور یہاں متاع سے مراد بالاتفاق ایسی چیز ہے جس سے وقتی طور پر نفع اٹھایا جا سکے جیسے کپڑوں کا جوڑا، خادم یا کچھ نقد رقم وغیرہ[۱]۔ پس اگر بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۱ میں بھی متاع سے مراد یہی ہو (جیسا کہ ائمہ ثلاثہ نے سمجھا ہے) تو تکرار لازم آئے گا، اس تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسری آیت میں متاع کو نفقہ پر محمول کیا جائے جبکہ از روئے لغت متاع کا اطلاق نفقہ پر بھی ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی متاع کا اطلاق نفقہ پر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ (بقرہ : ۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کو ایک سال تک نان اور نفقہ ادا کرنے کی وصیت کریں اور اس مدت میں ان عورتوں کو گھر سے نہ نکالا جائے۔

اس آیت میں متاع سے بالاتفاق اور بالاجماع نفقہ مراد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مطلقہ عورتوں کے لیے آیت نمبر ۲۳۶ میں متاع دینے کا حکم کیا ہے اور اس سے بالاتفاق وقتی نفع کی چیز مثلاً جوڑا وغیرہ مراد ہے۔ اس کے بعد آیت نمبر ۲۴۱ میں پھر مطلقہ عورتوں کے لیے متاع دینے کا حکم کیا گیا ہے اب اگر اس سے پھر وہی وقتی نفع کی چیز مراد لی جائے تو تکرار ہوگا اس لیے امام رازی فرماتے ہیں کہ تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے اس میں متاع سے مراد نفقہ لیا جائے جبکہ لغت اور قرآن مجید سے متاع پر نفقہ کا اطلاق ثابت ہے۔ امام رازی کی تفسیر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں متاع کا لفظ نکرہ ہے اور اصول عرب یہ ہے نکرہ جب مکرر ہو تو ثانی پہلے کا غیر ہوتا ہے اور جب پہلے متاع سے مراد وقتی نفع کی چیز ہے تو ضروری ہوا کہ دوسرے متاع سے مراد نان و نفقہ ہو اور اس آیت میں مطلقات کا لفظ عام ہے اور تمام مطلقات کو شامل ہے وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ اور امام رازی کی تفسیر اور اس اصول عرب سے ثابت ہوا کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے دوران عدت نفقہ واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اور یہی احناف کا موقف ہے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن۔ (الطلاق : ۶)

ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو، اور ان پر تنگی کرنے کے لیے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ اور اگر یہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل ہونے تک ان پر خرچ کرو۔

علامہ ابوبکر الجصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے وجوب پر اس آیت میں تین دلیلیں

[۱] امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہیں (۱) سکنیٰ مالیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقہ کے لیے مال میں حق واجب کیا ہے خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ ہو اور سکنیٰ بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے (۲) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو ضرر پہنچانے سے منع کیا (ولا تضاروھن) اور مطلقہ عورت کو نان و نفقہ نہ دینا بھی ضرر ہے (۳) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت پر تنگی کرنے سے منع کیا ہے (لتضیقوا علیھن) یعنی نہ سکنیٰ میں تنگی کرو نہ نان و نفقہ میں تنگی کرو۔ یہ نہی دونوں کو شامل ہے۔ اس کے بعد علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن "اگر وہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہیں تو ان پر خرچ کرو" اس میں مطلقہ سے مراد ہے عام خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ، کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ اگر مطلقہ ثلاثہ حاملہ ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ نفقہ کا وجوب حاملہ ہونے کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ وہ دوران عدت اس کے گھر رہے گی اور جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ رجعیہ کا نفقہ بھی اس آیت سے ثابت ہے اور وہ حمل کی وجہ سے نہیں بلکہ دوران عدت اس کے گھر رہنے کی وجہ سے ہے کیونکہ رجعیہ اگر غیر حاملہ ہو پھر بھی اس کا نفقہ واجب ہے تو پھر مطلقہ ثلاثہ کا نفقہ بھی اس وجہ سے واجب ہوگا کہ وہ دوران عدت خاوند کے گھر رہے گی۔[1]

اور یہ بھی واضح رہے کہ جب مطلقہ ثلاثہ کے لیے امام شافعی اور امام مالک اس آیت سے سکنیٰ کا وجوب مانتے ہیں تو نفقہ کا وجوب بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ نان و نفقہ سکنیٰ سے زیادہ اہم ہے۔

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب پر احادیث سے دلائل

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن حرب بن ابی العالیۃ عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المطلقۃ ثلاثا لھا السکنی والنفقۃ۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ بھی ہے اور نفقہ بھی!

علامہ زیلعی لکھتے ہیں عبدالحق نے احکام میں لکھا ہے کہ ابوالزبیر عن جابر کی روایت اس وقت صحیح ہوتی ہے جب اس میں سماع کی تصریح ہو یا عن اللیث عن ابی الزبیر ہو (یعنی لیث کے علاوہ کوئی اور راوی عن ابی الزبیر عن جابر روایت کرے تو صحیح نہیں ہے) اور حرب بن ابی العالیہ سے بھی استدلال نہیں ہوتا کیونکہ یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے اقرب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت جابر پر موقوف ہے۔[3]

عبدالحق کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں متعدد احادیث عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے بیان کی ہیں اور اس سند میں لیث نہیں ہے مثلاً کتاب الحج کے "باب جواز دخول مکہ بغیر احرام" میں ہے نا معاویہ بن عمار الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر، نیز اسی باب میں ہے فی روایۃ قتیبۃ قال نا ابوالزبیر عن جابر[4] ان سندوں میں لیث نہیں ہے۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی الجصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۰، ۴۵۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] علامہ ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۷۴، مجلس علمی سورت ہند، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ

[4] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نہ حضرت جابر سے ابوالزبیر کے سماع کی تصریح ہے، پس واضح ہوگیا کہ عبدالحق کا بیان کردہ قاعدہ امام مسلم کے نزدیک مسلّم نہیں ہے ورنہ امام مسلم ان اسانید کے ساتھ روایات کو اپنی صحیح میں درج نہ کرتے۔ اور جب یہ سند حدیث کی صحت کے منافی نہیں تو دارقطنی کی مذکور روایت کی صحت کے لیے بھی موجب طعن نہیں ہے۔

اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حرب بن ابی العالیہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تاہم ان کی ثقاہت کی بھی تصریح ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حرب بن ابی العالیہ کا امام حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام مسلم اور امام نسائی ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں [1] پس ثابت ہوگیا کہ حرب بن ابی العالیہ رجال صحیح ہی سے ہیں۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل صحیح مسلم کی حسب ذیل روایت ہے:

قال عمر لا نترك كتاب الله وسنة رسوله لقول امراة لا ندری لعلها حفظت او نسيت لها السكنى و النفقة قال الله عز وجل لا تخرجوهن من بيوتهن الا ان ياتين بفاحشة مبينة۔ [2]

حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سن کر حضرت عمر نے فرمایا ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے پتا نہیں اس نے حدیث کو یاد رکھا یا بھول گئی۔ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ بھی ہے اور نفقہ بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو الا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ تھی کہ مطلقہ ثلاثہ کا سکنیٰ اور نفقہ واجب ہے، باقی اس پر علامہ نووی نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ دارقطنی کے نزدیک "نہ سنت رسول کو ترک کریں گے" یہ زیادتی غیر محفوظ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی امام مسلم کے نزدیک ثابت ہے اور امام مسلم کی تصحیح اور ان کی روایت دارقطنی کی جرح سے زیادہ قوی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس زیادتی کے متعدد متابع ہیں نیز امام مسلم نے متعدد اسانید سے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت پر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار بھی روایت کیا ہے ان کے شوہر حضرت اسامہ بھی اس روایت کا انکار کرتے تھے۔

بعض شارحین کا تسامح شیخ محمد تقی عثمانی نے فقہاء احناف کے موقف پر اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن۔ (بقرہ: ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس پر ان مطلقہ عورتوں کا کھانا اور کپڑا واجب ہے۔

شیخ تقی عثمانی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۲۵، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۵ھ۔
[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

والسیاق المطلقات ولا فرق بین المبتوتۃ والرجعیۃ۔ [۵۱]

یہ آیت مطلقات کے سیاق میں ہے اور مطلقہ ثلاثہ اور مطلقہ رجعیہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ آیت مطلقات کے سیاق میں نہیں بلکہ مرضعات (دودھ پلانے والیوں) کے سیاق میں ہے اور یہاں مطلقہ عورت پر بھی نفقہ اور کسوۃ (کپڑے) کا وجوب دودھ پلانے کی جہت سے ہے مطلقہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، جو شخص بھی اس آیت کا سیاق و سباق سے مطالعہ کرے گا اس پر یہ مفہوم واضح ہو جائے گا۔

نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

امام احمد بن حنبل نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ اور سکنی کے وجوب کی نفی پر حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سے استدلال کیا ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ کے وجوب کی نفی پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے جیسا کہ ہم علامہ نووی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ علامہ سرخسی حنفی اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب بھی حضرت فاطمہ سے اس روایت کو سنتے تو پوری قوت سے اس روایت کا رد کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں یہ عورت اس روایت سے دنیا میں ایک فتنہ پیدا کر رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے پتا نہیں وہ سچی ہے یا جھوٹی؟ اس کو مسئلہ یاد ہے یا بھول گئی، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے مطلقہ ثلاثہ کے لیے دوران عدت نفقہ اور سکنی ہے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو تو اس کی دو تاویلیں ہیں: پہلی تاویل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر غائب تھے مدینہ سے یمن کی طرف گئے ہوئے تھے انھوں نے اپنے بھائی کو جَو کا آٹا بطور نفقہ دینے کا وکیل بنایا انھوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور ان کا خاوند وہاں موجود نہیں تھا جو اس کے بدلہ میں کوئی اور چیز ادا کرتا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہ بنت قیس بہت زبان دراز تھیں اور اپنے دیوروں (خاوند کے بھائیوں) کو بہت تنگ کرتی تھیں اس وجہ سے ان لوگوں نے ان کو گھر سے نکال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گذارنے کا حکم دیا جس وجہ سے انھوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفقہ اور سکنی مقرر نہیں فرمایا۔ [۵۲]

غیبت کرنے کی مباح صورتیں

حدیث نمبر ۳۵۹۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وہ مفلس آدمی ہے۔ اور حضرت ابو جہم کے بارے میں فرمایا وہ اپنی لاٹھی کندھے سے نہیں اتارتا اور بیویوں کو بہت مارتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشورہ دینے یا خیر خواہی کے لیے کسی کا پس پشت عیب بیان کیا جائے تو وہ غیبت محرمہ نہیں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں جس غرض صحیح اور غرض شرعی کو بغیر غیبت کے پورا نہ کیا جا سکے اس غرض کو پورا کرنے کے

۵۱۔ شیخ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ۔

۵۲۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۰۲-۲۰۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

لیے غیبت کرنا مباح ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ مظلوم اپنی دادرسی کے لیے سلطان، قاضی یا اس کے قائم مقام شخص کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ کسی برائی کو ختم کرنے اور بدکار کو نیکی کی طرف راجع کرنے کے لیے کسی صاحب اقتدار کے سامنے اس کی غیبت کی جائے کہ فلاں شخص یہ برا کام کرتا ہے اس کو اس برائی سے روکو! اور اس سے مقصود صرف برائی کا ازالہ ہو اگر یہ مقصد نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔ تیسرا سبب ہے استفسار۔ کوئی شخص مفتی سے پوچھے فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ ظلم یا یہ برائی کی ہے کیا یہ جائز ہے؟ میں اس ظلم سے کیسے نجات پاؤں؟ یا اپنا حق کس طرح حاصل کروں، اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اس شخص کی تعیین کیے بغیر سوال کرے کہ ایسے شخص کا کیا شرعی حکم ہے؟ تاہم تعیین بھی جائز ہے۔ چوتھا سبب یہ ہے مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور ان کو کسی شخص کے ضرر سے بچانا اور اس کی متعدد صورتیں ہیں (ا) مجروح راویوں پر جرح کرنا اور فاسق گواہوں کے عیوب نکالنا یہ اجماع مسلمین سے جائز ہے بلکہ ضرورت کی وجہ سے واجب ہے، (ب) کوئی شخص کسی جگہ شادی کرنے کے لیے مشورہ کرے، یا کسی شخص سے شراکت کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پاس امانت رکھنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پڑوس میں رہنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص سے کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے کے لیے مشورہ کرے اور اس شخص میں کوئی عیب ہو تو مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس عیب کو ظاہر کر دے (ج) جب انسان یہ دیکھے کہ ایک طالب علم کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کر رہا ہے اور اس سے علم حاصل کرنے میں اس کے ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اس کی خیر خواہی کے لیے اس بدعتی یا فاسق کی بدعت اور فسق پر اسے متنبہ کرے۔ (د) کسی ایسے شخص کو علاقہ کا حاکم بنایا ہوا ہو جو اس منصب کا اہل نہ ہو، اس کو صحیح طریقہ پر انجام نہ دے سکتا ہو یا غافل ہو یا اور کوئی عیب ہو تو ضروری ہے کہ حاکم اعلیٰ کے سامنے اس کے عیوب بیان کیے جائیں۔ تاکہ اہل اور کارآمد شخص کو حاکم بنایا جا سکے۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ کوئی شخص علی الاعلان فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہو مثلاً شراب نوشی، جوا کھیلنا، لوگوں کے اموال لوٹنا وغیرہ تو ایسے شخص کے ان عیوب کو پس پشت بیان کرنا جائز ہے جن کو وہ علی الاعلان کرتا ہو، ان کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کو بیان کرنا جائز نہیں ہے اور چھٹا سبب یہ ہے تعریف اور تعیین مثلاً کوئی شخص اعرج (لنگڑے) اصم (بہرے) اعمی (اندھے)، احول (بھینگے) کے لقب سے مشہور ہو تو اس کی تعریف اور تعیین کے لیے اس کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا جائز ہے اور اس کی تنقیص کے ارادے سے ان اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر جائز نہیں ہے اور اگر اس کی تعریف اور تعیین کسی اور طریقہ سے ہو سکے تو وہ بہتر ہے[۱]

حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس باب میں حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کی گئی ہے اس حدیث سے جو اہم مسائل مستنبط ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) غائب شخص کا طلاق دینا (۲) طلاق اور نفقہ میں کسی کو وکیل بنانا۔ (۳) فتویٰ طلب کرنے کے لیے اجنبی مرد

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، ریاض الصالحین ص ۵۸۱ - ۵۷۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

یا اجنبی عورت کا کلام سننا (۴) ضرورت کی بناء پر عدت کی جگہ سے دوسری جگہ جانا (۵) نیک عورتوں کی زیارت کے لیے مردوں کا جانا بشرطیکہ خلوت محرمہ نہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام شریک کا گھر تو میرے صحابہ سے بھرا رہتا ہے۔ (۶) مطلقہ عورت کو نکاح کا پیغام دینا۔ (۷) ایک پیغام پر دوسرے کا پیغام دینا جبکہ پہلے پیغام کو قبول نہ کیا ہو (۸) حضرت معاویہ کی فضیلت اور ان کے ایمان اور اسلام کا بارگاہ رسالت میں مقبول ہونا کیونکہ آپ نے حضرت معاویہ کا پیغام صرف اس لیے مسترد کیا کہ وہ غریب ہیں اگر ان میں کوئی شرعی عیب ہوتا تو اس کا ذکر فرماتے۔ (۹) خیر خواہی اور مشورہ کے وقت کسی کا عیب بیان کرنا اور یہ غیبت محرمہ نہیں ہے۔ (۱۰) مجاز اور کنایہ کا استعمال کرنا کیونکہ آپ نے فرمایا ابو جہم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا۔ (۱۱) کسی انسان کی خیر خواہی کے لیے اس سے باصرار کسی چیز کو کہنا جیسے حضور نے باصرار اسامہ کا رشتہ حضرت فاطمہ پر پیش کیا (۱۲) بزرگوں کی کہی ہوئی بات اگرچہ وقتی طور پر ناپسند ہو لیکن اس کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس نے انجام کار حضرت اسامہ کے رشتہ کو اچھا جانا۔ (۱۳) جب عورت اور اس کا ولی راضی ہو تو غیر کفو میں نکاح کا جواز کیونکہ حضرت فاطمہ قرشیہ تھیں اور حضرت اسامہ غلام زادے تھے، (۱۴) اہل تقویٰ کا نسب اگرچہ کم درجہ کا ہو پھر بھی ان کی مصاحبت پر حرص کرنا (۱۵) کسی راوی کی روایت اگر اصول اسلام اور کتاب وسنت کے خلاف ہو تو مسترد کر دی جائے گی جیسے حضرت عمر نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کو کتاب وسنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مسترد کر دیا (۱۶) دلیل کی بناء پر ایک مفتی کا دوسرے مفتی کے قول کو رد کر دینا جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے قول کو رد کر دیا۔ (۱۷) مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی کا ثابت ہونا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے (۱۸) مہمانوں کی کھانے پینے سے خاطر تواضع کرنا جیسا کہ حضرت فاطمہ نے شعبی اور ان کے ساتھیوں کی تازہ کھجوروں سے خاطر کی۔ (۱۹) بوقت ضرورت عورت کا مردوں کو دیکھنے کا جواز جیسا کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کو نابینا کے گھر عدت گذارنے کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے (۲۰) ضرورت کی وجہ سے شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں عدت گزارنا۔

چونکہ اس باب کی احادیث میں بیوی کے نان ونفقہ کی بحث کی گئی ہے۔ اس لیے ہم ایک ایسا مسئلہ اٹھا رہے ہیں جو اس زمانے میں بکثرت پیش آتا ہے۔ بعض اوقات شوہر بیوی کے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ اٹھانے سے لاچار اور عاجز ہوتا ہے، اور بیوی کو طلاق بھی نہیں دیتا، بعض مرتبہ شوہر بیوی کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور اس کا مال نہیں ہوتا جس سے بیوی روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ اٹھا سکے۔ بعض دفعہ شوہر مال دار ہوتا ہے اور موجود بھی ہوتا ہے لیکن تنگ کرنے کے لیے بیوی کو روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہیں دیتا نہ اس کو طلاق دے کر آزاد کرتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے؟ امام ابوحنیفہ ان تینوں صورتوں میں شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کی اجازت نہیں دیتے البتہ باقی ائمہ کے ہاں بعض صورتوں میں بالاتفاق اور بعض صورتوں میں اختلاف کے ساتھ اس مسئلہ کا حل ہے ہم اسی مسئلہ اور اس کے حل کو ترتیب وار پیش کر رہے ہیں۔

نفقہ سے عجز کی بناء پر زوجین کی تفریق میں مذاہب ائمہ مجتہدین

اگر شوہر مفلس ہو اور اپنے افلاس کی وجہ سے بیوی کے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہ اٹھا سکے اور اس کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حاکم ان میں تفریق کر سکتا ہے۔ قاضی ابن رشد

مالکی لکھتے ہیں کہ جو شخص بیوی کا نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اس کے بارے میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابو ثور، ابو عبید اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ اور سعید بن مسیب کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابو حنیفہ اور ثوری یہ کہتے ہیں کہ ان میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی مسلک ہے، اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ نفقہ سے عاجز ہونا آیا عنین (نامرد) کے ضرر کے مشابہ ہے یا نہیں؟ کیونکہ جمہور کے نزدیک شوہر کے عنین ہونے کی وجہ سے طلاق واقع کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ ابن منذر نے کہا ہے اس پر اجماع ہے۔[1]

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں: جب افلاس کے سبب سے خاوند اپنی عورت کا خرچ اٹھانے سے عاجز ہو تو اس عورت کے لیے نکاح کو فسخ کرانا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی عورت کا خرچ نہ اٹھا سکے ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور اس پر یہ دلیل بھی ہے کہ جب مباشرت پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تفریق کر دی جاتی ہے حالانکہ اس کا ضرر کم ہے تو نفقہ پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بطریق اولیٰ تفریق کرنی چاہیے کیونکہ اس کا ضرر زیادہ ہے۔[2]

نفقہ سے عجز کی وجہ سے زوجین کی تفریق پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فامساك بمعروف او تسريح باحسان (بقرہ: ۲۲۹)

یا تو معروف اور مروج طریقے سے بیوی کو اپنے پاس رکھو ورنہ شائستگی سے علیحدہ کر دو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا. (بقرہ: ۲۳۱)

اپنی بیویوں کو حسن سلوک کے ساتھ رکھو ورنہ ان کو شائستگی سے علیحدہ کر دو اور ان پر زیادتی کرنے اور ضرر پہنچانے کی نیت سے اپنے پاس نہ رکھو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لیے صرف دو صورتیں رکھی ہیں یا تو معروف طریقہ سے نان اور نفقہ دے کر بیوی کو اپنے ساتھ رکھے ورنہ شائستگی سے طلاق دے دے۔ اس لیے جو شخص بیوی کا نفقہ دینے سے غربت کی وجہ سے عاجز ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اگر وہ طلاق بھی نہ دیتا تو حکام پر لازم ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کر دیں۔ (کذا فی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی)۔

نفقہ سے عجز کی بنا پر زوجین کی تفریق میں احادیث اور آثار

حسب ذیل احادیث اور آثار میں جمہور کے موقف پر دلیل ہے۔

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ـــــ ج ۱۸ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

قال: خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى واليد العليا خير من اليد السفلى وابدأ بمن تعول قال ومن اعول يا رسول الله؟ قال امرأتك تقول اطعمني والا فارقني الحديث.[۱]

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ تونگری میں دینا ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال سے ابتداء کرو۔ حضرت ابوہریرہ نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے عیال کون ہیں؟ فرمایا تمہاری بیوی جو کہتی ہے مجھ کو کھلاؤ یا علیحدہ کر دو!

شیخ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث کو امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح امام احمد نے بھی اس کو سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے[۲] نیز امام دارقطنی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة تقول لزوجها اطعمني او طلقني الحديث.[۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ مجھے طعام دو یا مجھے طلاق دو۔

امام دارقطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن سعيد بن المسيب فى الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته قال يفرق بينهما.[۴]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کا خرچ نہ اٹھا سکے، ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

نیز امام دارقطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله.[۵]

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو (یعنی نفقہ سے عاجز کی تفریق کو) روایت کیا ہے۔

ان تمام احادیث اور آثار کو امام بیہقی نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔[۶]

نفقہ سے عجز کی بنا پر تفریق میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے مشائخ نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے کہ حنفی قاضی ایک ایسے قاضی کو اپنا نائب رکھے جس کے مذہب میں اس خاوند کی بیوی سے تفریق جائز ہو جو نفقہ سے عاجز ہو اور موجود بھی ہو اور طلاق

۱۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۹۷ - ۲۹۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
۲۔ شیخ شمس الحق عظیم آبادی، التعلیق المغنی علی دارقطنی ج ۳ ص ۲۹۶، 〃 〃 〃
۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۹۷، 〃 〃 〃
۴۔ 〃 〃 سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۹۷، 〃 〃 〃
۵۔ 〃 〃 سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۹۷، 〃 〃 〃
۶۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۷، ص ۴۷۱ - ۴۷۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

نہ دیتا ہو کیونکہ عورت دائمی طور پر اپنی ضروریات کو قرض لے کر پورا نہیں کر سکتی اور نہ کوئی اسے دائمی طور پر قرض دینے والا مل سکتا ہے اور مستقبل میں خاوند کا خوشحال ہونا ایک امر موہوم ہے اس لیے جب عورت تفریق کا مطالبہ کرے تو تفریق ضروری ہے اور اگر خاوند غائب ہو تو ان میں تفریق نہیں کی جائے گی کیونکہ اس وقت اس کے نفقہ سے عاجز ہونے کا حال معلوم نہیں اور اگر قاضی نے تفریق کر دی تو وہ نافذ نہیں ہوگی کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ نہیں ہے کیونکہ اس کا نفقہ سے عجز ثابت نہیں ہے[1]

علامہ شامی کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک اگر خاوند امیر ہو اور خرچ نہ دے تو ان کے نزدیک تفریق نہیں کی جائے گی اور اگر وہ غائب ہو اور اس کی خبر منقطع ہو پھر بھی امام شافعی کے نزدیک ان میں تفریق نہیں کی جائے گی[2] علامہ شامی یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ مؤخر الذکر دونوں صورتوں میں کسی مجتہد کا قول نہیں ہے اس لیے یہ مسئلہ مجتہد فیہ نہیں ہے اور کوئی شخص اس بناء پر تفریق کرے گا تو صحیح نہیں ہے لیکن علامہ شامی کا یہ فرمانا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں تفریق جائز ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا اس لیے اگر خاوند نفقہ سے عاجز ہو اور کسی شافعی عالم کو حکم بنا کر اس سے تفریق کرالی جائے تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی شافعی عالم موجود نہ ہو تو اس صورت میں حنفی عالم بھی امام شافعی کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے اور اس کی تفریق نافذ ہو جائے گی۔ علامہ شامی ایک اور مسئلہ میں لکھتے ہیں:

وھذا اوسع فیجوز الاخذ بہ وان لم یکن مذھبنا فان الانسان یعذر فی العمل بہ عند الضرورۃ کما فی الزاھدی۔[3]

اس میں زیادہ وسعت ہے اس لیے اس پر عمل کرنا جائز ہے اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت انسان اس پر عمل کرنے میں معذور ہے۔ اسی طرح فقیہ زاہدی نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ شامی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو اس میں حنفی مفتی ضرورت اور مصلحت کی بناء پر دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے اور حنفی قاضی ضرورت اور مصلحت کی بناء پر اجتہادی مسئلہ میں دوسرے امام کے قول کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ البتہ مستحسن یہی ہے کہ دوسرے مذہب کے قاضی کو نائب رکھ لیا جائے اور اس سے فیصلہ کرایا جائے لیکن اگر حنفی قاضی خود بھی فیصلہ کر دے تو بہ اس زمانہ میں بھی جائز ہے۔

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ کا موقف

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ حسن کی روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب مفقود (لاپتا) کی زندگی کے ایک سو بیس سال پورے ہو جائیں گے تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ جب اس کے تمام معاصرین فوت ہو جائیں گے تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا۔ امام

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۹۰۳، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] 〃　〃　〃　، ردالمحتار ج ۲ ص ۹۰۳، 〃　〃　〃

[3] 〃　〃　〃　، ردالمحتار ج ۳ ص ۲۷۷، 〃　〃　〃

ابو یوسف سے نوّے سال کی روایت ہے۔ بعض مشائخ حنفیہ نے بھی نوّے سال مقرر کیے ہیں۔ زیادہ قیاس یہ ہے کہ وقت مقرر نہ کیا جائے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ نوّے سال مدت مقرر کی جائے اور جب اس کو مردہ قرار دے دیا جائے گا تو اس کی بیوی عدت وفات گذارے گی اور اس کا ترکہ وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔[۱]

امام ابوالحسن لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ لاپتا شخص کا نکاح یقین سے ثابت اور معروف ہے، اور غائب ہو جانا تفریق کو واجب نہیں کرتا اور اس کی موت مشکوک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا، اسلیے جب تک اتنی مدت نہ گذر جائے جس میں اس کی موت کا یقین ہو جائے۔ اس وقت تک اس کو مردہ قرار نہیں دیا جائیگا۔ اور عرف اور عادت میں ایک آدمی ایک سو بیس سال سے زیادہ نہیں رہتا یا اپنے تمام معاصرین کی موت کے بعد زندہ نہیں رہتا اس لیے اس مدت کے گذرنے کے بعد اس کو مردہ فرض کر لیا جائے گا۔[۲]

علامہ ابن ہمام نے تخفیف کر کے اس مدت کو ستر سال قرار دیا ہے۔[۳]

امام ابوحنیفہ اور مشائخ حنفیہ کی عبارات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس لاپتا شخص کی بیوی کو اس کی عمر کے ایک سو بیس سال یا تمام معاصرین کی موت تک یا ستر یا نوّے سال تک انتظار کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا اتنا مال اور زر موجود ہو جس کو اس کی بیوی ستر یا نوّے سال تک بیٹھ کر کھا سکے۔

سنن دار قطنی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امرأة المفقود امرأته حتی یاتیها البیان "لاپتا شخص کی بیوی اس کی بیوی قرار پائے گی جب تک کہ کوئی وضاحت نہ آجائے یا کوئی خبر نہ آجائے"۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں محمد بن شرجیل ایک ضعیف راوی ہے۔ ابو حاتم نے کہا یہ شخص حضرت مغیرہ کی طرف منکر اور باطل روایات منسوب کرتا ہے۔ ابن قطان نے کہا اس کا ایک راوی سوار بن مصعب متروکین میں مشہور ہے اور اس سلسلہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار اور اقاویل متعارض ہیں۔[۴]

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام مالک کا موقف

علامہ ابن سحنون مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن قاسم مالکی نے امام مالک سے پوچھا آیا مفقود کی بیوی امام مالک کے قول کے مطابق حاکم کی اجازت کے بغیر بھی چار سال عدت گذار سکتی ہے؟ امام مالک نے فرمایا نہیں! امام مالک نے فرمایا، اگر مفقود کی بیوی بیس سال بھی انتظار کرتی رہے، اس کے بعد حاکم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے تو حاکم اس میں غور و فکر کرے اور جس جگہ وہ شخص گیا تھا وہاں اس کی تفتیش کرے اور جب اس کا پتا نہ چل سکے اور وہ مایوس ہو جائے تو پھر اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ چار سال ٹھہرنے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارنے کے لیے بھی حاکم کی اجازت ضروری ہے یا وہ یہ مدت از خود بھی گذار سکتی ہے

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۳، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر۔
۲۔ 〃 〃 〃 ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۲،
۳۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۴، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر۔
۴۔ 〃 〃 〃 ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۲،

امام مالک نے فرمایا: ہاں! اس کی عدت وفات کے ساتھ حاکم کا کیا تعلق ہے؟، سحنون از ابن القاسم از امام مالک از یحییٰ بن سعید از سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا جس عورت کا شوہر لاپتا ہو جائے وہ چار سال انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔[1]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جو شخص ارض اسلام میں لاپتا ہو گیا ہو اور اس کی موت اور حیات کا پتا نہ چل سکا ہو، اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام مالک نے فرمایا جب مفقود کی بیوی حاکم کے سامنے مقدمہ پیش کرے اس دن سے حاکم اس کو چار سال مدت گذارنے کا حکم دے، جب یہ مدت گذر جائے تو وہ عورت چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی، البتہ اس کا مال وارثوں میں اس وقت تقسیم کیا جائے گا جب اتنی مدت گذر جائے جس مدت میں اس کے مر جانے کا غالب گمان ہو، اس میں ستر، اسی، نوے اور سو سال کے چار قول ہیں، یہ قول حضرت عمر اور حضرت عثمان سے مروی ہیں۔ لیث کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ جب تک مفقود کی موت کا یقین نہ ہو اس وقت تک اس کی بیوی کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور یہ قول حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ اس اختلاف کا سبب استصحاب حال کا قیاس سے معارضہ ہے کیونکہ استصحاب حال کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے وہ شخص زندہ تھا تو جب تک اس کی موت پر کوئی دلیل نہ پائی جائے اس شخص کو زندہ ہی تصور کیا جائے گا اور جب تک وہ زندہ ہے اور اس کی طلاق یا موت ثابت نہیں ہے اس کی بیوی دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایلاء میں تفریق کر دی جاتی ہے یعنی اگر خاوند قسم کھالے کہ چار ماہ تک بیوی سے مقاربت نہیں کروں گا اور چار ماہ تک بیوی کے قریب نہ جائے تو زوجین میں تفریق کر دی جاتی ہے اور جب خاوند لاپتا ہو تو اس میں عدم قرب کا ضرر ایلاء سے زیادہ ہے اس لیے اس میں بطریق اولیٰ تفریق کرنی چاہیے، اس طرح اگر خاوند عنین (نامرد) ہو اور ایک سال تک علاج سے ٹھیک نہ ہو سکے تو زوجین میں تفریق کر دی جاتی ہے اور جب خاوند لاپتا ہو تو اس کا ضرر عنین سے زیادہ ہے۔[2]

امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأة فقدت زوجها فلم یدر این هو فانها تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعة اشهر و عشرا ثم تحل۔[3]

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو جائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ عورت چار سال انتظار کرے، اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت گذارے پھر وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔

---

[1] امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۰-۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۲۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

امام مالک اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اس عورت نے عدت وفات گذرنے کے بعد نکاح کر لیا اور اس کا سابق خاوند آگیا تو اب اس کا حق نہیں ہے خواہ دوسرے شوہر نے مقاربت کی ہو یا نہ کی ہو، ہمارے نزدیک یہی مقرر ہے اور اگر نکاح سے پہلے خاوند آگیا تو وہ اس عورت کا (بغیر عقد جدید کے) حقدار ہے۔[1]

علامہ ابوالولید باجی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں مفقود الخبر کی تین قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس کے بارے میں کچھ پتا نہ ہو کہ وہ کہاں گیا ہے حاکم کے فیصلہ کے بعد اگر چار سال گذار لیے جائیں تو اس کو مردہ تصور کیا جائے گا۔، دوسری قسم یہ ہے کہ کفار کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہوا ایک شخص مسلمانوں کی صفوں سے لاپتا ہو جائے اس کی بیوی کو کبھی بھی نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے، تیسری قسم یہ ہے ایک شخص مسلمانوں کی آپس کی لڑائی میں مصروف ہو اور لاپتا ہو جائے اس کے لیے کوئی عدت مقرر نہیں ہے اور یہ اجتہاد پر موقوف ہے، علامہ ابن حبیب نے اس کے لیے ایک سال کی مدت اور عدت وفات مقرر کی ہے اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے، علامہ اصبغ نے کہا کہ اگر وہ اپنے شہر میں لڑائی کے دوران لاپتا ہوا ہے تو صرف عدت وفات ہے اور علامہ اشہب نے امام مالک سے یہ روایت کیا ہے کہ اگر وہ لڑائی کے دوران صفوں سے گم ہوا ہے تو ایک سال مدت ہے اور عدت وفات بھی اسی میں شامل ہے۔[2]

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام شافعی کا موقف

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں جب کسی عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں، قول قدیم یہ ہے کہ وہ نکاح فسخ کرا کر دوبارہ نکاح کر سکتی ہے کیونکہ عمرو بن دینار نے یحیٰی بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص پر جنات عاشق ہو گئے اور وہ اپنی عورت سے غائب ہو گیا وہ عورت حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئی انھوں نے اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دیا پھر اس کو عدت وفات گذارنے کا حکم دیا اور اس کے بعد نکاح کرنے کی اجازت دی، اور اس لیے بھی کہ جب وطی کے متعذر ہونے کی وجہ سے مسئلہ عنین میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے اور نفقہ کے تعذر کی وجہ سے اعسار میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے تو یہاں بطریق اولیٰ نکاح فسخ کر دینا چاہیے۔

علامہ شیرازی فرماتے ہیں: امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ اس عورت کے لیے نکاح فسخ کرانا جائز نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ جب مفقود کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا تو اس کی بیوی کا نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے معارض حضرت علی کا قول ہے کہ "عورت اس وقت تک صبر کرے حتیٰ کہ مفقود کی موت کا یقین ہو جائے" اور مسئلہ عنین کا جواب یہ ہے کہ وہاں سبب فرقت یعنی عنین کا تحقق ہے اور یہاں سبب فرقت یعنی موت کا تحقق نہیں ہے۔

(امام شافعی نے کتاب الام میں دلائل کے ساتھ قول جدید ہی کا ذکر کیا ہے۔[3])

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ ھ، موطا امام مالک ص ۵۲۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ ھ، المنتقیٰ ج ۴ ص ۹۳ - ۹۱، مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۱ ھ

[3] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ ھ، کتاب الام ج ۵ ص ۲۳۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ ھ

علامہ ابواسحاق شیرازی لکھتے ہیں کہ اگر ہم امام شافعی کے قول قدیم پر عمل کریں تو چار سال کی ابتداء حاکم کے حکم کے بعد سے مانی جائے گی اور بعض فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ جب سے اس کا خاوند گم ہوا ہے تب سے چار سال کی ابتداء فرض کی جائے گی۔ اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ یہ مدت حاکم کے اجتہاد سے مقرر ہوئی ہے اس لیے اس کے اعتبار کے لیے اس کا حکم ضروری ہے اور اس کے بعد عدت گذارنے کے لیے حاکم کے حکم کی ضرورت ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔[1]

اگر مفقود کی بیوی کو نفقہ میسر نہ ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک علی الفور تفریق ہو سکتی ہے

مفقود کی بیوی کے بارے میں جو امام شافعی کے دو قول گذرے ہیں کہ وہ موت کا یقین حاصل کیے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔ یا چار سال کے فیصلہ کے بعد چار سال اور عدت وفات گذارنے کے بعد نکاح کر سکتی ہے، یہ اس صورت میں ہیں جب مفقود کا مال اتنا ہو جس سے وہ اپنا خرچ اٹھا سکتی ہو اور جب اس کے پاس یہ مال نہ ہو تو وہ علی الفور تفریق کرا سکتی ہے۔

شرح المہذب کے تکملہ ثانیہ میں ہے:

وان غاب عنها الزوج وانقطع خبره ولا مال له ينفق عليها منه فهل يثبت لها الفسخ؟ فيه وجهان (احدهما) يثبت كتعذرها بالاعسار والثاني وهو قول الشيخ ابي حامد انه لا يثبت بالاعسار بالنفقة ولم يثبت اعساره۔[2]

اگر کسی عورت کا خاوند غائب ہو جائے اور اس کی خبر منقطع ہو جائے اور شوہر کا مال نہ ہو جس سے اس عورت پر خرچ کیا جا سکے تو کیا اس کے لیے فسخ ثابت ہے؟ اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس کے لیے فسخ ہے جیسا کہ اعسار (افلاس) کی وجہ سے نفقہ کے تعذر میں ہے اور دوسرا قول شیخ ابوحامد کا ہے کہ اس کے لیے فسخ نہیں ہے کیونکہ اعسار ثابت نہیں ہوا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ ابوحامد کے قول کی غلطی ظاہر ہے کیونکہ اصل علت اعسار نہیں بلکہ تعذر نفقہ ہے اور وہ اس صورت میں بھی موجود ہے۔

شرح المہذب کے تکملہ ثانیہ میں ہے:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس سے چلا جائے اور اس کی غیبت غیر منقطعہ ہو، اس کی جگہ اور خبر معروف ہو اور اس کے خط آتے ہوں تو تمام اہل علم کے نزدیک اس کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر خاوند کے مال سے اس کی بیوی پر خرچ کرنا مشکل ہو تو وہ نکاح کے فسخ ہونے کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔[3]

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام احمد بن حنبل کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی

---

[1] علامہ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۱۸ ص ۱۵۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[2] تکملہ ثانیہ شرح المہذب ج ۱۸ ص ۲۷۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[3] تکملہ ثانیہ شرح المہذب ج ۱۸ ص ۱۵۸، 〃 〃

سے غائب ہو جائے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ ایک حال یہ ہے کہ اس کی غیبت غیر منقطع ہو، اس کی خبر معلوم ہو اور اس کے خطوط آتے ہوں۔ تمام اہل علم کے نزدیک اس عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے الّا یہ کہ خاوند کے مال سے اس پر خرچ کرنا متعذر ہو، ایسی صورت میں وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا اور اس پر اتفاق ہے کہ قیدی کی بیوی اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کی وفات کا یقین نہ ہو جائے۔ نخعی، زہری، یحییٰ انصاری، مکحول، شافعی، ابو عبید، ابو ثور، اسحاق اور اصحاب رائے کا یہی قول ہے۔ (امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ از مصنف)

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ دوسرا حال یہ ہے کہ خاوند غائب ہو جائے اور اس کی خبر منقطع ہو اور وہ کہاں ہے؟ اس کا علم نہ ہو، اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ وہ جس جگہ گیا ہے وہاں سلامتی کا گمان ہو، مثلاً تجارت کا سفر، طلب علم کا سفر، یا سیاحت کا سفر جس میں ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس میں بھی اس کی زوجہ نکاح نہیں کر سکتی تاوقتیکہ اس کی موت کا یقین نہ ہو۔ یہ حضرت علی سے روایت ہے، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، ثوری اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا جدید قول ہے۔ امام احمد سے منقول ہے کہ جب اس شخص کے غائب ہونے کے بعد نوّے سال گذر جائیں تو اس کا مال تقسیم کر دیا جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت اس عرصہ کے بعد عدت وفات گذارے گی پھر شادی کرے گی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر خاوند کے غائب ہونے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو مثلاً وہ اپنے گھر والوں سے رات یا دن کو اچانک غائب ہو گیا، یا نماز پڑھنے گیا اور واپس نہیں آیا یا کسی قریب جگہ کسی کام سے گیا اور واپس نہیں آیا یا لشکر کی صفوں میں سے غائب ہوا، یا وہ جس بحری جہاز میں سوار تھا اس کو حادثہ پیش آگیا اور اس کے بعض ساتھی ڈوب گئے ایسے تمام واقعات میں امام احمد بن حنبل کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس کی بیوی چار سال (اکثر مدت حمل) ٹھہرے گی اور اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے گی اس کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ چار سال کی مدت کی ابتداء کا اعتبار غائب ہونے کی ابتداء سے کیا جائے گا یا حاکم کے فیصلہ کے بعد سے کیا جائے گا اس میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت حاکم کے حکم کے بعد مدت کے اعتبار کی ہے اور دوسری غائب ہونے کی ابتداء سے ہے، امام شافعی کے بھی دو قول ہیں۔[2]

(امام مالک کا اس مسئلہ میں صرف ایک قول ہے اور وہ یہ ہے کہ اعتبار حاکم کے فیصلہ کے بعد کا ہے از مصنف)

امام احمد بن حنبل نے مفقود کی عدت کو چار سال یا دوسری صورت میں اس کی موت کے یقین تک ٹھہرنے کا جو حکم دیا ہے وہ اس وقت ہے جب مفقود کی عورت، مفقود کے مال سے خرچ اٹھا سکتی ہو، لیکن جب مفقود کی عورت مفقود کے مال سے خرچ نہ اٹھا سکے تو وہ فسخ کا مطالبہ کر سکتی ہے اور ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

---

[1] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۸، ص ۱۰۶، ۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] 〃 〃 〃 〃 〃، المغنی ج ۸ ص ۱۰۶

اگر مفقود کی بیوی کو خاوند کے مال سے نفقہ میسر نہ ہو تو امام احمد کے نزدیک فی الفور تفریق ہو سکتی ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں اگر خاوند کا مال غائب ہو اور وہ اس کو صبر کے ساتھ رکھنے کے لیے کہے اور حاکم اس پر قادر نہ ہو کہ خاوند کے مال سے عورت کو دے سکے یا حاکم غائب کے مال سے عورت کو خرچ دینے پر قادر نہ ہو (اس جگہ ہم اسی صورت سے استدلال کر رہے ہیں۔ از مصنف) ان صورتوں میں علامہ خرقی (مغنی ابن قدامہ کے صاحب متن) اور علامہ ابو طالب صاحب اختیار کے قول کے مطابق عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا اور قاضی کا مختار یہ ہے کہ عورت فسخ کی مالک نہیں ہے، اور یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب ہے۔ (امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے اور فقہاء شافعیہ نے اس کو اختیار کیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ وضاحت از مصنف) کیونکہ مفلس میں نکاح کے فسخ کا اختیار افلاس کے عیب کی وجہ سے ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جاتی اور جو شخص امیر ہو اس سے بہرحال مال کے حصول کا امکان رہتا ہے اگر آج مال نہیں ہے تو ہو سکتا ہے کہ کل مال حاصل ہو جائے! (لیکن سوال یہ ہے کہ وہ آج کہاں سے کھائے گی؟ جبکہ صورت یہ فرض کی گئی ہے کہ حاکم بھی خاوند کے مال سے عورت کو خرچ دلانے پر قادر نہیں ہے۔ از مصنف)

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے غائب تھے ان کو خط لکھ کر حضرت عمر نے حکم دیا کہ یا تو اپنی بیویوں کو نفقہ دیں یا طلاق دیں اور یہ حکم دراصل نفقہ نہ دینے کی صورت میں ان کو طلاق پر مجبور کرنا ہے۔ اور اس لیے کہ جب خاوند کے مال سے اس پر خرچ متعذر ہے تو اس کو اسی طرح فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا جیسے اعسار (افلاس) میں ہوتا ہے بلکہ یہ نکاح فسخ کے زیادہ لائق ہے، کیونکہ جب معذور کے لیے فسخ ہے تو غیر معذور کے لیے بطریق اولیٰ فسخ ہوگا اور اس لیے کہ صبر کرنے میں عورت کے لیے ضرر ہے جس کا ازالہ فسخ نکاح سے ممکن ہے لہٰذا اس ضرر کا ازالہ فسخ نکاح سے واجب ہے اور اس لیے بھی کہ اس صورت میں اس قسم کا تعذر ہے جس کی وجہ سے نکاح کا فسخ کرنا جائز ہوتا ہے لہٰذا امیر اور غریب کے فرق سے مسئلہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔[1] (یعنی عورت کو اس صورت میں فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا۔ (از مصنف)

علامہ ابن قدامہ کی یہ ساری بحث اس صورت میں ہے جب خاوند مال دار ہو اور غائب ہو چکا ہو اور اس کے مال سے عورت کے لیے نفقہ حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہ ہو، لیکن اگر خاوند کا مال ہو ہی نہیں اور وہ لاپتا ہو چکا ہو تو اس صورت میں فقہاء حنابلہ کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار دیا جائے گا۔ علامہ ابوالحسن علی بن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

(وان غاب ولم یترك لها نفقة ولم تقدر له علی مال ولا استدانة علیه فلها الفسخ) هذا المذهب جزم فی الوجیز والنظم	اگر شوہر غائب ہو اور اس نے بیوی کے لیے ترکہ نہ چھوڑا ہو اور عورت شوہر کا مال حاصل کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ شوہر کے نام پر قرض کے حصول پر قادر ہو تو عورت

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ومنتخب الأدمي وتذكرة ابن عبدوس وغيرهم وقدمه في المغني والشرح والفروع وغيرهم۔ [۱]

کے لیے نکاح کو فسخ کرانا جائز ہے۔ یہی مذہب ہے وجیز نظم، منتخب الآدمی اور تذکرہ ابن عبدوس وغیرہ میں اسی پر جزم ہے۔ مغنی میں اسی کو مقدم کیا ہے اسی طرح شرح اور فروع وغیرہ میں مذکور ہے۔

تنقیح خلاصہ یہ ہے کہ اگر مالدار شخص لاپتا ہوا ہے اور اس کی ہلاکت کا خدشہ نہیں ہے مثلاً تجارت کے سفر پر گیا تھا اور واپس نہیں آیا تو امام احمد کے نزدیک اس کی بیوی نوے سال تک اس کا انتظار کرے گی اور اگر ایک مالدار شخص اچانک لاپتا ہو گیا مثلاً شہر میں کسی معمولی کام سے گیا تھا اور واپس نہیں آیا جس میں اس کی موت کا خدشہ ہو تو اس کی بیوی چار سال ٹھہرے گی اس کے بعد اس کے خاوند کو مردہ قرار دیا جائے گا اور عدت وفات گذار کر اس کی بیوی نکاح کر سکتی ہے اور اگر مالدار شخص غائب ہوا ہو خواہ اس کی غیبت منقطعہ ہو یعنی اس کا کوئی پتا نشان معلوم نہ ہو یا غیر منقطعہ ہو یعنی اس کی جائے قیام معلوم ہو لیکن اس کی بیوی اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ ہی حاکم اس کو خاوند کے مال سے خرچ دلانے پر قادر ہو تو اس میں امام احمد کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ قرض لے کر کام چلا لے۔ قاضی وغیرہ کا یہی مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ علامہ خرقی، علامہ ابوطالب اور علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اگر ایسا شخص غائب ہوا ہے جس کا کوئی مال نہیں ہے نہ عورت اس کے نام پر قرض لے سکتی ہے تو اس میں بلا اختلاف قول واحد ہے کہ اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے! اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل اور فقہاء حنابلہ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے انھوں نے لاپتا ہونے والے خاوند کے بارے میں کسی صورت کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ ہر صورت کا حکم بیان کیا اور ہر مشکل کا حل پیش کیا الدين يسر (دین آسان ہے) کو واضح کیا اور کسی شخص کے لیے یہ گنجائش نہیں چھوڑی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ اسلام میں اس مشکل یا اس الجھن کا کوئی حل نہیں ہے۔

فجزاهم الله عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء۔

مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام شافعی کا موقف

اگر خاوند مالدار ہو اور موجود بھی ہو لیکن بیوی کو تنگ کرنے کے لیے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہ دے تو اس صورت میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں۔ ظاہر قول یہ ہے کہ اس صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے کیونکہ وہ عدالت کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کو فسخ کا اختیار ہے لیکن یہ قول مختار نہیں ہے۔

لکھتے ہیں: جب خاوند مالدار ہو اور حاضر ہو اور عورت اس سے نفقہ کا مطالبہ کرے اور خاوند اس کو نفقہ نہ دے تو اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ وہ حاکم کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتی ہے۔ مسعودی نے یہ کہا ہے کہ وہ اس صورت میں بھی نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ کیونکہ نفقہ نہ دینے کی صورت میں عورت کو ہر حال ضرر لاحق ہوگا اس لیے اس کا خاوند حکماً معسر (نفقہ سے عاجز) ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ عسرت عیب ہے۔ [۲]

[۱] علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۹ ص ۳۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔
[۲] تکملہ شرح المہذب ج ۱۸ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام مالک کا موقف

اگر خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو اور اپنی بیوی کو روٹی، کپڑا اور مکان کا خرچ نہ دے اور اس کو طلاق بھی نہ دے (ایسے شخص کو متاخرین فقہاء کی اصطلاح میں متعنت کہتے ہیں) ایسے شخص کے متعلق فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ حاکم اس کو طلاق دینے کے لیے کہے اور اگر وہ طلاق نہ دے تو پھر حاکم اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے گا۔

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

واذا ارادت الفسخ ورفعت للحاکم (فیأمره الحاکم ان لم یثبت عسره) بالنفقة والکسوة ان شکت عدمهما (او الطلاق) ای یلزمه احد الامرین بان یقول له اما ان تنفق علیها او تطلقها (والا تلوم بالاجتهاد) بما یراه الحاکم من غیر تحدید بیوم او اکثر (ثم) بعد التلوم طلق علیه۔[1]

جب عورت فسخ نکاح کا ارادہ کرے اور حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرے تو اگر خاوند کا افلاس ثابت نہ ہو تو حاکم خاوند کو کھانے کا خرچ اور کپڑے دینے کا حکم دے جبکہ عورت نے نفقہ نہ دینے کی شکایت کی ہو، یا اس کو طلاق دینے کا حکم دے یعنی حاکم پر لازم ہے کہ وہ خاوند سے کہے یا تو تم بیوی کو خرچ دو یا اس کو طلاق دو ورنہ حاکم اپنے اجتہاد سے ایک یا دو دن انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے۔

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

ان الزوج اذا امتنع من النفقة و طولب بها فاما ان یدعی الملاء ویمتنع من الانفاق، واما ان یجیب بشیء، واما ان یدعی العجز فان لم یجب بشیء طلق علیه حالا وان قال: انا موسر ولکن لا انفق فقیل یعجل علیه الطلاق وقیل یحبس واذا حبس ولم ینفق طلق علیه وهذا کله اذا لم یکن له مال ظاهر والا اخذ منه وان ادعی العجز فاما ان یثبت اولا فان لم یثبت العجز قیل له طلق او انفق فان امتنع من الطلاق والانفاق

خاوند سے جب بیوی کے خرچ کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اس کا خرچ نہ دے تو یا تو وہ مالدار ہونے کا مدعی ہوگا اور خرچ دینے سے انکار کرے گا اور یا کوئی جواب نہیں دے گا، اور یا عجز کا دعویٰ کرے گا، اگر وہ خرچ کے دعویٰ کا کوئی جواب نہ دے تو قاضی اس کی بیوی پر فوراً طلاق واقع کر دے، اور اگر وہ کہے کہ میں مالدار ہوں اور خرچ نہیں دیتا تو ایک قول یہ ہے کہ قاضی اس کی بیوی کو جلد طلاق دے دے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے اور اگر وہ قید کے باوجود خرچ نہ دے تو قاضی اس کی بیوی کو طلاق دے دے، اور یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب خاوند کا مال ظاہر نہ ہو ورنہ قاضی اس کے مال سے خرچ وصول کر لے۔ اگر خاوند خرچ دینے سے عاجز ہونے کا مدعی ہو تو یا تو وہ عجز کو

[1] علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر علی ہامش الدسوقی ج ۲ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت

تلوم له ثم طلق علیه، و قیل یطلق علیه حالا من غیر تلوم وهو المعتمد او ان ثبت عسره تلوم له على المعتمد ثم طلق علیه۔ [1]

ثابت کرے گا یا نہیں، اگر وہ عجز ثابت نہ کر سکے تو اس سے کہا جائے گا کہ طلاق دو یا خرچ دو اگر وہ نہ طلاق دے نہ خرچ دے تو قاضی (کچھ دن) انتظار کے بعد اس کی بیوی کو طلاق دے دے اور یہی معتمد قول ہے اور اگر اس کا افلاس ثابت ہو جائے تو معتمد قول یہ ہے کہ کچھ انتظار کے بعد اس کی بیوی کو طلاق دے دے۔

علامہ صاوی مالکی نے بھی بعینہٖ یہی تقریر کی ہے [2]

اگر کسی جگہ قاضی میسر نہ ہو تو فقہاء مالکیہ کے نزدیک ایسی صورت میں جماعت مسلمین بھی طلاق واقع کر سکتی ہے۔

علامہ صاوی لکھتے ہیں:

فان لم یکن حاکم فجماعة المسلمین العدول یقومون مقامه فی ذلك وفی کل امر یتعذر فیه الوصول الی الحاکم العدل والواحد منهم کاف وتقدم ذلك عن المؤلف فاول باب المفقود [3]

اگر حاکم نہ ہو تو نیک مسلمانوں کی جماعت حاکم کی قائم مقام ہو گی اور جس معاملہ میں حاکم تک پہنچنا مشکل ہو (نیک مسلمان حاکم کے قائم مقام ہیں) اور ان میں سے ایک مسلمان بھی کافی ہے، مصنف نے باب مفقود کے شروع میں اس کو بیان کر دیا ہے۔

علامہ دسوقی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے [4]

علامہ صاوی نے مصنف کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے، وہ حسب ذیل ہے:

(ان رفعت امرها للحاکم) ان کان ثم حاکم شرعی (او لجماعة المسلمین عند عدمه) ولو حکما کما فی زماننا بمصر اذ لا حاکم فیها شرعی ویکفی الواحد من جماعة المسلمین ان کان عدلا عارفا شانه ان یوجه الیه فی مهمات الامور بین الناس لا مطلقا واحدا وهو محمل کلام العلامة الاجهوری وهو ظاهر لا خفاء به [5]

اگر عورت حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرے بشرطیکہ وہاں حاکم شرعی ہو اور اگر حاکم شرعی نہ ہو تو جماعت مسلمین کے پاس مقدمہ پیش کرے خواہ حاکم شرعی کا نہ ہونا حکماً ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مصر میں حاکم شرعی نہیں ہے اور مسلمانوں میں سے ایک نیک شخص بھی کافی ہے جو احکام شرعیہ کو جاننے والا ہو اور لوگ اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں مطلقاً ایک مسلمان شخص مراد نہیں ہے اور علامہ اجہوری کے کلام کا بھی یہی محمل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے۔

---

[1] علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی مالکی۔ ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۵۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی۔ ۱۲۲۳ھ، بلغۃ السالک لاقرب المسالک ج ۲ ص ۴۵، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۹۸۰ء

[3] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی۔ ۱۲۲۳ھ، بلغۃ السالک الی اقرب مسالک الی مذہب الامام مالک ج ۲ ص ۲۲۵-۲۲۴، مطبوعہ دار الاحیاء الکتب العربیہ ۱۹۸۰ء

[4] علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی مالکی۔ ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۵۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی۔ ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۲ ص ۶۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام احمد بن حنبل کا موقف

اگر خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو لیکن بیوی کو تنگ کرنے کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان کا خرچ نہ دے اور اس کو طلاق دے کر آزاد بھی نہ کرے تو اس صورت میں امام احمد کے دو قول ہیں صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے، علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی لکھتے ہیں۔

(وان منع النفقة او بعضها مع ايسار وقدرت له على مال: اخذت منه ما يكفيها ويكفي ولدها بالمعروف بغير اذنه فان غيّبه وصبر على الحبس فلها الفسخ) هذا المذهب جزم به الخرقي والوجيز وتذكرة ابن عبدوس ومنتخب الآدمي وغيرهم قال في الرعايتين: لها الفسخ في اصح الوجهين، قال في تجريد العناية: فان اصر فارقته عند الاكثر وقدمه في المستوعب والمحرر والشرح والفروع وغيرهم واختاره ابو الخطاب والمصنف والشارح۔[1]

اگر خاوند دولت مند ہونے کے باوجود بیوی کو پورا نفقہ یا بعض نفقہ نہ دے اور بیوی کسی طریقہ سے مال کے حصول پر قادر ہو تو وہ اپنے اور اپنے بچوں کے لیے بقدر کفایت بلا اجازت اس کا مال لے لے اور اگر خاوند مال کو غائب کر دے اور بیوی کو ٹھہرنے پر مجبور کرے (یعنی طلاق نہ دے) تو بیوی کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔ اس مذہب پر علامہ خرقی، صاحب وجیز، صاحب تذکرہ، ابن عبدوس اور صاحب منتخب الآدمی کا جزم ہے۔ رعایتین میں ہے کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کو فسخ کا حق حاصل ہے تجرید عنایہ میں ہے کہ اگر خاوند نفقہ نہ دینے پر اصرار کرے تو اکثر فقہاء حنابلہ کے نزدیک عورت خاوند سے علیحدہ ہو جائے، مستوعب محرر، شرح اور فروع وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے، ابوالخطاب مصنف اور شارح کا بھی یہی مختار ہے۔

تنقیح خلاصہ یہ ہے کہ جب خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو اور محض تنگ کرنے کے لیے عورت کو اس کا خرچ نہ دے اس صورت میں امام شافعی کا راجح قول یہ ہے کہ وہ عورت عدالت سے اپنا حق حاصل کرے اور مرجوح قول یہ ہے کہ اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے، امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں قاضی طلاق واقع کر دے گا، اور امام احمد بن کا اس سلسلے میں راجح قول یہی ہے کہ اس کو فسخ کا حق حاصل ہے اور فقہاء حنبلیہ کی غالب اکثریت کا یہی مختار ہے۔

آج کل اس مسئلہ میں امام احمد کے قول پر فتویٰ دینا ہی قرین قیاس ہے کیونکہ آج کل عدالت سے انصاف حاصل کرنے میں جس قدر پیچیدگیاں اور دشواریاں ہیں اور پیسے اور وقت کا جس قدر خرچ ہوتا ہے وہ اہل فہم سے مخفی نہیں ہے، پھر جب خاوند نے مال غائب کر دیا تو اول تو وہ عدالت میں پیش نہیں ہوگا ثانیاً اگر پیش ہو گیا تو کہہ دے گا میرے پاس خرچ دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں اور اس کا نتیجہ بھی فسخ نکاح ہے، پھر جو شخص پاکستان کی عدالتوں

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۹ ص ۳۹۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کے طریق کار پر نظر رکھتا ہے اس سے یہ مخفی نہیں کہ ایک مقدمہ کے فیصلہ کے لیے عدالت کی لاتعداد تاریخوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور برسہا برس گذرنے کے بعد کسی مقدمہ کا بمشکل فیصلہ ہو پاتا ہے، سوال یہ ہے کہ جو عورت خاوند کے نان و نفقہ سے محرومی کی بناء پر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے وہ اتنے عرصہ تک کہاں سے کھائے گی؟ اس لیے عورت کو مزید ضرر سے بچانے کی خاطر عورت کو براہ راست فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت ہے اور تحقیق احوال کے بعد اس صورت میں حاکم پر واجب ہے کہ وہ امام مالک یا امام احمد کے قول پر عمل کرتے ہوئے زوجین کے درمیان تفریق کردے

معاشرتی بدعنوانیوں کی گیارہ صورتوں میں امام مالک کے مذہب کے مطابق عائلی احکام

۶ ربیع الآخر ۱۳۴۸ھ کو مفتی المالکیہ شیخ الجامع الازہر نے گیارہ معاشرتی مسائل میں امام مالک کے مذہب کی نصوص پر مشتمل ایک فتویٰ جاری کیا، جس کی جامع ازہر کے تمام علماء نے تصدیق کی ہے جن میں حنفی علماء بھی شامل ہیں۔ اس فتویٰ کو مصر کی وزارت اوقاف نے فتاوی اسلامیہ میں شائع کیا ہے۔ اس فتویٰ سے پہلے علماء ازہر نے فقہ حنفی سے اس پر تصریحات پیش کی ہیں کہ ضرورت کے وقت دوسرے مذہب پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس فتویٰ کی عربی عبارت کا مکمل ترجمہ پیش کر رہے ہیں

(۱) خاوند کے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

جب خاوند اپنی زوجہ کا نفقہ نہ دے تو اگر اس کا مال ظاہر ہو تو اس سے خرچ دینے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس کا مال ظاہر نہ ہو اور وہ یہ نہ بتائے کہ وہ امیر ہے یا غریب ہے لیکن خرچ نہ دینے پر اصرار کرے تو قاضی اس کو فی الحال طلاق دے دے، اگر وہ عجز کا دعویٰ کرے اور عجز کو ثابت نہ کر سکے تب بھی فوراً طلاق دے دے اور اگر خاوند اپنے عجز عن النفقہ کو ثابت کر دے تو اسے مہلت دے جو ایک ماہ سے زائد نہ ہو اگر وہ ایک ماہ تک نفقہ نہ دے تو اس کے بعد اس کو طلاق دیدے۔

(۲) مرض یا قید کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

اگر خاوند مریض ہو یا قید ہو اور بیوی کو نفقہ نہ دے سکے تو قاضی اس کو اتنی مہلت دے جس میں اس کے شفایاب ہونے یا قید سے چھوٹنے کی توقع ہو اگر مرض کی مدت اتنی بڑھ جائے یا قید کی مدت اتنی زیادہ ہو جس سے عورت کو ضرر پہنچے یا اس کو فتنہ لاحق ہونے کا خدشہ ہو تو قاضی اس پر طلاق واقع کر دے۔ (فرض کیجئے ایک نوجوان عورت کے خاوند کو کسی جرم میں عمر قید یا بیس سال کی سزا ہو جاتی ہے یا وہ لاعلاج بیماری مثلاً خطرناک پاگل پن میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خاوند کا کوئی مال نہیں ہے جس سے بیوی خرچ اٹھا سکے اور وہ آبرومندی سے کسب معاش پر بھی قادر نہیں ہے اس صورت میں مالکی مذہب کے اس فتویٰ پر عمل کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ وضاحت از مصنف)

(۳) کسی قریبی جگہ جانے کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

اگر خاوند کسی قریبی جگہ چلا جائے اور اپنی بیوی کے لیے نفقہ نہ چھوڑے تو قاضی معروف طریقوں سے اس کو اطلاع دے اور نفقہ بھیجنے کے لیے ایک معین مدت تک مہلت دے۔ اگر خاوند مدت مقررہ تک نہ آئے یا نفقہ نہ بھیجے تو قاضی طلاق دے دے۔ اگر خاوند کی جگہ گھوڑے

کی رفتار سے دس دن کی مسافت یا اس سے زیادہ ہو یا وہ جگہ نامعلوم ہو اور یہ ثابت ہو جائے کہ عورت کے لیے مال نہیں ہے تو قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے۔

(۴) لاپتا خاوند کے مال سے زوجہ کے نفقہ لینے کا حق

جب لاپتا خاوند کا مال ہو یا کسی پر اس کا قرض ہو یا کسی کے پاس اس کی امانت ہو تو زوجہ کا حق ہے کہ وہ اس مال یا اس امانت اور قرض سے اپنا نفقہ (بمقدار قرض) طلب کرے، لیکن عورت کو اس پر گواہ پیش کرنے ہوں گے کہ وہ نفقہ کی مستحق ہے اور خاوند نے اس کے نفقہ کے لیے مال چھوڑا ہے نہ کوئی وکیل۔

(۵) قاضی کی نافذ کردہ طلاق رجعی ہوگی

خاوند کے نفقہ نہ دینے کی بناء پر قاضی جو طلاق نافذ کرے گا وہ رجعی ہوگی اور خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ دوران عدت نفقہ دے کر رجوع کرے، اگر اس نے نفقہ نہیں دیا تو رجوع صحیح نہیں ہوگا۔

(۶) خاوند کے لاپتا (مفقود) ہونے کی صورت میں فسخ نکاح

جو شخص مسلمانوں کے شہروں میں گم ہو جائے اور اس کی بیوی کو اس کی کوئی خبر نہ ملے تو اس کی بیوی کو حق ہے کہ وہ حاکم کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے اور جہاں جہاں اس کا خاوند اس کے گمان میں جا سکتا تھا اس سے مطلع کرے اور حکام اور پولیس اس کی تفتیش کریں اور جب اس کو تلاش کرتے سے سب عاجز آ جائیں تو پھر حاکم اس کے لیے چار سال کی مدت مقرر کرے جب وہ مدت ختم ہو جائے تو اس کے بعد وہ چار ماہ دس دن تک عدت وفات گزارے اس کے بعد وہ کسی دوسرے شخص سے شادی کر سکتی ہے۔

(۷) عورت کے نکاح کرنے کے بعد اگر لاپتا شخص لوٹ آئے تو وہ عورت کس کے نکاح میں رہے گی؟

جب مفقود لوٹ آئے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ زندہ ہے اور ابھی دوسرے شخص نے اس سے مقاربت نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کو مفقود کے زندہ ہونے کا پہلے علم تھا تو اب یہ مفقود کی زوجہ ہے، خواہ عقد نکاح ہو چکا ہو، اور اگر دوسرے شوہر کو مفقود کی حیات کا علم تھا تو اس نے مقاربت کی ہو یا نہ کی ہو مفقود کے لوٹ آنے کے بعد وہ مفقود کی بیوی ہوگی، اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مفقود دوران عدت فوت ہوا ہے یا مدت کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے فوت ہوا ہے یا عقد کے بعد مقاربت سے پہلے فوت ہوا ہے تو وہ عورت مفقود کی وارث ہو سکتی ہے اور اگر مقاربت کے بعد فوت ہوا ہے دراں حالیکہ دوسرے شوہر کو اس کی حیات کا علم نہیں تھا تو اب یہ وارث نہیں ہوگی۔

(۸) جو شخص آپس کی جنگ میں لاپتا ہوا اس کی بیوی چار سال کی مدت گزارے بغیر نکاح کر سکتی ہے!

جو شخص مسلمانوں کی آپس کی جنگ کے دوران گم ہوا اور یہ ثابت ہوا کہ وہ لڑائی کے وقت موجود تھا اس کی بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ حاکم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے اور جب حاکم کو تفتیش کے بعد اس کا پتا نہ چلے تو وہ بغیر کسی مدت کے عدت وفات گزارنے کا حکم دے اور عدت وفات کے بعد وہ دوسری شادی کر سکتی ہے اور صرف پتا نہ چلنے کی وجہ سے وہ اس کی وارث ہو جائے گی لیکن اگر یہ ثابت نہ ہو کہ وہ لڑائی کے وقت موجود تھا بلکہ صرف یہ پتا چلے

کر وہ لشکر کے ساتھ گیا تھا تو اس کا وہی سابق حکم ہے۔

(۹) اگر میدان جہاد میں خاوند گم ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال مدت گذارے گی

اگر کوئی شخص میدان جہاد میں گم ہو جائے تو اس کی بیوی حاکم کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے اور حاکم تفتیش کے بعد اس کو ایک سال ٹھہرنے کا حکم دے۔ ایک سال کے بعد وہ عدت وفات گذارے اور اس کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اور ایک سال کے بعد وہ اس کے مال کی وارث ہو جائیگی

(۹۔ الف) اگر مفقود کی بیوی کے پاس خرچ نہ ہو یا فتنہ کا خدشہ ہو تو قاضی فوراً طلاق نافذ کر دے

مفقود کی جن صورتوں میں مدت گذارنے کا بیان ہے ان صورتوں میں اس وقت مدت گذارنے کا حکم دیا جائے گا جب عورت کے پاس مفقود کا اس قدر مال موجود ہو جس کو وہ دوران عدت خرچ کر سکے یا اس عورت کو اس مدت کے دوران کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ ہو اور اگر اس کے پاس مفقود کا اتنا مال نہ ہو یا فتنہ کا خدشہ ہو (مثلاً نوجوان عورت گھر میں اکیلی ہو اور اس کی حفاظت کے لیے کوئی محرم دستیاب نہ ہو اور اس پر آشوب دور میں ایسی عورت کی عصمت اور عفت کو شدید خطرہ ہے۔ از مصنف) تو وہ قاضی کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے اور جب قاضی کے نزدیک اس کے دعویٰ کی صحت ثابت ہو جائے تو وہ فوراً اس پر طلاق نافذ کر دے۔

مفتی مالکیہ شیخ الجامع الازہر نے جو یہ فتویٰ دیا ہے یہی قرین قیاس ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی نے اس صورت میں کسی مالکی عالم کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ اس صورت میں حاکم عورت کو ایک سال ٹھہرنے کا حکم دے دے (الحیلۃ الناجزہ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار الاشاعت ۱۹۸۷ء) یہ قرین قیاس نہیں ہے نہ اس کی کتب مالکیہ میں تائید ہے کیونکہ جس کے پاس خرچ نہیں ہے وہ ایک سال کیسے گزارے گی اور جس کی عصمت کو خطرہ لاحق ہے اس کو ایک سال تک اس خطرے میں مبتلا رہنے کا حکم کیونکر دیا جائے گا، نیز مالکی، شافعی اور حنبلی مذہب میں اعسار کی بناء پر علی الفور تفریق کر دی جاتی ہے۔

(۱۰) ناچاقی کی صورت میں جب کسی طرح صلح نہ ہو تو قاضی طلاق نافذ کر سکتا ہے

جب زوجین میں شدید نزاع ہو اور قرآن مجید میں بتائے طریقہ کے مطابق ان میں صلح ممکن نہ ہو تو یہ معاملہ قاضی کے پاس لے جایا جائے پھر وہ دو منصف مقرر کرے ایک زوج کی جانب سے اور دوسرا زوجہ کی جانب سے اور افضل یہ ہے کہ وہ دونوں پڑوسی ہوں اگر رشتہ دار نہ مل سکیں تو اجنبی مقرر کر دیے جائیں اور ان منصف نمائندوں کو زوجین کے پاس بھیجا جائے اگر وہ ان میں صلح کرانے میں کامیاب ہو جائیں تو فبہا ورنہ وہ طلاق کا فیصلہ کریں اور اس وقت قاضی پر لازم ہے کہ وہ حکمین کے فیصلہ کے مطابق طلاق نافذ کر دے یہ طلاق بائنہ ہو گی۔

(۱۱) خاوند کے مظالم کی بناء پر عورت قاضی سے طلاق حاصل کر سکتی ہے

اگر زوجہ کو خاوند سے ضرر لاحق ہو تو وہ قاضی سے طلاق حاصل کر سکتی ہے، ضرر سے مراد وہ اُمور ہیں جو شرعاً جائز نہیں ہیں مثلاً بغیر سبب شرعی کے خاوند عورت سے علیحدہ رہے یا بغیر سبب شرعی کے مار پیٹ اور گالم گلوچ کرے عورت ان چیزوں کو قاضی کے سامنے ثابت کر کے طلاق حاصل کر سکتی

ہے۔ [۱]

عدم نفقہ اور ضرر کی بناء پر طلاق میں قرآن اور حدیث سے دلائل

مفتی مالکیہ اور شیخ الجامع الازہر نے جن گیارہ صورتوں میں عورت کو خاوند سے طلاق حاصل کرنے کا حق مالکی مذہب کے مطابق بیان کیا ہے ان میں سے پہلی نو صورتیں وہ ہیں جن میں خاوند کے نفقہ نہ دینے یا نفقہ پر عدم قدرت کی وجہ سے قاضی کو طلاق دینے کا حکم دیا گیا ہے اور گیارہویں صورت وہ ہے جس میں خاوند کے ظلم اور ضرر کی بناء پر قاضی کو طلاق دینے یا نکاح فسخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان دس صورتوں کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے

فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارًا لتعتدوا ومن یفعل ذٰلك فقد ظلم نفسه (بقرہ: ۲۳۱) "اپنی عورتوں کو حسن سلوک سے اپنے نکاح میں رہنے دو ورنہ ان کو شائستگی سے رخصت کر دو اور ان کو ضرر پہنچانے کے قصد سے نکاح میں نہ رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنی ہی جان پر ظلم کرے گا" اور عورت کو نفقہ نہ دینا بھی ضرر اور زیادتی ہے اور اس پر ظلم کرنا بھی ضرر اور زیادتی ہے اور اگر خاوند اس ضرر اور زیادتی سے باز نہ آئے تو حکام پر واجب ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دیں۔ اس سلسلے میں علامہ قرطبی مالکی نے اس آیت کی جو تشریح اپنی تفسیر میں ذکر کی ہے اس کے مطالعہ سے مسئلہ کی مزید وضاحت ہوگی نیز سنن بیہقی اور سنن دار قطنی سے ہم اس بحث کے شروع میں باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کو نفقہ نہ دے سکے ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

عدم نفقہ کی بناء پر تفریق کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: کتب عمر الی امراء الاجناد: ان ادع فلانا وفلانا، ناسا قد انقطعوا من المدینة وخلوا منها فاما ان یرجعوا الی نسائهم، واما ان یبعثوا الیهن بنفقة، واما ان یطلقوا ویبعثوا بنفقة ما مضی۔ [۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے امراء کی طرف لکھا کہ فلاں فلاں شخص مدینہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اپنی بیویوں سے غائب ہیں، ان سے کہو کہ یا تو اپنی بیویوں کے پاس لوٹیں یا ان کا خرچ بھیجیں ورنہ ان کا پچھلا خرچ بھیج کر انہیں طلاق دے دیں۔

عن ابن المسیب قال: اذا لم یجد الرجل ما ینفق علی امرأته جبر علی ان یفارقها۔ [۳]

ابن مسیب کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی بیوی کا خرچ نہیں ہو تو اس کو طلاق پر مجبور کیا جائیگا۔

عن ابی الزناد عن ابن المسیب قال

ابو الزناد کہتے ہیں میں نے ابن مسیب سے پوچھا

---

[۱] المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیہ مصر، الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۱ ص ۲۸۱ - ۲۷۸، مطبوعہ قاہرہ مصر، ۱۴۰۰ھ۔

[۲] حافظ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۹۴ - ۹۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ۔

[۳] " " " المصنف ج ۷ ص ۹۶،

سألت عن الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته قال: یفرق بینهما، قال: سنة؟ قال: نعم سنة۔[1]

جس شخص کے پاس اس کی عورت کا نفقہ نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟ ابن مسیب نے کہا: ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ میں نے پوچھا: کیا یہ سنت ہے؟ کہا: ہاں سنت ہے۔

عن حماد قال اذا لم یجد ما ینفق الرجل علی امرأته یفرق بینهما۔[2]

حماد کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی بیوی کا نفقہ نہ ہو تو ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

عن قتادة اذا لم یجد الرجل ما ینفق علی امرأته فرق بینهما۔[3]

قتادہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی عورت کا نفقہ نہ ہو تو ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

چار سال یا ایک سال بعد مفقود کو مُردہ قرار دینے کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قالا فی امرأة المفقود تربص اربع سنین وتعتد اربعة اشهر وعشرا۔[4]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا مفقود کی عورت چار سال ٹھہرے اور اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے۔

عن سعید بن المسیب فی الفقید بین الصفین تربص امرأته سنة۔[5]

جو شخص صفوں کے درمیان سے گم ہو جائے اس کی بیوی کو سعید بن مسیب ایک سال ٹھہرنے کا حکم دیتے تھے۔

حکمین کی تفریق کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام عبد الرزاق بن ہمام روایت کرتے ہیں:

عن عبیدة السلمانی شهدت علی بن ابی طالب وجاءته امرأة وزوجها، مع کل واحد منهما فئام من الناس۔ فاخرج

عبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک عورت اور اس کا خاوند آیا اور ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت

---

[1] حافظ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۹۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ۔
[2] " " " المصنف ج ۷، ص ۹۶، " " "
[3] " " " المصنف ج ۷، ص ۹۶، " " "
[4] حافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ۴/۲ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
[5] " " " ، المصنف ۴/۲ ص ۲۳۸، " " "

هؤلاء حكما من الناس وهؤلاء حكما فقال علي للحكمين: اتدريان ما عليكما؟ ان رأيتما ان تفرقا فرقتما وان رايتما ان تجمعا جمعتما، فقال الزوج: اما الفرقة فلا فقال علي كذبت، والله لا تبرح حتى ترضى بكتاب الله لك وعليك فقالت المرأة رضيت بكتاب الله لي وعلي۔[1]

تھی، ایک فریق نے اپنا حکم (منصف) مقرر کیا اور دوسرے فریق نے بھی اپنا حکم مقرر کیا حضرت علی نے دونوں حکموں سے کہا اگر تمہاری رائے میں ان کی علیحدگی درست ہو تو ان کو علیحدہ کر دینا اور اگر تمہاری رائے میں ان کا ساتھ رہنا درست ہو تو ان کو ساتھ رہنے کا حکم دینا، خاوند نے کہا علیحدگی کا فیصلہ مت کرنا! حضرت علی نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو بخدا تم اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک کہ کتاب اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو جاؤ خواہ وہ تمہارے حق میں ہو یا خلاف! عورت نے کہا میں کتاب اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں خواہ میرے حق میں ہو یا خلاف!

عن ابن عباس قال: بعثت انا ومعاوية حكمين فقيل لنا: ان رايتما ان تجمعا جمعتما وان رايتما ان تفرقا فرقتما. قال معمر وبلغني ان الذي بعثهما عثمان[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور معاویہ کو حکم بنا کر بھیجا گیا اور ہمیں یہ ہدایت دی گئی کہ اگر تمہاری رائے میں ان کا اجتماع درست ہو تو ان کو مجتمع کر دو اور اگر تمہاری رائے میں ان کی تفریق درست ہو تو ان میں تفریق کر دو، معمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ان کو بھیجنے والے حضرت عثمان تھے۔

عن الشعبي قال: ان شاء الحكمان فرقا وان شاء اجمعا[3]

شعبی بیان کرتے ہیں کہ دونوں حکم اگر چاہیں تو جمع کریں اور اگر چاہیں تو تفریق کر دیں۔

عن ابي سلمة ان شاء الحكمان ان يفرقا فرقا وان شاء ان يجمع جمعا[4]

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دونوں حکم تفریق کرنا چاہیں تو تفریق کر دیں اور اگر جمع کرنا چاہیں تو جمع کر دیں۔

مفتی المالکیہ شیخ الجامع الازہر نے عدم نفقہ، مفقود، ظلم وضرر کی دس صورتوں میں مذہب مالکیہ کے مطابق قاضی کے طلاق نافذ کرنے اور حکمین کی تفریق کا جو جواز بیان کیا تھا ہم نے اس کے ثبوت میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ و تابعین سے متعدد حوالے بیان کر دیے ہیں تاکہ کسی شخص کو یہ خیال نہ ہو کہ ان صورتوں میں صرف امام مالک کے اقوال

---

[1] حافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۶ ص ۵۱۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " المصنف ج ۶ ص ۵۱۲، " " "

[3] " " " المصنف ج ۶ ص ۵۱۲، " " "

[4] " " " المصنف ج ۶ ص ۵۱۳، ۵۱۲ " " "

پر فسخ نکاح ہے۔

علاوہ ازیں ائمہ احناف نے ضرورت کے مواقع پر دوسرے ائمہ کے اقوال اور خصوصاً امام مالک کے قول پر فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں ہم یہاں فقہاء احناف کی آراء نقل کردیں۔

مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء

مذہب غیر پر فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان الحکم ثلاثۃ انواع منہ ما لا یصح اصلا و ان نفذہ الف قاض وھو ما خالف کتابا او سنۃ مشھورا او اجماعا ومنہ ما ثبت فیہ الخلاف قبل الحکم ویرتفع بالحکم حتی لو دفع الی قاض اخر لا یراہ امضاہ ومنہ ما ثبت الخلاف بعد الحکم ای وقع الخلاف فی صحۃ الحکم بہ فھذا ان دفع الی قاض اخر فان کان لا یراہ ابطلہ و ان کان یراہ امضاہ۔[1]

قاضی کے حکم کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے جس میں اس کا حکم بالکل صحیح نہیں ہے خواہ ہزار قاضی اس حکم کی توثیق کردیں یہ وہ حکم ہے جو کتاب اللہ، سنت مشہورہ یا اجماع کے خلاف ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم سے پہلے مجتہدین کا اختلاف ہو۔ ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس جائے تو وہ اس کو نافذ کر دے خواہ اس دوسرے قاضی کے نزدیک (یعنی اس کے مذہب میں) وہ حکم صحیح نہ ہو، تیسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم کے بعد اختلاف پیدا ہوا ہو ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس جائے تو اگر وہ اس کو جائز سمجھتا ہو تو نافذ کر دے اور اگر ناجائز سمجھتا ہو تو اس حکم کو باطل کر دے۔

علامہ شامی نے دوسری قسم کی ایک اور جگہ اسی بحث میں یہ مثال دی ہے کہ ایک شافعی قاضی توبہ کے بعد محدودین کی شہادت پر فیصلہ کر دے اور یہ فیصلہ حنفی قاضی کے پاس آئے تو وہ اس کو نافذ کر دے ہر چند کہ یہ فیصلہ حنفی قاضی کے مذہب کے خلاف ہے۔[2]

مذہب غیر پر قضاء کی دوسری شکل یہ ہے کہ قاضی مجتہد ہو اور دوسرے امام اور مجتہد کی رائے اس کے اجتہاد کے موافق ہو اور اس کا اجتہاد اپنے مذہب کے خلاف ہو اس صورت میں اگر وہ دوسرے امام کے مذہب کے مطابق فیصلہ کر دے تو اس کا فیصلہ صحیح ہے اور نافذ ہو جائے گا یہ اس سے عام ہے کہ اس مسئلہ میں ضرورت ہو یا نہ ہو۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

یشترط لصحۃ القضاء ان یکون

قاضی کے فیصلہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۵۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] " " " ، رد المحتار ج ۳ ص ۵۵۴، " " "

موافقا لرأيه اى لمذهبه مجتهدا كان او مقلدا فلو قضى بخلافه لا ينفذ لكن فى البدائع انه اذا كان مجتهدا ينبغى ان يصح و يحمل على انه اجتهد فأداه اجتهاده الى مذهب الغير ويؤيده ما قدمناه رسالة العلامة قاسم مستدلا بما فى السير الكبير[1]

وہ فیصلہ اس کے مذہب کے موافق ہو، اگر وہ فیصلہ اس کے مذہب کے خلاف ہے تو نافذ نہیں ہوگا، خواہ قاضی مجتہد ہو یا مقلد، لیکن بدائع الصنائع میں یہ ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو اس کا یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور اس پر محمول ہوگا کہ اس کا اجتہاد مذہب غیر کے موافق ہوا ہے، اس کی تائید علامہ قاسم کے اس رسالہ سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے اس مسئلہ پر سیر کبیر سے استدلال کیا ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مذہب غیر پر قضاء اور افتاء کی تیسری صورت یہ ہے کہ قاضی اور مفتی کے نزدیک پیش آمدہ مسئلہ میں ہر چند کہ صحیح مذہب وہی ہو جو اس کے امام کا ہے لیکن اس کے امام کے قول پر مسئلہ حل نہیں ہوتا اس وجہ سے بر بنا مصلحت و ضرورت وہ دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دیتا ہے یا قضاء کرتا ہے تو اس ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے اس کی قضاء اور فتویٰ صحیح ہے۔

ائمہ احناف کے نزدیک جو شخص غائب ہو اس کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک غائب کے بارے میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔

علامہ شامی اس بحث میں لکھتے ہیں:

لو برهن على الغائب وغلب على ظن القاضى انه حق لا تزوير ولا حيلة فيه فينبغى ان يحكم عليه وله وكذا للمفتى ان يفتى بجوازه دفعا للحرج و الضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع مع انه مجتهد فيه ذهب اليه الائمة الثلاثة وفيه روايتان عن اصحابنا وينبغى ان ينصب عن الغائب وكيل يعرف انه يراعى جانب الغائب ولا يفرط فى حقه واقره فى نور العين قلت يؤيده ما يأتى قريبا فى المسخر وكذا ما فى الفتح من باب

اگر غائب کے خلاف دلیل قائم کر دی گئی اور قاضی کا گمان غالب یہ ہے کہ یہ حق ہے جھوٹ نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی حیلہ ہے تو غائب کے خلاف یا اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہیے اسی طرح مفتی بھی یہ فتویٰ دے سکتا ہے تاکہ حرج نہ ہو اور لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور اس میں ضرورت ہے، علاوہ اس کے یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور ہمارے اصحاب کے بھی اس میں دو قول ہیں، اور مناسب یہ ہے کہ غائب کی طرف سے ایک وکیل کر لیا جائے جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ غائب کی رعایت کرے گا اور اس کے حق میں کمی نہیں کرے گا، نور العین میں اس کو برقرار رکھا ہے اور عنقریب مسخر میں اس کا ذکر ہوگا اسی طرح فتح القدیر میں

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۴۶۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

المفقود لا یجوز القضاء علی الغائب الا اذا رای القاضی مصلحۃ فی الحکم لہ وعلیہ فانہ ینفذ لانہ مجتہد فیہ اھ قلت وظاہرہ ولو کان القاضی حنفیا ولو فی زماننا ولا ینافی ما مر لان تجویز ھذا للمصلحۃ والضرورۃ۔[1]

مفقود کی بحث میں ہے، جب قاضی، غائب کے خلاف یا اس کے حق میں کوئی مصلحت دیکھے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے اور اس کا حکم نافذ ہو جائے گا کیونکہ وہ مجتہد فیہ ہے۔ (علامہ شامی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ خواہ قاضی حنفی ہو اور خواہ ہمارے زمانہ میں ہو اور یہ قاعدہ پہلے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس قاعدہ کو ضرورت اور مصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے۔

بلاضرورت مذہب غیر پر قضاء صحیح نہ ہونے کی وجہ

علامہ شامی بدائع الصنائع کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ اگر قاضی کا اجتہاد مذہب غیر کے موافق ہو اور مذہب غیر کے مطابق اس کا فیصلہ صحیح ہے پھر اس کا کیا سبب ہے کہ وہ جگہ جگہ یہ قید لگاتے ہیں کہ ضرورت اور مصلحت کے وقت مذہب غیر پر قاضی کا فیصلہ صحیح ہے ورنہ نہیں، اس کی وجہ علامہ شامی نے یہ بیان کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں سلطان اس شرط پر کسی شخص کو قاضی مقرر کرتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب صحیح کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

بخلاف الحنفی فانہ وان صح حکمہ بغیر مذھبہ علی احد القولین لکنہ فی زماننا لا یصح اتفاقا لتقیید السلطان قضاتہ بالحکم بالصحیح من مذھبنا فلا ینفذ حکمہ بالضعیف فضلا عن مذھب الغیر فافھم۔

(رد المحتار ج ۴ ص ۱۷۷، مطبوعہ استنبول۔)

ہر چند کہ ایک قول کے مطابق حنفی قاضی کا مذہب غیر پر فیصلہ کرنا صحیح ہے لیکن ہمارے زمانہ میں یہ بالاتفاق صحیح نہیں ہے کیونکہ اب سلطان اس شرط پر قاضی کا تقرر کرتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب کے صحیح قول کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لیے اگر اس نے قول ضعیف پر بھی فیصلہ کیا تو وہ بالاتفاق نافذ نہیں ہوگا چہ جائیکہ اس کا فیصلہ مذہب غیر پر ہو، فافہم۔

یہ علامہ شامی اپنے زمانہ کے عرف کی بات کر رہے ہیں اور ہمارے زمانہ کا عرف یہ ہے کہ قاضی کے تقرر کے وقت یہ شرط نہیں لگائی جاتی اس لیے اب حنفی قاضی کا فیصلہ مذہب غیر پر مطلقاً صحیح ہوگا۔ اور ضرورت اور مصلحت کے وقت بطریق اولیٰ صحیح ہوگا۔

بالخصوص امام مالک کے اقوال پر افتاء اور قضاء کے بارے میں تصریحات

ضرورت اور مصلحت کی بنا پر مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کی بحث میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

لقول القھستانی لو افتی بہ فی موضع

علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ اگر ضرورت کی بناء پر

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۴۷۱ - ۴۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

الضرورة لا بأس به على ما اظن اھ قلت و نظیر هذه المسئلة عدة ممتدة الطهر التی بلغت برویة الدم ثلثة ایام ثم امتد طهرها فانها تبقی فی العدة الی ان تحیض ثلاث حیض و عند مالك تنقضی عدتها بتسعة اشهر وقد قال فی البزازیة الفتوی فی زماننا علی قول مالك وقال الزاهدی كان اصحابنا یفتون به للضرورة و اعترضه فی النهر بانه لا داعی الی الافتاء بمذهب الغیر لامكان الترافع الی مالكی یحكم بمذهبه وعلی ذلك ذهب ابن وهبان فی منظومته هناك لكن قدمنا ان الكلام عند تحقق الضرورة حیث لم یوجد مالكی یحكم به ۔ [1]

امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا تو جائز ہے (علامہ شامی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ جو عورت تین دن کے حیض سے بالغ ہوئی ہو اور پھر اس کا طہر ہمیشہ جاری رہے تو احناف کے نزدیک اس کی عدت تین حیض ہی ہے اور امام مالک کے نزدیک اس کی عدت نو ماہ ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فتویٰ امام مالک کے قول پر ہے، اور فقیہ زاہدی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب ضرورت کی بناء پر امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، اس پر نہر میں یہ اعتراض ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کی کیا ضرورت ہے، کسی مالکی عالم سے فتویٰ لیا جائے جو اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دے۔ ابن وہبان نے بھی اسی کے موافق کہا ہے (علامہ شامی کہتے ہیں) لیکن ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کا جواز ضرورت کی بناء پر ہے اور ضرورت اس جگہ ہو گی جہاں مالکی عالم موجود نہ ہو۔

علامہ قہستانی فرماتے ہیں:

قال مالك والاوزاعی الی اربع سنین فینكح عرسه بعدها كما فی النظم فلو افتی به فی موضع الضرورة ینبغی ان لا بأس به علی ما ظن [2]

امام مالک اور اوزاعی نے کہا کہ مفقود کی عورت چار سال تک ٹھہرے اس کے بعد اس کا نکاح کر دیا جائے، جیسا کہ نظم میں ہے پس اگر ضرورت کی وجہ سے اس قول پر فتویٰ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ محمد علاء الدین لکھتے ہیں:

نعم مذهب مالك والقدیم من مذهب الشافعی تقدیره باربع سنین لكن فی حق عرسه لا غیر فتنكح بعدها كما فی النظم فلو افتی به فی موضع الضرورة ینبغی ان

ہاں امام مالک کا مذہب اور امام شافعی کا قدیم مذہب یہ ہے کہ مفقود کو چار سال بعد مردہ قرار دیا جائے گا لیکن یہ صرف اس کی بیوی کے معاملہ میں ہے، پس چار سال بعد اس کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور اگر ضرورت کے مواقع

[1] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ محمد قہستانی حنفی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۳ ص ۴۶۹، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور ۱۲۹۱ھ۔

لا باس به کذا فی القهستانی۔[1]

پر اس قول کے مطابق فتویٰ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ طحطاوی نے بھی ضرورت کی وجہ سے امام مالک کے قول پر فتویٰ کو جائز قرار دیا ہے[2]
علامہ قہستانی فرماتے ہیں:

لانہ کالتلمیذ لابی حنیفۃ ولذا مال اصحابنا الی بعض اقوالہ ضرورۃ کما فی دیباجۃ المصفی۔[3]

امام مالک، امام ابو حنیفہ کے بمنزلہ شاگرد ہیں، مصفی کے دیباچہ میں لکھا ہے اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے ضرورت کے وقت امام مالک کے اقوال کی طرف میلان کیا ہے۔

علامہ شامی، علامہ قہستانی کے حوالے سے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفی حاشیۃ الفتال وذکر الفقیہ ابو اللیث فی تاسیس النظائر انہ اذا لم یوجد فی مذہب الامام قول فی مسئلۃ یرجع الی مذہب مالک لانہ اقرب المذاہب الیہ اھ[4]

حاشیۃ الفتال میں لکھا ہے کہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے تاسیس النظائر میں کہا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام اعظم کا قول نہ ملے تو امام مالک کے مذہب کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ وہ باقی مذاہب کی بہ نسبت امام اعظم کے زیادہ قریب ہیں۔

ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کے مطابق فتویٰ دینے یا قضاء پر بحث ونظر

بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ چار برس کی مہلت کے بعد مفقود کی بیوی کو نکاح کی اجازت دینا صرف امام مالک کا مذہب ہے اور جمہور ائمہ اس کے مخالف ہیں، نیز قرآن مجید نے منکوحہ غیر کو صاف حرام کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والمحصنت من النساء۔ "و منکوحہ غیر تم پر حرام ہے" اور منکوحہ غیر کا مفقود کے نکاح میں ہونا یقیناً معلوم ہے اور چار برس کے بعد اس کی موت مشکوک بلکہ موہوم ہے اور تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور چار برس کی مہلت صرف حضرت عمر کی تقلید ہے اس پر کوئی فقہی دلیل نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ چار برس کی مہلت کے بعد نکاح کی اجازت دینا جمہور کا مسلک ہے، صرف امام اعظم ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے، امام مالک کے علاوہ امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے اور فقہاء شافعیہ اسی پر فتویٰ دیتے ہیں، امام احمد کا موقف بھی یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور والمحصنت من النساء آیت کریمہ اس پر محمول ہے کہ جب منکوحہ غیر کا کسی شرعی دلیل سے نکاح فسخ نہ کر دیا گیا ہو تو وہ غیر پر حرام ہے ورنہ عنین کی صورت میں جب ایک

1. علامہ محمد علاء الدین حنفی من علماء قرن حادی العشر، الدر المنتقی علی ملتقی الابحر ج ۱ ص ۱۴۷-۱۳۰، مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت
2. علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۵۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ۔
3. علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز (شرح وقایۃ الروایۃ) ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ مطبع منشی نو لکشور لکھنؤ ۱۲۹۱ھ۔
4. علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

سال کی مہلت کے بعد قاضی منکوحہ غیر کا نکاح فسخ کر دیتا ہے تو اس کا غیر سے نکاح کس طرح جائز ہوتا ہے؟ حالانکہ وہ بھی منکوحہ غیر ہے، جس طرح یہاں قاضی کی تفریق "والمحصنٰت من النساء" کے معارض نہیں ہے اسی طرح مسئلہ مفقود میں بھی قاضی کا فیصلہ "والمحصنٰت من النساء" کے معارض نہیں ہے[1]۔ اسی طرح لعان میں بھی احناف کے نزدیک قاضی کی تفریق کے بعد عورت غیر سے نکاح کر سکتی ہے اور جمہور کے نزدیک نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور ان دونوں صورتوں میں بغیر شوہر کی طلاق کے عورت غیر سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ "والمحصنٰت من النساء" کے خلاف ہے، باقی رہا یہ کہنا کہ نکاح یقینی تھا اور موت کا شک ہے اور شک یقین سے زائل نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ مفقود کی بیوی کو نکاح کی اجازت موت کے شک کی بناء پر نہیں دی گئی قاضی کے فیصلہ کی بناء پر دی گئی ہے، جیسا کہ لعان، ایلاء اور عنین کے مسائل میں ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں صرف حضرت عمر کی تقلید کی گئی ہے۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان نے تمام صحابہ کے سامنے یہ فیصلہ کیا تھا اور کسی صحابی نے ان سے اختلاف نہیں کیا اس لیے یہ مسئلہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے اور اس کے خلاف جو دار قطنی کی روایت پیش کی جاتی ہے اس کی سند ضعیف ہے جس کو ہم اس سے پہلے علامہ ابن ہمام کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

نان نفقہ، کپڑے اور رہائش وغیرہ میسر نہ ہونے کی صورت میں ہم نے جو ضرورت کی بناء پر امام مالک یا دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دینے کا ذکر کیا ہے اس میں وجہ ضرورت پر گفتگو کرتے ہوئے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ: رہا دعویٰ ضرورت اس کا حال یوں کھلتا ہے کہ ہندوستان کی نوجوان عورتیں جو بیوہ ہو جاتی ہیں باوجود یکہ انھیں شرعاً نکاح ثانیہ کی اجازت ہے۔ اپنی ایک جھوٹی رسم کی پیروی سے عمر بھر بیٹھی رہتی ہیں اس وقت نہ انھیں ضرورت سوجھتی ہے نہ یہی خیال آتا ہے کہ جوانی کیونکر کٹے گی نہ یہ کہ نان و نفقہ کہاں سے ملے گا مگر خاوند مفقود ہو تو یہ سب دعویٰ ہجوم کرتے ہیں اگر ضرورت کا دعویٰ سچا ہے تو وہاں کیونکر صبر ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام بیوہ عورتوں کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ جھوٹی رسم کی خاطر عمر بھر نکاح نہیں کرتیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن بعض عورتوں نے نکاح نہ کیا ہو ان کے لیے نان و نفقہ کے دوسرے ذرائع موجود ہوں یا وہ عمر رسیدہ خواتین ہوں اور ان کو اپنی عزت اور عصمت پر کسی اسیر پنجہ ہوس کے حملہ کا خطرہ نہ ہو لیکن اگر مفقود کی ایک نوجوان عورت کے پاس نان و نفقہ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور وہ اس پر فتن دور میں اپنی عصمت کو محفوظ رکھتے ہوئے کسب معاش نہیں کر سکتی اور وہ آپ سے پوچھتی ہے کہ اسلام میں اس کے اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ تو کیا آپ اس کو یہ بتلائیں گے کہ نوے سال تک تم بے سایہ دیوار بھوکی پیاسی بیٹھی رہو اور نوے سال گذرنے کے بعد جب تم بوڑھی فرتوت ہو جاؤ تو کسی مرد سے شادی کر لینا!

قرآن مجید کے مطالعہ سے اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کا نظریہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے

[1] بعض فقہاء نے عنین اور مفقود میں یہ فرق کیا ہے کہ مفقود میں خاوند کے مل جانے کی امید ہے اور عنین میں اس کے ٹھیک ہونے کی امید نہیں ہے لیکن یہ فرق باطل ہے کیونکہ ایک سال علاج کی مہلت کے بعد اگر عنین ٹھیک نہ ہو تو قاضی تفریق کر دیتا ہے حالانکہ ایک سال کے بعد اس کے ٹھیک نہ ہونے کی کوئی وحی نہیں اتری بلکہ اس کے بعد بھی اس کے ٹھیک ہونے کی امید ہے۔

[2] حضرت عمر کے رجوع کی حکایت صحیح نہیں ہے منہ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چار بیویوں کی اجازت دینے کے ساتھ ہی یہ حکم دیا ہے: فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ (نساء: ۱۲۹) "ایک بیوی کی طرف بالکل اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیوی کو معلق چھوڑ دو" اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بیوی کو معلق چھوڑ دینا از روئے قرآن ممنوع ہے، اور جب شوہر کی موجودگی میں عورت کو معلق چھوڑ دینے سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے تو شوہر کے مفقود ہونے کی صورت میں عورت کو معلق چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کب پسندیدہ ہو سکتا ہے! نیز اللہ تعالیٰ نے ایلاء میں زیادہ سے زیادہ چار ماہ مدت مقرر کی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر (البقرہ: ۲۲۶) "جو لوگ اپنی عورتوں سے دور رہنے کی قسم کھالیں وہ چار ماہ تک ٹھہر سکتے ہیں" چنانچہ فقہاء احناف اس آیت کی روشنی میں کہتے ہیں کہ اگر ایلاء کرنے والے نے چار ماہ کے اندر رجوع نہیں کیا تو چار ماہ پورے ہونے کے بعد عورت پر از خود طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ غور کیجئے خاوند موجود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو چار ماہ سے زیادہ بیوی سے دور رہنے کے التزام کی اجازت نہیں دیتا کہ اتنے عرصہ عورت اپنے شوہر کی مقاربت سے محروم رہنے کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہو جائے یا کہیں وہ عورت حدود اللہ سے تجاوز کے خطرہ میں نہ پڑ جائے تو خاوند کے مفقود ہونے کی شکل میں اسے نوے سال یا مدت العمر تک بغیر خاوند کے رکھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کب جائز ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ولا تمسکوھن ضرارًا (بقرہ: ۲۳۱) "جس کا منشاء صاف طور پر یہ ہے کہ رشتہ ازدواج میں ضرر نہیں ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کو نوے سال یا مدت العمر تک انتظار کا حکم دینے میں انتہا درجہ کا ضرر ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ (بقرہ: ۲۲۹) "اگر بیوی اور شوہر کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پس اگر عورت خلع کر کے علیحدہ ہو جائے تو دونوں پر کچھ حرج نہیں" اس آیت میں حدود اللہ کی حفاظت کو رشتہ ازدواج کے قیام پر مقدم رکھا گیا ہے اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس عورت کا شوہر برسوں سے مفقود ہو اس کے لیے حدود اللہ پر قائم رہنا نہایت دشوار ہے، ان تمام آیات میں جو اصول بیان کیے گئے ہیں ان کے مقاصد پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کو نوے سال یا ایک غیر معلوم مدت تک انتظار کرنے کا حکم دینا ایک نا عاقبت اندیشانہ اقدام ہے اور یہ حکم قرآن کی رُو سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور اس مسئلہ میں صحیح حکم وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے اور حضرت امام مالک، حضرت امام احمد کا مسلک ہے۔ اور یہی حضرت امام شافعی کا قول قدیم ہے اور اکثر فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنفیہ کا بھی مختار ہے۔

ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے مذہب پر فسخ نکاح کی صورتوں کا خلاصہ

ضرورت کی بناء پر ہم نے خاوند اور بیوی کے درمیان تفریق کی صورتیں بیان کی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱)۔ اگر کوئی شخص افلاس کی بناء پر بیوی کو نفقہ نہیں دے رہا اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا تو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے اور قاضی تفریق کر سکتا ہے۔

(۲)۔ اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا تو وہ قاضی کے ہاں مقدمہ کرے اور قاضی اس کے مفقود الخبر ہونے کا اطمینان کرنے کے بعد اسے چار سال انتظار کا حکم دے پھر عدت وفات کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے، امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے اسی پر فقہائے شافعیہ کا فتویٰ ہے۔

(۳)۔ اگر شوہر مفقود الخبر ہو اور عورت کے گذارے کے لیے بالکل خرچ نہ ہو تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے نزدیک

قاضی فی الفور تفریق کر دے گا، امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔

(۴)۔ اگر شادی کے بعد خاوند کسی طویل المیعاد بیماری میں مبتلا ہو گیا اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں تو عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور تفریق کر دے گا۔ یہ بھی امام مالک کا مذہب ہے۔

(۵)۔ اگر خاوند کو لمبی مدت کے لیے سزا ہو گئی اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں ہے تب بھی امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے گا۔

(۶)۔ خاوند غائب ہو اس کا پتا معلوم ہو اور اس سے ڈاک کا رابطہ بھی ہو اور وہ خوشحال بھی ہو لیکن تنگ کرنے کے لیے عورت کا خرچ نہ دے اور نہ اس کو طلاق دے، تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قاضی اس کو طلاق دے سکتا ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۷)۔ خاوند حاضر اور موجود ہو اور وہ مالدار بھی ہو لیکن عورت کو نفقہ دیتا ہو نہ طلاق دیتا ہو تو امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی طلاق نافذ کر دے گا۔

(۸)۔ عورت یہ ثابت کر دے کہ خاوند اس پر ظلم کرتا ہے مثلاً بلا وجہ مار پیٹ یا گالم گلوچ کرتا ہے تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے مذہب میں قاضی تفریق کر سکتا ہے۔

(۹)۔ ناچاقی کی صورت میں جب صلح کا امکان نہ رہے تو امام مالک کے نزدیک دو حکم مقرر کیے جائیں اور وہ اپنی صوابدید سے زوجین میں تفریق کر سکتے ہیں۔

(۱۰) مفقود الخبر اگر جنگی صفوں کے درمیان سے غائب ہوا ہے تو امام مالک کے نزدیک حاکم اس کو ایک سال بعد نکاح کی اجازت دے دے گا اس میں عدت وفات نہیں ہے۔

ان تمام صورتوں کا ہم نے ائمہ مذاہب کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سے اس پر دلائل قائم کر دیے ہیں۔

مذہب غیر پر عدالت کی طلاق کا حکم

امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مذاہب پر ہم نے جن دس صورتوں میں عورت کے مطالبہ پر قاضی کے طلاق دینے اور نکاح فسخ کرنے کا حق بیان کیا ہے ان صورتوں میں اگر پاکستان یا کسی اور اسلامی ملک کی عدالتوں میں سے کسی عدالت نے طلاق نافذ کر دی یا نکاح فسخ کر دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے، ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

فاما اذا کان من اھل الاجتھاد ینبغی ان یصح قضاءہ فی الحکم بالاجماع ولا یکون لقاض آخر ان یبطلہ لانہ لا یصدق علی النسیان بل یحمل علی انہ اجتھد فادی اجتھادہ الی مذھب خصمہ فقضی بہ فیکون قضاءہ باجتھادہ فیصح فی حادثۃ وھی محل

جب قاضی مجتہد ہو اور وہ اپنے امام کے علاوہ کسی اور امام کے مذہب کے مطابق کسی مقدمہ میں فیصلہ کر دے تو اس کا یہ فیصلہ بالاجماع صحیح ہے اور دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کے مسترد کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے بھول کر یہ فیصلہ کیا ہے بلکہ قاضی نے اس مسئلہ میں اجتہاد (غور و فکر) کیا اور اس کا

الاجتهاد برایه (الی قوله) لانفاق اهل الاجتهاد علی ان للقاضی ان یقضی فی محل الاجتهاد بما یؤدی الیہ اجتہادہ فکان هذا متفقا علی صحته ۔[1]

اجتہاد، دوسرے امام کے مذہب کے مطابق ہو گیا اور اس اس نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا لہٰذا جو مسائل محل اجتہاد ہیں ان میں اس کا یہ فیصلہ صحیح ہے، کیونکہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ قاضی محل اجتہاد میں اپنے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے، لہٰذا اس فیصلہ کی صحت پر اتفاق ہے۔

خاوند کے پیش نہ ہونے پر عدالت کی طلاق کا حکم

اگر ان دس صورتوں میں سے کسی صورت میں عورت قاضی کے ہاں فسخ نکاح کا دعویٰ کرے اور خاوند عدالت میں پیش نہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ خاوند کی طرف سے وکیل کر لیا جائے اور اگر وکیل نہیں کیا گیا اور عدالت نے عورت کے حق میں فیصلہ کر کے طلاق نافذ کر دی یا طلاق دے دی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چونکہ قضاء للغائب صحیح ہے اس لیے نکاح فسخ ہو جائے گا اور چونکہ فقہاء احناف کے نزدیک ضرورت کی بناء پر مذہب غیر پر عمل جائز ہے اور ان دس صورتوں کا تعلق ضرورت سے ہی ہے اس لیے احناف کے نزدیک بھی یہ طلاق واقع ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اذا رای القاضی المصلحة فی الحکم للغائب وعلیه فحکمه ینفذ لانه مجتهد فیه ۔[2]

جب قاضی غائب کے حق میں یا غائب کے خلاف فیصلہ کرنے میں مصلحت دیکھے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا، کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

میں نے اس مسئلہ میں کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ان مسائل میں عورتیں اور ان کے متعلقین پریشان پھرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بتلائیے جب خاوند عورت کو نہ آباد کرے نہ طلاق دے تو وہ کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے۔ یا ایک جوان عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا یا پاگل ہو گیا یا کسی اور لاعلاج مرض میں مبتلا ہو گیا یا کسی جرم کی وجہ سے اس کو عمر قید کی سزا ہو گئی اور اس کی بیوی کے خرچ کی کوئی سبیل نہیں، شوہر طلاق دینے کا اہل نہیں یا دیتا نہیں اور اس پر فتن دور میں وہ عورت عزت و آبرو کے ساتھ کسب معاش نہیں کر سکتی، بتلائیے وہ عورت کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟ تو ہمارے زمانے کے مفتی یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اسی شوہر کے نکاح میں بیٹھی رہے جب تک وہ طلاق نہیں دیتا وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی فقہ حنفی کا یہی حکم ہے۔ اور اگر وہ عورت عدالت میں چلی جائے اور شوہر پیش نہ ہو اور عدالت طلاق دیدے تو ہمارے زمانے کے مفتی اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی طلاق ہے۔ اس وجہ سے میرے دل میں مدت سے یہ تڑپ تھی کہ میں اس مسئلہ کا حل پیش کروں۔ صحیح مسلم میں

---

[1] علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۵، ص ۵، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۶۹-۳۶۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

نان ونفقہ سے متعلق حدیث کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اپنے اقوال میں بے شک اس مسئلہ کا حل نہیں ہے لیکن امام اعظم کے اقوال سے ہی فقہاء حنفیہ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا، قضاء کرنا اور عمل کرنا جائز ہے سو اس قاعدہ کی روشنی میں میں نے ائمہ ثلاثہ خصوصاً امام مالک اور امام احمد کے اقوال کے مطابق ان مسائل کا حل بیان کیا ہے اور میں نے صرف ان اقوال پر اکتفاء نہیں کی بلکہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے۔ میری یہ کاوش صرف اس لیے ہے کہ کوئی شخص اسلام کو ناقابل عمل دین نہ سمجھے بلکہ یہ یقین رکھے کہ اسلام میں ہر پیش آمدہ مشکل کا حل موجود ہے اگر ہم اس حل کو تلاش نہیں کر سکے تو یہ ہماری فہم اور مطالعہ کی کمی ہے۔ اسلام میں کوئی کمی نہیں ہے! اے اللہ! اس مقالہ کو نافع بنا، اسے قبول عام عطا فرما، اس کے مصنف، قاری اور معاون کی خطاؤں سے درگذر کر اور ان کے لیے دارین کی خیر اور سعادت کو مقدر کر دے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین قائد غر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ جَوَازِ خُرُوْجِ الْمُعْتَدَّةِ الْبَائِنِ وَالْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا فِى النَّهَارِ لِحَاجَتِهَا

معتدہ کے لیے بوقت ضرورت دن میں گھر سے نکلنے کا بیان

۳۶۱۵- وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَیْمُوْنٍ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ جُرَیْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ طُلِّقَتْ خَالَتِیْ فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰی فَجُدِّیْ نَخْلَكِ فَاِنَّكِ عَسٰی اَنْ تَصَدَّقِیْ اَوْ تَفْعَلِیْ مَعْرُوْفًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی تھی انھوں نے اپنے باغ کی کھجوروں کو توڑنے کا ارادہ کیا، انھیں گھر سے باہر نکلنے پر ایک شخص نے ڈانٹا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! تم اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لو، ہو سکتا ہے کہ تم اس میں سے صدقہ دو یا کوئی اور نیکی کرو۔

دوران عدت دن میں معتدہ کے گھر سے نکلنے میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور دوسرے فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ معتدہ بوقت ضرورت دن میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے، عدت وفات میں امام ابوحنیفہ بھی جمہور کے موافق ہیں اور جو عورت عدت طلاق ثلاثہ گزار رہی ہو اس کے بارے میں فرماتے ہیں وہ دن اور رات کے کسی وقت میں گھر سے باہر نہ نکلے۔[۱]

دوران عدت گھر سے باہر نکلنے کے عدم جواز پر امام ابوحنیفہ کی دلیل

امام ابوحنیفہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ولا یخرجن (طلاق ۱:۶۵)

"اور مطلقہ عورتیں خود بھی گھر سے نہ نکلیں" یہ آیت مطلقہ عورتوں کے گھر سے نہ نکلنے کے بارے میں صریح نص قطعی ہے اور بیوہ عورت کے بارے میں ایسی نص نہیں ہے، نیز بیوہ عورت کا نفقہ شوہر کے وارثوں کے ذمہ فرض نہیں ہے اس لیے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نفقہ کی جدوجہد میں دن کے وقت گھر سے باہر جا سکتی ہے، اس کے برخلاف مطلقہ عورت کا نفقہ چونکہ شوہر کے ذمہ فرض ہے اس لیے اس کو گھر سے نکلنے کی کوئی شرعی حاجت نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

حضرت جابر کی روایت کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر کی خالہ نے اپنے شوہر سے خلع کیا ہو اور خلع میں عدت کا نفقہ معاف کر دیا ہو اس وجہ سے وہ تلاش معاش میں باہر گئی ہوں اور اس قسم کے مسائل میں احناف کے نزدیک بھی رخصت ہے۔ ہدایہ اور فتح القدیر میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہو اور اب منسوخ ہو چکا ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر جو اس حدیث کے راوی ہیں خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ مطلقہ کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ابوالزبیر نے حضرت جابر سے پوچھا کیا مطلقہ اور بیوہ اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں حضرت جابر نے کہا نہیں! الحدیث، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر اپنی خالہ کے دوران عدت گھر سے باہر نکلنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور خود اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہے۔[۲] نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور وہ گھر سے جانا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو روک لو! اس نے کہا میں نہیں روک سکتا، فرمایا اس کو قید کر لو، کہا اس کے بھائی بہت طاقتور ہیں، فرمایا امیر سے مدد طلب کرو[۳] اور امام ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور عثمان حج اور عمرہ سے عورتوں کو روکتے تھے تاوقتیکہ وہ عدت پوری کر لیں۔[۴]

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۴۳۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۴۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۱۸۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

بَابُ انْقِضَاءِ عِدَّةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَغَيْرِهَا بِوَضْعِ الْحَمْلِ

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے

۳۶۱۶- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ حَرْمَلَةُ نَا وَقَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا وَعَمَّا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ فِي بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ ابْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِي أَرَاكِ مُتَجَمِّلَةً لَعَلَّكِ تَرْجِينَ النِّكَاحَ إِنَّكِ وَاللهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِي ذٰلِكَ

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے عمر بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ وہ حضرت سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں اور ان سے پوچھیں کہ جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کیا ارشاد فرمایا تھا، عمر بن عبد اللہ نے عبد اللہ بن عتبہ کو لکھا کہ میں نے حضرت سبیعہ سے جاکر دریافت کیا تھا، انھوں نے فرمایا کہ ان کا نکاح حضرت سعد بن خولہ عامری سے ہوا تھا، جو بنو عامر بن لوی سے تھے۔ حضرت سعد جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور حجۃ الوداع میں ان کا انتقال ہوگیا اس وقت وہ حاملہ تھیں اور ان کی وفات کے چند دنوں بعد وضع حمل ہوگیا، نفاس سے پاک ہونے کے بعد انھوں نے منگنی کرنے والوں کے لیے بناؤ سنگار کیا، اسی اثنا میں ان کے پاس بنو عبد الدار کے قبیلہ سے ابو السنابل بن بعکک نام کے ایک شخص آئے اور کہنے لگے: تم نے بناؤ سنگار کیوں کیا ہے؟ شاید تم نکاح کرنے کا ارادہ کر رہی ہو۔ قسم بخدا! تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ تمہارے چار ماہ اور دس دن پورے نہ ہوجائیں۔ سبیعہ کہتی ہیں جب حضرت ابو السنابل نے یہ کہا تو میں اپنے کپڑے سنبھال کر شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے میں نے یہ مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا جیسے ہی میرا حمل وضع ہوا میری عدت پوری ہوگئی اور فرمایا اگر میں چاہوں تو دوسرا نکاح کر سکتی ہوں، ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ اگر کوئی عورت وضع حمل ہوتے ہی دوسرا نکاح کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ اس وقت اس کا خون جاری ہو البتہ اس کا شوہر پاک ہونے سے

جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِيْنَ اَمْسَيْتُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَفْتَانِي بِاَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِيْنَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَاَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ اِنْ بَدَالِي قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَلَا اَرٰى بَاْسًا اَنْ تَتَزَوَّجَ حِيْنَ وَضَعَتْ وَاِنْ كَانَتْ فِي دَمِهَا غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتّٰى تَطْهُرَ۔

پہلے اس سے مقاربت نہیں کر سکتا۔

۳۶۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اجْتَمَعَا عِنْدَ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُمَا يَذْكُرَانِ الْمَرْاَةَ تُنْفَسُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عِدَّتُهَا اٰخِرُ الْاَجَلَيْنِ وَقَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ قَدْ حَلَّتْ فَجَعَلَا يَتَنَازَعَانِ ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَا مَعَ ابْنِ اَخِي يَعْنِي اَبَا سَلَمَةَ فَبَعَثُوْا كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ يَسْاَلُهَا عَنْ ذٰلِكَ فَجَاءَهُمْ فَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ وَاَنَّهَا ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَتَزَوَّجَ۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے اس مسئلہ میں گفتگو کر رہے تھے کہ اگر کسی عورت کے شوہر کی وفات کے چند روز بعد اس کا حمل وضع ہو جائے تو آیا اس کی عدت پوری ہو گی یا نہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کی عدت وہ مدت ہے جو دو مدتوں (عدت وفات اور وضع حمل کا زمانہ) میں نسبتاً زیادہ ہو اور ابو سلمہ کہہ رہے تھے کہ وضع حمل کے بعد اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے بھتیجے یعنی ابو سلمہ کے ساتھ ہوں۔ پھر انھوں نے حضرت ابن عباس کے غلام کریب کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا کریب نے آکر یہ بتلایا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت سبیعہ اسلمیہ کو اپنے شوہر کی وفات کے چند روز بعد نفاس آگیا (یعنی بچہ پیدا ہو گیا) انھوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے انھیں نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔

۳۶۱۸- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ اللَّيْثَ قَالَ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَاَرْسَلُوْا اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ وَلَمْ يُسَمِّ كُرَيْبًا۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں لیث کی روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کسی کو روانہ کیا اور کریب کا ذکر نہیں ہے۔

حاملہ بیوہ کی عدت میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام شافعی اور تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جیسے ہی حاملہ عورت کا وضع حمل ہو اسی وقت اس کی عدت ختم ہو جاتی ہے، خواہ وضع حمل سے ایک لحظہ پہلے اس کے خاوند کا انتقال ہوا ہو، اور خواہ بچہ کامل پیدا ہو یا ناتمام۔ البتہ حضرت علی، حضرت ابن عباس اور سحنون مالکی یہ کہتے ہیں کہ اس کی عدت دو عدتوں (عدت وفات اور عدت حمل) میں نسبتاً لمبی عدت ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشرا۔ "تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں چار ماہ دس دن تک عدت گذاریں"۔ یہ آیت عام ہے کہ بیوی حاملہ ہو یا غیر حاملہ جب خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور قرآن مجید کی دوسری آیت ہے: واولات الاحمال اجلھن یضعن حملھن۔ "حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے"۔ یہ آیت بھی عام ہے کہ عورت بیوہ ہو یا مطلقہ اس کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اور جو عورت بیوہ بھی ہو اور حاملہ بھی اس کی عدت کیا ہوگی؟۔ وضع حمل ہوگی یا چار ماہ دس دن، یہ دونوں آیتیں اس میں متعارض ہیں اس لیے یہاں سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور سنت یہ ہے کہ حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا جو بیوہ بھی تھیں اور حاملہ بھی اور خاوند کی وفات کے چند روز بعد ان کے ہاں بچہ ہو گیا تھا آپ نے وضع حمل کے بعد ان کو نکاح کی اجازت دے دی، اس سے معلوم ہوا کہ چار ماہ دس دن والی آیت غیر حاملہ کے ساتھ خاص ہے اور جس آیت میں حاملہ کی عدت کو وضع حمل تک بتایا ہے وہ اپنے عموم پر ہے خواہ وہ حاملہ عورت بیوہ ہو یا مطلقہ اس کی عدت وضع حمل ہے[1]۔ ظاہر ہے کہ دونوں آیتیں تعارض کی وجہ سے عموم پر نہیں رہ سکتی تھیں اب کس آیت میں تخصیص کی جائے گی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بیان کر سکتے ہیں، کیونکہ وہی شناسائے رمز الوہیت ہیں یہ مسئلہ حجیت حدیث پر بھی ایک واضح دلیل ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بَابُ وُجُوْبِ الْاِحْدَادِ فِيْ عِدَّةِ الْوَفَاةِ وَتَحْرِيْمِهٖ فِيْ غَيْرِ ذٰلِكَ اِلَّا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ

۳۶۱۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ قَالَ قَالَتْ زَيْنَبُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْهَا اَبُوْ سُفْيَانَ فَدَعَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةٌ خَلُوْقٌ اَوْ غَيْرُهٗ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ حَاجَةٌ غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا قَالَتْ زَيْنَبُ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا حِيْنَ تُوُفِّيَ اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ وَاللهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰى

بیوہ عورت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کی حرمت

حمید بن نافع کہتے ہیں کہ زینب بنت ابی سلمہ نے انھیں یہ تین احادیث بیان کی ہیں، حضرت زینب کہتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت ام حبیبہ نے پیلے رنگ کی ایک خوشبو منگائی اور ایک باندی نے وہ خوشبو ان کے رخساروں پر لگائی (وہ پیلے رنگ کی جسم سے چپکنے والی خوشبو دار کوئی چیز تھی) پھر انھوں نے کہا قسم بخدا مجھے اس خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ پھر میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، جب ان کے بھائی فوت ہوئے تو انھوں نے خوشبو منگا کر لگائی۔ پھر انھوں نے کہا قسم بخدا! مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں ہے البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں نے اپنی ماں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا ہے، وہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی

الْمِنْبَرِ لَا تُحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ
ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ
عَشْرًا فَقَالَتْ زَيْنَبُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهَا سَمِعْتُ اُمِّيْ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ
عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ
عَيْنُهَا اَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ اَوْ
ثَلَاثًا كُلَّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا
هِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَقَدْ كَانَتْ
اِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ
عَلٰى رَاْسِ الْحَوْلِ قَالَ حُمَيْدٌ فَقُلْتُ
لِزَيْنَبَ وَمَا تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَاْسِ
الْحَوْلِ فَقَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْاَةُ
اِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا
وَّلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيْبًا
وَّلَا شَيْئًا حَتّٰى يَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ تُؤْتٰى
بِدَابَّةٍ حِمَارٍ اَوْ شَاةٍ اَوْ طَيْرٍ
فَتَفْتَضُّ بِهٖ فَقَلَّ مَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ
اِلَّا مَاتَ ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطٰى بَعْرَةً فَتَرْمِيْ
بِهَا ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ
طِيْبٍ اَوْ غَيْرِهٖ

۳۶۲۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى
قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ
عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ زَيْنَبَ
بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا: یا رسول اللہ! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ ڈال سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا، نہیں! پھر فرمایا یہ سوگ چار ماہ دس دن تک ہے، زمانہ جاہلیت میں تو تم سال پورا ہونے کے بعد مینگنی پھینکا کرتی تھیں۔ حمید نے حضرت زینب سے پوچھا مینگنی پھینکنے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت زینب نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو وہ ایک تنگ مکان میں چلی جاتی تھی، خراب کپڑے پہنتی اور خوشبو وغیرہ نہ لگاتی تھی۔ جب اس طرح ایک سال گزر جاتا تو اس کے پاس ایک گدھا، بکری یا کوئی اور جانور یا پرندہ لایا جاتا تو وہ اس پر ہاتھ پھیرتی، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس پر وہ ہاتھ پھیرتی تھی وہ مر جاتا تھا پھر وہ اس مکان سے باہر آتی اس کو مینگنی دی جاتی جس کو پھینک دیتی، پھر اس کے بعد وہ خوشبو یا کسی اور چیز کا استعمال کرتی۔

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے کسی رشتہ دار کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے پیلے رنگ کی خوشبو منگا کر اپنی کلائیوں پر لگائی، اور انھوں نے کہا میں یہ اس لیے کر رہی

قَالَتْ تُوُفِّيَ حَمِيمٌ لِأُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَدَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْهُ بِذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ إِنَّمَا أَصْنَعُ هٰذَا لِأَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا حَدَّثَتْهُ زَيْنَبُ عَنْ أُمِّهَا وَعَنْ زَيْنَبَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَنِ امْرَأَةٍ مِّنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا جو عورت بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے حضرت زینب نے اس حدیث کو اپنی والدہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت زینب یا ازواج مطہرات میں سے کسی سے روایت کیا۔

۳۶۲۱ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُحَدِّثُ عَنْ أُمِّهَا أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَخَافُوْا عَلٰى عَيْنِهَا فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنُوهُ فِي الْكُحْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَكُونُ فِي شَرِّ بَيْتِهَا فِي أَحْلَاسِهَا أَوْ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا فِي بَيْتِهَا حَوْلًا فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعْرَةٍ فَخَرَجَتْ أَفَلَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

حضرت زینب بنت ام سلمہ، اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں انھوں نے کہا کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اس کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی اور لوگوں کو اس کی آنکھوں (میں شدت مرض) کا خدشہ ہوا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پہلے) تم بدترین کوٹھڑی میں چلی جاتی تھیں اور ایک برس تک بدترین چادر پہنے رہتی تھیں اور ایک سال کے بعد جب کوئی کتا گزرتا تو اس پر مینگنی مار کر باہر آتی تھیں، اب تم سے چار ماہ دس دن بھی نہیں ٹھہرا جاتا۔

۳۶۲۲ ۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ بِالْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا حَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ فِي الْكُحْلِ وَحَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ وَأُخْرٰى مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يُسَمِّهَا زَيْنَبُ نَحْوَ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ

ایک اور سند سے حمید بن نافع حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری زوجہ سے دونوں حدیثیں حسب سابق بیان کرتے ہیں لیکن اس میں محمد بن جعفر کی روایت کی طرح حضرت زینب کا ذکر نہیں ہے۔

بْنِ جَعْفَرٍ۔

۳۶۲۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَأُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا تَذْكُرَانِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّ ابْنَةً لَهَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنُهَا فَهِيَ تُرِيدُ أَنْ تَكْحُلَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ وَإِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو عرض کیا: یارسول اللہ! میری لڑکی کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے وہ اس میں سرمہ ڈالنا چاہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے تم سال بھر کے بعد مینگنی پھینکا کرتی تھیں یہ تو صرف چار مہینے اور دس دن ہیں۔

۳۶۲۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا أَتَى أُمَّ حَبِيبَةَ نَعِيُّ أَبِي سُفْيَانَ دَعَتْ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْ بِهِ ذِرَاعَيْهَا وَعَارِضَيْهَا وَقَالَتْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا غَنِيَّةً سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

حضرت زینب بنت ابی سلمہ بیان کرتی ہیں کہ جب ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر آئی تو آپ نے تیسرے دن خوشبو منگا کر اپنے ہاتھوں اور رخساروں پر لگا لی۔ اور فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ اپنے خاوند (کی موت) پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

۳۶۲۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ

نافع کہتے ہیں کہ صفیہ بنت ابی عبید نے حضرت حفصہ یا حضرت عائشہ یا ان دونوں سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِي عُبَيْدٍ حَدَّثَتْهُ عَنْ حَفْصَةَ اَوْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَوْ عَنْ كِلْتَيْهِمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَوْ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا۔

وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالٰی اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو یا اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لائی ہو اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے خاوند کے۔

۳۶۲۶ - وَحَدَّثَنَاهُ شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ نَافِعٍ بِاِسْنَادِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ مِثْلَ رِوَايَتِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے۔

۳۶۲۷ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَا نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِي عُبَيْدٍ اَنَّهَا سَمِعَتْ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَابْنِ دِيْنَارٍ وَزَادَ فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

حضرت حفصہ بنت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی مثل سابق ہے۔

۳۶۲۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ جَمِيْعًا عَنْ نَافِعٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک اور سند سے صفیہ بنت ابی عبید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے حسب سابق روایت کی ہے۔

بِمَعْنٰی حَدِیْثِهِمْ۔

۳۶۲۹۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی وَ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَعَمْرُو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُبْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِیَحْیَی قَالَ یَحْیَی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجِهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔

۳۶۳۰۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِیْعِ قَالَ نَا ابْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِیَّةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَاَةٌ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَّصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَّلَا تَکْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِیْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت تین دن سے زیادہ میت پر سوگ نہ کرے البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے، رنگ کے کپڑے نہ پہنے۔ رنگین بُنے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے، سرمہ نہ لگائے نہ خوشبو لگائے البتہ حیض سے طہارت کے وقت کچھ خوشبو لگا سکتی ہے

۳۶۳۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ کِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَا عِنْدَ اَدْنٰی طُهْرِهَا نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ حیض سے طہارت کے وقت کچھ خوشبو لگا سکتی ہے

۳۶۳۲۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا اَیُّوْبُ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع

عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّ لَا نَكْتَحِلُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا نَلْبَسُ ثَوْبًا مَّصْبُوْغًا وَّ قَدْ رُخِّصَ لِلْمَرْاَةِ فِيْ طُهْرِهَا اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَّحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔

کیا گیا ہے، البتہ شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ کا حکم ہے۔ سرمہ لگائیں نہ خوشبو لگائیں، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں۔ البتہ عورت جب حیض سے غسل کرے تو خوشبودار چیز سے غسل کرنے کی اجازت ہے۔

بیوہ عورت کے سوگ میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور جمہور کے نزدیک ہر بیوہ عورت پر سوگ کرنا واجب ہے خواہ وہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا۔ صغیرہ ہو یا کبیرہ، کنواری ہو یا ثیبہ، آزاد ہو یا باندی، مسلمہ ہو یا کافرہ، اور امام ابوحنیفہ اور بعض مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ سوگ مسلمان عورت کے ساتھ خاص ہے کتابیہ پر واجب نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو وہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے، اس حدیث میں آپ نے سوگ کو اہل ایمان کے ساتھ خاص کر لیا ہے نیز امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ باندی بیوی اور صغیرہ پر بھی سوگ نہیں ہے، نیز اس پر اجماع ہے کہ ام ولد یا لونڈی کا شوہر جب فوت ہو جائے تو اس پر سوگ نہیں ہے۔ اور جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اس میں اختلاف ہے، امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے اس پر سوگ نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے اس پر سوگ ہے۔[1]

علامہ نووی نے بعض صورتوں میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ صحیح نہیں بیان کیا، مثلاً امام ابوحنیفہ کے نزدیک باندی بیوی پر بھی سوگ ہے۔ علامہ نووی نے اس کے برعکس بیان کیا ہے۔

بیوہ اور مطلقہ کے سوگ میں فقہاء احناف کا مسلک

علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی بیان کرتے ہیں کہ مکلفہ مسلمہ خواہ منکوحہ باندی ہو، خاوند کے فوت ہونے پر یا نکاح کے منقطع ہونے پر سوگ کرے گی، ہر چند کہ سوگ کا حکم خاوند کے فوت ہونے پر ہے لیکن مطلقہ یا بائنہ بھی بناؤ سنگار سے پرہیز کرے گی کیونکہ بناؤ سنگار نکاح کی رغبت دلاتا ہے اور عدت کے دوران اس کو نکاح کے لیے پیش ہونے سے روکا گیا ہے۔ سوگ میں وہ زیورات، ریشمی کپڑے، خوشبو، تیل اور کنگھی پٹی سے پرہیز کرے گی سرمہ اور مہندی بھی نہیں لگائے گی۔ مجنونہ پر سوگ نہیں ہے، مالک کے فوت ہونے کے بعد ام ولد پر بھی سوگ نہیں ہے، جو عورت عدت گزار رہی ہو اس کو صراحتہً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے اور جو عورت طلاق کی عدت گزار رہی ہو اس کو گھر سے نکلنے کی مطلق اجازت نہیں، دن میں نہ رات میں، اور جو عورت عدت وفات گزار رہی ہو وہ بوقت ضرورت دن یا رات میں نکل سکتی ہے، لیکن رات کا اکثر حصہ گھر میں گزارے، اس کو اجازت

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۷ - ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

اس لیے دی ہے کہ وہ اپنے اخراجات کی خود ذمہ دار ہے اس کے برخلاف مطلقہ کے اخراجات کا کفیل اس کا خاوند ہوتا ہے اس لیے اس کو گھر سے باہر نکلنے کی مطلقاً اجازت نہیں ہے جب مطلقہ عدت گذار لے تو اس کے اور خاوند کے درمیان حجاب ضروری ہے کیونکہ طلاق بائن یا مغلظہ کے بعد وہ اجنبی عورت کی طرح ہے [۱]

[۱] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، حصلہ در مختار علی رد المحتار ج ۲ ص ۸۵۵ - ۸۴۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

جلد ثالث

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ اللِّعَانِ

۳۶۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِىَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ اِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ اَرَاَيْتَ يَا عَاصِمُ لَوْ اَنَّ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَسَلْ لِيْ يَا عَاصِمُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَاصِمٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتّٰى كَبُرَ عَلٰى عَاصِمٍ مَّا سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ اِلٰى اَهْلِهٖ جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا عَاصِمُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ لَمْ تَاْتِنِيْ بِخَيْرٍ قَدْ كَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْئَلَةَ الَّتِيْ سَاَلْتُهُ عَنْهَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللّٰهِ لَا اَنْتَهِيْ حَتّٰى اَسْاَلَهُ عَنْهَا فَاَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتّٰى اَتٰى رَسُوْلَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر عجلانی حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس آئے اور کہا اے عاصم یہ بتاؤ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ اس مرد کو قتل کر دے (اور اگر وہ ایسا کرے) تو تم اس شخص کو قتل کر دو گے! پھر وہ کیا کرے؟ اے عاصم تم میری خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کرو۔ حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسائل کا دریافت کرنا برا سمجھا اور ان کی مذمت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب حضرت عاصم پر شاق گذرا، جب حضرت عاصم اپنے گھر پہنچے تو ان کے پاس حضرت عویمر آئے اور پوچھا اے عاصم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کیا تھا، آپ نے اس کو ناگوار سمجھا، حضرت عویمر نے کہا، بخدا میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گا جب تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ نہ پوچھ لوں! پھر حضرت عویمر لوگوں کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا اس کو قتل کر دے (اگر وہ ایسا کرے) تو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا أَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُوْنَهٗ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَزَلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَّأْمُرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتْ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ۔

آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے؟ پھر وہ کیا کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو گیا ہے، جاؤ اپنی بیوی کو لے کر آؤ! حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے لعان کیا، میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عویمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اب اگر اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا۔ پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب دینے سے پہلے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ پھر لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ رائج ہو گیا۔

۳۶۳۴ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ عُوَيْمِرًا الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ بَنِيْ عَجْلَانَ أَتٰى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَّأَدْرَجَ فِي الْحَدِيْثِ قَوْلَهٗ وَكَانَ فِرَاقُهٗ إِيَّاهَا بَعْدُ سُنَّةً فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَزَادَ فِيْهِ قَالَ سَهْلٌ وَّكَانَتْ حَامِلًا وَّكَانَ ابْنُهَا يُدْعٰى إِلٰى أُمِّهٖ ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ أَنَّهٗ يَرِثُهَا وَتَرِثُ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهَا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر انصاری رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو عجلان سے تھے وہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس سند کے ساتھ حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عویمر کا اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا بعد میں لعان کرنے والوں میں رائج اور معمول بن گیا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کی بیوی حاملہ تھی اور اس بچہ کو ماں کی طرف منسوب کیا گیا تھا، پھر یہ طریقہ ہو گیا کہ ایسا بچہ ماں کا وارث ہوتا تھا اور ماں اس کی وارث ہوتی تھی۔

۳۶۳۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَعَنِ السُّنَّةِ فِيهِمَا عَنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَخِي بَنِي سَاعِدَةَ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا وَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهٖ وَزَادَ فِيهِ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَا شَاهِدٌ وَّقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّاْمُرَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكُمُ التَّفْرِيقُ بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ۔

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو وہ کیا کرے اس کے بعد وہی قصہ مروی ہے اور اس روایت میں یہ زیادہ ہے کہ دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں بھی اس موقع پر موجود تھا اور اس حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشاد کرنے سے پہلے اس نے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعان کرنے والوں کے درمیان اس طرح علیحدگی ہو گی۔

۳۷۳۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِي ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فِي اِمْرَةِ مُصْعَبٍ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا قَالَ فَمَا دَرَيْتُ مَا اَقُولُ فَمَضَيْتُ اِلٰى مَنْزِلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ اسْتَاْذِنْ لِي قَالَ اِنَّهٗ قَائِلٌ فَسَمِعَ صَوْتِي قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ادْخُلْ فَوَاللّٰهِ مَا جَاءَ بِكَ هٰذِهِ السَّاعَةَ اِلَّا حَاجَةٌ فَدَخَلْتُ فَاِذَا هُوَ مُفْتَرِشٌ بَرْذَعَةً مُّتَوَسِّدًا وِّسَادَةً

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے مصعب بن زبیر کے زمانہ خلافت میں لعان کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ان میں تفریق کر دی جائے گی؟ سعید کہتے ہیں مجھے اس کا جواب معلوم نہیں تھا۔ میں مکہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر گیا، میں نے لڑکے سے کہا میرے لیے اجازت طلب کرو! اس نے کہا وہ اس وقت سو رہے ہیں، حضرت ابن عمر نے میری آواز سن لی اور پوچھا کیا ابن جبیر ہیں؟ میں نے کہا جی! انھوں نے فرمایا اندر آ جاؤ، بخدا تم بغیر کسی ضروری کام کے اس وقت نہیں آئے ہو گے! میں اندر گیا تو دیکھا انھوں نے ایک کمبل بچھایا ہوا تھا اور تکیہ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا اے ابوعبدالرحمان! کیا لعان کرنے والوں میں تفریق کر دی جاتی ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا سبحان اللہ! ہاں! سب سے پہلے جس

حَشْوُهَا لِيفٌ قُلْتُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُتَلَاعِنَانِ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ نَعَمْ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اَنْ لَّوْ وَجَدَ اَحَدُنَا امْرَاَتَهُ عَلٰى فَاحِشَةٍ كَيْفَ يَصْنَعُ اِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِاَمْرٍ عَظِيمٍ وَّاِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَنْ مِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِي سَاَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيتُ بِهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰؤُلَاءِ الْاٰيٰتِ فِي سُورَةِ النُّورِ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِ وَوَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ وَاَخْبَرَهُ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ قَالَ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَاَخْبَرَهَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ قَالَتْ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنَّهُ لَكَاذِبٌ فَبَدَاَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْاَةِ فَشَهِدَتْ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا۔

نے اس کا سوال کیا وہ فلاں بن فلاں تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ تبلائیے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو بے حیائی کا کام کرتے دیکھے تو کیا کرے؟ اگر کسی سے کہے تو ایک بہت بڑی بات کہے گا اگر چپ رہے تو اتنی بڑی بات پر کیسے چپ رہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا، بعد میں وہ شخص پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ سے جس چیز کا سوال کیا تھا وہ صورت حال اب مجھے خود پیش آگئی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ آیت نازل فرمائی والذین یرمون ازواجھم الآیۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس پر تلاوت فرمائی اور اس کو وعظ و نصیحت کی اور اس کو سمجھایا کہ دنیا کی سزا (حد قذف) آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے۔ اس شخص نے کہا قسم اس ذات کی جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے میں نے اس پر جھوٹ نہیں باندھا۔ پھر آپ نے اس عورت کو بلایا اور اس کو وعظ و نصیحت کی اور فرمایا دنیا کی سزا (حد زنا) آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے۔ اس نے کہا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے یہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے۔ پھر آپ نے مرد سے ابتداً کی اور اس نے چار مرتبہ گواہی دی کہ بخدا وہ سچا ہے اور پانچویں بار کہا اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر آپ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے، اس نے چار بار یہ گواہی دی کہ یہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہا کہ اگر یہ سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب نازل ہو، پھر آپ نے دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔

۳۶۳۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن زبیر

قَالَ نَا عِیْسَى بْنُ یُوْنُسَ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ اَبِیْ سُلَیْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ قَالَ سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَیْنِ زَمَنَ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَلَمْ اَدْرِ مَا اَقُوْلُ فَاَتَیْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقُلْتُ اَرَاَیْتَ الْمُتَلَاعِنَیْنِ اَیُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِیْثِ ابْنِ نُمَیْرٍ۔

کے زمانۂ خلافت میں مجھ سے لعان کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا مجھے اس کا جواب معلوم نہیں تھا میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا میں نے کہا مجھے یہ بتلائیے کہ لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کی جائے گی؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۳۶۳۸ ۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ یَحْیٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِیَحْیٰى قَالَ یَحْیٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُتَلَاعِنَیْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِیْلَ لَكَ عَلَیْهَا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالِیْ قَالَ لَا مَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَیْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَاِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَیْهَا فَذَاكَ اَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا قَالَ زُهَیْرٌ فِیْ رِوَایَتِهٖ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ سَعِیْدَ ابْنَ جُبَیْرٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: تمہارا حساب اللہ پر ہے تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، تمہارا اس عورت پر اب کوئی حق نہیں ہے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور میرا مال؟ آپ نے فرمایا اب مال میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے اگر تم سچے ہو تو وہ مال اس کی فرج کے عوض میں ہے اور اگر تم جھوٹے ہو تو مال کا مطالبہ بہت بعید ہے! زہیر کی سند میں کچھ تغیر و تبدل ہے۔

۳۶۳۹ ۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے آدمی اور اس کی بیوی میں تفریق کر دی، اور فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں

قَالَ فَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَخَوَیْ بَنِی الْعَجْلَانِ قَالَ اللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّ اَحَدَکُمَا کَاذِبٌ فَھَلْ مِنْکُمَا تَائِبٌ۔

سے ایک کاذب ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟

۳۶۴۰۔ حَدَّثَنَاہُ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ اَیُّوْبَ سَمِعَ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ اللِّعَانِ فَذَکَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لعان کے بارے میں سوال کیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت کی

۳۶۴۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِلْمِسْمَعِیِّ وَابْنِ مُثَنّٰی قَالُوْا نَا مُعَاذٌ وَھُوَ ابْنُ ھِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ عَزْرَۃَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ لَمْ یُفَرِّقْ مُصْعَبٌ بَیْنَ الْمُتَلَاعِنَیْنِ قَالَ سَعِیْدٌ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فَقَالَ فَرَّقَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَخَوَیْ بَنِی الْعَجْلَانِ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت مصعب بن زبیر نے لعان کرنے والوں میں تفریق نہیں کی۔ سعید کہتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے فریقوں میں تفریق کر دی تھی۔

۳۶۴۲۔ وَحَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَا نَا مَالِکٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاللَّفْظُ لَہٗ قَالَ قُلْتُ لِمَالِکٍ حَدَّثَکَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَاَتَہٗ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَھُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِاُمِّہٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے لعان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور بچے کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔

۳۶۴۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَاعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَ امْرَاَتِهٖ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری اور اس کی عورت کے درمیان لعان کرایا اور ان کے درمیان تفریق کر دی۔

۳۶۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۶۴۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَنَا لَيْلَةَ جُمُعَةٍ فِي الْمَسْجِدِ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ جَلَدْتُّمُوْهُ اَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوْهُ وَاِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلٰى غَيْظٍ وَاللّٰهِ لَاَسْئَلَنَّ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ جَلَدْتُّمُوْهُ اَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ سَكَتَ سَكَتَ عَلٰى غَيْظٍ قَالَ اللّٰهُمَّ افْتَحْ وَجَعَلَ يَدْعُوْ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ اللِّعَانِ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ فَابْتُلِيَ بِهٖ ذٰلِكَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کی شب مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک انصاری نے آکر کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے تو وہ کیا کرے؟ اگر وہ یہ بات کہے تو تم اس کو (حد قذف میں) کوڑے لگاؤ گے اور اگر اس کو قتل کرے تو تم اس کو (قصاص میں) قتل کر دو گے، اور اگر وہ خاموش رہے تو سخت غیظ و غضب میں خاموش رہے گا، بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کا حل پوچھوں گا، دوسرے دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا اور کہا اگر کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو پائے اور یہ واقعہ ذکر کرے تو آپ لوگ اس کو کوڑے لگائیں گے اور اگر قتل کر دے تو آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے اور اگر وہ خاموش رہے تو سخت غیظ و غضب میں خاموش رہے گا، آپ نے فرمایا: اے اللہ اس مسئلہ کو کھول دے اور آپ دعا کرتے رہے حتیٰ کہ لعان کی آیت نازل ہو گئی، (ترجمہ:) "وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس بجز ان کے اور کوئی گواہ نہیں ہے"۔ پھر وہ شخص اس مسئلہ سے دوچار ہو گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی بیوی کو لے کر آیا اور ان دونوں

الرَّجُلُ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ فَجَاءَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاعَنَا فَشَهِدَ الرَّجُلُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ثُمَّ لَعَنَ الْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ فَذَهَبَتْ لِتَلْعَنَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ فَأَبَتْ فَلَعَنَتْ فَلَمَّا أَدْبَرَا قَالَ لَعَلَّهَا أَنْ تَجِيءَ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا فَجَاءَتْ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا۔

نے لعان کیا۔ مرد نے چار مرتبہ یہ گواہی دی کہ بنجا وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ لعنت کرتے ہوئے کہا اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر عورت نے لعان کرنا شروع کیا اور کہا کہ یہ جھوٹوں میں سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رک جا! (ذرا سوچ کر لعان کر) وہ عورت نہیں مانی اور اس نے لعان کیا جب وہ دونوں چلے گئے تو آپ نے فرمایا اس کے ہاں سیاہ فام اور گھنگر یالے بالوں والا بچہ پیدا ہوگا اور اس کے ہاں سیاہ فام گھنگریالے بالوں والا ہی بچہ پیدا ہوا۔

ف: اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی سے مطلع فرمایا تھا کہ اس کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوگا یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت کشفیہ دی تھی جس سے آپ مستقبل میں ہونے والے واقعات کو جان لیتے تھے۔ علماء اہل سنت جو آپ کے بارے میں علم غیب کے قائل ہیں اس کا یہی مطلب ہے۔

۳۶۴۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۳۶۴۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَنَا أُرٰى أَنَّ عِنْدَهُ مِنْهُ عِلْمًا فَقَالَ إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَذَفَ امْرَأَتَهُ بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ وَكَانَ أَخَا الْبَرَاءِ ابْنِ مَالِكٍ لِأُمِّهِ فَكَانَ أَوَّلَ رَجُلٍ لَاعَنَ فِي الْإِسْلَامِ وَقَالَ فَلَاعَنَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے اس خیال سے پوچھا کہ انھیں معلوم ہوگا انھوں نے کہا کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی جو حضرت براء بن مالک کے اخیافی بھائی تھے۔ اور یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے اسلام میں لعان کیا، انھوں نے اس عورت سے لعان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کو دیکھتے رہنا اگر اس کے ہاں سفید رنگ کا سیدھے بالوں اور سرخ آنکھوں والا بچہ پیدا ہوا تو وہ ہلال بن امیہ کا ہے اور اگر سرمگیں آنکھوں اور گھنگر یالے بال پتلی پنڈلیوں والا بچہ

أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَبْيَضَ سَبِطًا وَضِيءَ الْعَيْنَيْنِ فَهُوَ لِهِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْدًا حَمْشَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ قَالَ فَأُنْبِئْتُ أَنَّهَا جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْدًا حَمْشَ السَّاقَيْنِ۔

ہو تو وہ شریک بن سحماء کا ہے، حضرت انس کہتے ہیں اس کے ہاں سرمگیں آنکھوں، گھنگریالے بال اور پتلی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا۔

۳۶۴۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ ابْنِ الْمُهَاجِرِ وَعِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيَّانِ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رُمْحٍ قَالَا أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو إِلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ أَهْلِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيتُ بِهٰذَا إِلَّا لِقَوْلِي فَذَهَبَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبِطَ الشَّعْرِ وَكَانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَ عِنْدَ أَهْلِهِ خَدْلًا آدَمَ كَثِيرَ اللَّحْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ فَوَضَعَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَهَا فَلَاعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کا تذکرہ کیا گیا، حضرت عاصم بن عدی نے اس سلسلہ میں کچھ کہا پھر چلے گئے پھر ان کے پاس ان کے قبیلہ کا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے پاس ایک اجنبی مرد کو پایا ہے، حضرت عاصم کہنے لگے میں اپنی بات کی وجہ سے اس معاملہ میں پڑا، وہ اس شخص کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتلایا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو دیکھا ہے، یہ شخص زرد رو، دبلا پتلا اور سیدھے بالوں والا تھا اور جس شخص کے ساتھ اس نے اپنی بیوی کو متہم کیا تھا، بھری بھری پنڈلیوں والا، گندمی رنگت والا اور فربہ بدن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! تو اس مسئلہ کا حل بیان فرما! پھر اس عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ اس شخص کے مشابہ تھا جس پر اس شخص نے تہمت لگائی تھی، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپس میں لعان کیا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا یہ وہی عورت تھی جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں بغیر گواہوں کے کسی عورت کو سنگسار کرتا تو اس عورت کو کرتا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا نہیں! وہ عورت تو وہ تھی جو اسلام لانے کے بعد علی الاعلان بدکاری کرتی تھی۔

فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي الْمَجْلِسِ أَهِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوءَ۔

۳۶۴۹- وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ ذُكِرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ كَثِيرًا اللَّحْمِ قَالَ جَعْدًا قَطَطًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لعان کرنے والوں کا تذکرہ کیا گیا، باقی روایت حسب سابق ہے صرف اتنا اضافہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی وہ فربہ جسم اور سخت گھنگریالے بالوں والا تھا۔

۳۶۵۰- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ وَذُكِرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ ابْنُ شَدَّادٍ أَهُمَا اللَّذَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُهَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ أَعْلَنَتْ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ

عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے لعان کرنے والوں کا ذکر کیا گیا تو ابن شداد نے کہا: کیا یہ وہی تھے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی شخص کو بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا! حضرت ابن عباس نے فرمایا نہیں! وہ عورت علی الاعلان بدکاری کرتی تھی۔

اللہ تعالٰی عنہما ۔

۳۶۵۱ - حدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا عبد العزیز یعنی الدراوردی عن سھیل عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان سعد بن عبادۃ الانصاری قال یا رسول اللہ ارایت الرجل یجد مع امراتہ رجلا یقتلہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قال سعد بلی والذی اکرمک بالحق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمعوا الی ما یقول سیدکم ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ بتلایئے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو کیا اس کو قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! حضرت سعد نے کہا کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے (اس کو قتل کر دینا چاہیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟

۳۶۵۲ - وحدثنی زھیر بن حرب قال نا اسحاق بن عیسی قال نا مالک عن سھیل عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال یا رسول اللہ ان وجدت مع امراتی رجلا امھلہ حتی اتی باربعۃ شھداء قال نعم ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پاؤں تو کیا میں اس کو اتنی مہلت دوں گا کہ چار گواہ لے کر آؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

۳۶۵۳ - حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال نا خالد بن مخلد عن سلیمان بن بلال قال حدثنی سھیل عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالی عنہ یا رسول اللہ لو وجدت مع اھلی رجلا لم امسہ حتی اتی باربعۃ شھداء قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم قال کلا والذی بعثک بالحق ان کنت لاعاجلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھوں تو کیا میں اسے اس وقت تک ہاتھ نہ لگاؤں جب تک کہ چار گواہ نہ لے آؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! انہوں نے کہا ہرگز نہیں قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں تو اس سے پہلے اس کو تلوار سے قتل کر دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں یہ غیرت دار ہے، میں اس سے زیادہ غیرت دار

بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوْا إِلٰى مَا يَقُوْلُ سَيِّدُكُمْ إِنَّهُ لَغَيُوْرٌ وَّأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ ۔

ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔

۳۶۵۴ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَأَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ كَامِلٍ قَالَا نَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَّعَ امْرَأَتِيْ لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ عَنْهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ فَوَاللّٰهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ مِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَخْصَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلَا شَخْصَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ اللّٰهُ الْمُرْسَلِيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَلَا شَخْصَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر میں نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھا تو میں بغیر کسی چشم پوشی کے تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو، قسم بخدا! میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی غیرت کے سبب سے بے حیائی کے تمام ظاہری اور باطنی کاموں کو حرام کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی عذر کو قبول کرنے والا نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا ہے جو بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

۳۶۵۵ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ غَيْرَ مُصْفِحٍ وَّلَمْ يَقُلْ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں "غیر مصفح" اور "عنہ" نہیں ہے۔

عَنْهُ ۔

۳۶۵۶- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ فَأَنّٰى أَتَاهَا ذٰلِكَ قَالَ عَسٰى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ قَالَ وَهٰذَا عَسٰى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو فزارہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کے ہاں ایک سیاہ فام لڑکا پیدا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں، کہا ہاں! فرمایا وہ کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا سرخ رنگ کے ہیں! آپ نے فرمایا کیا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا ان میں خاکی رنگ کا بھی ہے، آپ نے فرمایا وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا شاید (اس اونٹ کے آباؤ اجداد) کی کسی رگ نے اس کو گھسیٹ لیا! آپ نے فرمایا ہو سکتا ہے تیرے بچے میں بھی کسی رگ نے یہ رنگ گھسیٹ لیا ہو!

۳۶۵۷- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ مَعْمَرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَدَتِ امْرَأَتِي غُلَامًا أَسْوَدَ وَهُوَ حِينَئِذٍ يُعَرِّضُ بِأَنْ يَّنْفِيَهُ وَزَادَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ قَالَ لَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الْاِنْتِفَاءِ مِنْهُ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے مگر معمر کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ ایک شخص نے درپردہ اپنے نسب کی نفی کرتے ہوئے کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی نے ایک سیاہ فام لڑکا جنا ہے اور اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نسب منتفی کرنے کی اجازت نہیں دی۔

۳۶۵۸۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنّٰى هُوَ قَالَ لَعَلَّهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَكُونُ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی نے ایک کالے رنگ کے لڑکے کو جنا ہے میں اس کو اپنا لڑکا نہیں مانتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا ان کا کیا رنگ ہے؟ اس نے کہا سرخ رنگ کے ہیں آپ نے فرمایا کیا ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟ اس نے کہا: ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کہاں سے آ گیا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! شاید کسی رگ نے اس کو گھسیٹ لیا ہوگا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید اس کو بھی کسی رگ نے گھسیٹ لیا ہو!

۳۶۵۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنٌ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان کی ہے۔

لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لعان کا لفظ لعن سے ماخوذ ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ بددعا کا کلمہ ہے، اور لکھتے ہیں کہ لعان کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے تو امام اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرائے اور مرد سے ابتداء کرے، مرد چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اس نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں صادق ہوں، جب وہ چار بار یہ قسم کھالے تو پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ زنا کی اس تہمت لگانے میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر عورت کو کھڑا کیا جائے اور وہ چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس پر گواہ بناتی ہوں کہ اس

شخص نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ لعان کے بعد وہ عورت اس شخص سے بائنہ ہو جائے گی اور کبھی اس شخص کے لیے حلال نہیں ہو گی، اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ اس عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔[1]

لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ لعان کا شرعی معنی ہے ایسی شہادات جو قسموں سے مؤکد ہوں اور لعنت کے ساتھ مقرون ہوں، اور امام شافعی فرماتے ہیں یہ وہ قسمیں ہیں جو لفظ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں، امام شافعی کے نزدیک اس میں قسم کی اہلیت شرط ہے اس لیے مسلمان اور اس کی کافر بیوی اور کافر اور کافرہ اور غلام اور اس کی بیوی میں بھی لعان ہو جاتا ہے، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس میں شہادت کی اہلیت شرط ہے اس لیے لعان ایسے مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ کے ساتھ خاص ہے جس پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔[2]

لعان کی وجہ تسمیہ

مرد لعنت کا لفظ کہتا ہے اور عورت غضب کا لفظ کہتی ہے اور اس مسئلہ کا عنوان لعان بنایا گیا ہے حالانکہ آیت میں لعنت اور غضب دونوں الفاظ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء مرد سے ہوتی ہے اور وہ لعنت کا لفظ کہتا ہے اور مرد کی جانب قوی ہے نیز لعان کرنے نہ کرنے کا مدار مرد ہی پر ہوتا ہے اور عورت کو غضب کے لفظ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ مرد کی نسبت عورت کا جرم بڑا ہے مرد اگر جھوٹا ہو تو وہ حد قذف کا مستحق ہے اور اگر عورت جھوٹی ہو تو وہ سنگسار کی جانے کی مستحق ہے۔[3]

بلاضرورت سوالات کو ناپسند کرنا

حدیث نمبر ۳۶۳۳ میں ہے حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھے تو کیا کرے آیا اس کو قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس سوال کو ناپسند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عاصم کو اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا اور وہ یہ سوال بلاضرورت کر رہے تھے اور اس کے جواب میں کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کی پردہ دری ہے یا کسی بے حیائی کے کام کی اشاعت ہے اور کسی مسلمان مرد یا عورت کی برائی کا ذکر ہے، البتہ جن مسائل میں مسلمان مبتلا ہوں اور وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے سوال کریں تو اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاکراہت جواب دیتے تھے۔

زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور یہ متحقق ہو جائے کہ اس نے زنا کیا ہے اور وہ شخص اس سبب سے اس زانی کو قتل کر دے تو جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اس پر قصاص لازم آئے گا الا یہ کہ وہ زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کر دے یا مقتول کے ورثاء اس کے زنا کا اعتراف کر لیں۔ اور یہ شرط بھی ہے کہ وہ زانی شادی شدہ ہو یہ دنیاوی ضابطہ

---

[1] سید محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی نزیل مصر، تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۳۳۵ - ۳۳۴ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۰، " " "

ہے اور اگر وہ سچا ہے تو آخرت میں اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔ بعض شوافع کا قول یہ ہے کہ جو شخص بھی سلطان کی اجازت کے بغیر کسی شادی شدہ زانی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔[۱]

امام ابوحنیفہ کا قول جمہور کے موافق ہے، اگر دو شخص گواہی دیں کہ اس شخص نے فلاں آدمی کو زنا کے سبب سے قتل کیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس سے قصاص لیا جائے گا اور امام احمد کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے۔[۲]

جمہور کی دلیل ابن ماجہ کی روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت سعد کے جواب میں فرمایا تلوار کافی گواہ ہے، پھر فرمایا نہیں! مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشہ اور غیرت میں آکر دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کردیں گے۔[۳]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب سے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، البتہ جس پر چار گواہوں سے زنا ثابت ہو جائے اس کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ مباح الدم ہے اس لیے اس صورت میں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، لیکن کسی شخص کو بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ مؤاخذہ کا مستحق ہوگا۔

لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام مالک امام شافعی اور ان کے موافقین کا یہ نظریہ ہے کہ نفس لعان سے، لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے، امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تفریق ہو جاتی ہے اور امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ مرد کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق ہو جاتی ہے۔ سحنون مالکی کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہے، اور امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، ایک میں احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے میں شوافع کے ساتھ۔[۴]

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ وجیز میں لکھا ہے کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محرر، نظم، رعایتین، حاوی صغیر، فروع وغیرہ کتب حنابلہ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم تفریق نہ کرے۔ خرقی (المغنی ابن قدامہ کا متن) کا بھی مختار ہے۔ قاضی، شریف، ابوالخطاب اور ابن البناء وغیرہم فقہاء حنابلہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب اور دوسری کتب حنابلہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور انتصار میں لکھا ہے کہ عام اصحاب حنابلہ کا بھی یہی مختار ہے۔[۵]

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۴۴۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

۳۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۴۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۵۔ علامہ علاؤ الدین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ، انصاف ج ۹ ص ۲۵۲-۲۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۷ھ

فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی جس میں پہلے لعان کا واقعہ درج ہے، حضرت ابن عمر نے لعان کی کارروائی بیان کرنے کے بعد فرمایا ثم فرق بینھما - "پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی"۔[1]
امام بخاری نے حضرت ابن عمر کی اس روایت کو سعید بن جبیر سے بھی روایت کیا ہے[2] اور نافع سے بھی۔[3] نافع سے دو روایات ذکر کی ہیں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

عن نافع ان ابن عمر اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرق بین رجل وامراتہ قذفھا و احلفھا۔[4]

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعان کے بعد تفریق نہ فرماتے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ لعان میں یہ بیان کیا ہے کہ لعان کے بعد حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کذبت علیھا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[5] "یا رسول اللہ! (لعان کے بعد) اگر اب میں اس کو اپنے نکاح میں رکھوں تو پھر میں جھوٹا قرار پاؤں گا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی" اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[6]
ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے یا رسول اللہ فرماتے اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہو گئی۔

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذھب فلا سبیل لک علیھا "جاؤ اب اس عورت پر تمہاری ملکیت نہیں ہے" اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کو رد کر دیا، یعنی اب تمہاری اس پر ملکیت نہیں ہے اس لیے طلاق واقع نہیں ہو گی۔[7]

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] 〃 〃 〃 صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۱، 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۱، 〃 〃
[5] 〃 〃 〃 صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۰، 〃 〃
[6] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ
[7] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کی اس دلیل کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شرح مسلم میں علامہ نووی کی اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کے تین طلاقیں دینے کے بعد فرمایا "لاسبیل لك علیھا" اور یہ کہ یہ جملہ حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت میں موجود ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ جملہ حضرت ابن عمر کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ہے۔

اللہ یعلم ان احدکما کاذب۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فلا سبیل لك علیھا" کا حضرت عویمر کی دی گئی تین طلاقوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے نہ یہ تین طلاقوں پر رد ہے، اس معاملہ میں علامہ نووی نے ایک کھلا ہوا مغالطہ کھایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "لا سبیل لك علیھا" جس حدیث میں ہے وہ حسب ذیل ہے:

عن سعید بن جبیر قال سالت ابن عمر عن المتلاعنین فقال، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للمتلاعنین حسابکما علی اللہ احدکما کاذب' لا سبیل لك علیھا الحدیث۔[2]

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے لعان کرنے والوں کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا "تمہارا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور اس عورت پر اب تمہاری ملکیت نہیں ہے۔

اس حدیث سے نہ صرف یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا سبیل لك علیھا" کا تعلق حضرت عویمر کے قصہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان نفس لعان سے تفریق نہیں ہوئی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوئی ہے۔

نفس لعان سے تفریق نہ ہونے پر ایک واضح دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ اگر نفس لعان سے تفریق ہو جاتی تو آپ ان تین طلاقوں کو مسترد کر دیتے، امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سھل بن سعد فی ھذا الخبر فطلقھا ثلث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[3]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۲-۴۵۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۱-۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

علامہ نووی نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ دوسری روایت میں ہے: ففارقھا "حضرت عویمر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے" لیکن یہ تین طلاقیں دینے کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابن شہاب کی حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے ظاہر ہے[1] اس لیے اس روایت کا یہ لفظ بھی علامہ نووی اور شوافع کے مسلک کے لیے مفید نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر کی بکثرت روایات مذکور ہیں (حدیث نمبر ۳۶۳۹ تا ۳۶۴۴) جن میں تصریح ہے کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق کی، اور یہ موقف احناف کی واضح دلیل ہیں اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے موقف پر کوئی حدیث نہیں ہے۔

لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۶۴۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے لعان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء تابعین اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے بعد بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا جائیگا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور باپ سے اس کا نسب منتفی ہوگا۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ عامر شعبی، محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ نے اس مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کیا ہے کیونکہ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو اس لیے لعان کرنے والے شخص سے ہی نسب ثابت ہوگا، لیکن ان کے خلاف یہ حدیث جمہور کی قوی دلیل ہے اور اس قاعدہ میں اس حدیث سے تخصیص کی جائے گی۔ البتہ ایک اور اختلاف یہ ہے کہ ماں سے نسب اس وقت منتفی ہو گا جب بچہ پیدا ہوتے ہی یا زیادہ دن گزرنے سے پہلے مرد اس کا انکار کر دے، امام ابوحنیفہ نے دن مقرر نہیں کیے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں سات دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ اور امام محمد فرماتے ہیں چالیس دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ یعنی اس سے پہلے انکار کا شرعاً اعتبار ہوگا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیدا ہوتے ہی فوراً انکار کر دیا تو اس کا انکار شرعاً معتبر ہوگا ورنہ نہیں[2]

حدیث نمبر ۳۶۵۶ میں ہے کہ بنو فزارہ کے ایک شخص کے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا اس نے اس رنگ کی وجہ سے بچہ کے نسب پر شبہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کے اونٹوں کا رنگ کیسا ہے اس نے کہا سرخ۔ آپ نے پوچھا کیا اس میں کوئی خاکی اونٹ بھی ہے اس نے کہا ہے! آپ نے فرمایا وہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا اس نے کوئی رگ کھینچ لی ہو گی۔ آپ نے فرمایا تمہارے بچے نے بھی کوئی رگ کھینچ لی ہو گی!

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(ا) محض کسی بدگمانی کی بنا پر شوہر کو بچہ کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

(ب) مشابہت حجت شرعیہ نہیں ہے اور اس کا ثبوت نسب میں اعتبار نہیں ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

(ج) یہ حدیث صحت قیاس کی دلیل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ کے مقابلہ میں انسان کے بچوں کو اونٹ کے بچوں پر قیاس کیا ہے۔

(د) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے خانگی معاملات میں اپنے استاذ یا شیخ سے مشورہ کرنا چاہیے۔

اگر یہ شبہ ہو کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو بغیر کسی قیاس کے بتا دیتے کہ یہ اس اعرابی کا بچہ ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس اس لیے فرمایا کہ مذکورہ بالا مسائل ثابت ہو جائیں اور جس وجہ سے اعرابی کو شبہ ہو رہا تھا اس کا اسی کے جواب سے ازالہ ہو جائے۔ اور اپنے علم کو ظاہر کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی سے فرمایا تھا کہ تمہارا باپ حذافہ ہی ہے۔ ایک اور شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا تمہارا باپ شیبہ کا مولی سالم ہے۔ [۱]

الحمد للہ علی احسانہ آج مورخہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ بمطابق ۵ مئی ۱۹۸۸ء، شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث کی تصنیف مکمل ہو گئی۔ الہ العالمین شرح صحیح مسلم کی باقی جلدوں کی تصنیف کی بھی توفیق ارزانی فرما اور اس شرح کو اپنی اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول فرما اور رہتی دنیا تک تمام مسلمانوں کے لیے اس کی افادیت اور اس سے استفادہ کو عام کر دے۔ اے بارِ الہ! مصنف کی اس سعی کو خاص اپنی رضا کے لیے رکھ، اے اللہ! مصنف کی مغفرت فرما، جن لوگوں نے اس کار خیر میں مصنف کا تعاون کیا ان کی مغفرت فرما۔ اس کتاب کے قارئین اور اس سے فائدہ اٹھانے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ مصنف کے والدین، اساتذہ، کتب حدیث و تفسیر کے تمام مصنفین کی مغفرت فرما۔ تمام فقہاء، مجتہدین اور شارحین کتب حدیث کی مغفرت فرما۔ الہ العالمین دنیا و آخرت کی ہر خیر ہمارا مقدر کر دے۔ آمین یا رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۔ ۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزے میں انجکشن لگوانے کے حکم کے متعلق ضمیمہ

معدہ کے عمل اور انجکشن میں تقابل اور تجزیہ

اگر ڈرپ کے ذریعہ گلوکوز کا انجکشن لگوایا جائے تو انسان کے جسم میں غذا پہنچ جاتی ہے، اور اگر کیلشیم، فولاد، بی کمپلکس، یا دیگر حیاتین کے انجکشن لگوائے جائیں تو جسم میں وہ طاقت اور توانائی پہنچ جاتی ہے جو غذا سے مقصود ہوتی ہے، اور اگر ادویات پر مشتمل انجکشن لگوائے جائیں تو جسم میں دوا پہنچ جاتی ہے، جس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

جب ہم منہ کے ذریعہ غذا کھاتے ہیں تو وہ غذا معدہ میں پہنچ جاتی ہے اور ہضم کے مراحل طے ہونے کے بعد اس غذا سے گلوکوز بن جاتا ہے اور قدرتی نظام کے تحت وہ گلوکوز ہمارے خون میں شامل ہوجاتا ہے جس سے ہم کو طاقت اور توانائی حاصل ہوتی ہے، اور منہ کے ذریعہ ہم جو دوا کھاتے ہیں انہضام کے بعد وہ دوا بھی ہمارے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور یہ خون سر سے پیر تک قدرتی نظام کے تحت ہمارے پورے جسم میں گردش کرتا ہے جس کی وجہ سے ہم میں حرکت اور عمل کی قوت برقرار رہتی ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ غذا کی افادیت اس پر موقوف ہے کہ وہ ہضم کے بعد گلوکوز کی شکل میں ہمارے جسم میں پہنچ جائے، ہماری غذا میں معدنیات مثلاً کیلشیم، فاسفورس، فولاد اور دیگر معدنیات ہوتے ہیں اور حیاتین بھی ہوتے ہیں انہی پر طاقت اور توانائی کا حصول موقوف ہوتا ہے، ہضم کے بعد قدرتی نظام کے تحت یہ تمام معدنیات، اور حیاتین ہمارے خون میں شامل ہو جاتے ہیں اگر ان معدنیات اور حیاتین کی مقدار خون میں کم ہو جائے تو ہم جسمانی کمزوری اور مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں، پہلے ان معدنیات اور حیاتین کے حصول کا ذریعہ صرف غذا تھی اور معدہ کے عمل ہضم کے ذریعہ ان معدنیات اور حیاتین کا قدرتی نظام سے خون تک پہنچنا تھا، اسی طرح غذا سے گلوکوز کا حصول بھی معدہ کے عمل پر موقوف تھا، لیکن فرض کیجیے اگر کسی کا معدہ صحیح کام نہ کرے یا بالکل معطل ہو جائے یا اس کے منہ یا ناک یا حلق میں السریا ناسور ہو جس کی وجہ سے غذا کو معدہ تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو پہلے اس مشکل کا کوئی حل نہ تھا لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام سے میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ ان تمام مشکلات کا حل مہیا ہو گیا، اب کیمیاوی طریقوں سے گلوکوز، معدنیات اور تمام اقسام کے حیاتین بنا لیے گئے ہیں اور عمل معدہ کی وساطت کے بغیر ان کو براہ راست انجکشن کے ذریعہ خون میں پہنچانے کا طریقہ دریافت کر لیا گیا ہے، اس لیے اب اگر کسی شخص کا معدہ فیل ہو جائے یا کسی بیماری کی وجہ سے معدہ تک غذا نہ پہنچائی جا سکے تو انجکشن کے ذریعہ اس کو گلوکوز کی ڈرپ لگا دی جاتی ہے اور اس شخص کے جسم کو برابر غذا ملتی رہتی ہے بلکہ زیادہ سرعت اور سہولت کے ساتھ اس کے خون میں براہ راست گلوکوز شامل ہو جاتا ہے۔ یہی حال حیاتین اور معدنیات کا ہے اگر معدہ صحیح کام نہ کرتا ہو اور وہ غذا میں موجود حیاتین اور معدنیات کو حاصل نہ کر سکے اور وہ فضلات کے ذریعہ جسم سے خارج ہو جائیں اور انسان ان کی کمی کی وجہ سے

کمزوری اور بیماری کا شکار ہو جائے تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ انجکشن کے ذریعہ اُن مطلوبہ حیاتین اور معدنیات کو اس کے خون میں شامل کر دیا جائے۔

دُوا کے جو انجکشن دیے جاتے ہیں ان میں بھی یہی صورت حال کار فرما ہے بعض اوقات جلدی اور فوری اثر مطلوب ہوتا ہے اور منہ کے ذریعہ دُوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گزرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف موثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مر جاتا ہے اور بعض اوقات معدہ کی سست یا ناقص کارکردگی کے باعث یہ توقع نہیں ہوتی کہ معدہ کے عمل ہضم کے بعد قدرتی نظام کے تحت وہ دُوا خون میں شامل ہو جائے گی اسی لیے ان تمام مراحل کو ترک کر کے انجکشن کے ذریعہ براہِ راست وہ دُوا خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہاء کے اصول سے استدلال

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ دُوا، گلوکوز یا طاقت اور توانائی کے جو انجکشن لگائے جاتے ہیں ان انجکشنوں سے وہی مقصود حاصل ہوتا ہے جو منہ کے ذریعے دوا یا غذا کے معدہ تک پہنچنے سے حاصل ہوتا ہے بلکہ انجکشن کے ذریعہ یہ مقصد معدہ کی بہ نسبت بہت جلد اور بہ احسن وجوہ پورا ہوتا ہے، ہمارے قدیم فقہاء اور ائمہ مجتہدین نے اگر انجکشن لگوانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار نہیں دیا تو وہ اس میں معذور تھے، کیونکہ ان کے زمانہ میں انجکشن ایجاد نہیں ہوا تھا تاہم ان کے بیان کردہ بعض اصولوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ کھانا، پینا صورۃً ہو یا معنیً اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انجکشن کے ذریعہ معنیً دوا یا غذا حاصل ہوتی ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

لان انتقاض الشیء عند فوات رکنہ امر ضروری وذلک بالاکل والشرب والجماع سواء کان صورۃً ومعنیً او صورۃً لا معنیً او معنیً لا صورۃً الخ[1]

کسی چیز کے رکن کے فوت ہو جانے سے اس چیز کا ٹوٹ جانا بدیہی امر ہے اور یہ (یعنی روزہ ٹوٹنا) کھانے اور پینے اور جماع سے ہوتا ہے، خواہ یہ صورۃً اور معنیً ہو یا صرف صورۃً ہو معنیً نہ ہو یا صرف معنیً ہو صورۃً نہ ہو۔

نیز ہمارے فقہاء نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ پر آلۂ تناسل رگڑے اور اس کو انزال ہو جائے یا اس کو بوسہ دے یا اس کو آغوش میں لے اور اس کو انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے کیونکہ اس کا یہ فعل معنیً جماع ہے، اس لیے کہ اس فعل سے قضاءِ شہوت ہو جاتی ہے (اگرچہ یہ فعل صورۃً جماع نہیں ہے اسی لیے اس پر کفارہ نہیں ہے) اسی اصول کے مطابق ہم کہتے ہیں کہ انجکشن لگوانے سے خون میں دوا یا غذا پہنچ جاتی ہے اور منہ کے ذریعہ معدہ میں دوا یا غذا پہنچانے سے بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ خون میں دُوا یا گلوکوز پہنچے اس لیے دوا یا غذا کھانے کا مقصد انجکشن لگوانے سے بدرجہ اتم پورا ہو جاتا ہے اس لیے انجکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ یہ صرف معنیً مفطر ہے صورۃً مفطر نہیں ہے اس لیے اس میں بھی صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، ہم نے فقہاء کے بیان کردہ جس مسئلہ پر قیاس کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

ولو جامع امرأته فيما دون الفرج فانزل او باشرها او قبلها او لمسها بشهوة فانزل يفسد صومه وعليه القضاء ولا كفارة عليه وكذا اذا فعل ذالك فانزلت المرأة لوجود الجماع من حيث المعنى وهو قضاء الشهوة بفعله وهو المس۔ [1]

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے فرج کے ماسوا میں جماع کیا اور اس کو انزال ہوگیا، یا اس کو لپٹایا یا اس کو بوسہ دیا یا اس کو شہوت سے چھوا اور اس کو انزال ہوگیا تو اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے، اسی طرح اس صورت میں اگر عورت کو انزال ہوگیا (تو اس پر بھی قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے) کیونکہ یہ من حیث المعنی جماع ہے کیونکہ اس کے چھونے سے اس کی شہوت پوری ہوگئی اور یہی جماع کا مقصد ہے۔

منافذ اصلیہ کے اشکال کا جواب

باقی رہا یہ اشکال کہ ہمارے فقہاء نے معنیً کھانا پینا اس کو قرار دیا ہے کہ انسان کے جسم کے منافذ اصلیہ (مثلاً منہ، ناک، کان اور دبر) سے کوئی چیز اس کے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچ جائے اور اگر کسی مصنوعی سوراخ سے کوئی دوا یا غذا معدہ اور دماغ کے سوا جسم کے کسی حصہ میں پہنچ جائے تو یہ ان کے نزدیک معنیً کھانا پینا نہیں ہے اور نہ اس سے ان کے نزدیک روزہ ٹوٹتا ہے۔ [2]

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے قدیم فقہاء رحمہم اللہ کے زمانہ میں انجکشن کی موجودہ ترقی یافتہ شکل نہیں تھی اسی لیے وہ اس حکم لگانے میں معذور تھے، ان کے زمانہ میں معدہ تک غذا پہنچنے کا معروف ذریعہ یہی منافذ اصلیہ تھے، اور کسی مصنوعی سوراخ سے خون میں دوا یا غذا پہنچانے کا ان کے زمانہ میں کوئی تصور نہ تھا، اب یہی دیکھئے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک معدہ سے مثانہ میں پیشاب کا پسینہ کی طرح ترشح ہوتا ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک معدہ سے مثانہ کی طرف منفذ ہے[3] ظاہر ہے کہ پیٹ سے مثانہ کی طرف پیشاب آنے کا جو بھی طریقہ ہے وہ نفس الامری اور واقعی ہے اور ایک معین طریقہ ہے، وہ کسی کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے، اسی طرح علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ جوف دماغ میں دوا یا غذا پہنچنے سے روزہ اس لیے ٹوٹتا ہے کہ دماغ سے پیٹ تک ایک منفذ ہے اس لیے دماغ پیٹ کے زوایا میں سے ایک زاویہ ہے[4] حالانکہ اب تو جسم کے ایک ایک رگ و ریشہ کا مشاہدہ ہوچکا ہے اور یہ ثابت ہوگیا ہے کہ دماغ اور پیٹ میں کوئی منفذ نہیں ہے جس سے دماغ میں آئی ہوئی کوئی چیز پیٹ میں چلی جائے یہ سب قدیم فقہاء کا ظن اور قیاس تھا، لیکن اب جبکہ جدید سائنسی طبی تحقیقات کی بنیاد پر ہر چیز کے متعلق مشاہدات پر مبنی تازہ ترین معلومات مہیا ہوگئی ہیں تو اب بھی اسی پرانی لکیر کو پیٹتے رہنا کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہے، ہمارے قدیم فقہاء تو روزہ کے معاملہ میں اتنے حساس اور محتاط تھے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر استنجاء کرتے وقت کسی کی انگلی تر تھی اور وہ زیادہ

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۰ھ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] اگر جوف دماغ یا جوف معدہ میں خشک دوا پہنچے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جوف معدہ یا جوف دماغ میں دوا پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا، (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳) اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر جسم میں کسی اور جگہ تر دوا پہنچے تو اس سے کسی کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اسی پر انجکشن کو قیاس کیا جاتا ہے۔

[3] ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۰ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، 〃 〃 〃 〃

اندر چلی گئی تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا[1] تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ گلوکوز کی ڈرپ لگوانے پر روزہ ٹوٹنے کا فتویٰ نہ دیتے!

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال

یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ غذا یا دوا کے لیے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنے کی قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی ہے احادیث اور آثار میں بغیر کسی قید کے مطلقاً یہ حکم ہے کہ الفطر مما دخل "کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے" عام ازیں کہ وہ چیز جسم کے کسی حصہ میں بھی داخل ہو ماسوا جسم کے ان حصوں کے جن کا شارع علیہ السلام نے خود استثناء کر دیا ہے مثلاً آنکھ میں سرمہ ڈالنے کی اجازت دی ہے (آنکھ میں دوا ڈالنے کو بھی اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔) یا مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کی اجازت ہے، ان حصوں اور ان چیزوں کے سوا جسم کے جس حصہ میں کسی طریقہ سے بھی دوا یا غذا پہنچائی گئی تو ان احادیث اور آثار کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا وہ احادیث اور آثار یہ ہیں:

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا عائشة هل من كسرة فاتيته بقرص فوضعه على فيه وقال يا عائشة هل دخل بطنى منه شىء كذلك قبلة الصائم انما الافطار مما دخل وليس مما خرج رواه ابو يعلى۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے؟ میں آپ کے پاس روٹی کی ایک ٹکیا لے کر آئی، آپ نے اسے کو منہ پر رکھ کر فرمایا: اے عائشہ! بتاؤ اس سے کوئی چیز میرے پیٹ میں گئی؟ یہی معاملہ روزہ دار کے بوسہ دینے کا ہے، روزہ صرف کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے خارج ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وقال ابن عباس وعكرمة الفطر مما دخل وليس مما خرج۔[3]

حضرت ابن عباس اور عکرمہ بیان کرتے ہیں روزہ کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے خارج ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابن عباس کے اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ[4] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود قال: انما الوضوء مما خرج والصوم مما دخل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وضو (ٹوٹنے) کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو خارج ہوں اور روزہ (ٹوٹنے) کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو داخل ہوں ان سے تعلق

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج [illegible] ص [illegible]، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، [illegible]

[2] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۷، مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۵۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۶۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ولیس مما خرج۔[1]
نہیں ہے جو خارج ہوں۔

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر

الفتاوی الاسلامیہ (ج ۱ ص ۸۹، ج ۵ ص ۱۷۵۰، مطبوعہ مصر) یسئلونک فی الدین والحیاۃ۔ (ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ بیروت)۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ (ج ۲ ص ۶۵۸، مطبوعہ بیروت) اور فتاوی نوریہ (ج ۲ ص ۱۲۲-۱۰۷، مطبوعہ لاہور) میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک منافذ اصلیہ کے علاوہ کسی اور سوراخ سے معدہ اور دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا قدیم فقہاء کے زمانہ میں گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور معدنیات یا دوا کے خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ صرف معدہ کا عمل ہضم تھا اس لیے انھوں نے غذا یا دوا کے لیے معدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اگر ان کے زمانہ میں کیمیاوی طریقوں سے معدہ کی وساطت کے بغیر براہ راست گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور ادویات کے براہ راست خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ ہوتا تو وہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم بطریق اولیٰ لگاتے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ پہلے صرف ہوا کی وساطت سے سامع تک آواز پہنچنے کا ذریعہ تھا، اور جب لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوا تو بجلی کی وساطت سے دور تک آواز پہنچانے کا ذریعہ دریافت ہو گیا، اس لیے متقدمین فقہاء کی تصانیف میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے اور پڑھنے کا ذکر نہیں ہے لیکن متاخرین نے اس کو اشتراک علت کی وجہ سے جائز قرار دیا، اسی طرح پہلے نظر کی عینک لگا کر قرآن مجید پڑھنے کا تصور نہیں تھا دوربین سے چاند دیکھنے کا تصور نہیں تھا، لیکن جب یہ آلات ایجاد ہو گئے تو اشتراک علت کی بناء پر احکام شرعیہ میں ان سے استفادہ کیا جانے لگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں اونٹوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کیا جاتا تھا، اور اسی کے لحاظ سے مسافت قصر کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے اب ریل اور ہوائی جہاز سے مسافت قصر کے احکام مرتب ہوتے ہیں کیونکہ مسافت قصر کی علت ان تمام سواریوں میں مشترک ہے اسی طرح معدہ میں غذا یا دوا جانے کے بعد کھانے پینے کا مقصد تب پورا ہوتا ہے جب گلوکوز اور دوا خون میں شامل ہو جائے اور یہ مقصد انجکشن کے ذریعہ بدرجہ اتم پورا ہوتا ہے اور جب مقصد دونوں میں مشترک ہے تو دونوں سے روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ روزے میں انجکشن لگوانے سے صرف روزہ کی قضاء لازم ہو گی کفارہ لازم نہیں ہو گا، میں نے کافی غور و فکر کرنے کے بعد یہ مسئلہ اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین اکرم الاولین و الآخرین وعلی الہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ الکاملین وازواجہ امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ و امتہ اجمعین۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مباحث کفو کے متعلق ضمیمہ

غیر کفو میں نکاح کے جواز کے متعلق میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں ایک طویل بحث لکھی تھی، سوئے اتفاق سے اس میں مجھ سے کچھ تسامح ہو گئے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو میں نے غلطی سے ہاشمی لکھ دیا تھا، اسی طرح مبسوط کے ایک حوالے میں بھی تسامح ہو گیا تھا اور دو جگہ عبارات مضطرب اور متعارض تھیں، بہر حال خطاء اور نسیان سے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مبرأ اور منزہ ہے اور یا پھر انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ معصوم ہیں، الحمد للہ غلطی سے رجوع کرنے میں میرا نفس کبھی حجاب نہیں بنا، اس بحث میں کتابت کی بعض اغلاط بھی رہ گئی تھیں، ان تمام چیزوں کی اس ایڈیشن میں اصلاح کر دی گئی ہے، اور میں ان احباب اور دوستوں کا ممنون ہوں جنھوں نے مجھے ان مسامحات کی طرف متوجہ کیا، اور اصحاب علم سے التماس ہے کہ اگر انھیں کوئی اور غلط بات نظر آئے تو مجھے اس غلطی سے مطلع کریں، میں جس مسئلہ میں بھی کوئی رائے قائم کرتا ہوں تو اس کی بنیاد قرآن مجید اور احادیث رسول ہیں اور اجماع اور قیاس سے بھی استدلال کرتا ہوں، تاہم بالفرض اگر کسی مسئلہ میں میری رائے قرآن، حدیث یا اجماع مجتہدین کے خلاف ہو تو میری رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اصل حجت قرآن، حدیث اور اجماع مجتہدین ہے۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر میں نے جن وجوہ سے استدلال کیا تھا، بعض اہل علم نے ان وجوہ پر کچھ مناقشات وارد کیے ہیں میں اس ضمیمہ میں ان مناقشات کے جوابات لکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے حق اور صواب لکھنے کی توفیق دے، اور پڑھنے والوں کو حق اور صداقت کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فاقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذالکم۔ اور ان (محرمات) کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئیں۔ (نساء: ۲۴)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ ما کی وضع عموم کے لیے ہے، اس لیے اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو لڑکی غیر کفو میں ہو اس سے نکاح کرنا بھی حلال ہے کیونکہ وہ ان محرمات کے علاوہ ہے، اس استدلال پر یہ مناقشہ کیا گیا ہے کہ اس آیت میں

ے۔ ان مسائل سے مراد عصری مسائل ہیں، امام ابوحنیفہ جن مسائل کا استنباط کر چکے ہیں وہ مفروغ عنہا ہیں، البتہ امام ابوحنیفہ سے جن مسائل میں دیگر اکابر احناف نے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے ان کا معاملہ الگ ہے، یا جن مسائل میں ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے اقوال پر فتویٰ دیا گیا ہے ان کا معاملہ بھی جدا ہے۔

صرف دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے سے منع نہیں فرمایا لہٰذا اس استدلال کی رو سے ان کو نکاح میں جمع کرنا بھی جائز ہونا چاہیے، حالانکہ احادیث میں ان کو نکاح میں جمع کرنے کی بھی ممانعت ہے، اسی طرح اس آیت میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں سے نکاح کو حرام فرمایا ہے، حالانکہ رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی رضاعی پھوپھی اور رضاعی بھانجی سے بھی احادیث میں نکاح کرنے کی ممانعت ہے اور جب اس عام سے اتنی چیزوں کی تخصیص کر لی گئی تو پھر یہ عام نہ رہا اور اس سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال صحیح نہ ہوا۔

امام رازی نے اس اشکال کے دو جواب دیے ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کی حرمت بیان کی گئی ہے جن کی حرمت دائمی اور ابدی ہے اور جن عورتوں کی حرمت کسی امر عارض کی وجہ سے لاحق ہوتی ان کو بیان نہیں کیا، مثلاً کسی لڑکی اور اس کی خالہ سے الگ الگ نکاح کرنا جائز تھا حرمت اس اجتماع کی وجہ سے عارض ہوئی، اسی طرح جو عورت عدت میں ہے یا جو مطلقہ ثلاثہ ہے یا چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرنا یا آزاد عورت کے اوپر لونڈی سے نکاح کرنا، ان سب سے ایک امر عارض کی بناء پر نکاح حرام ہوا فی نفسہٖ ان سب سے نکاح جائز تھا، اور ان سب کی حرمت کی وجوہ قرآن اور سنت میں بیان کر دی گئی ہیں، اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کو بیان کیا ہے جن سے دائماً نکاح حرام ہے اس لیے اس آیت کے عموم پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ خالہ اور بھانجی وغیرہ کو جمع کرنے کی ممانعت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت میں داخل ہے کیونکہ جمع کرنے کی ممانعت کی علت دونوں میں مشترک ہے کیونکہ بہنوں میں فطرۃً قرابت اور محبت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی سوکن ہونا اس قرابت کے منافی ہے، اسی طرح خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کی قرابت بھی سوکنا پے کے منافی ہے۔ [1]

امام رازی نے رضاعت کا اشکال نہیں وارد کیا کیونکہ اس کے بھی یہی دو جواب ہیں رضاعت کے رشتوں میں دائمی اور ابدی حرمت نہیں ہوتی بلکہ رضاعت عارض ہونے کی وجہ سے حرمت لاحق ہوتی ہے مثلاً ایک شخص اگر کسی عورت کا دودھ نہ پیتا تو فی نفسہٖ وہ عورت اس پر حرام نہیں تھی، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں سے نکاح کی حرمت بیان کی ہے، اور باقی رضاعی محرمات بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ حرمت کی علت یعنی رضاعت ان سب میں مشترک ہے لہٰذا اس آیت کے عموم پر کوئی اشکال نہ رہا۔

امام رازی نے پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کو بیان کیا ہے جن سے نکاح کرنا ابداً حرام ہے، اس جواب میں یہ خامی ہے کہ اس آیت میں رضاعی رشتہ دار عورتوں اور دو بہنوں کے اجتماع کی حرمت کو بھی بیان کیا ہے جن میں رضاعت اور اجتماع کی وجہ سے حرمت عارض ہوتی ہے، اس وجہ سے دوسرے مفسرین نے صرف دوسرے جواب کو اختیار کیا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں

ما وراء ذالکم میں اسم اشارہ کو اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ وہ حرمت کے حکم کی علت کے اشتراک پر دلالت کرے،

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۳ ۔ ۱۹۲ ملخصاً، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ ھ

اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ پھوپھی اور بھتیجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اسی طرح ہر ان دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جن میں سے ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو، جیسا کہ کتب فقہ میں بیان کیا گیا ہے (حرمت کی علت دو قرابت داروں کا اجتماع ہے، اور وہ جمع بین الاختین سے مستفاد ہے اسی طرح رضاعی خالہ اور بھانجی وغیرہ کا اعتراض بھی نہیں ہوگا کیونکہ ان کی حرمت کی علت رضاعت ہے اور وہ رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں کی حرمت سے مستفاد ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) کیونکہ ان کی تحریم اس آیت میں بہ طریق دلالت داخل ہے جیسا کہ بعض محققین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس عام کی کتاب اور سنت سے تخصیص مشہور ہے۔ [۱]

علامہ نیشاپوری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ان مذکورہ عورتوں کے سوا باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، عام ازیں کہ ان مذکورہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت قول صریح کے ساتھ مذکور ہو، یا ظاہر دلالت کے ساتھ یا خفی دلالت کے ساتھ، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے ساتھ، جیسا کہ ہم نے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت میں کہا ہے کہ: (پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا منع ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اسی طرح ہر وہ دو عورتیں جن میں قرابت یا رضاعت ہو ان میں سے ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کر لیا جائے اور ان میں نکاح حرام ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔)

اس قاعدہ سے اس آیت میں حسب ذیل تخصیصات داخل ہیں:

(۱) ۔ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بھی حلال نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔

(۲) ۔ حربیہ اور مرتدہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن الآیۃ۔

(۳) ۔ معتدہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والمطلقات یتربصن الآیۃ۔

(۴) ۔ جس شخص کے نکاح میں آزاد عورت ہو وہ اس کے اوپر باندی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ یہ بالاتفاق ہے۔

(۵) ۔ جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو وہ باندی سے نکاح نہیں کر سکتا، یہ امام شافعی کے نزدیک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن لم یستطع منکم طولا الآیۃ۔

(۶) ۔ چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مثنی وثلاث وربٰع الآیۃ۔

(۷) جس عورت سے لعان کیا ہو، اس سے نکاح کرنا ممنوع ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المتلاعنان لا یجتمعان ابداً آپس میں لعان کرنے والے کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ [۲]

احادیث میں جن رضاعی رشتوں کی تحریم بیان کی گئی ہے اور جن دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے ان کی تحریم بھی ان ممنوعہ عورتوں میں داخل ہے۔

---

[۱] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۲] علامہ نظام الدین الحسن بن محمد الحسین قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، غرائب القرآن ج ۵ ص ۱۴، مطبوعہ مصطفےٰ البابی و اولادہ بمصر

جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص البعض کا حجت ہونا

اب یہ بات بحث طلب ہے کہ جب اس عام سے ان معلوم، محدود اور متعین افراد کی تخصیص کرلی گئی تو اب یہ آیت عام کے باقی ماندہ افراد میں اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہے یا نہیں؟ اور اب اس آیت کے عموم سے استدلال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ سوہرچند کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن جمہور فقہاء احناف کے نزدیک جس عام سے معلوم اور متعین افراد خاص کیے گئے ہوں وہ اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہوتا ہے، اور بعض فقہاء احناف کے نزدیک یہ حجت قطعی ہے اور اس کے عموم سے استدلال کرنا قطعاً جائز اور احناف کے ہاں معمول بہ ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

والصحيح عندى ان المذهب عند علمائنا رحمهم الله فى العام اذا لحقه خصوص يبقى حجة فيما وراء المخصوص سواء كان المخصوص مجهولا او معلوما الا ان فيه شبهة حتى لا يكون موجبا قطعا و يقينا۔ [1]

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ہمارے فقہاء رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب عام کو خصوص لاحق ہو جائے تو وہ باقی ماندہ افراد میں اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہوتا ہے خواہ وہ مخصوص معلوم ہو یا مجہول، البتہ اس استدلال میں (یہ) شبہ ہے (کہ ہو سکتا ہے اس سے کوئی اور بھی خاص کیا گیا ہو۔) اس لیے اس سے ثابت ہونے والا حکم قطعی اور یقینی نہیں ہوگا (کہ اس کا انکار کفر ہو، بلکہ ظنی حکم ہوگا)

اس کے بعد علامہ سرخسی نے اس قسم کے عموم کی متعدد مثالیں دی ہیں جن میں امام ابوحنیفہ نے تخصیص کے بعد عموم سے استدلال کیا ہے، یہ خیال رہے کہ جس عموم میں ہماری بحث ہے اس میں مخصوص مجہول نہیں ہے بلکہ معلوم اور متعین ہے کیونکہ ان محرمات کا قرآن اور سنت میں بیان کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں:

جن عورتوں کا سورۂ نساء کی اس آیت میں صراحۃً ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ قرآن اور سنت میں جن کی تحریم آئی ہے وہ بھی اس میں داخل ہیں اور وہ یہ ہیں: وہ رضاعی رشتہ دار عورتیں جن سے نسباً نکاح حرام ہے، خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کا اجتماع، مطلقہ ثلاثہ، معتدہ، چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں بیوی، آزاد منکوحہ کے اوپر باندی سے نکاح کرنا اور جس عورت سے لعان کیا گیا ہو، مشرکہ اور مرتدہ قرآن اور سنت میں ان معلوم اور متعین عورتوں سے نکاح کو حرام کیا گیا ہے اور ان کے علاوہ اور کسی سے نکاح حرام نہیں ہے۔ اور جب عام کے عموم سے معلوم اور متعین افراد کا استثناء کیا گیا ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کے عموم سے استدلال کرنا حجت قطعی ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

وان خص منه شیء معلوم فانه يبقى موجبا للحكم فيما وراء المخصوص قطعا۔ [2]

اگر عام سے معلوم افراد کو خاص کیا جائے تو وہ باقی ماندہ افراد میں حکم قطعی کا موجب ہوتا ہے۔

علامہ فخر الاسلام بزدوی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۹۰ھ، اصول السرخسی ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ

[2] " " " " ، اصول السرخسی ج ۱ ص ۱۴۴، " " "

وقال بعضہم ان کان المخصوص معلوما بقی العام فیما وراءہ علی ما کان (الی قولہ) والصحیح من مذھبہ ان العام یبقی حجۃ بعد الخصوص معلوما کان المخصوص او مجہولا الا ان فیہ ضرب شبہۃ۔[۱]

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر مخصوص معلوم ہو تو عام باقی افراد میں حسب سابق حجت ہوتا ہے۔ اور صحیح مذہب یہ ہے کہ مخصوص معلوم ہو یا مجہول عام باقی افراد میں حجت ہوتا ہے لیکن یہ حجت ظنی ہوتی ہے۔

صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

وھو ای العام حجۃ بلا شبہۃ فیہ ای فی الباقی وھذا اذا کان الاستثناء معلوما اما اذا کان مجہولا فلا۔[۲]

عام باقی افراد میں حجت قطعی ہوتا ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ مستثنیٰ معلوم ہو اور اگر مستثنیٰ مجہول ہو تو پھر حجت قطعی نہیں ہوتا۔

علامہ تفتازانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

جب عام سے متعین افراد کو خاص کیا جائے تو اس کے باقی افراد متعین ہو جاتے ہیں اس کی نظیر یہ ہے کہ جب سو سے دس نکالے گئے تو نوے متعین ہو گئے اور جب سو سے بیس نکالے گئے تو اسی متعین ہو گئے اسی طرح جب مشرکین سے اہل ذمہ نکالے گئے تو ان کے غیر متعین ہو گئے۔[۳]

بحر العلوم مولانا عبد العلی مسلم الثبوت کی شرح میں مزج کر کے لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ وہ عام جو کسی مبین کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہو حجۃ ظنیہ ہوتا ہے، البتہ اکثر احناف کے نزدیک اگر وہ عام غیر مستقل مبین کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہو تو پھر وہ حجۃ قطعیہ ہوتا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس عام سے استدلال کیا ہے جس کی مبین کے ساتھ تخصیص کی گئی تھی۔ جیسا کہ صحابہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (نساء: ۱۱) "اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے (حصوں کے) متعلق یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے دو حصوں کے برابر ہے"۔

اس آیت کا عموم حجت قطعیہ ہے حالانکہ یہ عموم قاتل، غلام اور کافر سے مخصوص ہے اور اگر مورث کافر ہو تو مسلمان سے مخصوص ہے، اسی طرح او ما ملکت ایمانہم (مومنون: ۶) اس آیت میں ہر باندی سے وطی کی اجازت ہے، لیکن اگر وہ باندی اس کی رضاعی بہن ہو تو پھر اجازت نہیں، نیز وقاتلوا المشرکین کافۃ (توبہ: ۳۶) "اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو" یہ آیت بھی اپنے عموم کے اعتبار سے حجت قطعیہ ہے، حالانکہ یہ آیت بھی مستامن اور اہل ذمہ وغیرہ سے مخصوص ہے، ان آیات کے علاوہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے حالانکہ ان آیات میں بھی تخصیص کی گئی ہے۔[۴]

ہم نے اصولیین کی تصریحات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ تخصیص کے بعد بھی عام حجت ہوتا ہے اور جب اس عام کا مخصص

۱۔ علامہ فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی حنفی متوفی ۴۸۲ھ، اصول البزدوی ص ۹۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ، توضیح علی ہامش التلویح ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبری مصر

۳۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، تلویح ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبری مصر

۴۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ فواتح الرحموت ج ۱ ص ۳۰۸، مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۲۹۴ھ

معلوم ہو تو محققین کے نزدیک وہ حجت قطعی ہے اور جمہور کے نزدیک حجت ظنی ہے، اب ہم پہلے اس پر تصریح پیش کریں گے کہ یہ آیت عام ہے اور پھر اس آیت کے عموم سے استدلال کی مثال پیش کریں گے۔

احل لکم ما وراء ذالکم میں ما کا عموم

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی احل لکم ما وراء ذالکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال ابوبکر ھو عام فیما عدا المحرمات فی الاٰیۃ و فی سنۃ النبی۔[۱]

ابوبکر رازی یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اور سنت میں مذکور محرمات کے ماسوا میں یہ آیت عام ہے۔

علامہ خازن شافعی لکھتے ہیں:

واحل لکم ما وراء ذالکم ورد بلفظ العموم لکن العموم دخلہ التخصیص۔[۲]

"احل لکم ما وراء ذالکم" میں لفظ عموم ہے لیکن اس عموم میں (قرآن اور سنت سے) تخصیص داخل ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی احل لکم ما وراء ذالکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ھذا عموم متفق علیہ۔[۳]

یہ عموم سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

احل لکم ما وراء ذالکم کے عموم سے فقہاء کا استدلال

ہمارے فقہاء نے اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح جائز ہے، کیونکہ محرمات مذکورہ کے ماسوا عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے اور زنا سے حاملہ عورت بھی محرمات مذکورہ کے ماسوا ہے لہٰذا اس سے بھی نکاح کرنا حلال ہے، علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

فان تزوج حبلی من زنا جاز النکاح ولا یطئوھا حتی تضع حملھا و ھذا عند ابی حنیفۃ و محمد و قال ابو یوسف رحمہ اللہ النکاح فاسد (الی قولہ) ولھما انھا من المحللات بالنص۔[۴]

اگر کسی شخص نے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے مگر اس سے وضع حمل تک مباشرت نہ کرے، یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ یہ عورت نص قرآن سے حلال ہے۔

علامہ ابن ہمام نے اس کی شرح میں اس نص قرآن کو بیان فرمایا ہے:

واستدل المصنف بعموم و احل لکم ما وراء ذالکم۔[۵]

مصنف (علامہ المرغینانی) نے واحل لکم ما وراء ذالکم سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

۲۔ علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

۳۔ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۸۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۵۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۴۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی محللات بالنص کی شرح میں لکھتے ہیں:

وھو قولہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذالکم وکل من کانت کذالک جاز نکاحھا۔[1]

اور وہ نص اللہ تعالٰی کا یہ قول ہے واحل لکم ما وراء ذالکم۔ اور جو عورت بھی ان محرمات کے ماسوا ہو اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم حنفی نے بھی اس آیت سے زانیہ حاملہ اور وطی شدہ باندی کے ساتھ نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

ولھما انھما من المحللات بالنص۔[2]

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ زنا سے حاملہ اور وطی شدہ باندی نص قرآن سے حلال ہیں اور وہ نص ہے:
احل لکم ما وراء ذالکم۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی اس آیت کے عموم سے حاملہ زانیہ کے ساتھ زانی کے نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

فاما تحریمھا علی الاطلاق فلا یصح لقول اللہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذالکم۔[3]

زانیہ حاملہ کا علی الاطلاق حرام ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: واحل لکم ما وراء ذالکم

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی نے بھی اس آیت کے عموم سے مزنیہ کے ساتھ نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے لکھتے ہیں:

وان زنی بامرأۃ لم یحرم علیہ نکاحھا لقولہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذالکم۔[4]

اگر کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس عورت کے ساتھ اس کا نکاح حرام نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے واحل لکم ما وراء ذالکم۔

فقہاء احناف میں سے علامہ المرغینانی (صاحب ہدایہ) علامہ ابن ہمام، علامہ عینی اور علامہ ابن نجیم ان سب نے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کے جواز پر احل لکم ما وراء ذالکم کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور فقہاء حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہ حنبلی اور فقہاء شافعیہ میں سے علامہ ابو اسحاق شیرازی نے مزنیہ کے ساتھ نکاح کے جواز پر احل لکم ما وراء ذالکم۔ کے عموم سے استدلال کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہایت قوی استدلال ہے جس سے حنفی، شافعی اور حنبلی سب ہی فقہاء استدلال کرتے ہیں، لہٰذا ہمارا استدلال بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے کیونکہ قرآن اور سنت میں جن محرمات کا بیان کیا گیا ہے غیر کفو ان کے ماسوا ہے اور ان محرمات کے ماسوا سے نکاح حلال ہے لہٰذا غیر کفو سے بھی نکاح حلال ہے، فتفکر وتشکر۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۶۲، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۱۰۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] شیخ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۱۶ ص ۲۱۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت

فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں ما کے عموم سے فقہاء کا استدلال

قرآن کریم کی دوسری جس آیت سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع۔ (نساء: ۳)

جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو، دو' دو سے، تین' تین سے اور چار' چار سے۔

علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وعن عائشۃ والحسن وابی مالک ما احل لکم[1]

حضرت عائشہ' حسن بصری اور ابو مالک سے مروی ہے کہ جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں ان سے نکاح کرو۔

ہمارے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ یہاں بھی ما عموم کے لیے ہے یعنی قرآن اور سنت میں جن محرمات کو بیان کیا گیا ہے ان کے ماسوا ہر پسندیدہ عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اس آیت میں اجازت ہے' اور غیر کفو بھی قرآن اور سنت کے محرمات کے ماسوا میں ہے لہٰذا اس سے بھی نکاح کرنے کی اس آیت میں اجازت ہے، ہمارے فقہاء نے اس آیت میں بھی لفظ ما کے عموم سے استدلال کیا ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

واما قولہ تعالٰی والزانیۃ لا ینکحھا الا زان فمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم من النساء[2]

اللہ تعالٰی کا قول والزانیۃ لا ینکحھا الا زان قرآن مجید کی آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔ سے منسوخ ہے۔

اور یہ آیت اسی وقت منسوخ قرار پائے گی جب ما طاب لکم میں ما عموم کے لیے ہو۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے بھی یہی لکھا ہے۔[3]

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

ہم نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہیں (مختلف) بڑی قومیں اور قبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۵۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی ملتان، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۷، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا اپنے آزاد شدہ غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقعے پر یہ آیت نازل ہوئی، اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، الآیۃ

زہری نے کہا یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فصد لگاتا تھا (الی قولہ) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نسب پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔

امام ابن مردویہ، امام بیہقی نے شعب الایمان امام عبد بن حمید، امام ترمذی ~~اور~~ دیگر محدثین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور اپنی ڈھال سے ارکان (رکن یمانی اور حجر اسود) کو تعظیم دے رہے تھے جب آپ نکلے تو آپ کو اونٹنی بٹھانے کی جگہ نہیں ملی، آپ لوگوں کے ہاتھوں پر اترے، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے تم سے جاہلیت کا حصہ اور تکبر دور کر دیا۔ اے لوگو! لوگوں کی دو قسمیں ہیں، نیک اور پرہیزگار یہ اللہ کے نزدیک بزرگ ہیں، بدکار اور شقی یہ اللہ کے نزدیک ذلیل ہیں، تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا، (اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا الآیۃ) میں تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں اور اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں (جامع ترمذی ص ۵۵۸، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۶ طبع بیروت)

امام بیہقی اور امام ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے وسط میں ہمیں الوداعی خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! سنو تمہارا رب واحد ہے، کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر، فضیلت صرف تقویٰ سے ہے (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم)۔ سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا سو حاضر غائب کو تبلیغ کر دے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱ طبع بیروت شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹ طبع بیروت، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴ طبع بیروت، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۴۳۵)

امام بیہقی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی وجہ سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا ہے، تم سب آدم اور حوا کی اولاد ہو جس طرح دو صاع برابر برابر ہوتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو پس تمہارے پاس جو بھی ایسا شخص آئے جس کے دین اور امانت پر تم راضی ہو اس سے (اپنی لڑکیوں کا) نکاح کر دو، اس حدیث کو امام احمد اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے لیکن امام احمد کی روایت میں "تمہارے پاس جو بھی آئے" یہ الفاظ نہیں ہیں، (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹ - ۲۸۸، طبع بیروت)۔

۵۔ حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام بزار نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴)

امام بزار نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا تھا، جو قوم اپنے باپ دادا پر فخر کرتی ہے وہ اس سے باز آجائے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیڑوں مکوڑوں سے زیادہ ذلیل ہو گی (جامع ترمذی ص ۵۵۸، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۶، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۴۳۵)

امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے لوگو! ایک نسب میں نے بنایا ہے اور ایک نسب تم نے بنایا ہے، میں نے اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا اس کو کیا جو سب سے زیادہ متقی ہو، تم نے اس کا انکار کیا اور تم نے صرف یہ کہا کہ فلاں بن فلاں اور فلاں، فلاں سے زیادہ عزت والا ہے! اور آج کے دن میں (اپنے بنائے ہوئے) نسب کو بلند کر دوں گا اور تمہارے نسب کو پست کر دوں گا، سنو میرے دوست وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے اور پرہیزگار ہیں، اس حدیث کی مثل کو خطیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ۱ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴)۔

یہ تمام احادیث علامہ آلوسی نے روح المعانی میں بیان کی ہیں اور ہم نے اہل علم کی ضیافت کے لیے اصل کتب حدیث سے ان کے حوالہ جات بیان کر دیے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی نے بھی ان تمام احادیث کو بیان کیا ہے جن کا علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے۔ ۲

سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۴۴ کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

میں یہ کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ عزت اور شرف عمل کرنے والوں کے لیے ہے خواہ وہ قریش سے ہوں یا غیر قریش سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی جہاد سے واپس آئے تو آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، اور فرمایا: اے فاطمہ! اپنے نفس کو اللہ سے خرید لو، کیونکہ میں (بغیر اذن الٰہی کے) تم کو اللہ کی طرف سے کسی چیز سے مستغنی نہیں کر سکتا، اور اسی قسم کے کلمات آپ نے اپنی ازواج مطہرات اور (دیگر) ذریت سے بھی کہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لوگوں سے بنو ہاشم افضل نہیں ہیں، میری امت کے لوگوں میں سے پرہیزگار افضل ہیں، اور نہ میری امت کے لوگوں سے قریش افضل ہیں، میری امت کے لوگوں سے پرہیزگار افضل ہیں، اور نہ میری امت کے لوگوں سے انصار افضل ہیں، میری امت کے لوگوں سے پرہیزگار افضل ہیں، اور نہ موالی میری امت کے لوگوں سے افضل ہیں، میری امت کے لوگوں میں سے پرہیزگار افضل ہیں، تم صرف ایک مرد اور ایک عورت سے ہو، تم سب صاع کے پیمانے کی طرح برابر سرابر ہو، اور کسی شخص کو کسی دوسرے شخص پر تقویٰ کے علاوہ اور کسی چیز سے فضیلت نہیں ہے۔ ۳

علامہ قرطبی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت

۱۔ علامہ شہاب الدین ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۲-۱۶۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، درمنثور ج ۶ ص ۹۸-۹۹، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۴ھ

۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۹۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

کے ذریعہ میرے اولیاء پرہیزگار لوگ ہوں گے" الحدیث، اور امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے باپ کی آل میرے اولیاء نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور نیک مسلمان ہیں۔ [1]

علامہ قرطبی نکاح میں کفاءت کے شرط نہ ہونے پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (یہ بدری صحابی تھے) نے سالم کو اپنا بیٹا بنایا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی ولید بن عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی (ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ قرشیہ) کا نکاح کر دیا، حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت ضباعہ بنت الزبیر (یہ ہاشمی خاتون تھیں) حضرت مقداد بن اسود کے نکاح میں تھیں۔ (یہ غیر قرشی تھے)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف (قرشی) کی بہن حضرت بلال کے عقد میں تھیں، اور حضرت زینب بنت جحش، حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں، ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ آزاد شدہ غلاموں سے عرب عورتوں کا نکاح جائز ہے۔ اور کفاءۃ کا اعتبار صرف دین میں ہے۔ (الی قولہ) حضرت سلمان فارسی نے حضرت ابوبکر سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو انھوں نے منظور کر لیا، اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو ان پر یہ امر دشوار ہوا، پھر حضرت عمر نے خود حضرت سلمان سے نکاح کی درخواست کی لیکن حضرت سلمان نے نکاح نہیں کیا، حضرت بلال نے بکیر کی بیٹی کا رشتہ مانگا، اس کے بھائیوں نے انکار کیا، حضرت بلال نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بنو بکیر سے کیا سانحہ پیش آیا! میں نے ان کی بہن کا رشتہ مانگا انھوں نے مجھے انکار کر دیا اور مجھ کو اذیت دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کی وجہ سے غضب ناک ہوئے، یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی تو وہ ان کی بہن کے پاس گئے اور کہا تمہاری وجہ سے ہمیں کیسی پریشانی ہوتی ہے، ان کی بہن نے کہا میرا معاملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے، پھر انھوں نے اس کا نکاح کر دیا، اور جب ابوہند نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا: "ابو ہند سے نکاح کرو اور اس کی طرف رشتہ کرو" حالانکہ ابو ہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا، اور امام دار قطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ابو ہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا جو فصد لگاتا تھا، اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنے سے خوش ہو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی تصویر بنائی ہو وہ ابو ہند کو دیکھ لے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (بنو بیاضہ سے) فرمایا اس کے ساتھ نکاح کر دو۔ [2]

علامہ ابوبکر جصاص حنفی نے بھی اس آیت سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے جس کو ہم ان شاء اللہ عنقریب مستقل عنوان کے تحت پیش کریں گے۔

غیر کفو سے لڑکیوں کو رشتہ میں لینا اور لڑکیاں دینے سے انکار کرنا مسلمانوں کو اہل کتاب کے حکم میں کرنا ہے۔

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۶ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] " " " " ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۷،

بعض سادات کرام یہ کہتے ہیں کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے مطلقاً حرام ہے، میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ آپ عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنا تو جائز سمجھتے ہیں، اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کا نکاح نا جائز کہتے ہیں، اس طرح آپ نے عام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں کر دیا ہے جس طرح یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن یہود و نصاریٰ سے مسلمان لڑکیوں کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے سو اسی طرح آپ بھی عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کو جائز اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کے نکاح کو ناجائز کہتے ہیں۔ اس طرح آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی عظیم اکثریت اور تمام غیر سادات مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں کر ڈالا! خدارا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو کفار و مشرکین کے مساوی نہ کیجئے، اپنے نیازمندوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کیجئے! افنجعل المسلمین کالمجرمین ٥ مالکم کیف تحکمون (قلم: ۳۶-۳۵)

چند ضعیف روایات سے غیر کفو میں نکاح کی حرمت پر استدلال اور ان کے جوابات!

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عن ابراھیم بن محمد بن طلحۃ قال: قال عمر بن الخطاب لامنعن فروج ذوات الاحساب الا من الاکفاء[1]

عبدالرزاق، ثوری، حبیب بن ابی ثابت، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

اس روایت کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر کفو میں نکاح کو ناجائز قرار دیتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہے اس لیے اس سے استدلال نہیں ہو سکتا، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کا حضرت عمر سے سماع نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

روی عن عمر بن الخطاب ولم یدرکہ۔[2]

اس نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی اور ان کو نہیں پایا۔

اس روایت کی یہ سند بھی ہے:

عبد الرزاق عن ابن جریج قال: وزعم ابن شھاب ان عمر بن الخطاب قال علی المنبر: والذی نفس عمر بیدہ لامنعن فروج ذوات الاحساب الا من ذوی الاحساب فان الاعراب اذا کان الجداب فلا نکاح

عبدالرزاق ابن جریج، ابن شہاب کا زعم ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے منبر پر فرمایا: جس ذات کے قبضہ وقدرت میں عمر کی جان ہے، میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو معزز خاندان کے سوا نکاح کرنے سے ضرور منع کروں گا۔ کیونکہ جب خشک سالی ہوتی ہے تو دیہاتی لوگ نکاح نہیں کرتے اور حضرت عمر

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ
[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ
[3] خون کے رشتہ سے جو فضیلت حاصل ہو اس کو نسبی فضیلت کہتے ہیں اور کسب کمال سے جو فضیلت حاصل ہو اس کو حسب کہتے ہیں مثلاً سید ہونا نسب ہے اور عالم ہونا حسب ہے۔

لهم و ذكر لهم شيئا۔ [1] نے ان کے کچھ واقعات بیان کیے۔

اس روایت کی بناء پر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر کفو میں نکاح کے قائل نہیں تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی منقطع ہے، ابن شہاب زہری نے حضرت عمر کو تو کجا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی دیکھا نہ ان سے سماع کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وعن احمد قال لم يسمع الزهرى من عبد الله بن عمر وقال ابو حاتم لا يصح سماعه من ابن عمر ولا راٰه۔ [2]

امام احمد فرماتے ہیں کہ زہری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سماع نہیں کیا، اور ابو حاتم نے کہا ان کا حضرت ابن عمر سے سماع نہیں ہے اور نہ انھوں نے ان کو دیکھا ہے۔

اسی حدیث کی یہ سند بھی پیش کی جاتی ہے:

محمد قال: اخبرنا ابو حنيفة عن رجل عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه انه قال لامنعن فروج ذوات الاحساب الامن الاكفاء۔ [3]

محمد، ابو حنیفہ، ایک آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

باوجود اس کے کہ اس روایت کی سند منقطع اور مجہول ہے یہ اس لیے شاذ اور غیر معتبر ہے کہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاشمی خاتون حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عقد کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں [4] اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا۔ (مبسوط ج ۵ ص ۲۳، شرح المہذب ج ۱۶ ص ۱۸۶، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۷)

نیز علامہ بدر الدین عینی حنفی، علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ ابی مالکی نے تصریح کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکاح میں کفاءت کی شرط کے قائل نہیں تھے، اب ہم ان علماء کی مفصل عبارات پیش کر رہے ہیں جن سے اس مسئلہ کے دوسرے پہلوؤں پر بھی وافر روشنی پڑے گی۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ ..... دین میں کفو یہ ہے کہ سب مساوی ہوں اگرچہ لوگوں کے درمیان نسب میں تفاضل ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ جو شرف نسب پر فخر کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو دینی صلاح سے منسوخ کر دیا اور فرمایا ان اکرمکم عند الله اتقاکم "اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔" ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کفاءۃ کا کس چیز میں اعتبار ہے، امام مالک

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۶، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[4] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے کہا ہے کہ کفاءۃ کا صرف دین میں اعتبار ہے اور کسی چیز میں کفاءۃ کا اعتبار نہیں ہے اور بعض مسلمان بعض کے کفو ہیں، اس لیے عربی اور موالی کا قرشیہ سے نکاح کرنا جائز ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز اور ابن سیرین سے یہی مروی ہے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" سے استدلال کیا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ "دیندار کو لازماً اختیار کرو" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عزم کیا تھا کہ اپنی صاحبزادی کا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو بیاضہ ابو ہند سے نکاح کر دو، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنی لڑکیوں کا اپنے (آزاد شدہ) غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثی "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے" اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم کو ایسے لوگ نکاح کا پیغام دیں جن کا دین اور اخلاق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو" امام ابو حنیفہ نے کہا کہ بعض قریش بعض کے کفو ہیں، اور کوئی عرب قرشی کا کفو نہیں ہے اور نہ کوئی آزاد شدہ غلام عرب کا کفو ہے، اور نہ اس کا کفو ہے جس کے پاس مہر اور نفقہ ہو، تلویح میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے لیے نافع کی اس مرفوع روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ "بعض قریش بعض کے کفو ہیں ماسوا جلاہے اور فصد لگانے والے کے" ابو حاتم کے بیٹے نے اس حدیث کے متعلق ابو حاتم سے سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث منکر ہے، ہشام رازی نے اس حدیث کو روایت کیا اور رنگریز کے لفظ کا اضافہ کر دیا، حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر سے یہ حدیث روایت کی "بعض عرب بعض کے کفو ہیں، قبیلہ، قبیلہ کا، مرد، مرد کا، آزاد شدہ غلام بعض، بعض کے کفو ہیں، قبیلہ، قبیلہ کا اور مرد، مرد کا ماسوا جلاہے اور فصد لگانے والے کے، صاحب تنقیح نے کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے، بیہقی اور ابو یعلیٰ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث منکر موضوع ہے، ابن جریج نے ابن ملیکہ کی سند سے اس کی مثل کو روایت کیا، وہ ابن جریج سے صحیح نہیں ہے، امام ابن حبان نے اس کو کتاب الضعفاء میں روایت کیا اور اس کو ابن ابی الفضل کی وجہ سے معلل قرار دیا اور کہا کہ وہ موضوعات کی روایت کرتا ہے اس کی احادیث کو لکھنا جائز نہیں ہے، محدثین نے کہا کہ کفاءۃ کے متعلق اکثر ایسی احادیث ہیں جو حجت نہیں ہیں، ان میں قدرے بہتر سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، جب نماز کا وقت آجائے، جب جنازہ آجائے، اور جب بے نکاح عورت کا کفو مل جائے، امام ترمذی نے کہا یہ غریب ہے اور اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے، حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے، اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا[۱] (میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی کے مقابلہ میں حاکم کی تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد (کی دوسری روایت) اور اکثر اہل علم کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ شرط نہیں ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، عبید بن عمیر، حماد بن ابی سلیمان، ابن سیرین، ابن عون، امام مالک، امام شافعی اور فقہاء احناف کا یہی مسلک ہے

---

[۱] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۷، ۸۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو" اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضرت ابوحذیفہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید کا نکاح سالم سے کر دیا اور وہ ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے، نیز امام بخاری نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس (قرشیہ) کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کے لڑکے اسامہ سے نکاح کر لیں، اور انھوں نے آپ کے حکم سے وہ نکاح کر لیا، اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے، اور حضرت ابن مسعود نے اپنی بہن سے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے نکاح کرنا خواہ وہ سرخ رنگ کا رومی ہو یا سیاہ رنگ کا حبشی۔[1]

علامہ ابوعبداللہ وشتانی آبی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا کہ کفاءۃ صرف دین میں ہے، اور بعض مسلمان بعض مسلمانوں کے کفو ہیں حتیٰ کہ آزاد شدہ غلام قرشیہ کا کفو ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے اس کی مثل مروی ہے۔[2]

بعض اہل علم نے یہ شبہ وارد کیا ہے کہ علامہ ابن قدامہ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

ابواسحاق ہمدانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلمان (فارسی) اور حضرت جریر ایک سفر میں تھے، نماز کی اقامت کی گئی، حضرت جریر نے سلمان سے کہا آپ آگے بڑھیئے، حضرت سلمان (فارسی) نے کہا بلکہ آپ آگے بڑھیئے، آپ گروہ عرب ہیں، آپ کی نماز میں کوئی آپ کا امام ہو، نہ آپ کی عورتوں سے نکاح کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہم پر فضیلت دی ہے اور آپ کو آپ لوگوں یعنی عربوں میں رکھا ہے۔[3]

علامہ ابن قدامہ نے اس اثر کا حوالہ نہیں دیا، ابواسحاق ہمدانی کا تذکرہ ہمیں اسماء رجال کی معروف کتابوں (مثلاً تہذیب التہذیب، تاریخ بغداد، خلاصۃ تذہیب الکمال، کتاب الجرح والتعدیل وغیرہ) میں نہیں ملا، اس کے علاوہ یہ اثر آثار صحیحہ کے معارض ہے، کیونکہ مبسوط، عمدۃ القاری اور شرح المہذب میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا جس کو انھوں نے قبول کر لیا، اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت سلمان نے حضرت ابوبکر سے رشتہ مانگا جس کو انھوں نے قبول کر لیا، اور امام احمد کا صحیح قول یہی ہے کہ کفو میں نسب شرط نہیں ہے اور امامت میں کفو کی شرط کا کوئی قائل نہیں ہے اور اگر یہ اثر صحیح ہو تو اس کی زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے یہ کلام تواضعاً کہا اور یہ اولویت پر محمول ہے۔

حاکم نیشاپوری کا تسابل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو، خود بھی کفو میں نکاح کرو اور کفو میں رشتہ دو"۔

ہم نے اس حدیث کے بارے میں لکھا تھا کہ حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن تصحیح حدیث میں حاکم کا تسابل مشہور ہے، علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حارث سے مروی ہے اور وہ متہم ہے اور عکرمہ نے اس کی متابعت

[1] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۹۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[3] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کی ہے اور اس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

بعض اہل علم نے ہماری اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب حاکم متساہل ہیں تو پھر کسی جگہ بھی حاکم کی روایات سے استدلال نہ کریں، حالانکہ آپ نے اپنی کتاب میں بہت جگہ حاکم کی روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کو دوسرے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہو وہاں حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں ہے نہ یہ کہ حاکم مطلقاً ساقط الاعتبار ہیں: دیکھئے حافظ زیلعی لکھتے ہیں:

واستدل ابن الجوزی فی التحقیق علی اشتراطها لحدیث عائشة انه علیه السلام قال تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء وهذا روی من حدیث عائشة، ومن حدیث انس ومن حدیث عمر بن الخطاب کلها ضعیفة۔ [2]

ابن الجوزی نے تحقیق میں کفو کی شرط پر حدیث عائشہ سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو اور ان کا کفو میں نکاح کرو" یہ حدیث حضرت عائشہ، حضرت انس اور حضرت عمر بن الخطاب سے بھی مروی ہے اور اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں۔

اب ہم اہل علم کی ضیافت کے لیے اس پر چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں کہ حاکم ہمیشہ پوری تصحیح حدیث میں متساہل ہیں:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

واعتنی الحاکم بضبط الزائد علیهما وهو متساهل فما صححه ولم نجد فیه لغیره من المعتمدین تصحیحا ولا تضعیفا حکمنا بانه حسن الا ان یظهر فیه علة توجب ضعفه۔ [3]

حاکم نے صحیحین پر احادیث زائد کرنے کا اہتمام کیا لیکن وہ متساہل ہیں، جس حدیث کو انھوں نے صحیح قرار دیا اور ہم کو اس حدیث کے متعلق دوسرے معتمد محدثین کی تصحیح یا تضعیف نہیں ملی تو ہم اس حدیث کو حسن قرار دیں گے، ہاں اگر اس حدیث میں کوئی ایسی علت ہو جو اس کے ضعف کی موجب ہو تو پھر اس کو ضعیف قرار دیا جائے گا۔

علامہ سیوطی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ذہبی نے حاکم کی مستدرک کی تلخیص کی ہے اور اس میں مستدرک کی بہ کثرت احادیث کو منکر اور ضعیف قرار دیا ہے، نیز انھوں نے ایک رسالہ میں مستدرک کی سو ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جو موضوع ہیں۔ ابو سعید المالینی نے کہا ہے میں نے حاکم کی مستدرک کا اول سے لے کر آخر تک مطالعہ کیا اس میں ایک حدیث بھی صحیحین کی شرط پر نہیں ہے۔ علامہ ذہبی نے کہا یہ مالینی کا غلو اور مبالغہ ہے ورنہ اس میں صحیحین کی شرط پر بہت سی احادیث ہیں، اور بعض احادیث امام بخاری اور امام مسلم میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، اور ان کا مجموعہ نصف کتاب کے برابر ہوگا، اور چوتھائی کتاب میں صحیح احادیث ہیں، اور ان میں کچھ خلل بھی ہے، یا کوئی علت ہے، اور باقی ایک چوتھائی میں منکر، ضعیف اور غیر صحیح احادیث ہیں اور ان میں کچھ

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] ۔ علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۹۷ مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۶۔۱۰۵، مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ منورہ، ۱۳۹۲ھ

موضوع بھی ہیں۔

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا: حاکم سے تساہل اس لیے واقع ہوا کہ انھوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا پھر اس پر نظر ثانی کرنا چاہی مگر موت نے ان کو مہلت نہ دی۔ [1]

امام ذہبی لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مستدرک میں بکثرت ایسی احادیث ہیں جو صحت کی شرط پر نہیں ہیں بلکہ اس میں احادیث موضوعہ بھی ہیں، جن کو مستدرک سے نکالنا چاہیے تھا۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی نقل کرتے ہیں:

تصحیح حدیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے۔ [3]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

تمہیں علم ہے کہ ائمہ حدیث کے نزدیک حاکم کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ [4]

ضعیف احادیث سے استدلال کر کے کسی حلال کو حرام کرنا بالاتفاق جائز نہیں

نکاح میں کفو کا اعتبار کرنے کے سلسلہ میں دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں ایک حضرت جابر سے مروی ہے کہ نکاح صرف کفو میں کیا جائے، اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے اور محدثین کی تصریح کے مطابق ضعیف ہے، دوسری حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ کفو میں نکاح کرو اور کفو میں رشتہ دو، یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے اور اس کی ہر سند ضعیف ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک قول منسوب ہے کہ میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کر دوں گا، اس اثر کی بھی کئی اسانید ہیں اور ہر سند ضعیف ہے، ان کے ضعف پر ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔

جو بزرگ سیدہ کا نکاح غیر سید سے حرام قرار دیتے ہیں وہ انہی ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں، اب بحث طلب امر یہ ہے کہ کیا ضعیف احادیث کی بناء پر کسی حلال کو حرام قرار دیا جا سکتا ہے؟

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں، ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو تہمت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترغیب اور مواعظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کمی اور زیادتی کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا میں باقی مشائخ سے روایت کرنے میں کوئی حرج

---

1. علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ المنورہ، ۱۳۹۲ھ
2. امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
3. علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
4. علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۳۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قیود لگاتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہوتا ہے نہ ساقط ہوتا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابو ذکریا عنبری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا اور کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترغیب یا ترہیب یا تشدید یا ترخیص ہو تو اس سے اغماض کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے (یا جائز ہے؟ سعیدی غفرلہ) ۱؎

امام ابو عمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیر ہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان ضعف کے روایت کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیت سے متعلق نہ ہوں، مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے دیگر فنون سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبد الرحمان بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔ ۲؎

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

محدثین وغیر ہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شرعیہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ۳؎

علامہ سیوطی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو، سو جس حدیث کی روایت میں کوئی کاذب راوی یا متہم بالکذب راوی منفرد ہو وہ اس قاعدہ سے خارج ہے، اس طرح جو راوی فحش غلطی کرتا ہو اس کی روایت بھی خارج ہے، علامہ علائی نے اس شرط پر اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی معمول بہ قاعدہ کے تحت مندرج ہو۔

(۳)۔ اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے۔ ۴؎

ڈاکٹر محمد طحان نے بھی ان تین شرائط کو حافظ ابن حجر کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ ۵؎

۱؎۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایہ ص ۱۳۴-۱۳۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

۲؎۔ امام ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

۳؎۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، التقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۴؎۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۵؎۔ ڈاکٹر محمد طحان، تیسیر مصطلح الحدیث ۶۵-۶۴، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

(فتح المغیث ج ا ص ۲۶۸، میں بھی ان شرائط کا بیان ہے۔)

صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نووی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شرعیہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسا اوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور زہد اور مکارم اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہر حال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں منفرد ہوں تو ائمہ اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے، کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس کو ائمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا، اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اعتماد کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لیے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تفتیش یا اہل علم سے سوال کیے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ [۱]

امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، عبدالرحمن بن مہدی، خطیب بغدادی، حافظ ابو عمر ابن الصلاح، علامہ نووی اور علامہ سیوطی کی ان واضح تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ کسی چیز کے حرام ہونے پر احادیث ضعیفہ سے استدلال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ چیز محدثین اور فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس لیے وہ تین ضعیف الاسناد حدیثیں جن کو بعض بزرگ علماء غیر کفو میں نکاح کی حرمت کے لیے پیش کرتے ہیں اس مقصد میں کلیۃً ناتمام اور نامراد ہیں، کسی چیز کو حرام ثابت کرنے کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہے، جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو۔

تحریم ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل کی ضرورت ہے

کسی چیز کو حرام ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل کی ضرورت ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان الادلۃ السمعیۃ اربعۃ الاول قطعی الثبوت والدلالۃ کنصوص القرآن المفسرۃ او المحکمۃ والسنۃ المتواترۃ التی مفہومہا قطعی الثانی قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ کالآیات المؤولۃ الثالث عکسہ کاخبار الاحاد التی مفہومہا قطعی، الرابع ظنیہما کاخبار الاحاد التی مفہومہا ظنی فبالاول یثبت الفرض والحرام وبالثانی والثالث الواجب و

سمعی دلائل چار ہیں، اول: قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ جیسے قرآن مجید کی نصوص مفسرہ و محکمہ، اور ایسی احادیث متواترہ جن کا مفہوم قطعی ہو۔ ثانی: قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ، جیسے آیات مؤولہ، ثالث: ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ جیسے وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم قطعی ہو، رابع: ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ جیسے وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم ظنی ہو، پہلی قسم سے فرض اور حرام ثابت ہوتے ہیں اور دوسری اور تیسری قسم سے واجب اور مکروہ تحریمی

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ا ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کراھۃ التحریم وبالرابع السنۃ والمستحب۔[۱]　　　اور چوتھی قسم سے سنت اور مستحب۔

علامہ شامی کی اس عبارت سے یہ اصول اور قاعدہ معلوم ہو گیا کہ کسی چیز کی تحریم ثابت کرنے کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو، یعنی وہ قرآن مجید کی نص قطعی ہو یا حدیث متواتر ہو، اور اس آیت یا حدیث متواتر کی حرمت پر دلالت بھی قطعی ہو، سو جو بزرگ اور اصحاب علم و فضل غیر سید سے سیدہ کا نکاح حرام کہتے ہیں ان سے ہم بہ صد ادب و نیاز عرض کرتے ہیں کہ وہ اس نکاح کی تحریم پر قرآن مجید یا حدیث متواتر سے کوئی نص صریح پیش کریں جو تحریم پر قطعی الدلالۃ ہو، چشم ما روشن دل ما شاد، باقی رہیں یہ ضعیف الاسناد احادیث تو محدثین کی تصریح کے مطابق ان سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا، ان کو صرف وعظ اور قصوں میں پیش کیا جا سکتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز کے سلسلے میں امام ابوبکر جصاص کے موقف کی وضاحت

ہم نے علامہ شامی، علامہ طحطاوی، ملا مسکین اور علامہ خوارزمی کے حوالوں سے لکھا تھا کہ امام ابوبکر جصاص کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ اصلاً شرط نہیں ہے بعض اہل علم کو اس سلسلہ میں امام ابوبکر جصاص کی ایک عبارت سے غلط فہمی ہوتی ہے، وہ عبارت یہ ہے:

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

قال ابوحنیفۃ ان زوجت نفسھا غیر کفو فالنکاح جائز ایضاً وللاولیاء ان یفرقوا بینھما۔[۲]

امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر عورت خود غیر کفو میں نکاح کر لے تب بھی نکاح جائز ہے اور اس کے ولی کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔

اس عبارت سے بعض اہل علم کو یہ وہم ہوا ہے کہ امام ابوبکر جصاص کے نزدیک اگر غیر کفو میں نکاح کیا جائے تو اولیاء کو فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے، حالانکہ امام ابوبکر جصاص یہاں پر امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کر رہے ہیں، اپنا نظریہ انہوں نے اس بحث کے اخیر میں بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

وقولہ عزوجل ذلکم ازکی لکم واطھر یعنی اذا لم تعضلوھن لان العضل ربما ادی الی ارتکاب المحظور منھما علی غیر وجہ العقد وھو معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر (الی قولہ) عن عبداللہ بن ھرمز قال قال رسول اللہ صلی اللہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یہ حکم تمہارے لیے بہت زیادہ پاک اور صاف کرنے والا ہے"، یعنی جب تم عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہیں کرو گے، کیونکہ اگر (مطلقہ) عورتوں کو ان کے پہلے خاوندوں سے نکاح کرنے سے روکا تو بعض اوقات یہ اقدام کسی ممنوع کام یعنی شادی کے بغیر خواہش پوری کرنے پر منتج ہو گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کا دین اور اخلاق پسندیدہ ہو تو اس سے شادی کر دو، ورنہ زمین

---

[۱] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۲] امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

علیہ وسلم اذا جاءکم من ترضون دینہ و خلقہ فانکحوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض۔[1]

میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا، حضرت عبداللہ بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کا دین اور اخلاق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کی تصدیق ہو چکی ہے، اور غیر کفو میں رشتہ نہ کرنے کی وجہ سے آئے دن فتنہ اور فساد ہوتا رہتا ہے اور اخبارات میں اس قسم کی خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں نے غیر کفو میں رشتہ سے انکار کیا اور اس کی لڑکی نے از خود غیر کفو میں نکاح کر لیا اور پھر قتل و غارت اور فتنہ و فساد تک نوبت پہنچتی ہے جس کے نتیجہ میں کئی خاندان تباہ ہو جاتے ہیں

؎ تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے　　حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر میں امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی ابتداء اس سے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور وہ حضرت آدم اور حضرت حوا ہیں، پھر ان کو مختلف انساب اور مختلف گروہوں میں متفرق کر دیا، جیسے عربی، فارسی، رومی، ہندی وغیرہ، پھر ان کو قبائل میں منقسم کر دیا جو گروہوں سے خاص ہیں جیسے عرب اور عجم کے قبائل، تاکہ شکل و صورت کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں، اور نسب کے اعتبار سے کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، کیونکہ سب ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے کہ فضیلت عمل کے سوا اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے اس آیت کو بیان فرمایا تاکہ ہم میں سے بعض لوگ دوسروں پر نسب کے لحاظ سے فخر نہ کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم "تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے" سے اس کی تاکید فرمائی، اور یہ ظاہر فرمایا کہ فضیلت اور بلندی صرف اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے باپ دادا کے فخر اور نخوت کو دور کر دیا ہے، تمام لوگ آدم سے پیدا ہوئے ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، کسی عربی کو عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں ہے۔[2]

امام ابوبکر جصاص نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے، یہی اللہ اور اس کے رسول کا پیغام ہے کاش یہ عبارت ان لوگوں کے دلوں میں اتر جائے جو اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے نسبی لحاظ سے بلند اور بالاتر سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ اپنی لڑکیوں کا رشتہ کرنے کو حرام قرار دے کر عام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں رکھتے ہیں فالی اللہ المشتکی۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۰۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] 〃 〃 〃 ، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۰۹، 〃 〃 〃

حضرت زینب بنت جحش کے نسب کی تحقیق

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب یہ ہے: سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان[1] عدنان سے حضرت اسماعیل تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب متصل ہے اور آپ کا تمام سلسلہ نسب عدنان کی وساطت سے حضرت اسماعیل سے ثابت ہے اور یہ سب اولاد اسماعیل ہیں، آپ کے آباء میں سے نضر بن کنانہ کا لقب قریش پڑا اور اس کی اولاد قریش کے نام سے مشہور ہو گئی، حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کا نسب امام ابن سعد نے اس طرح بیان کیا ہے:

زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر (بعض مورخین نے کبیر لکھا ہے) بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ[2]

حافظ ابن عبد البر[3] اور حافظ ابن حجر عسقلانی[4] نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

خزیمہ میں حضرت زینب، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ سے مل جاتی ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں کنانہ کے باپ خزیمہ ہیں اور حضرت زینب کے سلسلہ نسب میں اسد کے باپ خزیمہ ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب لقب قریش کے حامل اول نضر بن کنانہ کے بجائے اس کے باپ خزیمہ سے ملتا ہے اس کے باوجود حضرت زینب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے آپ کو قرشی کہا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا اور بعض مستند علماء نے بھی حضرت زینب کو قرشی ہی لکھا ہے۔

اس سلسلہ میں پہلے ہم احادیث کو بیان کریں گے اور اس کے بعد ہم مستند علماء کی صریح عبارات پیش کریں گے فنقول وباللہ التوفیق

امام ابن سعد اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان جحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وکانت زینب بنت جحش ممن هاجر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ، وکانت امراۃ جمیلۃ فخطبها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی زید بن حارثۃ فقالت یارسول اللہ لا ارضاہ لنفسی وانا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اور حضرت زینب بنت جحش ان لوگوں میں سے تھیں، جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی، وہ خوب صورت عورت تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں زید بن حارثہ سے نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے لیے اس کو پسند نہیں کرتی، میں قریش کی بے نکاح عورت ہوں، آپ نے فرمایا میں نے

---

[1] ابو محمد عبد اللہ بن مسلم المعروف با بن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ، المعارف ص ۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3] حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۳۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۲۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

ایم قریش، قال، فانی قد رضیتہ لك فتزوجھا زید بن حارثۃ ۔ [1]

اس کو تمہارے لیے پسند کرلیا ہے پھر زید بن حارثہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

امام حاکم اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان جحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وکانت زینب بنت جحش ممن ھاجر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکانت امرأۃ جمیلۃ فخطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی زید بن حارثۃ فقالت لا ارضاہ وکانت ایم قریش الحدیث ۔ [2]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ وہ ایک خوبصورت عورت تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت زید بن حارثہ سے نکاح کا پیغام دیا، حضرت زینب نے فرمایا میں اس کو پسند نہیں کرتی وہ قریش کی بے نکاح عورت تھیں۔

علامہ قرطبی مالکی سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فی روایۃ فامتنعت وامتنع اخوھا عبداللہ لنسبھا من قریش ۔ [3]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب اور ان کے بھائی دونوں نے زید بن حارثہ کے رشتہ سے انکار کیا کیونکہ حضرت زینب بنت جحش کا نسب قریش سے تھا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کفو کا صرف دین میں اعتبار ہے، حسب میں اعتبار نہیں ہے، کیونکہ کئی آزاد شدہ غلاموں کی قریش میں شادی ہوئی ہے، حضرت زید نے حضرت زینب بنت جحش سے شادی کی، حضرت مقداد بن اسود نے حضرت ضباعہ بنت زبیر (ہاشمیہ) سے شادی کی، حضرت سالم نے حضرت فاطمہ بنت الولید بن عتبہ سے شادی کی، اور حضرت بلال نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کی بہن سے شادی کی۔ [4]

علامہ اسماعیل حقی حنفی اس آیت کے تحت مذکورہ روایت میں نقل کرتے ہیں:

وقالت انا بنت عمتك یا رسول اللہ! وارفع قریش ۔ [5]

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ! میں آپ کی پھوپھی زاد ہوں اور قریش میں بلند مرتبے کی ہوں۔

امام ابن جریر طبری اس آیت کے تحت روایت مذکورہ میں حضرت زینب کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

انا ایم قریش ۔

میں قریش کی بے نکاح عورت ہوں۔

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۲۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۱۸۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] " " " " " ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۱۸۷،

[5] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۷ ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[6] علامہ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۲۱ ص ۹ مطبوعہ مصطفےٰ البابی واولادہ بمصر ۱۳۷۳ھ

علامہ خازن شافعی حضرت زینب بنت جحش کے متعلق لکھتے ہیں :

وکانت بیضاء جمیلۃ ذات خلق من اتم نساء قریش۔[1]

حضرت زینب بنت جحش بہت حسین و جمیل، خوش اخلاق قریش کی ایک کامل ترین خاتون تھیں۔

قاضی مظہر اللہ حنفی، حضرت زینب بنت جحش کے متعلق لکھتے ہیں :

وکانت (الی قولہ) من اتم نساء قریش۔[2]

حضرت زینب بنت جحش قریش کی کامل ترین خاتون تھیں۔

حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش نے اگرچہ خود کو قرشی کہا ہے اور بعض مستند علماء نے بھی آپ کو قرشی ہی لکھا ہے، لیکن اس مسئلہ میں ہماری رائے یہی ہے کہ آپ نسباً قرشی نہیں ہیں، کیونکہ آپ نضر کی اولاد سے نہیں ہیں بلکہ اس کے دادا خزیمہ کی اولاد سے ہیں اور قریشی کا لقب نضر بن کنانہ سے شروع ہوا ہے، رہا آپ کا خود کو قرشی فرمانا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کی نشوونما اور آپ کا رہن سہن قریش میں تھا اس وجہ سے آپ نے خود کو قرشی فرمایا۔ باقی علامہ طبری، علامہ قرطبی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ خازن اور قاضی ثناء اللہ کا اسی روایت کو نقل کرنا اور اس پر اعتماد کر کے آپ کو قرشی لکھنا سو وہ ان مفسرین کرام کے تسامح پر محمول ہے۔

تاہم حضرت زینب بنت جحش عرب کے ایک معزز خاندان کی لڑکی اور حرۃ الاصل تھیں، اور حضرت زید بن حارثہ ایک آزاد شدہ غلام تھے اور اس وجہ سے حضرت زینب کے کفو نہ تھے اسی وجہ سے انھوں نے اس پر اعتراض کیا تھا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد اور عرب عورت کا نکاح، ایک آزاد شدہ غلام سے کر کے نسبی بڑائی اور نسلی تفاخر کے تمام بت توڑ ڈالے!

نکاح غیر کفو میں مصنف کا موقف اور حرف آخر

ہم غیر کفو میں نکاح کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب بیان کر چکے ہیں، کسی امام کے نزدیک بھی غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہے، البتہ امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہاء احناف کے نزدیک غیر کفو میں کیے ہوئے نکاح میں ولی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے، جب کہ امام مالک اور فقہاء احناف میں سے امام ابوبکر جصاص اور امام کرخی کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ فی الدین کے سوا اور کوئی شرط نہیں ہے، اور کتاب وسنت کے مطابق یہی نظریہ صحیح ہے اور اصول احناف کے بھی مطابق ہے، کیونکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ایسی کسی شرط کا ذکر نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ سے غیر کفو میں نکاح کرنا ثابت ہے، فقہاء تابعین میں سے عمر بن عبد العزیز، ابن سیرین اور سفیان ثوری کا یہی مسلک ہے، اس لیے ہم نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ تاہم اگر کوئی عالم دین ان تمام دلائل کو پڑھنے کے بعد بھی جمہور فقہاء کی رائے کو درست قرار دے کہ ایسی صورت میں ولی کو فسخ نکاح کا اختیار دیتا ہے تو وہ معذور ہے اور اس کی بھی ایک وجہ ہے لیکن اس نکاح کو حرام کہنے کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے یہ محض اللہ کے حلال کیے ہوئے کو حرام کرنا ہے اور

[1] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۳ ص ۵۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور

[2] قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری ج ۷ ص ۳۴۶، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو تبدیل کرنا ہے، ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، اس بحث میں ہم تک جس قدر شبہات پہنچے تھے ان کا جواب ہم نے اس ضمیمہ میں لکھ دیا ہے، اگر کوئی نیا شبہ معلوم ہوا تو اس کا جواب بھی انشاء اللہ کسی موقع پر لکھ دیا جائے گا، باقی لکھنے میں اگر کوئی لفظی غلطی ہو گئی ہو، یا کوئی سہو اور تسامح ہو گیا ہو یا کتابت کی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو انسان اور بشر ہونے کے ناطے ہم معذور ہیں، اس قسم کی اغلاط اور مسامحات کا اصل مبحث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ کوئی شریف اور منصف مزاج شخص اس قسم کے امور کے ساتھ اصل مبحث میں معارضہ کرتا ہے۔ آخیر میں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو نفع آور بنائے، جو لوگ کسی واقعی الجھن اور شک و شبہ کا شکار ہوں اور ان کی وہ الجھن اس تحریر سے دور ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ تحریر ٹھکانے لگی، اور اللہ سے دعا کی درخواست کروں گا، الہ العلمین اپنی رحمت کے ٹھنڈے پانی سے میرے صغیرہ اور کبیرہ گناہ دھو ڈال، دنیا اور آخرت کی ہر بلاء اور عذاب کو مجھ سے دور کر دے اور دارین کی عزتوں، سعادتوں اور کامرانیوں کو میرا مقدر کر دے، میری، میرے والدین کی، میرے اساتذہ کی، اس کتاب کے معاونین، قارئین، اس کے کاتب، مصحح اور ناشر کی مغفرت فرما، اس کتاب کے فیوض کو تا قیام قیامت جاری و ساری رکھ اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے، الہ العالمین مجھے، میرے قارئین کو اور تمام مسلمانوں کو جنت الفردوس عطا فرما، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین حبیب رب العالمین قائد المرسلین اکرم الاولین والآخرین شفیعنا یوم الدین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

ے مسئلہ کفو کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے جلد سادس میں بیان کی ہے۔

ماخذ و مراجع

۱۔ قرآن مجید

احادیث

۲۔ صحیح بخاری مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۳۔ صحیح مسلم " " ۱۳۷۵ھ، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ

۴۔ جامع ترمذی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔

۵۔ سنن ابو داؤد، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔

۶۔ سنن نسائی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ

۷۔ سنن ابن ماجہ، " " ، امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔

۸۔ صحیح ابن خزیمہ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ۔

۹۔ مؤطا امام مالک، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ

۱۰۔ مسند امام اعظم، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ۔

۱۱۔ مؤطا امام محمد، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔

۱۲۔ کتاب الآثار، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ، " "

۱۳۔ کتاب الآثار، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ۔

۱۴۔ مسند دارمی، مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ، امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ۔

۱۵۔ مسند احمد بن حنبل، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔

۱۶۔ مصنف عبدالرزاق، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۲۱ھ

۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ، امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ھ ..ھ

۱۸۔ سنن دار قطنی، نشر السنۃ ملتان، امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۲۸۵ھ

۱۹۔ سنن کبریٰ، نشر السنۃ ملتان، امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔

۲۰۔ شمائل ترمذی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ۔

۲۱۔ شرح معانی الآثار، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۲ھ، امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔
۲۲۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔
۲۳۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ، 〃 〃
۲۴۔ شرح السنۃ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ
۲۵۔ الادب المفرد، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔
۲۶۔ المستدرک، دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ
۲۷۔ جامع الصغیر، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔
۲۸۔ مراسیل ابوداؤد، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
۲۹۔ فردوس الاخبار، دار الکتاب العربی بیروت، حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ
۳۰۔ تلخیص المستدرک، دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ
۳۱۔ خصائص کبریٰ، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔
۳۲۔ الجوہر النقی، نشر السنۃ ملتان، علامہ علاؤ الدین ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ
۳۳۔ نصب الرایہ، مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ
۳۴۔ مشکوٰۃ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۳۵۔ اعلاء السنن، ادارۃ القرآن کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ

تفاسیر

۳۶۔ احکام القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ
۳۷۔ تفسیر کبیر، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام محمد بن ضیاء الدین عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ
۳۸۔ الجامع لاحکام القرآن، انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ
۳۹۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ۔
۴۰۔ عنایت القاضی، دار صادر بیروت، علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
۴۱۔ تفسیر ابوسعود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوسعود حنفی متوفی ۹۸۲ھ
۴۲۔ تفسیر روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ
۴۳۔ تفسیر مظہری، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ
۴۴۔ تفسیر عزیزی، مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ۱۲۳۹ھ
۴۵۔ تفسیر روح المعانی، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ
۴۶۔ تفسیر فتح القدیر، دار المعرفۃ بیروت۔ شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ
۴۷۔ انوار التنزیل، دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ

۴۸۔ الفتوحات الالٰہیہ، المطبعہ البہیہ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ

۴۹۔ الدر المنثور، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۵۰۔ تفسیر ابن کثیر مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۰۱ھ، حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ۔

۵۱۔ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ

۵۲۔ البحر المحیط، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ

۵۳۔ فی ظلال القرآن، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری۔

۵۴۔ احکام القرآن، دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی متوفی ۵۴۳ھ

۵۵۔ تفسیر فتح البیان، مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ۔

۵۶۔ خزائن العرفان، تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ

۵۷۔ حاشیۃ القرآن، تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

۵۸۔ بیان القرآن، تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ

۵۹۔ معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ

علومِ قرآن

۶۰۔ البرہان فی علوم القرآن، دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ

۶۱۔ الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

شروح الحدیث

۶۲۔ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ

۶۳۔ عمدۃ القاری، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ

۶۴۔ فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۶۵۔ ارشاد الساری، مطبع میمنہ، مصر، ۱۳۰۶ھ، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ

۶۶۔ فیوض الباری، مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء، علامہ محمود احمد رضوی لاہور

۶۷۔ تفہیم البخاری، مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی فیصل آباد۔

۶۸۔ فیض الباری، مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ

۶۹۔ شرح مسلم، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ

۷۰۔ اکمال اکمال المعلم، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ

۷۱۔ مکمل اکمال المعلم " " ، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ

۷۲۔ السراج الوہاج، مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ۔

۷۳۔ فتح الملہم، مکتبہ الحجاز کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ
۷۴۔ تکملہ فتح الملہم، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی
۷۵۔ تحفۃ الاحوذی، نشر السنۃ ملتان، شیخ عبد الرحمان مبارک پوری، ۱۳۲۵ھ
۷۶۔ بذل المجہود، مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ
۷۷۔ عون المعبود، نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ
۷۸۔ تمہید (شرح المؤطا) مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ
۷۹۔ مرقات، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۸۰۔ اشعۃ اللمعات، مطبع تیج کمار لکھنو، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۸۱۔ منتقی مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۱ھ، علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف مالکی باجی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ
۸۲۔ شرح المؤطا، المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی ۱۱۲۲ھ
۸۳۔ فیض القدیر، دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبد الرؤف مناوی۔
۸۴۔ شرح مسند امام اعظم، مطبع محمدی لاہور، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۸۵۔ التعلیق المغنی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ

اسماء رجال

۸۶۔ تاریخ بغداد، مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابو بکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۸۷۔ تہذیب التہذیب، دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۸۸۔ لسان المیزان، دائرۃ المعارف دکن، ۱۳۳۰ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۸۹۔ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، مکتبہ اثریہ سانگلاہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی۔
۹۰۔ الاکمال فی اسماء الرجال، اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۹۱۔ کتاب الثقات، دار الفکر بیروت ۱۴۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ۔
۹۲۔ کتاب الجرح والتعدیل، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۱ھ، حافظ عبد الرحمان بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ
۹۳۔ میزان الاعتدال، مطبع محمدی لکھنو، حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ
۹۴۔ المقاصد الحسنۃ، مکتبہ الخانجی مصر، ۱۳۷۵ھ، ابو الخیر شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ
۹۵۔ موضوعات کبیر، مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۹۶۔ العلل المتناہیہ، مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی ابن الجوزی تمیمی متوفی ۵۹۷ھ

لغت

۹۷۔ المفردات، المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ، حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ

۹۸۔ نہایہ، موسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ
۹۹۔ تہذیب الاسماء واللغات، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۱۰۰۔ قاموس، مطبع نول کشور لکھنو، علامہ مجد الدین فیروز آبادی۔
۱۰۱۔ لسان العرب، نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ، علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ
۱۰۲۔ تاج العروس شرح القاموس، المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ
۱۰۳۔ المنجد، دار الاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی۔
۱۰۴۔ مجمع بحار الانوار، نولکشور لکھنو، علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ۔
۱۰۵۔ لغات الحدیث، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ

فضائل و سیرت

۱۰۶۔ شفاء، عبد التواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ۔
۱۰۷۔ نسیم الریاض، دار الفکر بیروت، علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۰۸۔ شرح الشفاء، دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۰۹۔ سعادت الدارین، مطبعہ بیروت، بیروت ۱۳۱۶ھ، علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۱۰۔ مدارج النبوت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔
۱۱۱۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبد الرحمان ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ
۱۱۲۔ زاد المعاد، مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ
۱۱۳۔ المواہب اللدنیہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
۱۱۴۔ شرح المواہب اللدنیہ، دار الفکر بیروت، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ
۱۱۵۔ البدایہ والنہایہ، دار الفکر بیروت، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
۱۱۶۔ انسان العیون، مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۸۴ھ، علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ
۱۱۷۔ الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ
۱۱۸۔ استیعاب، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ
۱۱۹۔ اصابہ، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۲۰۔ اسد الغابہ، دار الفکر بیروت، علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ
۱۲۱۔ تاریخ یعقوبی، مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۸۴ھ
۱۲۲۔ التاریخ الخمیس، موسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین محمد دیار بکری
۱۲۳۔ الروض الانف، مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ
۱۲۴۔ مختصر سیرت الرسول، المطبعۃ العربیہ ۱۳۹۹ھ، شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۴۲ھ

۱۲۵۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد۔ مجلس اعلیٰ قاہرہ ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی متوفی ۹۴۲ھ
۱۲۶۔ المدخل، قاہرہ مصر، علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور با بن الحاج متوفی ۷۳۰ھ
۱۲۷۔ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۰ھ، علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ
۱۲۸۔ تاریخ الامم والملوک، دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ
۱۲۹۔ تاریخ ابن خلدون، مؤسستہ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۳۹۰ھ، علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ
۱۳۰۔ مرأۃ الجنان، مؤسستہ الاعلمی بیروت، علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی متوفی ۷۶۸ھ
۱۳۱۔ وفاالوفاء، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ
۱۳۲۔ الجوہر المنظم، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ
۱۳۳۔ جواہر البحار، مصطفی البابی مصر، ۱۳۷۹ھ علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۳۴۔ کتاب الاذکار، مصطفی البابی واولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۱۳۵۔ الصارم المسلول، نشر السنۃ ملتان، شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ
۱۳۶۔ لواقح الانوار القدسیہ، مصطفی البابی واولادہ مصر، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۱۳۷۔ الصواعق المحرقۃ، مکتبۃ القاہرہ ۱۳۸۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ

فقہ حنفی

۱۳۸۔ مبسوط (کتاب الاصل) ادارۃ القرآن کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۳۹۔ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الثوریہ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی ۴۸۳ھ
۱۴۰۔ مبسوط، (شرح الکافی) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ
۱۴۱۔ فتاویٰ قاضی خاں، مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ
۱۴۲۔ فتاوی النوازل، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ
۱۴۳۔ بدائع الصنائع، ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ
۱۴۴۔ ہدایہ، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ
۱۴۵۔ عنایہ، " " ، علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ
۱۴۶۔ بنایہ، مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
۱۴۷۔ کفایہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ جلال الدین خوارزمی۔
۱۴۸۔ فتح القدیر، " " ، علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ
۱۴۹۔ البحر الرائق، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ
۱۵۰۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۵۱۔ تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ

۱۵۲۔ در مختار، مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ

۱۵۳۔ رد المحتار، مطبعہ 〃 〃 〃 ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۵۴۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ

۱۵۵۔ مراقی الفلاح، مطبع مصطفےٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ

۱۵۶۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ

۱۵۷۔ غنیۃ المستملی، مطبع مجتبائی دہلی۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ

۱۵۸۔ صغیری، 〃 〃 〃 〃

۱۵۹۔ دُرَر الحکام فی شرح غرر الاحکام، ملا خسرو متوفی ۸۸۵ھ، مطبوعہ مطبع عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ

۱۶۰۔ حاشیۃ الدرد غرر، مولانا عبد الحلیم۔

۱۶۱۔ جامع الرموز، مطبع منشی نولکشور، ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ۔

۱۶۲۔ الجوہرۃ النیرۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابو بکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ

۱۶۳۔ عالمگیری، مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ، ملا نظام الدین متوفی، ۱۱۵ھ

۱۶۴۔ بزازیہ، مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ

۱۶۵۔ رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۶۶۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ، علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۶۷۔ تقریرات رافعی، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۴ھ، شیخ عبد القادر رافعی مفتی الدیار المصریہ۔

۱۶۸۔ شرح النقایہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ۔

۱۶۹۔ فتاوی غیاثیہ، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخطیب۔

۱۷۰۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مطبع عامرہ شرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ

۱۷۱۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ علامہ محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ۔

۱۷۲۔ المسلک المتقسط، دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۷۳۔ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد شلبی

۱۷۴۔ تکملہ البحر الرائق مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری حنفی۔

۱۷۵۔ خلاصۃ الفتاوی، امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی

۱۷۶۔ در المنتقی علی ملتقی الابحر، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد علاؤ الدین متوفی ۱۰۸۸ھ

۱۷۷۔ شرح الکنز، جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین

۱۷۸۔ فتاوی عبد الحیٔ، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، مولانا عبد الحیٔ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ

۱۷۹۔ فتاوی رضویہ، سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۲ھ، اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ

۱۸۰۔ الزبدۃ الزکیۃ، محبوب المطابع دہلی، اعلیٰ حضرت احمد رضا، فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ

۱۸۱۔ بہار شریعت، شیخ غلام اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ
۱۸۲۔ فتاویٰ رشیدیہ، محمد سعید اینڈ کمپنی، شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ
۱۸۳۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند، دار الاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمان و مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ
۱۸۴۔ انسانی اعضاء کی پیوندکاری، مجلس مسائل تحقیق حاضرہ کراچی مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ
۱۸۵۔ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، دار الاشاعت کراچی، " " "
۱۸۶۔ اوزان شرعیہ، ادارۃ المعارف کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ
۱۸۷۔ رسائل و مسائل، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۱۸۸۔ ۵۔ اے ذیلدار پارک (ارود مجالس سید مودودی) البدر پبلیکیشنز ۱۹۷۵ء، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۱۸۹۔ حقوق الزوجین، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۶ء، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

فقہ شافعی

۱۹۰۔ کتاب الام، دار المعرفت بیروت ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۱۹۱۔ المہذب، دار الفکر بیروت، شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ
۱۹۲۔ شرح المہذب، دار الفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۱۹۳۔ تکملہ شرح المہذب، دار الفکر بیروت، علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ
۱۹۴۔ فتح العزیز شرح الوجیز، دار الفکر بیروت۔ علامہ ابو القاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ
۱۹۵۔ مغنی المحتاج، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد قزوینی الخطیب من قرن العاشر
۱۹۶۔ احیاء علوم الدین، دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۱۹۷۔ اتحاف السادۃ المتقین، مطبع میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ۔
۱۹۸۔ الحاوی للفتاوی، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۱۹۹۔ مختصر المزنی دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ

فقہ مالکی

۲۰۰۔ المدونۃ الکبریٰ، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ، امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ
۲۰۱۔ بدایۃ المجتہد، دار الفکر بیروت، قاضی ابو الولید ابن رشد اندلسی متوفی ۵۹۵ھ
۲۰۲۔ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی۔ ۱۱۹۷ھ
۲۰۳۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی مالکی۔ ۱۲۱۹ھ
۲۰۴۔ بلغۃ السالک لاقرب المسالک الی مذہب امام مالک، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۹۷۸ء، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، ۱۲۲۳ھ۔

فقہ حنبلی

۲۰۵۔ المغنی، دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ
۲۰۶۔ انصاف، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ
۲۰۷۔ مجموع الفتاوی، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود، شیخ ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ

کتب شیعہ (حدیث و فقہ)

۲۰۸۔ الفروع من الکافی، دارالکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ
۲۰۹۔ من لا یحضرہ الفقیہ، دارالکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی متوفی ۳۸۱ھ،
۲۱۰۔ تہذیب الاحکام، " شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ۔
۲۱۱۔ الاستبصار، " "
۲۱۲۔ توضیح المسائل، سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۴ھ، شیخ روح اللہ خمینی۔

فقہ ظاہری (غیر مقلدین)

۲۱۳۔ المحلی، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ
۲۱۴۔ نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ
۲۱۵۔ مسک الختام، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۲۱۶۔ دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں، نعمانی کتب خانہ لاہور

مذاہب اربعہ

۲۱۷۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۹ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۱۸۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، دارالفکر بیروت، علامہ عبدالرحمان الجزیری۔
۲۱۹۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ، القاہرہ ۱۴۰۰ھ، المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ۔

عقائد و کلام

۲۲۰۔ شرح عقائد نسفی، نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ سعدالدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ
۲۲۱۔ شرح مواقف، مطبع منشی نول کشور لکھنؤ، میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ
۲۲۲۔ شرح فقہ اکبر، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۲۳۔ حاشیۃ الخیالی، حاجی عبدالحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین خیالی۔

۲۲۴۔ المنقذ من الضلال، ہیئۃ الاوقاف لاہور ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۲۲۵۔ الیواقیت والجواہر، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر ۱۳۷۸ھ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۲۶۔ ھدیۃ المھدی، میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ، شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ
۲۲۷۔ نبراس، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبدالعزیز پرہاروی۔

اصول فقہ

۲۲۸۔ مستصفی مطبوعہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۲۹۴ھ، امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۲۲۹۔ فواتح الرحموت، " " " " ، بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۵۲ھ
۲۳۰۔ الرسالۃ، مطبع بولاق قاہرہ، ۱۳۱۲ھ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ۔
۲۳۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبع محمد علی و اولادہ مصر، ۱۳۸۷ھ، علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ
۲۳۲۔ اصول بزدوی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی متوفی ۴۸۲ھ
۲۳۳۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ

متفرقات

۲۳۴۔ کتاب التعریفات، انتشارات، ناصر خسرو ایران، میر سید شریف علی محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
۲۳۵۔ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ متوفی ۹۸۵ھ،
۲۳۶۔ فتاوی حدیثیہ، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۰ھ
۲۳۷۔ سباحۃ الفکر، مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ،
۲۳۸۔ الکبریت الاحمر، مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ۔
۲۳۹۔ الاعتصام، دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ
۲۴۰۔ بوادر نوادر، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۲ء، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۴۱۔ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھونڈ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ
۲۴۲۔ اسلام اور موسیقی ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۸ء، شاہ محمد جعفر پھلواروی
۲۴۳۔ المہند علی المفند، کتب خانہ دیوبند، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ
۲۴۴۔ دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۲۴۵۔ مکتوب امام ربانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۷۰ء حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ
۲۴۶۔ حیوۃ الحیوان الکبری، مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ
۲۴۷۔ عجائب المخلوقات، علامہ ذکریا بن محمد بن محمود

۲۴۸۔ الملفوظ، نوری کتب خانہ لاہور، ۱۳۷۷ھ، امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۴۹۔ تکمیل الایمان، فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۲ء، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۲۵۰۔ منہاج السنۃ، مطبوعہ امیریہ کبری بولاق مصر، شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ
۲۵۱۔ تقویۃ الایمان مطبوعہ علیمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ
۲۵۲۔ تحقیق الفتوی، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء
۲۵۳۔ اقامۃ القیامہ نوری کتب خانہ، ۱۳۹۹ھ، امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۵۴۔ ماثبت بالسنۃ، ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۲۵۵۔ شمائم امدادیہ، مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ
۲۵۶۔ امداد المشتاق، مکتبہ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۵۷۔ فیصلہ ہفت مسئلہ، مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ
۲۵۸۔ المورد الروی فی المولد النبوی، المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۵۹۔ ابجد العلوم، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۲۶۰۔ الدرر الکامنۃ، دار الجلیل بیروت، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۲۶۱۔ روزنامہ جنگ کراچی، میر خلیل الرحمان (مدیر اعلی)
۲۶۲۔ جمہرۃ انساب العرب، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، ابو حزم علی بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ
۲۶۳۔ التلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۲۶۴۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، پیر محمد کرم شاہ الازہری
۲۶۵۔ الحیلۃ الناجزہ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی فروری ۱۹۸۷ء، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۶۶۔ احسن الفتاوی، ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۷ھ، مفتی رشید احمد کراچی
۲۶۷۔ الابریز من کلام سیدی عبد العزیز دباغ، مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ، سیدی احمد بن عبد المبارک